WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com


حمد — صبیح رحمانی — 11

نعت — ریاض الدین سہروردی — 11


## انٹرویو


منیب بٹ سے ملاقات — شاہین رشید — 12

ملن کی پہلی عید — شاہین رشید — 22

میری بھی سنیے — ژالے سرحدی — 17

مقابل ہے آئینہ — قرۃ العین علی — 28


## ناول


سن مورکھ کی بات — آسیہ مرزا — 30

راپنزل — تنزیلہ ریاض — 166


## مکمل ناول


دستِ مسیحا — نگہت سیما — 220

او رے پیا — نادیہ احمد — 60


## ناولٹ


سنگِ پارس — مہوش افتخار — 100

تم آؤ تو عید کریں — رابعہ افتخار — 146

میری عید تم ہو — بشریٰ گوندل — 191

اے جذبۂ دل — شبانہ شوکت — 248


## افسانے


وصلِ جاناں — مصباح علی — 52

محبت برسا دینا — صائمہ قریشی — 133

خواب خواہش زندگی — بشریٰ ماہا — 210

اہلِ وفا کی دھوم — بنت سحر — 263



**زرِ سالانہ بذریعہ رجسٹری**

پاکستان (سالانہ) ------ 700 روپے

ایشیا، افریقہ، یورپ ------ 6000 روپے

امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا ------ 7000 روپے



ماہنامہ خواتین ڈائجسٹ اور ادارہ خواتین ڈائجسٹ کے تحت شائع ہونے والے پرچوں ماہنامہ شعاع اور ماہنامہ کرن میں شائع ہونے والی ہر تحریر کے حقوق طبع و نقل بحق ادارہ محفوظ ہیں۔ کسی بھی فرد یا ادارے کے لیے اس کے کسی بھی حصے کی اشاعت یا کسی بھی ٹی وی چینل پہ ڈراما، ڈرامائی تشکیل اور سلسلہ وار قسط کے کسی بھی طرح کے استعمال سے پہلے پبلشر سے تحریری اجازت لینا ضروری ہے۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کا حق رکھتا ہے۔

Download From Paksociety.com

Download From Paksociety.com



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

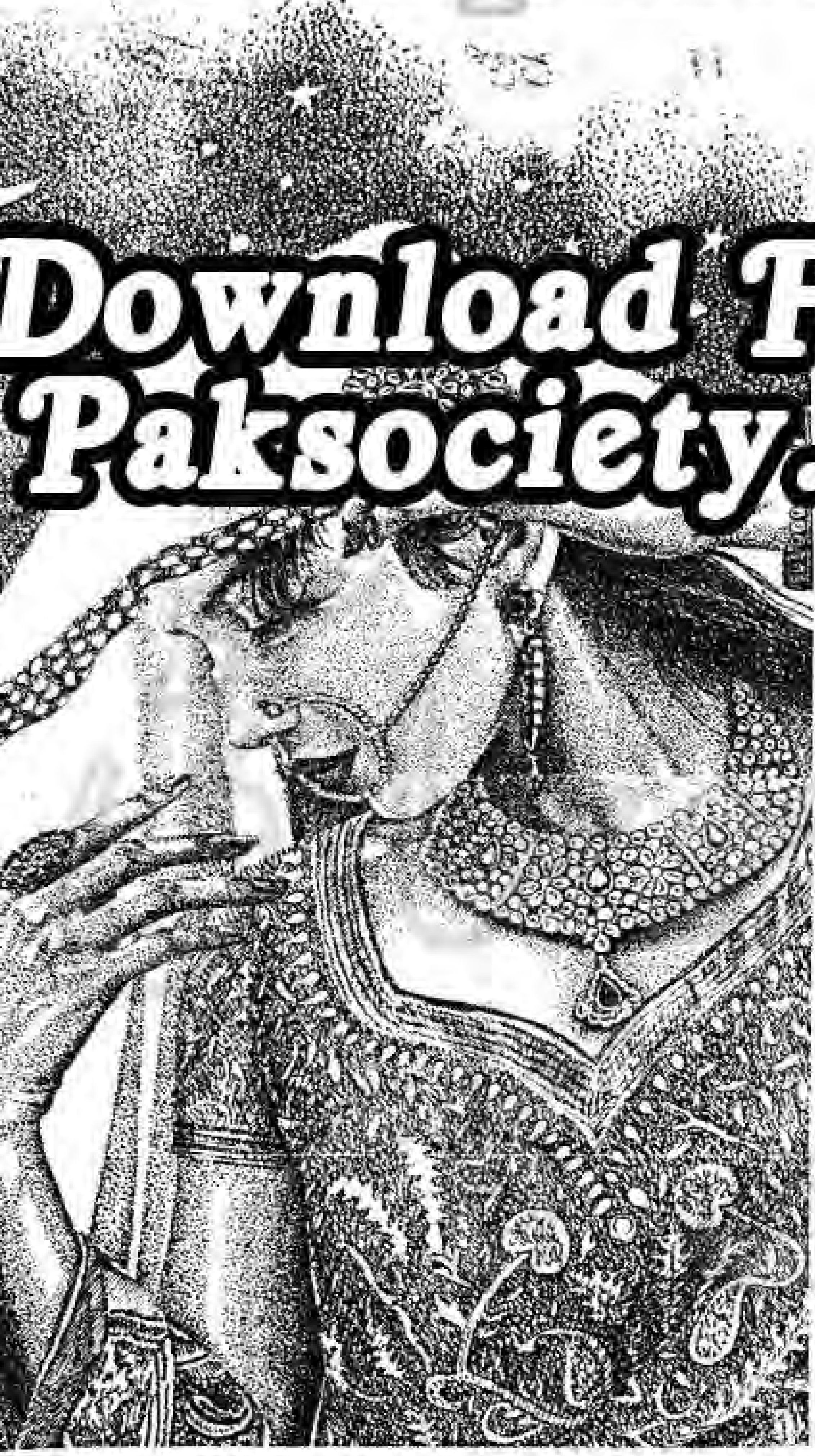


عید مبارک

## مستقل سلسلے


| | | |
|---|---|---|
| کرن کرن خوشبو | شعاع عمیر | 270 |
| یادوں کے دریچے سے | بشریٰ محمود | 276 |
| مجھے یہ شعر پسند ہے | شگفتہ سلمان | 278 |
| کرن کا دسترخوان | خالدہ جیلانی | 273 |
| نہلے پہ دہلا | ذوالقرنین | 284 |
| موتی چنے ہیں | ادارہ | 280 |
| مسکراتی کرنیں | رُوبینہ شرلف | 282 |
| نامے میرے نام | مدیرہ کرن | 285 |



جولائی 2016

جلد 39 شمارہ 4

قیمت 60 روپے

خط وکتابت کا پتہ

کرن

37- اردو بازار کراچی

خط وکتابت کا پتہ: ماہنامہ کرن، 37- اردو بازار، کراچی۔

پبلشر آزر ریاض نے ابن حسن پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شائع کیا۔ مقام: بی 91، بلاک W، نارتھ ناظم آباد، کراچی



Phone: 32721777, 32726617, 021-32022494 Fax: 92-21-32766872

Email: kiran@khawateendigest.com Website: www.khawateendigest.com



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ملیحہ سکی

# اداریہ

لفظ عید ذہن میں آتے ہی تصور میں رونق، گہما گہمی، چوڑیوں کی کھنک، مہندی سے سجے ہاتھ، دلکش و رنگین پیراہن اور شوخ مسکراہٹیں، خوشیوں اور قہقہوں کا خیال آتا ہے۔

عید نام ہی خوشی کا ہے جو رب کی طرف سے اپنے ان بندوں کو انعام میں عطا کی گئی جو اس کے احکام کی تعمیل میں عبادت و ریاضت کرتے ہیں۔

ہر قوم کے تہوار اور ان کو منانے کے طریقے اس کی ثقافت اور مزاج کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ عید مسلمانوں کا مذہبی تہوار ہے اس لیے اس میں خوشی، عبودیت اور ثقافت کے ملے جلے رنگ نظر آتے ہیں۔ روزِ عید کی ابتدا اللہ کے حضور سر جھکا کر نماز عید ادا کی جاتی ہے۔ جہاں سارے مسلمان ایک ہی صف میں نظر آتے ہیں۔

اجتماعی خوشی کے اس تہوار کے موقع پر ان لوگوں کو بھی یاد رکھیں جو یہ تہوار منانے کی استطاعت سے محروم ہیں۔ انہیں اپنی خوشیوں میں شامل کرلیں۔ آپ کی خوشیوں کے رنگ نکھر آئیں گے۔

ادارہ کرن کی جانب سے آپ سب کو عید مبارک۔ عید کا دن آپ کے لیے خوشیاں لے کر آئے اور آپ کا ہر دن روزِ عید ہو۔

## اس شمارے میں،

- "ملن کی پہلی عید" معروف شخصیات سے شاہین رشید کا دلچسپ سروے،
- اداکار "منیب بٹ" سے شاہین رشید کی ملاقات،
- اداکارہ "ژالے سرحدی" کہتی ہیں "میری بھی سنیے"،
- اس ماہ "ملک قرۃ العین عینی" کے "مقابل ہے آئینہ"،
- "من مورکھ کی بات نہ مانو" آسیہ مرزا کا سلسلے وار ناول،
- "راپنزل" تنزیلہ ریاض کا سلسلے وار ناول،
- "دستِ مسیحا" نگہت سیما کا مکمل ناول،
- "او رے پیا" نادیہ احمد کا مکمل ناول،
- "سنگِ پارس" قارئین کے لیے عید کا تحفہ، مہوش افتخار کا دلکش ناولٹ،
- "میری عید تم ہو" بشریٰ گوندل کا ناولٹ،
- "تم آؤ تو عید کروں" رابعہ افتخار کا ناولٹ،
- "اے جذبۂ دل" شبانہ شوکت کا ناولٹ،
- مصباح علی، صائمہ قریشی، بنت سحر اور بشریٰ ماہا کے افسانے اور مستقل سلسلے،

## مفت،

اس شمارے کے ساتھ کرن کتاب موسم گرما کا میک اپ اور دلہن کی تیاریاں مفت حاصل کریں۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

## حمد باری تعالیٰ

کر رہے ہیں تیری ثنا خوانی
سوچتی دھرتی بولتا پانی

تُو ہے آئینہ ازل یارب
اور میں ہوں ابد کی حیرانی

تیرے جلووں کے دم سے لیل و نہار
تیرے سورج کی سب درخشانی

گونجتا ہے ثنا کے نغموں سے
گنبدِ جاں ہے میرا نورانی

پار ہوتی نہیں مرے مولا
درد کی سرحدیں ہیں طولانی

تجھ سے بخشش کا ہے تمنائی
تیرا بندہ صبیح رحمانی

صبیح رحمانی

## نعت رسول مقبول ﷺ

ثنائے محمد ﷺ جو کرتے رہیں گے
وہ دامن مرادوں سے بھرتے رہیں گے

حیات اُن پہ قرباں ہوتی رہے گی
جو اُن کی محبت میں مرتے رہیں گے

وہ لمحات بخشش کا سامان ہوں گے
جو ذکر نبی ﷺ میں گزرتے رہیں گے

انہیں دیکھ کر اس جہاں کے نظارے
نگاہوں سے میری اُترتے رہیں گے

ہر اک گام پر ہم کو معراج ہو گی
جو سر ان کے قدموں پہ دھرتے رہیں گے

ریاض ان کے دامن سے وابستہ رہنا
ترے کام بگڑے سنورتے رہیں گے

ریاض الدین سہروردی



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

# یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

## پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

- ہائی کوالٹی پی ڈی ایف
- ایڈ فری لنکس
- ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ
- ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر
- کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
- ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

**Click on http://paksociety.com to Visit Us**

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

www.paksociety.com

# منیب بٹ سے ملاقات

شاہین رشید

منیب بٹ نے بہت کم عرصے میں اپنی بہترین پرفارمنس کی وجہ سے اپنے آپ کو منوایا ہے۔۔۔ یہی وجہ ہے کہ منیب آج ہر پروڈیوسرز اور ڈائریکٹرز کی ضرورت بن گیا ہے۔۔۔ کیونکہ ٹی وی انڈسٹری کو ایک اچھا ہیرو جو مل گیا ہے۔

★ "کیا حال ہیں جی؟"

⁕ "اللہ کا شکر ہے۔"

★ "کیا مصروفیات ہیں؟۔۔۔ کیا آن ایئر ہے کیا انڈر پروڈکشن ہے؟"

⁕ "جی الحمدللہ مصروفیات تو بہت زیادہ ہیں اور آج کل جو "آن ایئر" پروجیکٹ ہیں ان میں "تم یاد آئے" "خواب سرائے" جو بالترتیب اے آر وائی سے اور جیو سے آن ایئر ہیں۔۔۔ جبکہ آنے والے پروجیکٹ میں عید کے موقع پر ٹیلی فلم "بریانی' ایزی لوڈ اور پیار" عید کے بعد "بگ بین" کا ایک پروجیکٹ سائن کیا ہے اس کا کام شروع ہوگا۔۔۔ اور ساتھ ساتھ "خواب سرائے" کی شوٹس بھی چل رہی ہیں۔۔۔ ڈراموں کے علاوہ ماشاءاللہ کمرشلز بھی کر رہا ہوں جن میں کول گیٹ کا' ٹیوٹا کرولا اور اور رینٹ کے کمرشلز آنے والے ہیں۔"

★ "اتنا کچھ کرچکے ہیں سب سے اچھی ریٹنگ کس نے دی؟"

⁕ "ابھی تک جتنا آن ایئر آچکا ہے اس میں "رشتوں کی ڈور" "ایک تھی مثال" اور "بے قصور" نے بہت اچھی ریٹنگ دی۔ اور جو آج کل آن ایئر ہیں



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

ان کی ریٹنگ بھی بہت اچھی جا رہی ہے اور ہاں آپ کو بتانا بھول گیا کہ ایک فلم بھی سائن کی ہے اس کو ابھی ڈس کلوز نہیں کروں گا اور آپ یقین کریں کہ ڈراموں کے تو اتنے زیادہ اسکرپٹ میرے پاس ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں۔"

★ "اچھے خاصے خوب صورت انسان ہو۔ ڈاڑھی سنت کے طور پر رکھی ہے یا ڈراموں کی ڈیمانڈ ہے؟"

✳ "سچ بتاؤں "کلین شیو" میں 'میں اپنی عمر سے بہت چھوٹا لگتا ہوں اور ہیرو کے لیے بچہ بچہ لگتا۔ تو مزا نہیں آتا۔ اس لیے میں نے ڈاڑھی بڑھائی ہوئی ہے۔ تو ان شاء اللہ وقت کے ساتھ ساتھ چینج آتا رہے گا۔"

★ "تو ابھی آپ کتنے سال کے ہیں؟"

✳ "میں آپ کو اپنے بارے میں بتاتا ہوں۔ میرا نام شہزادہ منیب بٹ ہے... 14 اپریل 1992ء کو پیدا ہوا۔ اس لحاظ سے میرا ستارہ ایریز ہے... میرے والد کا تعلق سیالکوٹ کے ایک گاؤں "ڈسکا" سے ہے اور وہ بنیادی طور پر زمین دار ہیں... پھر کراچی شفٹ ہو گئے۔ میری امی لدھیانہ کشمیر سے تعلق رکھتی ہیں اور ابو بھی کشمیری بٹ ہیں اور میں اپنی امی ابو کا مکسچر ہوں... اور میں اپنے بہن بھائیوں میں بڑا ہوں۔ میری ایک چھوٹی بہن اور ایک چھوٹا بھائی ہے۔ بہن کی شادی ہو چکی ہے اور چھوٹے بھائی کی بھی شادی ہو چکی ہے۔ اور میں نے میڈیا سائنس میں گریجویشن کیا ہے۔"

★ "تم بڑے ہو اور بھائی چھوٹا؟"

✳ "دیکھیں کتنا ظلم ہو رہا ہے نا مجھ پر... ویسے ابو نے مجھ سے پوچھا تھا... لیکن میں نے کہا کہ مجھے ابھی شادی نہیں کرنی۔ کیونکہ مجھے ابھی اس فیلڈ میں نام کمانا ہے اور اگر شادی کر لوں گا تو ذمہ داری میں اضافہ ہو جائے گا تو نہ گھر والوں کو ٹائم دے سکوں گا اور نہ ہی فیلڈ کو۔ اس لیے مجھے تو دو تین سال شادی نہیں کرنی... تب والد صاحب نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم چھوٹے کی شادی کر دیتے ہیں۔"

★ "تم چھوٹے ہو تو وہ اور بھی چھوٹا ہوگا... لڑکوں کی اتنی کچی عمر میں شادی ہونی نہیں چاہیے؟"

✳ "جی اس کی عمر 22 سال ہے اور اصل میں بات یہ ہے کہ اسے کچھ کرنا تو ہے نہیں کہ جاب ڈھونڈے اسٹیبلش ہو... ہمارا تو اپنا خاندانی کاروبار ہے وہ آج کرے شادی یا دو سال بعد کرے روزگار کی کوئی ٹینشن نہیں ہے تو پھر کیوں نہ جلدی شادی کرلے۔"

Download From
Paksociety.com



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

★ "شوبز میں کیسے آئے... اور اصل میں کیا بننا چاہتے تھے؟"

❋ "کیا بننا چاہتا تھا... سچ بتاؤں میرا بہت دل تھا کہ میں پولیس میں جاؤں اور کوئی ڈی ایس' ایس ایس پی بنوں... اور جس سے میں اپنی خواہش کا اظہار کرتا تھا وہ ہنستا ضرور تھا... خیر اچانک ایک دن میرے ایک دوست نے کہا کہ فلاں جگہ ڈرامے کی شوٹنگ ہو رہی ہے میں تمہیں دکھا کے لاتا ہوں... اور جب میں شوٹنگ دیکھنے گیا تو سعدیہ غفار' شہروز سبزواری اور احسن رحیم کمرشل شوٹ کر رہے تھے میں نے دیکھا تو میں بڑا حیران ہوا' اپنے دوست سے کہا کہ یار یہ تو بڑا گلیمرس کام ہے۔ میں نے دیکھا کہ شہروز کی تصاویر بن رہی ہیں۔ لڑکیاں آگے پیچھے ہو رہی ہیں تو ایک دم میرا مائنڈ چینج ہوا کہ چھوڑو پولیس میں جانے کا خیال... اس فیلڈ میں آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہ یہ تو بڑے مزے دار فیلڈ ہے... مگر جاؤں تو کیسے... کیونکہ ہمارے خاندان کے سب لوگ بزنس مین ہیں اور دور دور تک کسی کا بھی اس فیلڈ سے کوئی تعلق نہیں ہے... ورنہ دور نزدیک کوئی ہو تو بڑی ہیلپ ہو جاتی ہے... میڈیا سائنس تو پڑھ ہی رہا تھا سوچا کہ ایڈورٹائزنگ میں چلا جاؤں گا یا مارکیٹنگ میں چلا جاؤں گا... کچھ نہ کچھ تو بن ہی جاؤں گا۔ پھر ہوا یہ کہ میرے ایک دوست کے ابو کو پتا چلا کہ منیب کو اداکاری کا بہت شوق ہے میرے دوست کا نام وجیح تھا اور اس کے والد کا نام "سعید شاہ" وہ میڈی کیم گروپ آف کمپنی کے کنٹری ہیڈ ہیں پاکستان میں... انہوں نے کہا کہ میں تمہاری ہیلپ کرتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے تین چار پروڈکشن ہاؤسز کے لوگوں سے مجھے ملوایا... بس ملنے کی دیر تھی کہ آڈیشن ہو گیا اور سلسلہ چل پڑا... اور مجھے ایک ہفتے کے اندر اندر دو کمرشل بھی مل گیا اور آپ یقین کریں کہ دو سال سے ہر مہینے میں دو تین کمرشلز تو ضرور کرتا ہوں... اور میرا پہلا ڈرامہ "باندی" تھا جو کہ اے آر وائی پہ آن ایئر ہوا تھا... اے اینڈ بی پروڈکشن کا تھا اور میرا پہلا سیریل ہی بہت مقبول ہوا تھا... کہانی بڑی اسٹرونگ تھی۔"

★ "آپ تو اداکاری کے شوق میں گئے تھے... پیسے بھی ملے یا نہیں؟"

❋ "جی جی... بالکل ملے... پہلے کمرشل کے 20 ہزار اور ڈرامہ کے 35 ہزار ملے تھے۔ کمرشل کا ایک دن میں کام ہو گیا تو 20 ہزار بہت لگے اور ڈرامہ میں کافی دن کام کر کے 35 ہزار ملے۔ تو اس لحاظ سے کمرشل بہتر ہے۔"

★ "اچھا لگ رہا ہے اس فیلڈ میں آکر؟"

❋ "جی بہت اچھا لگ رہا ہے اور الحمدللہ جیسا اس فیلڈ کے بارے میں سنا تھا ویسی ہے بھی نہیں... لیکن یہاں ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ جو فنکار جس کردار میں ہٹ ہو جاتا ہے پھر اس پر اسی کردار کی چھاپ لگ جاتی ہے اور پوری دنیا میں ایسا نہیں ہوتا... فنکار کو مختلف کردار دے کر ورسٹائل بنایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر شاہ رخ دو فلموں میں کامیڈی کر رہا ہے تو وہ ایکشن مووی بھی کرے گا۔ تو اس پہ چھاپ نہیں لگے گی۔ وہ ہر طرح کی مووی کرے گا ہر طرح کے کردار کرے گا... مگر ہمارے یہاں دیکھیں تو "دستانا دل بربیر" پر کامیڈی کی چھاپ لگا دی گئی ہے ان کو سیریس رول دینے کا نام بھی نہیں لیں گے۔ تو بس یہی بات مجھے غلط لگتی ہے۔"

★ "پورا خاندان بزنس مین اور آپ آگئے اس فیلڈ میں... گھر والوں نے کچھ کہا؟"

❋ "نہیں... گھر والے تو بہت خوش ہوئے... کیونکہ ہمارا بزنس ایسا ہے کہ چار بندے بھی اتنا ہی کمائیں گے جتنا ایک... تو ایسا نہیں تھا کہ میرے اس فیلڈ میں آنے سے کوئی نقصان ہوا ہو کہ منیب چلا گیا ہے تو کروڑ کا نقصان ہو جائے گا۔ اس لیے گھر والے بہت خوش ہیں میرے اس فیلڈ میں آنے پر۔"



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

★ "تو پیسہ آرہا ہے یا نہیں... آپ کو تو کوئی فرق نہیں پڑتا ہوگا؟"

✳ "فرق تو پڑتا ہے بزنس سے کماؤں یا فیلڈ سے... دونوں میں محنت تو ہوتی ہی ہے۔ لیکن پیسے کے معاملے میں میرا ہاتھ بہت کھلا ہے آپ مجھے فضول خرچ کہہ سکتی ہیں آپ... پیسہ خرچ کرتے وقت کچھ نہیں سوچتا۔"

★ "تعریف تو سب کو پسند ہوتی ہے۔ تنقید بھی سن لیتے ہو؟"

✳ "بالکل سن لیتا ہوں... اور مجھے تنقید اور تعریف دونوں پسند ہیں اور میں خود بھی دوسروں کی تعریف کرنے میں کنجوسی سے کام نہیں لیتا کھل کر کرتا ہوں اور تنقید بھی کھل کر کرتا ہوں۔"

★ "جو لوگ اس فیلڈ میں ہیں انہیں یہ فائدہ ہے کہ وقت کی پابندی نہیں کرنی پڑتی... ہے نا...؟"

✳ قہقہہ... "بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں... اور مجھے لگتا ہے کہ میں اپنے اندر سے تمام برائیاں ختم کر سکتا ہوں مگر وقت کی پابندی نہ کرنے کی بری عادت کو کبھی ختم نہیں کر سکتا... بہت ڈھیٹ ہوں اس معاملے میں۔ ایک وقت تھا کہ امی میرے اوپر پانی ڈالتی تھیں تو میں اٹھتا تھا... مگر اب خود اٹھ جاتا ہوں۔"

★ "ابھی تک جو بھی کردار کیے... نارمل سے تھے... خود آپ کی کوئی خواہش؟"

✳ "کردار کے لیے؟ مجھے "فوجی" کا کردار کرنا ہے اور اس کی مجھے شدت سے خواہش ہے۔"

★ "کسی کردار کو کر کے افسوس بھی ہوا؟"

✳ "جی بالکل... لیکن اب اس کو بتانا نہیں چاہتا کہ بری بات ہے مجھے ہی کردار سوچ سمجھ کر لینا چاہیے تھا اور ماشاء اللہ سے ہٹ تو میرے کافی کردار ہوئے ہیں۔"

★ "ڈراموں کی ڈریسنگ کے لیے خود خرچ کرتے ہیں یا پروڈکشن والے کرتے ہیں؟"

✳ "خود خرچ کرتا ہوں... اور اپنے ہی پہ زیادہ خرچ کرتا ہوں۔ کیونکہ ڈریسنگ میں اپنی پسند سے کرتا ہوں... تو خرچ بھی مجھے ہی کرنا پڑتا ہے۔"

★ "فیوچر میں اس فیلڈ میں رہنا ہے یا کچھ اور کرنا ہے؟"



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

✳ "فیوچر میں اس فیلڈ میں نام کمانا ہے۔ اچھا کام کرنا ہے پوزیٹو رہنا ہے۔ اسے ہی پروفیشن بنانا ہے اور ایک اچھا ورسٹائل فنکار بننا ہے۔"

★ "بالکل جناب... آپ کے کام میں نہ وقت کی پابندی ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی پلاننگ... تو کیا محسوس کرتے ہو... کچھ مختلف لگتی ہے زندگی؟"

✳ "بالکل محسوس کرتا ہوں۔ کیونکہ مجھے اپنی زندگی دیگر لوگوں سے بہت مختلف نظر آتی ہے... عام لوگوں کی زندگی میں ہر کام کی ایک پلاننگ اور ایک ٹائمنگ ہوتی ہے... جبکہ میری زندگی ایسی نہیں ہے کچھ پتا نہیں ہوتا کہ کس وقت کہاں ہوں گا' کس شوٹ پہ ہوں گا ان پلانڈ ہے میری زندگی... اس لیے اپنے آپ کو دوسروں سے تھوڑا کام کے معاملے میں الگ الگ محسوس کرتا ہوں۔"

★ "ویسے عام طور پر جب لوگ ملتے ہیں تو کیا کہتے ہیں آپ سے؟"

✳ "بہت خوش ہوتے ہیں۔ میرے کام کی تعریف کرتے ہیں۔ میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں۔ ہاتھ ملاتے ہیں سیلفی بنواتے ہیں۔"

★ "کس طرح کے رول میں مزا آتا ہے... رومانٹک یا سنجیدہ ٹائپ کے؟"

✳ "رومانٹک رول میں... مگر یہاں رومانٹک رول ہوتے ہی کہاں ہیں... دو چار تو لائنیں ہوتی ہیں... ویسے سنجیدہ رول ابھی اتنا کیا نہیں ہے... مگر اچھا لگتا ہے... مجھے ہر رول کرنے میں مزا آتا ہے۔"

★ "کوئی ایسا سین، جو یادگار ہو گیا ہو؟"

✳ "جی... ایک کردار بہت بچی تھا کہ لڑکے کو "ایڈز" ہو جاتی ہے تو بہت پریشان ہوتا ہے اور پھر سب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتا ہے۔"

★ "کوئی ایسی فنکارہ جس کے ساتھ کام کرنے کی خواہش ہو؟"

✳ "جی... مجھے یمنیٰ زیدی کے ساتھ کام کرنے کی خواہش ہے کہ وہ بہت اچھی فنکارہ ہے... اب جیسے عائزہ خان اور مائرہ خان ہیں بہت اچھی فنکارائیں ہیں مگر میں ان کے ساتھ نہیں آسکتا' کیونکہ ان کی عمروں اور میری عمر میں بہت فرق ہے... میں تو ان کے ساتھ ہیرو لگوں گا ہی نہیں... سارہ خان بھی اچھی ہے... حنا الطاف کے ساتھ ایک پروجیکٹ کر رہا ہوں... یہ وہ لڑکیاں ہیں جن کے ساتھ میں ہیرو لگ سکتا ہوں۔"

★ "اکثر کیا دل چاہتا ہے؟"

✳ "کہ بہت ساری چھٹیاں مل جائیں تاکہ اپنی فیملی کے ساتھ بہت سارا وقت گزاروں اور انجوائے کروں۔"

★ "کھانا ایٹی کیٹ کے ساتھ کھاتے ہو یا رف ٹف ہو کے؟"

✳ "ایٹی کیٹ کے ساتھ تو بالکل نہیں کھاتا... سب سے زیادہ مزا تو مجھے کار میں بیٹھ کر کھانے میں آتا ہے خاص طور پر "چیز رول" تو کار میں بیٹھ کر ہی کھانے میں مزا ہے۔"

اور اس کے ساتھ ہی ہم نے منیب بٹ سے اجازت چاہی۔

☆ ☆

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

قیمت -/350 روپے

منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر:
32735021



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

میری بھی سنیے

# ژالے سرحدی

شاہین رشید

★ "نام؟"
✳ "ژالے سرحدی۔"
★ "کام؟"
✳ "شوبز سے وابستہ ہوں۔"
★ "تعلق؟"
✳ "میرا تعلق سیٹھی خاندان سے ہے۔"
★ "سرحدی سے مراد؟"
✳ "میرے والد "بلال سرحدی" کا تعلق پشاور سے تھے اور والدہ کا تعلق یوپی سے۔۔۔ چونکہ میرے دادا کا تخلص "سرحدی" تھا تو ہم سب بھی اپنے نام کے ساتھ "سرحدی" لگاتے ہیں۔"
★ "تعلیم؟"
✳ "انٹر سینٹ جوزف کالج کراچی سے کیا اور فائن آرٹ کی ڈگری جامعہ کراچی سے حاصل کی۔"
★ "پڑھاکو تھیں یا زبردستی پڑھا؟"
✳ "بہت پڑھتی تھی' پڑھائی کے معاملے میں جنونی تھی۔"
★ "کرائسس میں وقت گزرا؟"
✳ "ایسا الحمدللہ نہیں گزرا کہ جس کو بتایا جائے تھوڑی بہت مشکلات تو زندگی میں آتی ہی ہیں۔ لیکن اللہ کا شکر ہے کہ پیسے کی فراوانی زیادہ دیکھی ہے۔"
★ "فیلڈ میں آنا چچا خیام سرحدی کی وجہ سے ہوا؟"



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

✳ ”نہیں ایسا نہیں ہے۔۔۔ ساجد حسن میرے والد کے دوست ہیں وہ مجھے اس فیلڈ میں لائے۔۔۔ آفر ایک ڈرامے کی تھی مگر پھر سلسلہ چل پڑا۔“

★ ”میرا سورج طلوع ہوتا ہے؟“

✳ ”پہلے تو میری مرضی سے ہی طلوع ہوتا تھا۔۔۔ قہقہہ۔۔۔ مطلب یہ کہ جب میں اٹھتی تو لگتا تھا کہ ابھی سورج طلوع ہوا ہے۔۔۔ مگر اب بیٹی کی وجہ سے جلدی اٹھنا پڑتا ہے۔۔۔ تو بس صبح سات بجے تک اٹھ جاتی ہوں۔“

★ ”کمانا کیسا لگتا ہے؟“

✳ ”بہت اچھا۔ بہت سکون رہتا ہے طبیعت میں اپنی کمائی کی وجہ سے۔۔۔ پہلی بار ایک ٹیوشن سے آٹھ 800 روپے کمائے تھے اس کی لذت آج تک یاد ہے۔“

★ ”پسندیدہ دن؟“

✳ ”اتوار۔۔۔ دل چاہتا ہے کہ سات دنوں میں اتواریں زیادہ ہوں۔“

★ ”گھریلو امور سے دلچسپی؟“

✳ ”بہت زیادہ۔۔۔ خاص طور پر کچن سے خاصا لگاؤ ہے۔ جب میں بارہ سال کی تھی تو کھانا پکانا سیکھ لیا تھا۔ اور آج تک پکا رہی ہوں۔“

★ ”کیا اچھا پکا لیتی ہوں؟“

✳ ”بریانی ہر طرح کی دال اور حلیم تو خاص کر بہت اچھی پکاتی ہوں۔“

★ ”راز دل میں رکھتی ہیں یا؟“

✳ ”میں بہت اچھی رازداں ہوں۔“

★ ”ایک کام جو مکمل کرنا چاہتی ہوں؟“

✳ ”میری یہ عادت ہے کہ کوئی بھی کام ہو، مکمل کیے بغیر چین سے نہیں بیٹھتی۔۔۔ اس لیے ایسا کوئی کام نہیں ہے، جو ادھورا ہو۔“

★ ”میوزک سے لگاؤ؟“

✳ ”بے تحاشا۔۔۔ کمزوری ہے میری۔“

★ ”خوف زدہ رہتی ہوں؟“

✳ ”کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے، کہیں ویسا نہ ہو جائے۔ عجیب سا خوف دل و دماغ پہ چھایا رہتا ہے۔“

★ ”زندگی میں موبائل فون کی اہمیت؟“

✳ ”بہت زیادہ۔۔۔ اب تو اس کے بغیر گزارہ نہیں۔ زندگی ادھوری لگتی ہے اس کے بغیر۔“

★ ”موبائل فون کا فائدہ؟“



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

✳ "گیم کھیلنے کا بہت مزا آتا ہے۔۔۔ یہ فائدہ تو ہے ہی اس کے علاوہ۔۔۔ کسی سے رابطہ کرنے کے لیے سوچنا نہیں پڑتا۔"

★ "پیسہ خرچ کرتے وقت سوچتی ہوں؟"

✳ "پیسہ خرچ کرتے وقت سوچتی ہوں کہ بزرگوں نے کہا ہے کہ جتنا خرچ کرو گے اس سے کہیں زیادہ ملے گا۔ اس لیے میں اپنا ہاتھ کھلا رکھتی ہوں۔"

★ "قسمت پر یقین ہے یا محنت پر؟"

✳ "محنت پر یقین رکھتی ہوں۔ کیونکہ کوئی چیز جدوجہد کے بغیر نہیں ملتی۔۔۔ اور پھر ہمیں کیا پتا کہ ہماری قسمت میں کیا لکھا ہے۔"

★ "کون اس فیلڈ میں رکاوٹ بنا؟"

✳ "الحمدللہ کوئی بھی نہیں۔۔۔ ماں باپ تو ہمیشہ سے ہی کوآپریٹو تھے۔ شادی ہوئی تو میاں صاحب بھی بہت کوآپریٹو نکلے۔ تو اللہ کا شکر ہے کہ مجھے کسی نے منع نہیں کیا۔"

★ "میں بھول نہیں سکتی؟"

✳ "جب میں ماں بنی 'میری بیٹی "اناایا" اس دنیا میں آئی اور مجھے ماں کا رتبہ ملا۔"

★ "اس فیلڈ میں میری آخری منزل؟"

✳ "زندگی میں کوئی منزل آخری نہیں ہوتی۔ انسان ہر وقت آگے بڑھنے کی جدوجہد میں لگا رہتا ہے۔ موت انسان کی آخری منزل ہوتی ہے۔ میں ابھی بہت آگے جانا چاہتی ہوں۔"

★ "کسی دوسرے ملک میں مستقل رہنے کے لیے میری ترجیح؟"

✳ "اول تو پاکستان کو کبھی نہیں چھوڑوں گی۔۔۔ کیونکہ یہ ہمارا اپنا ملک ہے۔۔۔ ہاں ویسے مجھے دبئی اچھا لگتا ہے اور وہ بھی اس وجہ سے کہ یہ پاکستان سے نزدیک ہے۔"

★ "فیصلے اپنے دل سے کرتی ہوں یا دوسروں کے دماغ سے؟"

✳ "فیصلے دوسروں کے دماغ کے نہیں اپنے دل سے کرتی ہوں۔ اپنے دماغ سے کرتی ہوں۔ کسی کی مدد



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

نہیں لیتی۔"

★ "ایک دوست جس پر فخر ہے؟"

✳ "یوں تو بہت سے دوست ہیں۔۔۔ لیکن شادی کے بعد تو میرے میاں ہی میرے سچے اور مخلص دوست ہیں۔۔۔ اور مجھے ان پر فخر ہے۔"

★ "موت کا علم ہو جائے تو؟"

✳ "اللہ نہ کرے کہ ایسا علم ہو۔۔۔ جو کام اللہ نے انسان سے پوشیدہ رکھے ہیں وہ پوشیدہ ہی رہنے چاہئیں۔۔۔ لیکن پھر بھی اگر ایسا ہوا تو اپنے آپ کو مصروف کرلوں گی سب کے لیے شاپنگ کروں گی تحفے خریدوں گی' مجھے کھانے پینے کا شوق ہے تو اپنی پسند کے کھانے کھاؤں گی۔"

★ "ملک کی خدمت کا موقعہ ملے تو؟"

✳ "تو جناب ذہن میں بہت سارے کام ہیں۔ نظام تعلیم اور نظام ٹریفک ٹھیک کروں گی' ڈرائیونگ لائسنس بہت سوچ سمجھ کر دوں گی اور خواتین کی فلاح و بہبود کے لیے کام کروں گی۔"

★ "انسان عمر سے جوان رہتا ہے یا ذہن سے؟"

✳ "ذہن سے میرا خیال تو یہی ہے۔۔۔ اگر جوانی یا نوجوانی میں اپنے آپ کو بوڑھا تصور کریں گے تو پھر بوڑھے ہی ہو جائیں گے۔"

★ "شوبز میں نہ ہوتی تو۔۔۔؟"

✳ "تو پھر ایک اچھی ماہر نفسیات ہوتی۔ کیونکہ انٹر میں میرا پسندیدہ مضمون سائیکولوجی تھا اور میں نے اس مضمون میں ٹاپ بھی کیا تھا۔"

★ "زندگی کب حسین ہوتی ہے۔ شادی سے پہلے یا شادی کے بعد؟"

✳ "اس کا کوئی پیمانہ نہیں ہے۔۔۔ کچھ کی شادی سے پہلے والی زندگی اچھی ہوتی ہے اور کچھ کی شادی کے بعد کی۔"

★ "زندگی کا بہترین دور؟"

✳ "یہی جو میں اس وقت گزار رہی ہوں۔۔۔ اللہ کا جتنا شکر کروں کم ہے۔۔۔ ویسے تو زندگی کا ہر دور ہی خوب صورت ہوتا ہے۔"

★ "محبت کیا ہے؟"

✳ "محبت ایک جذبہ ہے جو کسی کے لیے بھی پیدا ہو سکتا ہے اس کے لیے رشتے کی کوئی قید نہیں ہے۔۔۔ ایک زمانے میں مجھے اپنی شاعری اور اپنی پینٹنگز سے بہت محبت ہو گئی تھی۔"

★ "عشق کیا ہے؟"

✳ "جب آپ کسی کام کو کرنے کا تہیہ کرلیں تو اسے عشق کہتے ہیں ضد کا دوسرا نام میرے خیال سے عشق ہے اور ضروری نہیں کہ عشق کسی انسان سے ہی ہو۔۔۔ کسی بھی شوق سے ہو سکتا ہے۔"

★ "فلم سے دور کیوں ہوں؟"

✳ "اس لیے کہ میں بین الاقوامی سطح کی فلم میں کام کرنا چاہتی ہوں اور فلم میں کام کرنا میرا خواب ہے۔"

★ "میری سب سے بڑی خوبی؟"

✳ "ہر محفل میں ڈھل جاتی ہوں۔۔۔ بچوں میں بچوں جیسی' مردوں میں مردوں جیسی اور خواتین میں خواتین جیسی ہوتی ہوں۔"

★ "بیگ میں کیا کیا رکھتی ہوں؟"

✳ "موبائل' پرفیوم' لپ اسٹک' ڈیبٹ کارڈ اور آئی ڈی کارڈ۔"

★ "شاپنگ میں بارگیننگ؟"

✳ "میں نہیں کرتی۔۔۔ میری بہن کو بہت عادت ہے۔ مجھے اچھا نہیں لگتا۔"

★ "اکیلے شاپنگ کرتی ہیں یا ہجوم کے ساتھ؟"

✳ "ہجوم۔۔۔ ہرگز نہیں۔۔۔ ویسے اکیلے میں بھی شاپنگ کر لیتی ہوں۔۔۔ لیکن میاں صاحب کے ساتھ شاپنگ کرنے کا زیادہ مزا آتا ہے۔"

★ "پسندیدہ رشتہ؟"

✳ "جو رشتے اللہ تعالیٰ نے بنائے ہیں وہ سب مجھے بہت پسند ہیں۔"

★ "اگر کوئی کہے کہ۔۔۔؟"

✳ "آپ کی شکل پریانکا سے مل رہی ہے تو مجھے سخت غصہ آتا ہے۔ کیونکہ میری اپنی شناخت ہے میری اپنی ایک شخصیت ہے۔"



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

★ "ماں بننے کے بعد پہلا احساس؟"

✳ "کہ ہماری ماں نے بھی ہمیں جنم دیتے وقت اتنی ہی تکلیف اٹھائی ہوگی۔"

★ "محبت' دولت اور شہرت میں میرا انتخاب؟"

✳ "تینوں۔۔۔ کیونکہ میں اپنی زندگی ان تینوں کے بغیر ادھوری سمجھتی ہوں۔"

★ "دنیا میں سچا رشتہ ماں کا یا باپ کا؟"

✳ "دونوں کا۔۔۔ دونوں ہی اپنی اولاد کے لیے بہت مخلص ہوتے ہیں۔"

★ "فارغ وقت مل جائے تو؟"

✳ "تو بہت سے ادھورے کام مکمل کرتی ہوں۔ مطالعہ کا شوق ہے اس کے لیے ضرور وقت نکالتی ہوں ۔ٹی وی اور میوزک سے بھی لگاؤ ہے تو بس یہی کچھ ہوتا ہے فارغ وقت میں۔"

★ "پسندیدہ شاعر و ادیب؟"

✳ "پروین شاکر' ناصر کاظمی' مرزا غالب' علامہ اقبال اور ادیب میں مجھے سعادت حسن منٹو بہت پسند ہیں۔"

★ "مزاج؟"

✳ "میں پٹھان ہوں اس لیے غصہ بہت شدید آتا ہے ویسے خوش مزاج ہوں۔ آپ تو جانتی ہی ہیں۔"

★ "غصے میں کیفیت؟"

✳ "توڑ پھوڑ اور تیز آواز میں بولنا۔"

★ "برے لگتے ہیں وہ لوگ؟"

✳ "جو منہ پر جھوٹ بولیں اور غلط بیانی سے کام لے کر اپنے آپ کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کریں۔"

★ "کب اپنے آپ کو ساتویں آسمان پر محسوس کیا؟"

✳ "کبھی نہیں۔۔۔ میں ساتویں آسمان کو چھو لینا چاہتی ہوں مگر اپنے آپ کو کوئی اعلا چیز سمجھا نہیں۔"

★ "شہرت کے زندگی پر اثرات؟"

✳ "کچھ نہیں۔۔۔ آج بھی ڈالے سرحدی ہوں اور آئندہ بھی رہوں گی۔"

★ "پریشانی میں؟"

✳ "پریشانی میں ہمت نہیں ہارتی بلکہ سوچتی بہت ہوں کہ اب کیا کیا جائے۔"

★ "تنقید پسند ہے؟"

✳ "ہرگز نہیں۔۔۔ تنقید تو مجھ سے برداشت ہوتی ہی نہیں ہے۔"

★ "اپنی پریشانیاں کس سے شیئر کرتی ہوں؟"

✳ "کسی سے نہیں۔۔۔ حتی کہ اپنی ماں کو بھی نہیں کچھ بتاتی بلکہ خود کوشش کرتی ہوں ان سے نکلنے کی۔"

★ "مظلوم عورت کامیاب ہے یا مضبوط عورت؟"

✳ "میں تو مضبوط عورت کو ہی کامیاب کہوں گی۔ مظلوم ہمدردیاں تو وصول کر سکتی ہے مگر اور کچھ نہیں۔ مضبوط عورت معاشرے کو بدل سکتی ہے۔"

★ "عورت کو کمانا چاہیے؟"

✳ "اگر ضروری ہو۔۔۔ ورنہ اگر گھر میں ایک اچھی لائف گزار رہی ہے تو پھر کیا ضرورت ہے۔"

★ "فیس بک سے دلچسپی؟ اور انٹرنیٹ؟"

✳ "صرف ای میلز چیک کرنے کے لیے اور اپ ڈیٹ رہنے کے لیے۔"

★ "گھر سے باہر جاتے وقت کیا کیا چیزیں لے جاتی ہوں؟"

✳ "پرس' موبائل اور پرفیوم۔"

★ "زندگی کی کامیابی کا راز؟"

✳ "جیو اور جینے دو اور ایک ناکامی۔"

✡ ✡

## سرورق کی شخصیت

| | |
|---|---|
| ماڈل ------------ | رانیا اور سدرہ |
| میک اپ ---------- | روز بیوٹی پارلر |
| فوٹوگرافی -------- | موسیٰ رضا |



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

اس حقیقت سے تو انکار ہی نہیں کہ زندگی میں لیا جانے والا پہلا کام ہمیشہ ذہن نشین رہتا ہے۔۔۔ خواہ وہ اسکول کا پہلا دن ہی کیوں نہ ہو۔۔۔ یہاں اسکول کے پہلے دن کا تو یونہی ذکر آ گیا اس سروے میں تو ہم زندگی کے اس پہلے دن کا احوال پوچھیں گے جس کی خواہش ہر نوجوان جوڑے کو ہوتی ہے۔۔۔ شادی ہوئی رسمیں ہوئیں ہنی مون بھی ہو گیا۔۔۔ اب انتظار ہوتا ہے۔ پہلے رمضان اور پہلی عید کا۔۔۔ تو۔۔۔ رمضان تو خیر عبادت کرتے گزر ہی جاتا ہے۔ شاپنگ اور افطار پارٹیوں میں بھی مزا آ رہا ہوتا ہے مگر اصل مزا تو شادی کے بعد "پہلی عید" کا ہوتا ہے۔۔۔ تو جناب اس بار یہی ہمارا سروے ہے

سوال : ۔ شادی کے بعد پہلی عید کا احوال بتائیے؟

# مِلن کی پہلی عید

**شاہین رشید**

**یاسر نواز : ۔ ڈائریکٹر + اداکار**

جی سوال نیا ہے، مگر جواب چودہ سال پرانا ہو گا۔ کیونکہ 2 جون کو ہماری شادی کو 14 سال قید بامشقت ہو جائیں گے۔۔۔ تو جناب چونکہ ہم ایک ہی شہر میں رہتے ہیں۔ دس منٹ کی ڈرائیو ہے گھروں کی۔ ایسا نہیں ہے کہ سسرال والے پنجاب میں ہوں اور ہم سندھ میں ہوں۔۔۔ تو سسرال آنے جانے کا تو کوئی مسئلہ نہیں۔۔۔ مجھے یاد ہے کہ پہلی عید پر ندا کے گھر سے میرے لیے شلوار قمیص آیا تھا۔۔۔ میں زیادہ شلوار قمیص پہنتا نہیں ہوں۔ لیکن پھر بھی میں نے کہا کہ اگر کاٹن کا شلوار قمیص مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ کوئی مسئلہ نہیں ہے۔۔۔ اور ہاں مجھے یاد ہے کہ ندا نے کہا تھا کہ چونکہ شادی کے بعد ہماری پہلی عید ہے تو عید کی شاپنگ یاسر ہی کروائے گا۔ یہ ایک طرح سے اس کی ضد بھی تھی۔۔۔ میں نے کہا کہ میں نہیں کرواؤں گا کیونکہ مجھے بڑی کوفت ہوتی ہے شاپنگ کروانے میں۔۔۔ اور میں ہی کیا 90 فیصد مردوں کو خار آتی ہے بیوی کو شاپنگ کراتے ہوئے۔۔۔ میں نے منع کیا مگر ندا کی ضد تھی کہ میں یاسر کے بغیر شاپنگ کروں گی ہی نہیں۔۔۔ میں نے کہا چلو ٹھیک ہے کرادوں گا۔۔۔ فی الحال تو مصروف ہوں ٹائم ملے گا تو کرادوں گا۔۔۔ سات دن عید کے رہ گئے اور میں روز کل، کل پہ ٹال دیتا تھا۔۔۔ اور ان دنوں عید کے پلے کے لیے مصروف بھی تھا۔۔۔ خیر کل کل کرتے کرتے آخر عید کا ایک دن رہ گیا میں نے کہا چلو شام کو چلیں گے۔ شام کو میرا انتظار کرتی رہی۔۔۔ تو آخر پھر میں رات کو تقریباً" بارہ ساڑھے بارہ بجے ندا کو عید کی شاپنگ کے لیے لے گیا "زمزمہ" میں اور یہ



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ایسی مارکیٹ ہے جو چاند رات کو ڈیڑھ دو بجے بند ہو جاتی ہے۔۔۔ تو جب ہم مارکیٹ پہنچیں تو کچھ دکانیں بند بھی ہو رہی تھیں۔ خیر اس نے جلدی جلدی شاپنگ کی اور میں آرام سے کھڑا دیکھتا رہا۔۔۔ ندا کو غصہ بھی آرہا تھا۔ بول بھی رہی تھی کہ لڑکیاں ایک ایک ہفتہ پہلے جاتی ہیں اپنے میاں کے ساتھ اور خوب شاپنگ کرتی ہیں۔۔۔ اس نے کان پکڑتے ہوئے کہا کہ آئندہ تو میں خود ہی شاپنگ کروں گی اور آپ کو نہیں کہوں گی' میری تو پہلے سے ہی پلاننگ تھی کہ کچھ ایسا کرو کہ یہ آئندہ میرے ساتھ شاپنگ کرنے سے توبہ کرلے۔۔۔ کیونکہ مجھے پتا تھا کہ اگر ایک بار عید کی شاپنگ کرادی تو پھر یہ ہر سال کا مسئلہ ہو جائے گا۔ مگر ندا نے عید کے تینوں دن ہر آنے جانے والے کو شاپنگ کا احوال بتایا کہ میں نے عجلت میں شاپنگ کی ہے۔ ایک گھنٹے میں شاپنگ کی ہے۔ میرا جوڑا اچھا نہیں ہے۔۔۔ اور پتا نہیں کیا کیا کہا۔۔۔ اور یہ تین دن باتیں سننا میرے لیے فائدہ مند رہا۔۔۔ کیونکہ اس کے بعد سے آج تک میں ندا کو شاپنگ کے پیسے دے دیتا ہوں مگر خود اس کے ساتھ نہیں جاتا۔۔۔ عید پہ میں نے ندا کو تحفہ کیا دیا تھا یاد نہیں پتا نہیں دیا بھی تھا یا نہیں۔۔۔ تو جناب یہ تھا چودہ سال پہلے کا غصہ اور اب اس کا انٹرویو کے ذریعے ندا کو پہلی بار پتا چلے گا کہ میں نے عید کی پہلی شاپنگ پلاننگ کے تحت کرائی تھی تاکہ ندا آئندہ مجھے شاپنگ کے لیے نہ بولے۔

## عائزہ خان :۔ (آرٹسٹ)

ویسے میں پرسنل معاملات کسی سے شیئر نہیں کرتی کہ لوگ اپنے انداز میں لکھ کر بات کو ادھر ادھر کر دیتے ہیں۔۔۔ شادی کے بعد کی پہلی عید بہت شاندار گزری' کیونکہ پہلی عید پر اللہ تعالیٰ نے ہمیں بیٹی کی رحمت سے نوازہ تھا اور مجھے اور دانش کو صاحب اولاد کیا تھا۔ تو اس پہلی عید پر ہمیں تو تحفے ملے ہی ملے مگر

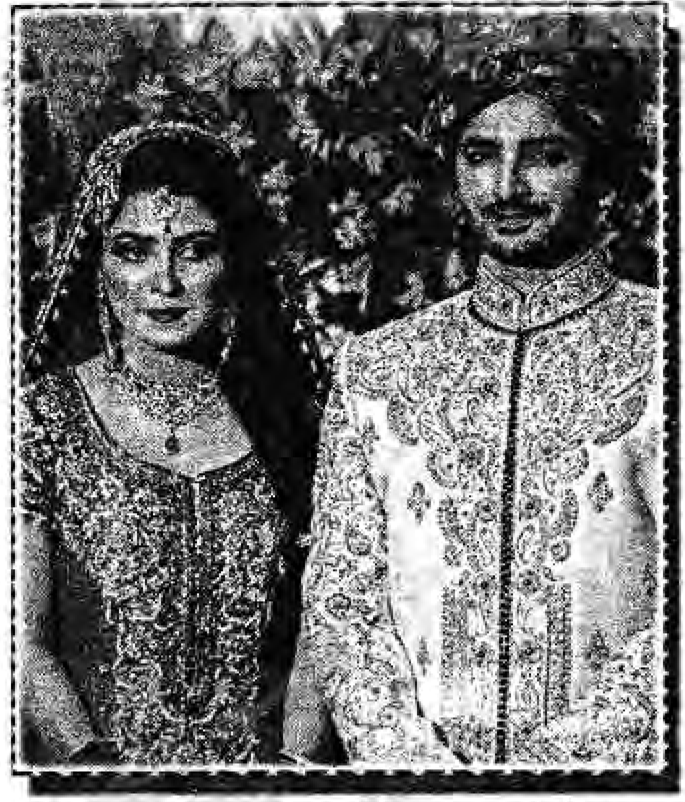

ہماری بیٹی کو بھی بہت سے گفٹ اور پھول اور دعائیں ملیں۔۔۔ اس لحاظ سے پہلی بہت یادگار رہی۔

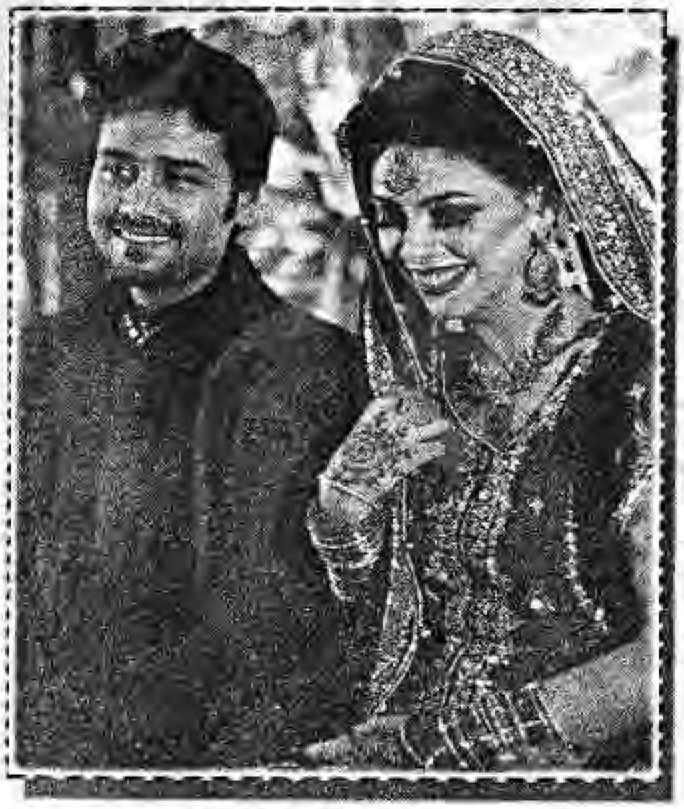

## علی عباس :۔ (آرٹسٹ)

شادی کے بعد ہماری پہلی عید (یعنی حمنہ اور میری) کافی جلدی آگئی تھی' تو شادی کی خوشی میں دعوتیں تو ہو ہی رہی تھیں دونوں فیملیز کی طرف سے۔۔۔ تو اسے



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

انجوائے کیا۔۔۔ پھر حمنہ کو تحفے میں مہندی' چوڑیاں اور کپڑوں کے تحفے دیے۔۔۔ اور خاص طور پر لے جاکر شاپنگ کروائی تھی لیکن جب عید کا تحفہ مانگا گیا اور میں نے پوچھا کہ آپ کو کیا تحفہ چاہیے تو کہا گیا کہ آپ پیسے دے دیں۔۔۔ اور پھر جتنے انہوں نے مانگے میں نے دے دیے۔۔۔ اور مجھے پہلی عید پر شلوار قمیص اور ایک گھڑی ملی تھی جو کہ مجھے بہت پسند تھی۔۔۔ اور مجھے میرے اپنے گھر والوں نے پیسوں کی صورت میں بھی عیدی دی اور ایک سوٹ بھی دیا۔۔۔ اور حمنہ کو میری والدہ کی طرف سے اور والد کی طرف سے عیدی کے علاوہ ایک سونے کی انگوٹھی بھی دی گئی اور میرا خیال ہے کہ عید میں تحفے تحائف سے زیادہ ایک سیلیبریشن ہوتی ہے جس میں آپ چاہتے ہیں کہ فیملی اکٹھی ہو۔۔۔ سب مل کر انجوائے کریں اور عام دنوں میں ایسا ہونا ممکن نہیں ہوتا مگر عید میں ممکن ہو جاتا ہے۔ اس طرح عید کے موقع پر دور دراز رہنے والے رشتے داروں سے بھی ملاقات ہو جاتی ہے۔ تو اس لحاظ سے عید کی بہت اہمیت ہے میری نظر میں۔

## کیف غزنوی :- (آرٹسٹ)

شادی کے بعد پہلی عید میں نے اپنے سسرال میں کی اور میں عید منانے کے لیے میں خیر پور خاص گئی تھی اور دوسرے دن میں میاں کے ساتھ میکے گئی۔ عید الفطر ہمارے لیے بہت خاص عید ہوتی ہے۔ ہم بہت اہتمام سے مناتے ہیں۔ بہت تیاریاں کرتے ہیں۔۔۔ اس عید کا بہت بے چینی سے انتظار ہوتا ہے کہ رمضان کی یہ عید خدا کا تحفہ ہوتی ہے۔ لیکن میں آپ کو بتاؤں کہ شادی سے پہلے بھی اور شادی کے بعد بھی اس عید کو منانے کا میرا اپنا انداز ہوتا ہے کہ میں بہت سادگی سے مناتی ہوں۔۔۔ رمضان میں جس میانہ روی اور اعتدال کا درس دیا جاتا ہے اور وہ لوگ جو ان خوشیوں سے محروم ہوتے ہیں ان کے احساسات کو سامنے رکھتے ہوئے عید کو مناتی ہوں۔ رمضان کے بنیادی تصور کو جس پر ہم پورا مہینہ عمل کرتے ہیں اس کو قائم رکھتی ہوں۔۔۔ عید کے نئے کپڑوں بناؤں یا نہ بناؤں' یہ میرے لیے اہم نہیں ہوتا اور اس جذبے کا احترام میرے گھر والے اور میرے سسرال والے ہم دونوں کے لیے کرتے ہیں۔۔۔ میری عید تو یہ ہوتی ہے کہ اپنوں کے ساتھ اپنے پیاروں کے ساتھ بیٹھوں۔۔۔ کھانوں کے اہتمام ہوں' کپڑوں کا اہتمام ہو یا گفٹس کا اہتمام ہو اس کے بارے میں کبھی نہیں سوچا۔۔۔ ان چیزوں سے پرہیز کرتی ہوں۔۔۔ تو پہلی عید بھی اس جذبے کے ساتھ منائی اور اس کے بعد والی عیدیں بھی اس جذبے کے ساتھ مناتی ہوں۔

## سید محفوظ الحسن (آر جے ایف 100+ شاعر)

ہماری شادی کو ماشاء اللہ سے بارہ سال ہو گئے ہیں۔ شادی کے بعد پہلی عید ماشاء اللہ بہت یادگار تھی۔۔۔ سسرال سے میری عیدی آئی تھی۔۔۔ جس میں میرے لیے کپڑوں کے جوڑے تھے' پرفیوم تھے' مٹھائی تھی' فروٹ اور کیش عیدی تھی۔۔۔ اور ہم میاں بیوی نے ایک دوسرے کو ڈریسز اور پرفیومز دیے تھے۔۔۔ میں یہاں ایک پیغام بھی دینا چاہوں گا میاں بیوی کو کہ دیکھیں ہر میاں بیوی میں نوک جھوک ہو جاتی ہے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لیکن اگر ایک غصے میں ہو تو دوسرا خاموش ہو جائے...
اور دونوں ایک دوسرے کو اہمیت دیں تب ہی کامیاب زندگی گزرے گی۔

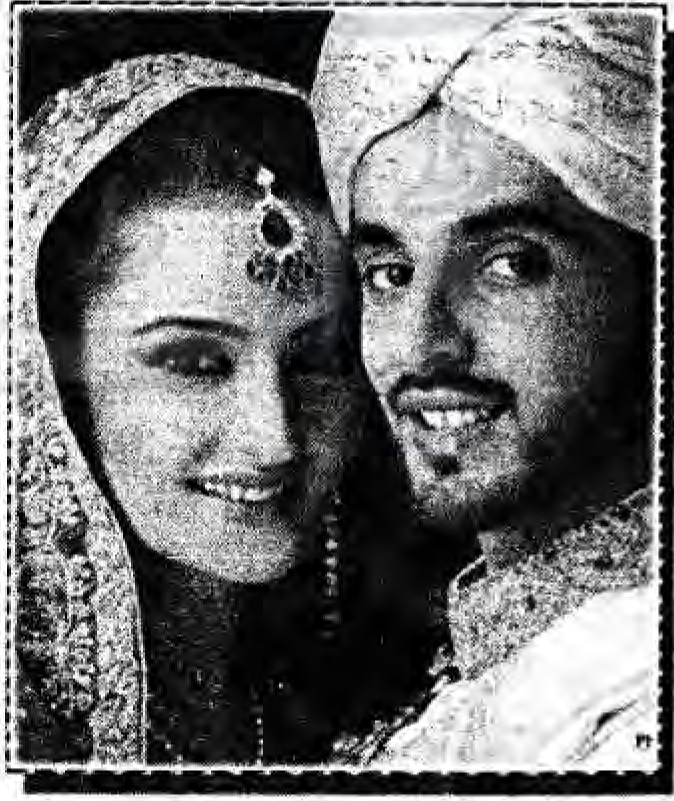

## مومل شیخ (فلم+ٹی وی آرٹسٹ)

ایک پہلی عید کا احوال پوچھ رہی ہیں تو سچ بتاؤں کہ پہلی عید کیا اب تک جتنی بھی عیدیں آئی ہیں بہت اچھی گزری ہیں اور ان شاء اللہ آئندہ بھی اچھی گزریں گی۔ مجھے اپنے سسرال سے بہت زیادہ پیار اور عزت ملی ہے اور ملتی ہے.... اور آپ یقین کریں کہ ہر عید پہ کپڑے اور دیگر گفٹس ملتے ہیں اور میرے لیے ہر عید پہلی عید کی طرح ہی ہوتی ہے۔

## صائمہ اکرم چوہدری :- (ناول نگار+ ڈرامہ نگار)

میری شادی کو ماشاء اللہ سات سال گزر چکے ہیں اور شادی کے بعد پہلا رمضان تو فوراً" ہی آگیا تھا اور میاں کو ڈاکٹرز کالونی میں سرکاری گھر نہیں ملا تھا تو مجھے شادی کے بعد پہلا مہینہ صادق آباد میں سسرال میں ہی رہنا پڑا۔ رمضان المبارک کا مہینہ بہت مصروف گزرا گھر میں خواتین کے نام پر دو نئی نویلی دلہنیں ایک غیر شادی شدہ نند' دو دیور اور سسر صاحب تھے۔ میرے ایک دیور کی شادی بھی ہماری شادی کے ساتھ ہوئی تھی۔ تو میں اور میری دیورانی فرزانہ نے وہ رمضان مل جل کر ہی گزارا۔۔۔ درمیان میں کسی ویک اینڈ پر میاں جی اچانک کراچی سے آجاتے تو ایسی خوشی ہوتی جیسے اچانک عید کا چاند نظر آجانے پر ہوتی ہے۔ پہلی عید



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پر میاں صاحب سے شرماتے شرماتے عید کے سوٹ کی فرمائش کی اور اناڑی پیا ماشاء اللہ جانے کس دوست کے ساتھ شاپنگ کرنے چلے گئے' کراچی میں طارق روڈ سے چن کر انتہائی پھیکے اور صوفیانہ سے رنگ کا آف وائٹ جوڑا خریدا اور ساتھ میں دل جلانے کے لیے بلیک رنگ کا لیدر کا بڑا سارا بیگ بھی خرید لیا۔۔۔ (ویسا بیگ ہمارے سرکاری اسکول کی ہیڈ مسٹریس کے پاس ہوتا ہے) یقین مانیے اس شاپنگ کو دیکھ کر 'جو دل جلا' اس پر چار چاند اس برینڈڈ سوٹ اور بیگ پر لگے پرائس ٹیگ کو دیکھ کر لگ گئے۔ اتنی قیمت میں اچھے خاصے تین سوٹ آسکتے تھے۔ اس پہلی عید کے بعد فرمائش کرنے کی غلطی دوبارہ نہیں کی۔۔۔ اس شاپنگ کے بعد پتا چلا کہ میاں صاحب اس معاملے میں انتہائی اناڑی ہیں۔۔۔ تب سے ان کی شاپنگ بھی میں خود ہی کرتی ہوں۔

**فائزہ حسن :- (آرٹسٹ)**

جی شادی کے بعد کی پہلی عید یاد ہے۔۔۔ اچھی گزری تھی۔ پہلی عید پر میاں صاحب نے زمزمہ کے جنریشن سے ایک جوڑا دلایا تھا۔ اور گولڈن کی ایئر رنگز خرید کر دی تھیں۔۔۔ جو پہلا جوڑا انہوں نے دلایا تھا عید کے موقع پر وہ ابھی تک میرے پاس محفوظ ہے۔۔۔ میرے سسر مرحوم نے مجھے دس ہزار روپے دیے تھے' جبکہ ساس نے کچھ نہیں دیا تھا ان کا کہنا تھا کہ ہم نے اپنا بیٹا جو تمہارے حوالے کر دیا ہے اب اور کیا دوں۔۔۔ ہم دونوں میاں بیوی بہت بورنگ ہیں' پہلی عید پر بھی کوئی چونچلے نہیں کیے تھے۔۔۔ اور اب تو کسی کو جوڑا دینے اور لینے کی فرصت نہیں ہے۔

**امبر ارشد :- (آرٹسٹ)**

ماشاء اللہ پہلی عید بہت اچھی گزری تھی۔۔۔ سسرال میں سب کو دعوت پہ بلایا۔۔۔ مگر کھانا بازار سے منگوایا تھا۔۔۔ فیملی چونکہ ماشاء اللہ کافی بڑی ہے تو جو لوگ کراچی میں تھے وہی آسکے۔ باقی سسرال والے تو ایبٹ آباد میں ہیں۔۔۔ عید کے دوسرے دن امی کے یہاں عید دعوت ہوتی ہے اور پھر امی کے گھر سے ہی سب جگہ جاتی ہوں۔۔۔ پہلی عید پہ کیا گفٹ ملے تھے یاد نہیں۔ لیکن شاپنگ ڈھیروں کی تھی۔ مجھے "ٹھوکا" ہے شاپنگ کا (قہقہہ) اپنے میاں صاحب کو میں نے ایک شلوار قمیص کا سوٹ دیا تھا۔۔۔ اور ایک ڈریس پینٹ بھی دی تھی اور سلوا کر دی تھی۔۔۔ پہلی عید پر میرے سسرال والوں نے کافی بڑے ڈنر کا اہتمام کیا تھا اور کھانے میں "بریانی" "گولا کباب" "پراٹھے"



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"کچوری چٹنی" "چکن قورمہ" اور دودھ دلاری (میٹھا) کا اہتمام کیا تھا کولڈ ڈرنک تو ہوتی ہی ہے۔ شوہر نے دو ہزار اور میرے سسر نے ہزار روپے عیدی دی تھی اور کپڑے بھی دلوائے تھے "سسر نے بھی اور میاں نے بھی۔۔۔ امی نے چیزوں کی صورت میں عیدی بھیجی تھی۔

## بشریٰ انصاری :۔

شاہین سچ بتاؤں۔۔۔ اب تو بہت زمانہ بیت گیا۔ اب تو بچوں کی شادیاں بھی ہو گئیں۔ اور اب تو یاد بھی نہیں کہ پہلی عید شادی کے بعد کیسی منائی تھی۔۔۔ اب نئے جوڑں سے پوچھیں۔ آپ۔۔۔ کیا خیال ہے۔

## فاطمہ آفندی :۔ (آرٹسٹ)

اپنے گھر کے بعد دوسرے گھر میں عید منانا الگ ہی لگتا ہے۔ کیونکہ ہر گھر کا ماحول الگ ہوتا ہے۔ لیکن پھر بھی شادی کے بعد پہلی عید بہت اچھی گزری، بہت اچھا تجربہ رہا۔ اور جیسے ہمارے گھر میں شیر خرما بنتا ہے ویسا ہی سسرال میں بھی بنا۔۔۔ جہاں تک تحفے دینے کا سوال ہے تو ہمارے گھر میں عید کے موقع پر تحفے دینے کا رواج نہیں ہے البتہ عیدی دینے کا رواج ہے اور میں عیدی لیتی ہوں سب سے اپنے ساس سسر سے بھی اور امی ابو سے بھی اور کنور (میاں صاحب، بھی مجھے عیدی ہی دیتے ہیں۔

## شائستہ فرید :۔ (اینکر+نیوز کاسٹر)

شادی کے بعد کی پہلی عید اپنے میاں صاحب کے ساتھ اپنے سسرال والوں کے ساتھ منائی تھی جو کہ بہت یادگار تھی۔۔۔ فرید نے مجھے بہت ساری شاپنگ کروائی تھی اور سونے کی "چین" بھی بنوا کے دی تھی۔ جبکہ میں نے ان کے لیے شرٹس، پرفیوم اور ایک ٹی شرٹ خریدی تھی اور گفٹ کی تھی۔۔۔ مجھے چونکہ Bloon بہت پسند ہیں تو چاند رات کو ہم دونوں نے مل کر اپنے کمرے میں غبارے لگائے تھے۔ فرید چاند رات کو مہندی لگوانے اور چوڑیاں پہنانے ضرور لے جاتے ہیں۔ فرید کو میرے ہاتھوں میں لگی مہندی بہت پسند ہے اور فرید کی یہ بڑی خوبی ہے کہ عید کی نماز پڑھ کر آتے ہیں تو میرے لیے پھولوں کے گجرے ضرور لے کر آتے ہیں۔ اور کیش عیدی بھی دیتے ہیں شادی

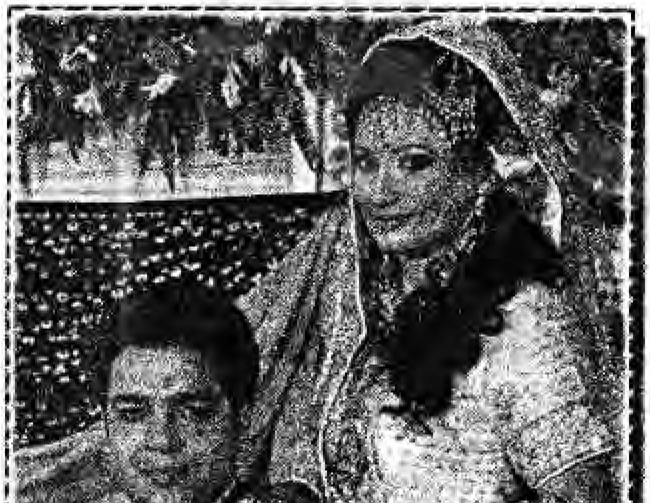



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

سے پہلے بھی دیتے تھے اور شادی کے بعد بھی اور میں نے وہ ساری عیدیاں سنبھال کر رکھی ہوتی ہیں۔ ہماری پہلی عید پر امی کے گھر سے بھی کافی اچھی عیدی آئی تھی... ہماری ہر عید یادگار ہوتی ہے۔ اللہ ہماری اچھی لائف کو کسی کی نظر نہ لگائے (آمین) اور ہم ہمیشہ ایک ساتھ عید منائیں۔

**مدیحہ رضوی :۔ (آرٹسٹ)**

شادی کے بعد عید اسی طرح سیلبریٹ کی جس طرح عام طور پر کرتے ہیں... اور پہلی عید میرے لیے اس لحاظ سے بہت اسپیشل تھی کہ میری بیٹی پیدا ہوئی تھی... رمضان کے اینڈ میں... اور ایک دوسرے کو ویسے تو کوئی تحفہ نہیں دیا تھا۔ سوائے اس کے کہ ہم نے ایک دوسرے کو "بیٹی" کا تحفہ دیا تھا اور میرے خیال میں یہ ایک بہترین تحفہ تھا... اور پہلی عید پہ سسرال سے مجھے گفٹ ملے تھے' میری ایک نند آسٹریلیا میں رہتی ہیں تو انہوں نے کرنسی کی صورت میں مجھے عیدی بھیجی تھی جس کی مجھے بے انتہا خوشی ہوئی تھی۔ اس طرح میرے سسر صاحب نے بھی مجھے گفٹ دیا تھا... اور میری امی نے حسن (میاں صاحب) کے لیے جوڑا اور مختلف چیزیں عید کے موقع پر دی تھیں اور میرے خیال میں ایسا ہر جگہ ہوتا ہے اور سب کی پہلی عید شادی کے بعد ایسی ہی ہوتی ہوگی۔

☆ ☆ ☆


ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لئے خوبصورت ناول

شائع ہوگئے ہیں

| | | | |
|---|---|---|---|
| ☆ تتلیاں، پھول اور خوشبو | راحت جبیں | قیمت: | 250 روپے |
| ☆ بھول بھلیاں تیری گلیاں | فائزہ افتخار | قیمت: | 600 روپے |
| ☆ محبت بیاں نہیں | لبنیٰ جدون | قیمت: | 250 روپے |

خوبصورت سرورق
خوبصورت چھپائی
مضبوط جلد
آفسٹ پیپر

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37۔ اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361




WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

مقابل ہے آئینہ

# قرۃ العین عینی

ادارہ

* "آپ کا پورا نام گھر والے پیار سے کیا پکارتے ہیں ؟"

☆ "قراۃ العین مگر ابو' پیار سے عین اور باقی سب عینی پکارتے ہیں۔"

* "کبھی آپ نے آئینے سے یا آئینے نے آپ سے کچھ کہا؟"

☆ "آئینہ دیکھ کر اپنا سامنہ لے کر بیٹھ گئے غالب
یہ تو مذاق تھا آئینہ دیکھ کر رب کا شکر ادا کرتی ہوں کہ اس نے مجھے بہت سوں سے بہتر بنایا۔"

* "آپ کی سب سے قیمتی ملکیت؟"

☆ "میرا قلم' میرے والدین' میرے رسالے' میرے رشتے۔"

* "آپ کے لیے محبت کیا ہے؟"

☆ "محبت ایک خدائی جذبہ ہے محبت انسان کو خدا سے ملاتی ہے بشرطیکہ یہ سچی ہو۔"

محبت ناپی نہیں جاتی دنیا کے پیمانے سے
میرا بھی وہی تیرا بھی وہی نگہبان ہے

* "مستقبل قریب کا کوئی منصوبہ جس پر عمل کرنا آپ کی ترجیح میں شامل ہو؟"

☆ "ملک کی بہترین رائٹر بننا چاہتی ہوں اور ریپوٹیشن بھی ان شاء اللہ۔"

* "پچھلے سال کی کوئی کامیابی جس نے آپ کو مسرور و مطمئن کیا؟"

☆ "کوئی خاص کامیابی نہیں ہوئی۔"

* "آپ اپنے گزرے کل، آج اور آنے والے کل کو ایک لفظ میں کیسے واضح کریں گی؟"

☆ "جو بیت گیا وہ اچھا تھا' جو آج ہے وہ اچھا ہے' جو آنے والا ہے وہ اچھا ہوگا ان شاء اللہ۔"

* "اپنے آپ کو بیان کریں؟"

☆ "رحمدل' ہمدرد' حساس۔"

* "کوئی ایسا ڈر جس نے آج بھی اپنے پنجے آپ میں گاڑے ہوئے ہیں؟"

☆ "جب میرے انکل ملک ریاض کی ڈیتھ الیکٹرک کرنٹ سے ہوئی تو اس کا ڈر ابھی تک پنجے گاڑے ہوئے ہیں۔"

* "آپ کی کمزوری اور طاقت کیا ہے؟"

☆ "میری کمزوری میرے رشتے اور میری سب سے چھوٹی بہن ملائکہ' میری طاقت' میرا ایمان' میرا خدا۔"

* "آپ خوش گوار لمحات کیسے گزارتی ہیں؟"

☆ "عرصہ ہوا کوئی خوشی نہیں ملی پھر بھی اپنوں کے ساتھ گزارتی ہوں۔"

* "آپ کے نزدیک دولت کی اہمیت؟"

☆ "دولت میرے نزدیک اہم ہے لیکن رشتوں سے زیادہ نہیں۔"

* "گھر آپ کی نظر میں؟"

☆ "تحفظ' ایک عورت کا مان۔"

* "کیا آپ بھول جاتی ہے اور معاف کر دیتی ہوں ؟"

بقیہ صفحہ نمبر 269



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اسیہ مرزا

www.paksociety.com

# سُن مورکھ کی بات سنا تو

عباد گیلانی بلڈ کینسر جیسے موذی مرض میں مبتلا ہے۔ وہ اپنی بیوی مومنہ کو طلاق دے کر اپنے بیٹے حازم کو اپنے پاس رکھ لیتا ہے اور دوسری شادی عاظمہ سے کرلیتا ہے۔ حازم اپنی ماں عاظمہ اور بھائی بابر کے ساتھ اچھی زندگی گزار رہا ہوتا ہے' مگر اپنے باپ عباد گیلانی کی بیماری کی وجہ سے فکر مند رہتا ہے۔ جب کہ عاظمہ اور بابر اپنی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں۔ عباد گیلانی کو اپنی بیماری میں احساس ہوا ہے کہ اس نے حازم کی ماں مومنہ کے ساتھ بہت زیادتی کی ہے۔ عباد گیلانی مومنہ کے باپ یاور علی کو بلاتا ہے اور اپنی غلطیوں کی معافی مانگتا ہے اور حازم کو خاص طور سے اس کے نانا یاور علی سے ملواتا ہے' مگر حازم اپنے نانا سے مل کر اچھے تاثرات کا اظہار نہیں کرتا' مگر بعد میں اپنے باپ کی خواہش پر ان کے ساتھ اپنے نانا کے گھر جاتا ہے اور اپنی ماں مومنہ سے ملتا ہے۔ ماں سے مل کے تمام شکوے بھول جاتا ہے اور اسے احساس ہوتا ہے کہ اس کے باپ نے اس کی ماں کے ساتھ زیادتی کی ہے۔

حوریہ مومنہ کی بھتیجی سے بے حد محبت کرتی ہے اور مومنہ بھی اسے بے تحاشا چاہتی ہے' حازم جب حوریہ کو دیکھتا ہے تو اس کے دل میں حوریہ کے لیے پسندیدگی کے جذبات ابھرتے ہیں اور یہ ہی حال حوریہ کا بھی ہوتا ہے۔ عباد گیلانی حوریہ سے مل کر بہت خوش ہوتا ہے کیونکہ حوریہ میں اسے مومنہ کا عکس نظر آتا ہے اور حازم سے پوچھ کر اس کے نانا یاور علی سے دونوں کی شادی کی بات کرتا ہے۔

حوریہ اپنی دوست فضا سے بہت محبت کرتی ہے' فضا کی ایک امیرزادے سے دوستی ہے اور وہ گھر والوں سے چھپ کر اس سے ملتی ہے۔ حوریہ کو اس بات سے اختلاف ہے' وہ فضا کو بہت سمجھاتی ہے کہ اس راستے پر نہ چلے' مگر فضا نہ مانی اور آخر کار ایک دن محبت کے نام پر بربادی اپنی قسمت میں لکھوا لیتی ہے اور اس بات کا پتا اس کی سوتیلی ماں جہاں آرا کو چل جاتا ہے اور وہ اپنے بھانجے نصیر سے اس کی شادی کرنے کا پروگرام بنا لیتی ہے جبکہ فضا اس پر راضی نہیں ہوتی جوریہ کو جب پتا چلتا ہے تو وہ فضا کو سمجھاتی ہے اس امیرزادے کو کہے کہ وہ اس سے شادی کرے اور فضا اس کو مجبور کرتی ہے کہ یہ بات

Download From
Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

وہ خود اس کو سمجھائے اور فضا کے مجبور کرنے پر جب وہ بابر سے ملتی ہے تو اپنی غلطی کا شدت سے احساس ہوتا ہے بابر سے ہرگز نہیں ملنا چاہیے تھا اور اس بات پہ بھی افسوس ہوتا ہے کہ اس نے ایک غلط لڑکی کو دوست بنایا۔۔۔ (اب آگے پڑھیے)

## ساتویں قسط

Download From Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

حوریہ اپنے کمرے میں آکر کتنی دیر اپنی اس بے اختیارانہ حرکت پر خود کو کوستی رہی اور شرمندگی محسوس کرتی رہی۔

جانے پھپھو کیا سوچ رہی ہوں گی۔

عجیب سی ندامت شرمساری محسوس ہو رہی تھی۔ ہاں مگر اتنا ضرور تھا کہ اس کے ذہن میں بابر کا جو خوف چھایا ہوا تھا وہ دور ہو گیا تھا۔ شرمندگی کا احساس کم ہوا تو وہ حازم کے بارے میں سوچنے لگی۔

کچھ انسان گھنے سایہ دار شجر کی مانند ہوتے ہیں جس کے سائے دور ہی سے پرسکون چھاؤں کا احساس دلانے لگتے ہیں۔

اسے جانے کیوں حازم اپنے لیے ایک ایسا ہی سایہ دار شجر محسوس ہونے لگا تھا۔ وہ آنکھیں موندے اس کے خوب صورت تصور میں ڈوب گئی۔

✲ ✲ ✲

مومنہ شام کی چائے کے لیے یاور علی کے کمرے میں آکر بیٹھی تھی۔ یاور علی عصر کی نماز سے فارغ ہو چکے تھے۔ جائے نماز پر بیٹھے دعا مانگ رہے تھے۔ پھر جائے نماز لپیٹ کر مومنہ کو دیکھا ذرا سا چونکے خلاف معمول اس کے چہرے پر سوچ اور تفکر کی پرچھائیں تھیں ۔ وہ کسی گہری سوچ میں گم معلوم ہو رہی تھی۔ ہلکے آسمانی رنگ کے ڈوپٹے کے ہالے میں اس کے شفاف شاداب چہرے پر گہری سنجیدگی مستور تھی۔

"کیا بات ہے مومنہ۔ کچھ پریشان دکھائی دے رہی ہو۔" یاور علی کی آواز پر اس نے اپنے خیالات سے چونک کر ان کی طرف دیکھا اور چائے ٹرے سے اٹھا کر ان کے سامنے رکھی چھوٹی تپائی پر رکھتے ہوئے بولی۔

"نہیں۔ پریشان تو نہیں ہوں ہاں کچھ ضروری بات کرنی تھی آپ سے۔"

"ہاں۔ ہاں کہو۔" یاور علی نے اٹھائی ہوئی تسبیح دوبارہ تکیے کے نیچے ہی ڈال دی۔ انہیں مومنہ کی خوش نما آنکھوں کی سطح پر ایک اضطراب ہلکورے لیتا دکھائی دے رہا تھا۔ وہ کچھ بے کل سی معلوم ہو رہی تھی۔

"ابا جی! میں چاہتی ہوں کہ حازم اور حوریہ کا رشتہ طے کر دیا جائے۔" وہ بغیر تمہید کے بولی۔

"جہاں تک میرا خیال ہے رقیہ بھابھی اور عادل بھائی چاہتے ہوئے بھی کوئی فیصلہ نہیں کر پا رہے ہیں وہ شاید میرے فیصلے کے منتظر ہیں اگر وہ راضی ہیں تو آپ عباد گیلانی کو فون کر کے رضامندی دے دیں۔" یاور علی کے لیے یہ بے حد غیر متوقع تھا وہ حیرت سے مومنہ کو دیکھنے لگے۔ ایک تحیر آمیز بے یقینی ان کی آنکھوں میں ابھر آئی۔

"کیا بات ہے ابا جی! کیا میں نے کچھ غلط کہہ دیا ایسا نہیں ہونا چاہیے کیا؟" یاور علی چونکے پھر سر کو خفیف سی جنبش دے کر بولے۔

"نہیں دراصل تمہارا یہ یکایک فیصلہ میری حیرانگی کا سبب بنا ہے۔" پھر پرخیال انداز میں بولے حازم سے کوئی بات ہوئی ہے تمہاری؟"

"نہیں۔" مومنہ نے چائے کا مگ اٹھا کر لبوں سے لگا لیا۔

"یہ فیصلہ تمہارا اپنا ہی ہے نا۔" یاور علی اس کی بھوری آنکھوں کے کانچ پر جانے کیا تلاش کر رہے تھے.... شاید خوشی۔

وہ مبہم سے انداز میں مسکرا دی۔

"ہاں ابا جی! یہ میرا اپنا ہی فیصلہ ہے مجھ پر کسی قسم کا کوئی دباؤ نہیں ہے۔"

یاور علی نے تسلی آمیز انداز میں سر ہلا کر چائے اٹھالی۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"پھر تو ٹھیک ہے۔"

"میں ماں ہونے کے ناطے یہ فیصلہ کر رہی ہوں۔ تھوڑی سی خود غرضانہ سوچ سمجھ لیں۔ میں حازم کو بہت خوش دیکھنا چاہتی ہوں ابا جی۔۔۔ دل چاہتا ہے سارے جہاں کی خوشیاں اس کے آگے ڈھیر کر دوں۔" بولتے بولتے وہ گہرے ملال میں گھر کر ایک لمحے کو چپ سی ہو گئی۔ اس کی آنکھوں میں ایک افسردگی اتری، مگر دوسرے پل وہ زور سے ہنس پڑی۔

"حالانکہ اسے اس کا باپ مجھ سے زیادہ چاہتا ہے۔ تب ہی تو اس نے اس کے لیے حوریہ کا انتخاب کیا۔ وہ جانتا ہے حوریہ۔ ایک مکمل لڑکی ہے اس کے بیٹے کو بہت خوش رکھ سکتی ہے۔" پھر تائیدی انداز میں یاور علی کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

"میرا فیصلہ ٹھیک ہے نا ابا جی۔۔۔"

"ہاں، بہت بروقت اور مدبرانہ فیصلہ ہے۔ میں تمہارے اس فیصلے سے یقین کرو بہت مطمئن اور پرسکون ہو گیا ہوں۔ مجھے یقین ہے رقیہ اور عادل بھی سن کر خوش ہوں گے۔" یاور علی کے لہجے میں تشکر کے ساتھ حقیقی خوشی بھی تھی۔ وہ کچھ سوچ کر بولے۔

"تم حوریہ سے بھی پوچھ لیتیں۔ اس کی رائے جان لینا بھی ضروری ہے۔ یوں تو میرا نہیں خیال کہ اسے انکار ہوگا، مگر یہ اس کا جائز حق ہے۔" مومنہ دھیرے سے مسکرائی اور چائے کا خالی مگ تپائی پر رکھتے ہوئے بولی۔

"وہ راضی ہے اسے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اس کی رائے لیے بغیر میں فیصلہ کیسے کر لیتی۔" یہ کہتے ہوئے اس کے تصور میں حوریہ کا شرمایا ہوا روپ لہرا گیا اس کے لبوں کی تراش میں مدھم مسکراہٹ بکھر گئی۔

☆ ☆ ☆

یاور علی کے فون نے عباد گیلانی کو بے تحاشا خوشی سے سرشار کر دیا۔ انہیں یہ اطلاع جگمگاتے جگنو کی طرح لگی، جو دبیز اندھیرے میں راہ گم ہو جانے والے مسافر کو یکلخت دکھائی دینے لگا ہو۔ وہ کتنی دیر اپنی حیرت اور مسرت کو سنبھال ہی نہ پا رہے تھے ان کا دل چاہ رہا تھا وہ بستر سے اتر کر یہاں سے وہاں چک پھریاں کھائیں کسی دیوانے کی طرح دائرے کی صورت میں گھومتے چلیں جائیں اور زور زور سے قہقہے لگائیں بے ہنگم، بے تحاشا قہقہے خوشی سے بھرپور، اتنی بڑی خوشی ان سے سنبھالے نہ سنبھل رہی تھی۔

انہوں نے موبائل اٹھایا اور کانپتے ہاتھوں سے حازم کا نمبر پش کرتے ہوئے اسے یہ خبر دینے لگے۔

"میں پورے شہر میں مٹھائی بانٹوں گا حازم۔ پورے شہر میں چراغاں کروں گا۔" وہ کسی معصوم بچے کی مانند خوش ہو کر کہہ رہے تھے۔ حازم حیرت زدہ سا رہ گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیسا ردعمل اختیار کرنا چاہیے۔ تاہم اسے اپنے باپ کو اس طرح بے تحاشا خوش دیکھ کر انوکھی مسرت کا احساس ہونے لگا۔

"بس اب تم جلدی سے میرے پاس آجاؤ۔ میں یہ خوشی تمہارے پاس بیٹھ کر شیئر کرنا چاہتا ہوں۔"

"او کے! میں آتا ہوں۔ بس ایک دو ضروری کام نمٹا لوں۔"

"نہیں نہیں۔۔۔ بالکل نہیں۔ کوئی کام وام نہیں۔۔۔ بس فوراً آجاؤ اڑ کر آسکتے ہو تو اڑ کر پہنچو۔"

"سوری بابا۔ ابھی سائنس نے اتنی ترقی نہیں کی ہے۔" وہ ہنسا اور انہیں چھیڑنے لگا۔ دل بے نام سی خوشی سے سلگنے لگا تھا۔

"ہاں۔ سائنس کو ترقی کر لینی چاہیے تھی، کم از کم آج کے دن کے لیے۔" عباد گیلانی یوں بولے جیسے انہیں حقیقتاً" قلق ہو رہا ہو کہ حازم پر لگا کر اڑ کر کیوں نہیں آسکتا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"او کے پاپا۔ بس میں آ رہا ہوں۔" حازم نے لائن کاٹ دی اور آفس چیئر کی آرام دہ گداز سیٹ سے ٹیک لگا کر اس خبر کو کچھ مختلف انداز میں محسوس کرنے لگا۔ پھر عباد گیلانی کے لہجے کی کھنک۔ ان کا مسرت سے لبریز انداز کا خیال کر کے اس کے لبوں پر ایک طمانیت آمیز مسکراہٹ پھیلنے لگی۔

سچ ہی کہتے ہیں بارش کا ایک چھوٹا سا قطرہ یوں تو کچھ نہیں دکھائی دیتا مگر اس کی قدر و قیمت تپتی ہوئی ریت ہی جان سکتی ہے۔ سمندر نہیں۔ وہ ڈھیلے انداز میں بدن کو کرسی پر چھوڑ کر ریوالونگ چیئر پر جھولنے لگا۔ اس کے تصور میں حوریہ کا شاداب سراپا اترنے لگا۔

چاہے جانے سے ہٹ کر چاہنے کا ایک اپنا الگ نشہ ہے۔ مرد ہمیشہ چاہے جانے سے زیادہ چاہنے کے احساس میں مبتلا رہتا ہے۔ اسے یہ غرض نہیں ہوتی کہ وہ چاہا جا رہا ہے اسے یہ نشہ زیادہ پیارا ہو گا کہ وہ چاہ رہا ہے۔ کسی کو چاہنے کا۔ دل میں اتارنے کا محسوس کرنے کا۔ ایک الگ ہی تجربہ ہوتا ہے۔

شاید بہت سارے تجربوں سے۔ بہت الگ۔ بہت خوب صورت۔

اس نے ایک گہری سانس یوں کھینچی جیسے ٹھنڈی ہوا کو پھیپھڑوں میں بھر رہا ہو۔ پھر اس نے سلائڈ بند کیے اور موبائل اٹھا کر حوریہ کو کال کرنے لگا۔

☆ ☆ ☆

"بھئی عباد تو بہت ہی خوش تھا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا" کہہ رہا تھا۔ آج ہی حازم اور اس کا نکاح پڑھوا دیں۔" یاور علی' عباد گیلانی سے فون پر ہونے والی باتیں بتا رہے تھے تو خود ان کے لہجے میں بھی ایک خوشی سی کھنک رہی تھی۔

"بہت خوش ہے وہ جیسے میں نے اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش پوری کر دی ہو۔"

مومنہ مبہم سے انداز سے مسکرا دی۔ اور حوریہ کی طرف دیکھا جو اس ٹاپک پر شرم سے گھبرا کر وہاں سے اٹھ رہی تھی۔

"اب تم کہاں بھاگ رہی ہو۔" رقیہ بھابھی ہنس دیں۔ مگر وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

اتنا سب کچھ جلدی ہو رہا تھا اس کے گمان میں بھی نہیں تھا۔ وہ ایک دم۔ گیلانی ہاؤس کے لیے اتنی اہمیت اختیار کر جائے گی۔

ابھی یہ سب کل کی بات لگ رہی تھی۔ عباد گیلانی کا آنا۔ حازم کا پھپھو سے ملنا۔ اور اب اس نے حازم کے نام کی انگوٹھی بھی پہن لی گئی۔

اسے یہ سب اچھا لگ رہا تھا۔ اس نے صوفے پر بکھری کتابیں ایک طرف سمیٹیں اور کشن اٹھا کر سر کے نیچے رکھ کر نیم دراز ہو گئی۔

یک دم اس کا سیل فون بجنے لگا۔ اس نے یوں ہی لیٹے لیٹے تپائی پر رکھا اپنا سیل فون اٹھا لیا۔

"ہیلو۔"

حوریہ کی مدھم آواز ابھری تو حازم کو پہلی بار یہ آواز اپنے دل کی دھڑکن سے ہم آہنگ ہوتی محسوس ہوئی۔

ایک خوب صورت احساس اس کے دل کو چھو گیا۔ کوئی خوب صورت شرارت' مہکتا جملہ محبت لبریز شرارت کرنے کا دل چاہا۔

مگر دوسرے پل وہ اپنی بشری کمزوری پر قابو پاتے ہوئے متانت سے بولا۔

"میں حازم بات کر رہا ہوں۔ کیسی ہو؟" حوریہ کے لیے حازم کا فون آنا بڑا ہی غیر متوقع ثابت ہوا وہ یک دم اٹھ



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کر بیٹھ گئی۔ جیسے وہ موبائل پر نہ ہو اس کے سامنے آگیا ہو۔
"ج۔ جی۔ ٹھیک ہوں۔"
"کیا ہو رہا تھا۔" وہ دوستانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔
"جی۔۔۔ وہ۔۔۔" وہ ایک لمحہ گڑبڑا گئی۔ پھر جلدی سے بولی۔ "بس کچھ خاص نہیں یونہی موبائل پر گیم کھیل رہی تھی۔"
وہ ہنسا۔ "تو یہ شوق بھی ہیں تمہارے۔"
"نہیں۔ خیر شوق تو نہیں۔ بس ٹائم پاس کہہ لیں۔"
وہ جھینپے جھینپے لہجے میں بولی۔
وہ اس کی جھینپ کو محسوس کر کے متانت سے بولا۔
"خیر کوئی بات نہیں۔ میں بھی کبھی کبھی کھیل لیتا ہوں۔" یہ کوئی معیوب بات نہیں ہے۔ اچھا مما کیا کر رہی ہیں۔"
"وہ شاید اپنے روم میں ہوں گی۔" اس نے جان کر یہ نہیں بتایا کہ یاور علی کے کمرے میں ہیں مبادا وہ یہ نہ پوچھ بیٹھے کہ کیا باتیں ہو رہی ہیں۔
"حوریہ۔ میں تم سے کچھ پرسنل سی بات پوچھنا چاہتا ہوں۔" چند لمحے توقف کے بعد۔ حازم قدرے سنجیدگی سے بولا۔
"دراصل میں ہر بات فیئر (ایمان داری) کرنے کا عادی ہوں۔ مجھے بات سمپل سے انداز میں کرنے آتی ہے۔" پھر ہلکی ہنسی کے ساتھ بولا اور آتی بھی ہے کہ نہیں پتا نہیں۔ خیر تم مائنڈ (برا نہ مانو) نہ کرو تو پوچھ لوں۔"
"ج۔ جی۔ ضرور۔" وہ اس تمہید پر ذرا تشویش میں مبتلا نظر آنے لگی۔
"دراصل میرے پرپوزل پر نانو کی طرف سے جواب پوزیٹو (ہاں میں) آیا ہے۔ مما سے تو اس سلسلے میں میری ابھی کوئی بات نہیں ہوتی ہے۔ مجھے پاپا نے ہی بتایا ہے۔ کیا تم اس بارے میں آگاہ ہو۔ آئی مین کہ اس سلسلے میں تمہاری رائے لی گئی ہے۔"
اس کی بات پر حوریہ۔ سٹپٹا کر رہ گئی۔ اسے کوئی جواب سمجھ میں نہیں آیا۔
"دیکھو حوریہ۔ یہ ہماری دونوں کی زندگی اور خوشیوں کا معاملہ ہے۔ اس میں دونوں فریقین کی رائے جاننا اور متفق ہونا ضروری ہے۔ میری نظر میں شادی بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے۔ اس میں باہمی رضامندی اور آمادگی ہو۔ تب ہی یہ رشتہ مضبوط اور پائیدار ہو سکتا ہے۔ اس ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے بہت آسانی سے اٹھایا جا سکتا ہے۔"
حوریہ اس کے لب و لہجے کے پیچھے اور خوب صورت آواز کے سحر میں جیسے گم سی ہونے لگی۔ اس کے لہجے کے ساتھ اس کی اردو بھی بے حد رواں اور شستہ تھی۔ وہ کہہ رہا تھا۔
"زندگی گزارنے کے لیے اور ایک خوش نما منزل پانے کے لیے راستوں کا صحیح تعین ضروری ہے۔ تم میری بات انڈر اسٹینڈ کر (سمجھ) رہی ہو نا۔"
"ج۔ جی۔"
"میں کیا پوچھنا چاہتا ہوں۔ تم سمجھ رہی ہو۔" حوریہ اپنے مختل حواس سنبھال کر پوری توجہ سے اسے سن رہی تھی۔ اسے جانے کیوں اس کا بولنا اچھا لگ رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ اپنے دھیمے مشین سے لہجے میں بولتا رہے اور وہ سنتی رہی۔ مگر یکایک اسے احساس ہوا اس کی طرف سے جواب کا منتظر ہے۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"حوریہ۔" اس نے شاید موبائل پر ہلکے سے انگلی بھی بجائی تھی۔
"تم شاید ہچکچاہٹ کا شکار ہو۔ آئی نو۔ مجھے اس طرح نہیں پوچھنا چاہیے۔ مگر۔ یہ ضروری ہے۔ میں نے کہا نا۔ شادی بہت اہم بندھن ہے دو فریق ساری زندگی ایک ساتھ رہتے ہیں ان کے خیالات بے شک الگ ہوں۔ مگر احساسات ضرور ایک ہونے چاہئیں۔ اس بندھن کو نبھانے کے لیے جذبات ایک ہونا چاہئیں۔"
"آپ بہت اچھا بولتے ہیں۔" وہ اس کے لہجے کے سحر سے نکلتے ہوئے دھیرے سے بولی۔ حازم ہلکے سے ہنسا۔
اسے تو کم از کم ایسا ہی لگا۔
"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔" پھر سنجیدگی سے بولا۔
"کہیں مما نے تمہیں پریشرائز تو نہیں کیا؟ آئی مین میری ماں ہونے کے ناطے۔"
"نہیں۔ بالکل بھی نہیں۔" وہ جلدی سے بولی۔ مومنہ پھپھو پریشرائز کرنے (دباؤ ڈالنے) والی عورت ہی نہیں ہیں۔ ہاں انہوں نے میری رائے ضرور پوچھی تھی۔"
"اوہ۔ اس کا مطلب ہے تم نے اسے خوشی سے ایکسپٹ (قبول) کیا ہے۔" وہ ایک طمانیت آمیز سانس بھر کر کرسی پر بیٹھ گیا گویا کوئی گمبھیر مسئلہ حل ہو کر نتیجہ اس کے سامنے آگیا ہو۔ پھر ریوالونگ چیئر کی پشت سے ٹیک لگا کر ہلکے ہلکے جھومتے ہوئے بولا۔
"میں دراصل محبت کے سبجیکٹ کا تھوڑا سا نالائق اسٹوڈنٹ ہوں۔" وہ یوں بولا جیسے اپنی کسی کوتاہی کا ذکر کر رہا ہو۔ "حالانکہ فی زمانہ ہر کوئی لائق ہے۔"
حوریہ بے ساختہ ہنسی تھی۔ حالانکہ ہنسی روکنے کی کوشش بھی کی مگر۔ بے ساختہ پھیلنے والی اس ہنسی کا گلا نہ گھونٹ سکی۔ حازم کی سماعت پہ یہ تر و تازہ ہنسی بڑی بھلی لگی۔ وہ یک دم جیسے دل پر تیزی سے پھیلتے احساس سے نظریں چرا کر بات بدلتے ہوئے بولا۔
"پاپا۔۔۔ بہت خوش ہیں، بہت خوش۔ وہ تو ابھی سے تصور میں تمہیں بہو کے روپ میں گیلانی ہاؤس چلتا پھرتا دیکھ رہے ہیں۔"
وہ عباد گیلانی کی بابت کہنے لگا اس کے لہجے میں اپنے باپ کے لیے بے پناہ محبت جھلک رہی تھی۔ ان کی سمجھ میں نہیں آرہا کہ وہ اپنی خوشی جانے کس طرح شیئر کریں۔"
"اوہ۔ اور آپ خوش ہیں۔" وہ بے اختیار پوچھ بیٹھی۔
حازم کا دل یکلخت سکڑا اور پھیلا اسے لگا اس کی رگوں میں خون کے ساتھ ایک بہت سریلا مہکتا خوشبو سے بھرا سیال بھی گردش کرنے لگا ہو۔ اور اس سیال میں ایک بالکل انوکھا جذبہ ہمکنے لگا ہو۔
اس نے آنکھیں بند کی تصور میں حوریہ کا شرم سے دہکتا چہرہ محسوس کیا اور آنکھیں کھول کر دل آویز لہجے میں بولا۔
"میں اپنے دل کے ہر گوشے میں تمہیں محسوس کر رہا ہوں۔"
وہ بولا تو اس کی آواز جذبوں کی آنچ سے دھیمی اور مسحور کن ہوئی۔
حوریہ کو شاید اس جواب کی توقع نہیں تھی اس کی پیشانی یکلخت یوں جل اٹھی جیسے اس پر حازم نے اپنا جذبوں سے پر گرم ہاتھ رکھ دیا ہو۔
اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ لائن ہی منقطع کر دی۔
حازم محظوظ ہو کر مسکرا دیا اور موبائل ڈھیلے ہاتھ سے ٹیبل کی چکنی سطح پر رکھ دیا اور چیئر کی پشت پر سر ٹکا کر آنکھیں بند کر لیں۔



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

www.paksociety.com

☼ ☼ ☼

حوریہ کا دل چاہ رہا تھا کسی تنہا گوشے میں بیٹھ کر اس احساس کو اپنے آپ سے شیئر کرے۔ اس حقیقت کو محسوس کرے جو خواب کی طرح اس کے اردگرد ایک رنگین چادر تان گئی تھی۔ اس کی گود میں کتاب تھی مگر اس کی نظریں غیر مرئی نقطے پر مرکوز۔ اس کی آنکھوں کے بھورے کانچ پر ایک مہکتا رنگ جھلملا رہا تھا۔

اس کے لبوں پر ایک الوہی مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی جیسے کوئی پھول اپنی تروتازگی کے ساتھ کسی ہاتھ کے چھونے کا احساس سے تھرک رہا ہو۔

مومنہ اپنے کمرے کی کھڑکی سے اس کا یہ انوکھا روپ دیکھ رہی تھی اور ایک نادیدہ خوف ایک بے نام وحشت اس کے دل کو چھو رہی تھی۔

"گیلانی ہاؤس۔" کا تصور اس کے لیے روح فرسا تھا۔ وہ حازم کا سوچ کر خود کو تسلی دیتی تھی۔ مگر جانے کیوں۔ کوئی نادیدہ خوف۔ سانپ کی مانند دل کے ایک گوشے میں کنڈلی مار کر بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کھڑکی سے ہٹ کر۔ بیڈ پر آکر لیٹ گئی۔ مگر نیند کی گولی کھانے کے باوجود نیند آنکھوں سے روٹھی ہوئی تھی۔ اس نے کروٹ بدلی۔

"گیلانی ہاؤس" ماضی کے دلکش رنگ روپ میں اس کی آنکھوں کی پتلیوں پر آگ لگا رہا تھا۔ ایسا ہی کچھ ہوا تھا نا۔ صرف صحرا ہی کب سراب میں مبتلا کرتا ہے۔ الفاظ۔ خوش نما، دمکتے، چمکتے، تھرکتے الفاظ بھی تو سراب میں مبتلا کر دیتے ہیں، جذبوں سے پیاسے انسان کو۔

اور وہ بھی ایسے ہی سراب میں مبتلا ہو کر گم ہو گئی تھی۔

اس کے سجے سنورے سراپے کو عباد اپنی آنکھوں کے ذریعے گویا دل میں اتار رہا تھا، اس کے نرم گداز ہاتھ کو تھام کر اس کی انگلی میں اپنے نام کی انگوٹھی پہنا رہا تھا۔

آں ہا۔ اس نے جلتی آنکھیں زور سے بند کیں۔

چاند اس گھر کے دریچوں کے برابر آیا
دل مشتاق ٹھہر جا وہی منظر آیا
میں بہت خوش تھا کڑی دھوپ کے سناٹے میں
کیوں میری یاد کا بادل میرے سر پر آیا

وہ اس سلگتے احساس سے نکل کر جیسے بلبلا کر اٹھ بیٹھی۔ عباد بھی تو مجھے اس چھوٹے سے پرسکون گھر سے۔ بہت احتیاط اور محبت سے لے کر گیا تھا۔ یوں گویا وہ نازک بلوریں گل دان ہو۔ ذرا سی ٹھیس سے ٹوٹ جائے گا۔ خراش آجائے گی۔ وہ اسے یوں سنبھال کر تھامے لے گیا تھا۔ اور وہ خود کو اسی کی باہوں میں ایسا ہی نازک بلوریں گل دان سمجھنے لگی تھی۔

ہاں۔ وہ کانچ ہی تھی۔ تب ہی تو توڑ دی گئی۔ لمحوں کی خوشی۔ عمر بھر کا غم جھولی میں ڈال گیا تھا۔

فریب۔ اتنا بڑا فریب۔ اس نے خوش نما چہرے، مہکتے جذبے سے بھری آنکھوں کے پیچھے فریب پلتے دیکھے تھے بلکہ برتے تھے۔

اس کا دل کیسے مطمئن ہو جاتا کہ اب "گیلانی ہاؤس" میں محبتیں پنپ رہی ہیں۔ فریب نہیں پل رہے۔ وہ حوریہ کی آنکھوں میں حازم کے لیے ایسے رنگ دیکھ کر بے بسی محسوس کر رہی تھی۔ خود کو ایک اذیت میں جکڑا ہوا محسوس کر رہی تھی۔

☼ ☼ ☼



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

پوری حویلی میں گویا چراغاں سا تھا۔ تمام رشتے دار عزیز واقارب میں مٹھائی تقسیم کی جارہی تھی۔ یاور علی کے گھر میں بھی مٹھائی کے ٹوکرے گیلانی ہاؤس کے ملازم آکر دے گئے تھے۔

آخر حازم کا رشتہ طے پا گیا تھا۔ کوئی معمولی بات نہ تھی قیوم گیلانی کے پوتے۔ عباد گیلانی کے بیٹے حازم گیلانی کا رشتہ طے پایا تھا۔

عباد گیلانی کا بس نہیں چل رہا تھا وہ برقی قمقموں سے پورا شہر ہی سجادیں۔

اپنے دل میں جگر جگر کرتی روشنیاں نکال نکال کر ہر جگہ لگادیں۔

عاظمہ بظاہر مسکرا کر شوہر کا ساتھ دے رہی تھی مگر اس کا دل بے حد کبیدہ ہورہا تھا۔ اس نے گیلانی ہاؤس کے اس لائق فائق فرزند کے لیے جانے کیا کیا خواب نہ سوچے تھے۔ مگر حازم کی خوشی میں بحالت مجبوری شامل تھیں۔ بابر البتہ حقیقتاً" خوش تھا اور پر جوش انداز میں حازم کو گلے لگا کر مبارک باد دی تھی۔

"تم تو محبت میں بالکل فیٹو نکلے۔" وہ حیرت سے ہنس رہا تھا۔

"محبت کا مطلب ہی خالص پن ہے محبت میں دھوکا نہیں ہوتا۔ یعنی دھوکے کو محبت نہیں کہتے۔" پھر جوس کے ٹن کھول کر ایک اس کی طرف بڑھایا اور دوسرا اپنے لیے کھول کر ایک بڑا سا گھونٹ بھرتے ہوئے بولا۔

"ویری امیزنگ۔ (بہت حیرت انگیز) میں حیرت میں مبتلا ہو کر رہ گیا ہوں کہ پہلی محبت کو ہی تم نے۔ لائف پارٹنر کا روپ دے دیا۔"

"پہلی محبت۔" وہ ہنسا۔ "محبت تو ایک بار ہی ہوتی ہے۔"

"اور جب ہوتی ہے تو دھواں دھار ہوتی ہے۔" بابر نے لقمہ جوڑا اور جیسے اپنے ہی جملے پر محظوظ ہو کر ہنسے لگا۔" حازم کے لبوں کی تراش میں پھیلی مسکراہٹ سنجیدگی میں ڈھل گئی۔ وہ اس کو سنجیدگی سے سمجھاتے ہوئے بولا۔

"اب تم بھی یہ ساری فضولیات سے نکل آؤ بابر! اپنی زندگی کو سنجیدگی سے دیکھو۔ اسے محسوس کرو۔ اس کی قدر کرو۔ یہ بہت تیزی سے گزر جانے والی حقیقت ہے' اسے مٹھی میں نہیں جکڑ پاؤ گے۔ بس سنجیدگی سے تم بھی لائف پارٹنر کا سوچو۔"

"آہ۔ ہا محبت۔ محبت تو ہونے دو شادی بھی کرلیں گے۔ پہلے محبت ہونی چاہیے۔ تمہاری طرح افلاطونی قسم کی۔" اس کے انداز میں غیر سنجیدگی اور شرارت تھی حازم مصنوعی پن سے اسے گھورنے لگا۔

"اور کیا۔ ادھر محبت ہوئی۔ ادھر کھٹاک سے شادی۔"

"خدا کرے۔ ہمیں بھی خالص اور سچی محبت ہوجائے اور ٹھاٹ سے شادی۔" بابر محظوظ ہو کر ہنسے لگا۔ پھر جوس کا ٹن لبوں سے لگاتے ہوئے ایک بڑا سا گھونٹ یوں بھرا جیسے یکایک اس میں مٹھاس ہی مٹھاس بھر گئی ہو۔ لذت آمیز مٹھاس۔ ایک خیال دلکش سراپے میں ڈھل کر لحظہ بھر آنکھوں میں چمکا تھا۔ سنہری سنہری آنکھوں کا سنہرا پن ہر شے پر پھیلا سکڑا ہو۔ پھر یوں گم ہو گیا ہو جیسے ہوا کا ٹھنڈا جھونکا۔ آکر گزر جائے۔ مگر ایک طراوت روح تک میں اتر گئی ہو۔

اس نے یک دم جوس کا خالی ٹن درمیانی میز پر رکھا اور گردن کے پیچھے دونوں ہاتھ جما کر گردن اس پر لگا کر صوفے پر ڈھیلے انداز میں بیٹھ گیا۔

☆ ☆ ☆

پھلوں کے بھرے بھرے خوش نما ٹوکرے اور مٹھائیوں کے بڑے بڑے رنگین ریپر میں سجے ڈبوں اور پھولوں سے سجی باسکٹیں دیکھ کر عادل بھائی اور رقیہ بھابھی تو بوکھلا رہے تھے۔



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

"یہ اتنا سارا کچھ کیوں بھیج رہا ہے عباد۔ آپ فون کر کے انہیں منع کردیں ابا جی۔" وہ یاور علی سے کہنے لگے۔
"کرنے دو اسے یہ سب۔ یہ وہ اپنی دھاک بٹھانے کے لیے نہیں کر رہا ہے بلکہ اسے حازم کی شادی کی بے حد خوشی ہے۔ وہ شاید اسے اپنی آخری خوشی سمجھ کر کر رہا ہے۔" مومنہ کو یاور علی کی باتیں بے چین کر گئیں وہ چائے کا مگ اٹھا کر کھڑکی کے پاس جا کھڑی ہوئی۔
"مگر ابا جی۔ ابھی تو فقط ہماری طرف سے اقرار ہی ہوا ہے۔ ایک رضامندی وہ اتنا کچھ کر ڈالیں گے تو آگے ہمارے لیے سر اٹھا کر چلنا مشکل ہو جائے گا۔" عادل بھائی اپنے خدشات کا اظہار کر رہے تھے ان کے چہرے پر خوشی کے ساتھ سوچ کی لکیروں کا جال بچھا ہوا تھا۔
"تم پریشان نہ ہو۔ ایسا کچھ نہیں ہوگا یہ بس اس کی خوشی کا اظہار ہے۔ وہ حازم کا باپ ہے اس کا بس چلے تو ساری کائنات اٹھا کر ڈھیر کردے اس کے آگے تب بھی شاید اسے کم ہی لگے گا۔ اولاد چیز ہی ایسی ہوتی ہے۔" یاور علی کی بات پر عادل بھائی چپ سے ہو گئے' بات شاید ان کے دل کو لگ رہی تھی۔ وہ خود بھی عباد کی بے پناہ خوشی دیکھ چکے تھے۔ جب وہ اس کو گلے لگا کر کہہ رہے تھے۔
"عادل تم نے مجھے ہفت اقلیم کی دولت تھمادی ہے۔ میں تمہارا احسان نہیں بھولوں گا تمہارے اس احسان کا بدل نہیں چکا سکوں گا۔"
عادل بھائی' عباد گیلانی کے ان الفاظ پر غور کرتے رہ گئے۔ ماضی اور حال کے عباد گیلانی کا موازنہ کرتے رہ گئے تھے وہ بے اختیار مومنہ کی طرف دیکھنے لگے۔
"شاید ابا جی ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں۔ کیا خیال ہے تمہارا۔" وہ مومنہ کو مخاطب کرتے ہوئے بولے۔ مومنہ نے چائے کا لب لبوں سے ہٹا کر ایک خفیف سی سانس کھینچی اور سر اثباتی انداز میں ہلاتے ہوئے بولی۔
"ہاں اولاد چیز ہی ایسی ہے۔" وہ فقط اتنا ہی کہہ پائی پھر بے کل سی ہو کر وہاں سے اٹھ کر آ گئی کمرے میں۔ وہ جانتی تھی وہ دنیا کی ہر چیز حازم کی خوشی پر وار دینے کو تیار ہے۔ وہ اس سے بچھڑنے کا احساس میں مبتلا تھا اس کو بیماری کے خوف نے جکڑ رکھا تھا۔ یہ احساس دلا رہا تھا کہ وہ بہت جلد حازم سے دور ہو جائیں گے۔ شاید وہ اسی خوف کے احساس کے تحت اپنے ہر گزرتے لمحے سے خوشی کشید کرنا چاہتا تھا۔ یہ اس کا حق تھا... وہ غلط نہیں تھا۔
وہ جان گیا تھا کہ اس کی زندگی جس پل پر کھڑی ہے وہ زیادہ دیر شاید اس پل کو موت کے بڑھتے بہاؤ سے نہیں بچا پائے گا۔ اس نے دل گرفتگی محسوس کرتے ہوئے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائی۔ تم نے مجھے کیسی راہ میں لا کھڑا کردیا عباد... میں تمہارے لیے نفرت سے سوچنا چاہتی ہوں۔ تم سے نفرت کرنا چاہتی ہوں تو دل گرفتہ ہو کر سکنے لگتا ہے۔ محبت کا احساس تم نے جڑ سے اکھاڑ دیا ہے اس زمین کو ایسا بنجر کردیا ہے کہ اب اس میں کوئی پودا ہی نہیں اگتا... کوئی جذبہ بے بوئے... ہی نہیں جا سکتے۔

ایسا ہو سکتا ہے نا؟
کہ میں نے جان لیا ہو
تجھے تیری ذات کی گہرائی تک
تیرے تحمل سے لے کر تنہائی تک
ایسا ہو سکتا ہے نا؟
کہ میں نے بہت کرب سہا ہو
تیرے ستم سے لے کر تیری مسیحائی تک
اور ایسا بھی تو ہو سکتا ہے نا؟



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کہ تجھے کوئی دکھ نہ ہو

میرے ملنے سے لے کر میری جدائی تک

یہ دکھ کہ میں نے سفر کیا۔

اپنی ذات سے لے کر

تیری ذات کی رسائی تک۔۔۔!!

☆ ☆ ☆

نکاح کی تیاریاں دونوں جانب جاری تھیں۔ یاور علی نے مومنہ کی خواہش کے مطابق نکاح کی رسم گھر میں ہی انجام دینے کا فیصلہ کیا تھا۔ اور عشائیہ عباد گیلانی کی طرف ہونا قرار پایا تھا۔ حازم پوری تفصیل عباد گیلانی کو بتا رہا تھا پھر پوچھنے لگا۔

"آپ کو کوئی اوبجیکشن (اعتراض) تو نہیں ہے نا۔ نکاح کی تقریب مما گھر میں رکھنا چاہتی ہیں۔" پھر متاسفانہ لہجے میں بولا۔

"مما ہوٹل میں، میرا مطلب عشائیے میں شامل نہیں ہونا چاہتیں۔ بس نکاح میں شریک ہوں گی۔" عباد گیلانی اس کی دل گرفتگی محسوس کرکے اس کا ہاتھ اپنے نحیف ہاتھ میں لے کر تھپکنے لگے۔

"مجھے کوئی اوبجیکشن نہیں ہے۔ وہ جو چاہتی ہے حازم۔ جس طرح بھی ہے سب کچھ ویسے ہی کرتے جاؤ۔۔۔" حازم فقط ان کی طرف دیکھ کر رہ گیا۔ عباد گیلانی کی نظریں دیوار پر لگی خوب صورت فریم پر مرکوز ہو گئیں۔ انہیں لگا جیسے وہاں مومنہ کھڑی ہو۔ بھوری آنکھوں کے کانچ پانیوں سے بھرے اسے شکوہ کناں نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔

"میں تو منتظر ہوں حازم وہ کچھ مانگے، مجھ سے کچھ فرمائش کرے۔" چند لمحے بوجھل خاموشی کے بعد عباد کی بوجھل آواز ابھری۔ کھانے کی میز پر عجیب بوجھل سا ماحول ہونے لگا۔

"وہ مجھ سے خواہش کرے۔ میں پوری کرنا چاہتا ہوں۔ اس کے منہ سے نکلے ہر لفظ کو قیمتی متاع کی طرح سمیٹ لوں گا حازم۔۔۔ وہ کچھ مانگے تو سہی۔۔۔ کوئی تقاضا تو کرے۔ کوئی راستہ، کوئی روزن کوئی در دکھاؤ حازم۔ جہاں سے کوئی روشنی کر سکوں اس کے لیے۔۔۔ کوئی چراغ جلا سکوں۔۔۔ اس کے اندھیرے نہیں سمیٹ سکتا۔ ایسا کیوں ہے حازم۔۔۔ ایسا کیوں ہے۔"

وہ یک دم اپنی وہیل چیئر چلاتے ہوئے لاؤنج میں جانے لگے۔ حازم بھی کرسی سے اٹھ کر ان کے پیچھے چلا آیا۔ وہ یک دم نڈھال سے دکھائی دینے لگے۔ حازم خود بھی ان کی طرح خود کو بے بس لاچار محسوس کرنے لگا جیسا ان کے چہرے سے ظاہر تھا۔ بہت کچھ کرنے کی خواہش اور کچھ نہ کر سکنے کی بے بسی بہت تکلیف دہ ہوتی ہے۔ بہت تکلیف دہ۔۔۔ وہ ان کے ملال، ان کی تھکن نہیں سمیٹ سکتا تھا۔ وہ کوئی روزن نہیں کھول سکتا تھا۔ یہ اندھیرے نہیں سمیٹ سکتا تھا۔ اپنی بے بسی، اس کا دل نچوڑنے لگی۔

کبھی کبھی ہم اپنی انا، ضد اور ظلم میں اپنی ہی زندگی کو اس نہج پر لے آتے ہیں جہاں سارے راستے بند ہو جاتے ہیں۔ ایک دل دوز تاریکی اور گہری کھائی کے علاوہ کچھ نہیں دکھائی دیتا۔

وہ جانتا تھا کہ اس کی ماں مومنہ سو بار بھی انہیں معاف کر دے گی تو وہ ان کی خوشیاں نہیں لا کر دے سکے گا۔ نہ کوئی روزن، کوئی در کھول سکے گا ماں کے لیے۔۔۔ حازم کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ ان کی تسلی تشفی کا معاملہ کیسے کرے۔ دکھ صرف بچھڑنے کا نہیں ہوتا۔ رشتوں کے ٹوٹ جانے ان کے کھو جانے کا ہوتا ہے، جنہیں ہم غلط فہمی، انا اور غرور کی سخت پتھریلی سطح پر پٹختے ہیں کہ وہ اس طرح ٹوٹ جاتے ہیں کہ کچھ بھی نہیں بچتا۔ فقط کرچیاں جو خون



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لاتی ہیں اس کے باپ کے دامن میں بھی فقط کرچیاں تھیں جن سے وہ ہر روز زخمی ہوتے تھے۔ پتا نہیں اس کی ماں مومنہ یاور علی کیسے اس دکھ کے عمل سے گزرتی ہوگی۔ کیا ایسے ہی جیسے اس کا باپ گزرتا تھا۔ وہ مضطرب ہوگیا۔

اس نے نرمی سے عباد گیلانی کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو یوں چونکے جیسے کہیں بہت دور نکل گئے ہوں۔ وہ چند لمحے خالی نظروں سے حازم کو تکتے رہے پھر اسے اس افسردگی کے سحر سے نکلتے ہوئے یک دم مسکرائے اور دل جوئی کے انداز میں اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولے۔

"میں بہت خوش ہوں حازم' بے حد خوش۔ کیا مومنہ اس رشتے سے خوش ہے؟"

"جی۔ بہت زیادہ۔"

"اور حوریہ؟" ان کے دل سے بےگانہ سے سوالات اٹھنے لگے۔ حازم ہنس دیا۔

"پاپا۔ ابھی اس کے جذبات تک رسائی حاصل نہیں ہے نہ پرمٹ ہے میرے پاس۔" جواباً"عباد گیلانی محظوظ ہو کر بے ساختہ ہنسنے لگے پر اس کے کندھے دوستانہ انداز میں تھپک کر بولے۔

"بس چند دن بعد یہ پرمٹ بھی حاصل ہو جائیں گے اور ہاں رخصتی اگلے ہفتے ہی ہوگی۔ میں بہت جلد بہت جلد اپنی بیٹی کو اس گھر میں لے آنا چاہتا ہوں۔" وہ وہیل چیئر سے اتر کر صوفے پر بیٹھ گئے۔

بابر نے لاؤنج میں قدم رکھا' اس کی پھیلی نظر ڈائننگ ٹیبل پر بھرے لوازمات پر گئی اور گویا بھوک چمک اٹھی۔

"واؤ... خوشبو تو بڑی اچھی اٹھ رہی ہے۔"

"ہاں امیر علی نے آج بہت محنت سے بنایا ہے سب۔"

"وہ تو ہمیشہ ہی محنت سے بناتے ہیں پاپا۔" اس نے جھک کر پلیٹ سے چکن نگٹس اٹھایا اور منہ میں ڈالا۔

"اچھا ہوا تم بھی آگئے۔ حازم کے نکاح کے پروگرام پر ڈسکشن کر رہے تھے ہم دونوں۔ تم تو جانے کدھر ہوتے ہو۔ تم سے تو ملنے کو ترس جاتا ہوں میں۔" باپ کے شکوے پر بابر نے بے اختیار ابرو اچکائے مسکرایا پھر پلیٹ میں چکن رائس ڈال کر عباد گیلانی کے پاس صوفے پر آکر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"ڈونٹ وری پاپا۔ اب تو آپ کو روزانہ میری ہی شکل پر گزارہ کرنا ہوگا۔ شادی ہو جانے دیجئے حازم کی۔ وہ تو آپ کو بھی شاذو نادر ہی دکھائی دے گا۔" جواباً"حازم نے مصنوعی پن سے اسے گھورا۔

"محبوبہ بیوی بن کر آرہی ہے' زنجیر محبت میں بندھ رہے ہیں موصوف۔ کوئی معمولی بات ہے۔" اس نے یہ کہتے ہوئے بے باک انداز میں آنکھ ماری۔ حازم منہ پھیر کر ہنس دیا۔

"تمہیں بھی بہت جلد ایسی ہی کسی زنجیر میں باندھنے والا ہوں۔ عاظمہ تم سے بہت نالاں ہے۔"

"او پاپا۔" اس نے جیسے یوں جھرجھری لی جیسے واقعی ڈر گیا ہو۔ پھر خوف زدہ نظروں سے عباد گیلانی کو دیکھا۔

"ایسے تو نہ ڈرائیں پاپا۔ زنجیر و نجیر کے نام سے سچ مچ موٹی موٹی آہنی زنجیروں کا گمان ہوتا ہے مجھے تو۔" پھر پلیٹ تپائی پر رکھتے ہوئے ٹشو پیپر اٹھا کر منہ پونچھتے ہوئے بولا۔

"میرا جیسا آزاد بندہ ابھی ایسی کسی خوف ناک قید میں جانے کا سوچ بھی نہیں سکتا۔"

حازم اس کی شرارت پر محظوظ ہو کر ہنس رہا تھا۔ اتنا ضرور ہوا تھا کہ اس کے آنے پر ماحول پر چھائی اداسی دور ہوگئی تھی' عباد گیلانی کے لبوں پر بھی حقیقی مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

"مائی سن۔ زیادہ آزادی بھی نقصان دہ ہوتی ہے اور یوں بھی میں دیکھ رہا ہوں تمہاری اڑان کچھ زیادہ ہی ہو رہی ہے۔"

"یعنی آپ اور ماما میرے پر کاٹ دینے کا سوچ رہے ہیں۔ فریڈم از آ اسٹیٹ آف مائنڈ۔" (آزادی دماغ کی ایک ریاست ہے) اس نے ایک ٹھنڈی سانس کھینچی۔ پھر ہاتھ یوں پھیلائے جیسے فضا میں آزادی سے کسی پرندے کی



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

طرح اڑ رہا ہو۔ حازم اور عباد گیلانی ہنس دیے۔
"تم نہیں سدھرو گے۔" عباد گیلانی اسے ہلکے سے ہاتھ مارا۔ وہ ان کی کندھے پر لاڈ سے جھک گیا۔

☆ ☆ ☆

رقیہ بھابھی کے بازار کے چکر زور شور سے لگ رہے تھے اس روز بھی وہ کپڑے کھولے مومنہ کو دکھا رہی تھیں جب فضا چلی آئی۔
"آؤ آؤ فضا۔ تم تو دکھتی ہی نہیں ہو اب تو۔" وہ کپڑے ایک طرف سمیٹ کر اس کے بیٹھنے کے لیے جگہ بنانے لگیں۔
"چلو اب آئی ہو تو تم سے بھی خوب کام لوں گی۔ آخر تمہاری بیسٹ فرینڈ کی شادی ہو رہی ہے۔"
"ک ک.... کس کی شادی۔ کیا حوریہ کی؟" وہ بیٹھتے بیٹھتے ٹھٹک کر متعجب ہو کر رقیہ بھابھی کو دیکھنے لگی۔
"کیوں۔ حوریہ نے تمہیں کچھ نہیں بتایا۔ اگلے جمعہ اس کا نکاح ہے۔" مومنہ فلاسک سے چائے مگ میں انڈیلتے ہوئے متعجب ہوئیں۔ فضا کی حیرت ان کے لیے حقیقتاً "حیران کن" ہی تھی۔
"تم ایک ہی تو ہو اس کی بیسٹ فرینڈ۔"
"جج.... جی.... وہ ہو سکتا ہے اس نے اس لیے نہیں بتایا ہو کہ میرا آج کل کالج جانا نہیں ہو رہا ہے۔ مم.... میں.... میں دیکھتی ہوں حوریہ کو۔ کمرے میں ہی ہے نا وہ۔"
"ہاں ہاں جاؤ۔ کمرے میں ہے۔ جا کر پوچھو اس سے۔" رقیہ بھابھی نے سر ہلا دیا۔ فضا سرعت سے وہاں سے بھاگی۔
"دیکھو ذرا۔ ایک ہی سہیلی ہے اور اسے بھی بے خبر رکھا ہے اس نے۔" رقیہ بھابھی وارڈروب کھول کر کپڑے رکھتے ہوئے ہنسیں۔ "ویسے موی۔ شرم میں تو یہ بالکل تم پر گئی ہے۔" مومنہ فلاسک ایک طرف رکھتے ہوئے ہلکے سے فقط مسکرا دیں۔

☆ ☆ ☆

"تمہاری شادی کا سن کر حیرت ہوئی اور خوشی بھی۔ تم نے مجھے بتایا تک نہیں۔ کب ہوئی منگنی اور کس سے ہو رہی ہے۔ تم مجھ سے بہت دور ہو گئی ہو حوریہ۔" فضا اس کے پاس بیٹھی اس سے گلہ کر رہی تھی مگر وہ خفا نہیں تھی۔ اس لیے کہ خفا ہونے کا وہ حق کھو چکی تھی۔ حوریہ کا فضا کا یوں چلے آنا کسی بھی خوشی کا باعث نہیں تھا تاہم وہ اس کا دل نہیں توڑ سکتی تھی۔
"میں جانتی ہوں مجھے یہاں اب نہیں آنا چاہیے تھا مگر کیا کرتی تمہارے علاوہ میرا کوئی ہمدرد، رازداں نہیں ہے جس کے پاس بیٹھ کر میں اپنا دل کا بوجھ ہلکا کر سکوں۔"
"بیٹھو۔" حوریہ کشن لے کر قالین پر ہی بیٹھ گئی اس کو بھی فلور کشن دیتے ہوئے بولی۔
"بس یہ سب بہت جلدی میں ہوا ہے۔"
"کون ہے وہ خوش نصیب؟"
"حازم۔"
"واؤ.... وہی تمہارا کزن مومنہ پھپھو کا بیٹا۔" فضا خوشگواریت حیرت سے بولی۔ حوریہ نے سر اثبات میں ہلا دیا۔
"بہت خوش نصیب ہو تم حوریہ۔" فضا نے اس کا ہاتھ تھام کر دبا دیا۔ یکا یک اس کی خوشی میں اداسی کا رنگ



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کھلنے لگا۔ اس نے حوریہ کے چہرے سے نظریں چرالیں اور قالین کے ڈیزائن پر انگلیاں پھیرتے ہوئے پھیکے سے انداز میں ہنس دی۔ حوریہ اس کی قلبی کیفیت سے بخوبی آگاہ تھی ایک پل اس کا دل بھی کبیدہ ہونے لگا۔ وہ اس کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کر تسلی آمیز دباؤ دینے لگی کہ فضا کسی ٹوٹی ڈال کی طرح اس کے کندھے سے آلگی اور سسکنے لگی۔

حوریہ ایک متاسفانہ سانس کھینچ کر رہ گئی۔ فضا کی گویائی اس کے آنسوؤں میں ڈھل گئی تھی۔ اس کے آنسو ازخود اس کے غم کی تفسیر تھے۔ حوریہ چاہتے ہوئے بھی اس کے ساتھ سرد رویہ نہ اپنا سکی۔ وہ اس سے الگ ہوئی اور آنسو دوپٹے کے کونے سے رگڑنے لگی۔

"میری ایک بات مان لو فضا۔" حوریہ اسے سمجھاتے ہوئے بولی۔

"بابر جیسا شخص تمہاری زندگی میں آیا اور چلا گیا اسے ایک برا خواب سمجھ کر بھول جاؤ اور جہاں آرا کی بات مان لو۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہو حوریہ۔" فضا کے آنسو رک گئے اس نے بھیگی پلکیں جھپک کر حوریہ کو یوں دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت پر شک ہو۔

"ہاں۔ میں یہ بات بہت سوچ سمجھ کر کر رہی ہوں۔ میں نے تمہارے حالات پر بہت سوچا فضا۔ تم سے لاتعلق ہو کر بھی لاتعلق نہیں رہ سکی ہوں۔ بہت غور و خوض کیا ہے تمہارے حال پر اور آنے والے دنوں پر اور مجھے یہ ہی ایک راہ مناسب لگی ہے۔"

"کیا آ... نصیر سے شادی۔ مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے حوریہ۔ ایسے تو نہ کہو۔ اتنی ظالم تو نہ بنو۔" حوریہ جواباً افسردگی سے مسکرائی۔

"میں غلط نہیں کہہ رہی ہوں۔ نصیر بدشکل ہے۔ بدکردار تو نہیں ہے نا۔"

"بدکردار نہیں ہے تو مطلب میں اس سے شادی کرلوں۔ دو بچوں کے باپ سے۔ نہیں حوریہ۔" وہ یک دم اٹھنے لگی کہ حوریہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے دوبارہ بٹھا دیا۔

"تمہارے پاس اس کا علاوہ کوئی اور راہ ہے نہیں۔ جہاں آرا تمہارے انکار پر تمہارا یہ راز تمہارے باپ کے سامنے کھول دے گی اور تم... اپنے باپ کی نظروں میں کس بری طرح سے گر جاؤ گی۔ تمہیں احساس ہے۔"

"مگر... مگر حوریہ۔"

"میری بات سمجھنے کی کوشش کرو فضا۔ اگر ان کے سامنے یہ بات کھل جاتی ہے تب بھی وہ تمہیں نصیر سے بیاہ دیں گے۔ دونوں صورتوں میں یہی ہونا ہے تو تم کم از کم اپنے باپ کی نظروں سے خود کو گرانے سے بچا سکتی ہو۔"

"تو کیا اس سانڈ جیسے آدمی سے شادی کرلوں؟" فضا جیسے بکھر کر رہ گئی۔ اس نے ناراض نظروں سے حوریہ کو دیکھا۔ مگر حوریہ اس کی ناراضی کی پروا نہ کرتے ہوئے ناصحانہ لہجے میں بولی۔

"تم اسے بدشکل کہو، سانڈ کہو جو بھی کہو مگر میری نظر میں وہ بابر جیسے انسان سے لاکھ درجے بہتر ہوگا۔ وہ تمہیں بیوی کا درجہ دے رہا ہے۔ اپنی عزت بنا کر لے جانا چاہتا ہے۔ جب کہ بابر تمہاری عزت کو تار تار کر چکا ہے۔ وہ عزتوں سے کھیلنے والا آدمی ہے۔ وہ تمہیں بیوی کا درجہ تو کیا رکھیل کا درجہ دینے کو بھی تیار نہیں ہے اور تم اس کے پیچھے اپنی زندگی برباد کر رہی چکی ہو بقیہ بھی کر دو گی۔"

حوریہ نے اپنی بات کے جواب میں فضا کے چہرے پر ایک تکلیف دہ رنگ اترتے دیکھا۔ تو تسلی دیتے ہوئے بولی۔

"دیکھو فضا... خوابوں کے ٹوٹنے کا ماتم ساری زندگی کوئی نہیں کر سکتا۔ حقیقت کو فیس کرنا پڑتا ہے۔ حالات



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کے مطابق اور تقدیر کے تابع ہو کر زندگی گزارنا پڑتی ہے۔ دوسری صورت یہ کہ تم نے جو چاہا تھا ویسا سب نہیں ہوا تو اب اپنے رب سے توبہ کر کے اپنا معاملہ اس کے سپرد کردو۔ وہ جو چاہتا ہے وہ تو ہو کر رہے گا۔ تمہارے چاہنے نہ چاہنے کے باوجود۔۔۔ اپنا آپ اس کے سپرد کردو۔ تمہارے دل کو سکون ملے گا۔"

فضا نے بھیگی بھیگی پلکوں کو جھپکا۔ کچھ کہنے کی خواہش میں اس کے لب لرز کر رہ گئے۔ حلق میں آنسوؤں کا گولہ سا پھنس گیا۔ اس نے صوفے کے ہتھے پر سر ٹکا کر آنکھیں زور سے میچ لیں۔

"یا پھر۔ بالفرض تم سے نکاح کر بھی لے گا تو بھی تمہیں وہ کبھی بیوی کا درجہ نہیں دے گا یونہی کسی کونے میں ڈال کر بھول جائے گا۔ اور تم ایک ایسی زنجیر میں قید ہو جاؤں گی جس سے چاہنے کے باوجود نہیں نکل پاؤں گی۔ نصیر تمہیں معاشرہ میں ایک مقام تو دے گا۔ چھوٹا سا گھر ہے، مگر وہاں تم اس کی بیوی بن کر رہو گی۔ داشتہ تو نہیں۔۔۔ دیکھو فضا وہ عمر میں تم سے بڑا سہی بدشکل سہی، مگر بدکردار نہیں ہے۔ رشتوں کو اہمیت دینے والا عورت کی عزت کرنے والا مرد اس روئے زمین کا خوب صورت مرد ہے۔" فضا ایک دم کھڑی ہو گئی اور انتہائی کرب سے بولی۔

"میں تمہاری باتوں پر غور کروں گی۔ عمل کرنے کا وعدہ نہیں کرتی۔" اس کا لہجہ بہت ٹوٹا اور بکھرا ہوا تھا۔ پھر آزردگی سے ہنس پڑی۔

"تم بھی ٹھیک ہی کہتی ہو شاید روز مرنے اور روز جینے سے بہتر ہے ایک بار ہی انسان مرجائے یہ زہر کھالے۔ ہاں نصیر بھی تو زہر ہے میری لیے۔"

وہ یوں ہنسی جیسے خود پر ہنس رہی ہو۔

"بہت آگ ہے میرے چاروں طرف۔ ہر طرف آگ، کہیں تو کودنا ہی پڑے گا۔ پھر میرا نصیب۔" وہ حوریہ کا ہاتھ اپنے کندھے سے ہٹا کر اپنا شولڈر بیگ اٹھا کر پلٹ کر کمرے سے نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

بارشوں کے موسم میں
وقت کے اندھیروں میں
میں نے اس سے پوچھا تھا
چھوڑ کر تو نہ جاؤ گے
ہاتھ تھام کر اس نے
کان میں یہ بولا تھا
کیسے چھوڑ سکتا ہوں
تم تو جان ہو میری
اور آج ایسا ہے
وقت کی تمازت میں
وحشتوں کے موسم میں
میں نے اس سے پوچھا ہے
چھوڑ کر ہی جانا تھا
مسکراتی گلیوں میں
آس کیوں دلائی تھی

Download From
Paksociety.com



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

پیاس کیوں جگائی تھی
میرے ان سوالوں پر
چلتے چلتے وہ بولا
موسموں کے کھیل ہیں سب
جو بدلتے رہتے ہیں

حوریہ کے گھر سے نکل کر وہ بے قرار روح کی مانند یونہی سڑک پر گھومنے لگی۔ حوریہ کی باتیں سچی تھیں، مگر اس کی تیزی اس کی روح کو کاٹ رہی تھی۔ کاش حوریہ میں تمہاری باتوں پر پہلے ہی عمل کر لیتی، اپنی آنکھیں کھول لیتی۔۔۔

سچ کہتی تھیں تم۔ آتے جاتے راستوں پر محبتیں نہیں ملتیں۔ سراب ملتے ہیں فریب ملتے ہیں محبت ہمیشہ حلال ہوتی ہے اور حلال شے، حلال طریقوں سے حاصل ہوتی ہیں۔ حرام راستوں سے گزر کر نہیں۔ راحت اور سکون حلال میں ہے حرام میں نہیں ملتا۔ محض ایک رنگین دھوکا ہوتا ہے جو پہلے ہم خود کو دیتے رہتے ہیں پھر کسی سے کھاتے ہیں اور ٹوٹ جاتے ہیں۔ بکھر جاتے ہیں۔ وہ بھی اپنی روح کی کرچیاں سمیٹتی پھر رہی تھی۔ وہ اپنے درد سے پھٹتے سر کو پکڑ کر ایک بند دکان کے باہر چبوترے پر بیٹھ گئی اور سڑک پر اکا دکا گزرتی گاڑیوں کو خالی خالی نظروں سے تکنے لگی۔

اک جنوں بے معنی، اک یقین لاحاصل
کیا ملا ہمیں محسن اس کی آرزو کر کے

اے کاش۔ میں نے اپنی آنکھوں میں اتنے اونچے خواب نہ سجائے ہوتے، اپنے گرد خواہشوں کی اتنی اونچی اونچی فصلیں نہ کھڑی کی ہوتیں۔ اپنی تقدیر خود اپنے ہاتھوں سے بنانے نہ چلی ہوتی۔ ہاں۔۔۔ دل بازار نہیں ہوتا کہ اس کے اندر جس کا دل کرے چلا آئے۔ سودا کرلے اور چلا جائے۔ دل تو ایک معبد خانہ ہے۔ دل تو ایک پاکیزہ جذبوں کا گھر ہے۔ جو ایک مرد کے نام آباد ہوتا ہے جسے تقدیر لے آتی ہے یہ ہر کسی کے لیے نہیں کھلتا۔ ایسا گھر جس میں مرد بھی داخل ہوتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہے اس کی ٹھنڈی چھاؤں میں اپنی ساری تھکن اتارتا ہے۔

اسے حوریہ کی آواز بازگشت کی طرح سماعت پر سنائی دینے لگی۔ وہ پھٹتے سر کو دباتی اٹھ کر راستے کا تعین کیے بنا چلنے لگی۔ ارد گرد سے بے نیاز اسے لگا وہ بہت اونچائی سے گری ہو اتنی اونچائی سے کہ کوئی تھامنے والا بھی نہیں تھا۔ اور جو ہاتھ تھامنے کو بڑھا تھا، حوریہ کا خیال تھا اسے تھام لینا عقل مندی ہے۔ اس کے اعصاب یک دم ٹھہرنے لگے ایک لمحے اس کا دل چاہا سامنے سے آتے اس ٹرک کے نیچے آجائے اور ہمیشہ کے لیے اس زندگی سے چھٹکارہ پالے۔ ٹرک زوں کے ساتھ اس کے پاس سے گزر گیا۔ وہ خالی سڑک کو دیکھتی رہ گئی۔ پھر گھبرا کر اس نے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ رخساروں پر گیلاہٹ کا احساس ہونے لگا۔ پتا نہیں یہ پسینہ تھا یا آنسو۔ اسے تو ہر شے پانی میں تیرتی محسوس ہونے لگی اچانک آنکھوں کے آگے دھند پھیلی دکھائی دینے لگی۔ اسے لگ رہا تھا اس کی آنکھیں بند ہوتی جارہی ہیں۔ شاید سامنے سے آتی گاڑی کی تیز لائٹ کی وجہ ہو سکتی تھی یا پھر اس کا ذہن تھک کر بجھ رہا تھا۔ اس نے جلدی سے آنکھوں پر ہاتھ دھر لیا، مگر اسے لگا وہ سڑک پر بیٹھتی چلی جارہی ہو۔

☼ ☼ ☼

فضا کے جانے کے بعد حوریہ کتنی دیر مغموم سی بیٹھی رہی کسی کام میں دل نہیں لگ رہا تھا۔ فضا کی اذیت اس کا دل کاٹ رہی تھی۔ بے بسی حد سے سوا تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا وہ بابر کا خون کر دے۔ اس کا گلا گھونٹ دے۔ وہ



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بے دلی سے بیڈ پر بکھرے اپنے کپڑے سمیٹنے لگی۔ یکایک موبائل بجنے لگا اس نے ریسیو کیا دوسری طرف حازم تھا جو اس کے ہیلو کہتے۔

بے حد خوش گواری سے کہنے لگا

"نہ سلام نہ دعا

اس قدر خفا ہے کوئی"

وہ شعر کو نثر کے انداز میں پڑھ رہا تھا۔

"بھئی مبارک باد بھی نہیں دی جارہی ہے تم سے۔ اتنا خوب صورت تعلق قائم ہوجانے جارہا ہے' میں تو انتظار ہی کرتا رہ گیا کہ پوری غزل نہ سہی ایک آدھ میسج تو آہی جائے گا۔"

"یہ شکوہ تو میں آپ سے بھی کرسکتی ہوں۔" وہ بے اختیار کہہ گئی۔ دوسرے پل بے اختیارانہ اس فعل پر جھینپ کر رہ گئی۔

"او۔ ہو۔ تو آگ برابر لگی ہے۔ ادھر بھی۔" اس کی بھرپور ہنسی گونجی۔

"جی۔ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" وہ بے عنوان سی شرمندگی محسوس کرکے رہ گئی۔

"ایسی بات ہے یا نہیں۔۔۔ وہ تو آپ جناب کو دیکھ کر با آسانی معلوم ہوجائے گا۔" وہ جیسے تصور میں اس کے چہرے پر اترتی شرم کی سرخی کو محسوس کررہا تھا۔ پھر یکلخت سنبھل کر بولا۔

"ایکچوئلی میں نے کال اس لیے کی ہے کہ پاپا نکاح کا جوڑا تیار کروا رہے ہیں۔ میں نے سوچا کہ تمہاری چوائس کو اولیت دینی چاہیے ہوسکتا ہے تم اپنی پسند کا لینا چاہو۔" وہ بہت سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا' مگر جانے کیوں مارے شرم کے حوریہ سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔

"حوریہ۔ ہیلو!" وہ اس کی خاموشی پر بے کل ہوکر موبائل پر ہلکے سے انگلی بجائی۔

"میں کچھ غلط تو نہیں کہہ گیا۔" وہ گھبرا کر بولا۔ "تم۔ میرا مطلب ہے تم سمجھ رہی ہو' میری بات۔"

"جج۔ جی۔"

"ہوں۔ پاپا کا تو بس نہیں چل رہا ہے وہ دنیا کا خوب صورت ترین جوڑا تیار کروالیں' آسمان کے سارے ستارے اس پر لگوالیں۔"

"یہ ان کی محبت ہے۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"پھر کیا خیال ہے۔ تم کہو تو میں تمہیں لے جاؤں۔ تمہاری چوائس کا تم۔۔۔"

"نہیں۔ میرا خیال ہے انکل کی خوشی کو میں اولیت دوں گی۔ مجھے ان کی پسند پر بھروسا ہے۔" وہ جلدی سے بولی۔

"اور مجھے بھی ان کی پسند پر ہی ٹرسٹ ہے۔" اس کا لہجہ ذو معنی سا تھا۔

"ان کی پسند واقعی لاجواب ہے۔" حوریہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ کس طرح اس شخص سے بات کرے۔

اس کا انداز' مدھم بھاری لہجہ اس کے دل میں عجیب دھکڑ پکڑ مچا رہا تھا۔ یوں بھی پہلے بھی وہ اس شخص سے بے تکلف نہ تھی' مگر اب تو اس رشتے اور تعلق کے احساس نے اسے بالکل ہی خود میں سمٹ جانے پر مجبور کردیا تھا۔

"وہ امی بلا رہی ہیں مجھے۔" وہ بہانہ بنا کر بولی۔ حازم زیرلب مسکرایا۔

"یہ کچھ زیادہ پرانا گھسا پٹا طریقہ نہیں ہوچکا ہے۔ فی زمانہ امیاں ایسے موقعوں پر نہیں بلاتیں۔" وہ کچھ اس طرح معصومیت سے بولا کہ حوریہ بامشکل اپنی کھنکتی ہنسی روک پائی۔

"چلو خیر۔ بیسٹ آف لک۔ پھر ملتے ہیں کمنگ فرائیڈے کو۔ میرا خیال ہے اس دن تو امی نہیں بلائیں گی۔"



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

حوریہ نے لائن ڈس کنیکٹ کرکے ایک گہری سانس کھینچی۔ ایک خوشگواریت اس کی رگ و پے میں سرایت کرتی محسوس ہورہی تھی۔ اس کے لبوں کی تراش میں مدھم سی مسکراہٹ کھیلنے لگی۔

☆ ☆ ☆

تم نے مرجھائے ہوئے پھول کبھی دیکھے ہیں
دل کی قبروں پہ پڑے
ہجر کی لاش کی آنکھوں پہ دھرے
تم نے اکتائے ہوئے خواب کبھی دیکھے ہیں
درد کی پلکوں سے لپٹے ہوئے گھبرائے ہوئے
تم نے بے چین دعائیں کبھی دیکھی ہیں
محبت کے کناروں پر بھٹکتی ہیں
تم نے دیکھا ہے مجھے
کیا کبھی دیکھا ہے مجھے!!!

وہ مسہری پر چت پڑی تھی۔ خود سے بھی بے نیاز چھت پر نظریں مرکوز کیے۔ ہاں وہ زندہ تھی۔ کسی بھی گاڑی کے نیچے نہیں آئی تھی۔ اس کی رگ میں گلوکوز ڈرپ کی نوکدار نیڈل گھسی ہوئی تھی۔ پلاسٹک کی نلکی سے قطرہ قطرہ گلوکوز اس کی رگوں میں اتر رہا تھا۔ اسے توانائی دی جارہی تھی اس نے ایک مضمحل سی سانس بھری۔ جہاں آرا کی چنگھاڑتی آواز دیواروں کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی۔

"بڑا شوق ہے مرنے کا تو ایک بار مر کیوں نہیں جاتی۔ جان چھوڑے ہماری۔ ایویں خدمتیں کرتے پھریں اس منحوس کی۔ زندگی عذاب کرکے رکھ دی ہے۔" اس نے زور سے آنکھیں میچ لیں وہی چخ چخ چخ۔

"نیک بخت۔ تھوڑی دیر تو چپ کرجاؤ۔" ابا کی منمناتی آواز ابھری۔

"بس بہت ہوگیا۔ اسے —— کہیں ٹھکانے لگا دیں مجھے اب بخش دیں۔ مجھ سے نہیں ہوتیں یہ خدمتیں۔ لو دیکھو ذرا۔ کس دیدہ دلیری سے میرے سینے پر مونگ دل رہی ہے۔"

"ارے اس کی حالت تو دیکھو۔ مرتے مرتے بچی ہے۔ وہ بھلا مانس اسے گھر تک پہنچا گیا۔ ہمیں تو خبر نہ ہوتی کوئی گاڑی کچل کر گزر جاتی اسے۔" ابا رنجیدہ ہورہے تھے۔

"ارے اس پر گزر ہی جاتی تو اچھا ہوتا۔"

"خدا کا خوف کرو۔ جہاں آرا۔"

"بات سنیں۔ آپ جاکر اپنی لاڈلی کے پاس کھٹولا ڈال کر بیٹھ جائیں۔ ادھر میرے سر پر مت سوار ہوں۔ میرا دماغ ٹھکانے نہیں ہے۔" وہ جھنجلا کر برتن ادھر ادھر پٹخ رہی تھیں جیسے یہ برتن نہ ہوں فضا ہو جسے وہ اٹھا کر پٹخ دینا چاہتیں۔ ابا گھبرا کر موڑھے سے اٹھ گئے۔

"نہ خدا کا خوف کروں۔ اور چہیتی کے کارنامے دکھتے نہیں ہیں۔ ارے ذرا پوچھیں تو سہی کہاں مری ہوئی تھی کدھر گھومتی پھرتی ہے۔ جہاں دل چاہتا ہے منہ اٹھائے نکل جاتی ہے۔"

"اچھا۔ اچھا۔ اسے جاگ تو جانے دو۔ پوچھ لوں گا۔"

"بات سنیں۔" جہاں آرا تنک کر بولیں۔ ابا رک گئے۔

"آپا بتول کو کیا جواب دوں۔ میری مانیں تو اسے نصیر سے بیاہ دیں۔ گھر کی ذمہ داریاں پڑیں گی تو لگام لگ جائے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

گی۔" ابا کے چہرے پر تکلیف دہ رنگ بکھر گیا۔
"سوچتے ہیں اس پر بھی ذرا دم تو لو۔" ابا جھکے جھکے کندھوں سے وہاں سے چلے گئے۔ وہ چت پڑی کمرے کی چھت کو گھورتی رہی۔ جسے کچھ سن نہ رہی ہو۔ سمجھ نہ رہی ہو۔
"فضا!" ابا نے اندر جھانکا۔ اس نے جلدی سے آنکھیں زور سے میچ لیں۔ ابا نے اندر آکر اس کی پیشانی کو ہلکے سے چھوا تھا۔
"فضا!" ان کے ہاتھ کا میٹھا میٹھا لمس وہ اپنی ٹھنڈی پیشانی پر محسوس کرنے لگی۔
"کیا جاگ رہی ہو۔" ان کی محبت بھری آواز اسے سماعت پر پھوار کی طرح لگی۔
ایک پل اس کا دل چاہا وہ جلدی سے آنکھیں کھول دے اور اپنے اوپر جھکے ابا کا اپنائیت بھرا چہرہ دیکھے۔ مگر کسی نادیدہ خوف نے اسے ایسا کرنے سے باز رکھا وہ یونہی آنکھیں بند کیے پڑی رہی۔ ابا پلٹ کر جارہے تھے۔ اس کی آنکھوں کے گوشوں سے گرم گرم قطرے پھسل کر تکیے میں جذب ہوگئے۔

☼ ☼ ☼

گیلانی ہاؤس میں گویا بہاریں اتری ہوئی تھیں چاروں سے برقی قمقمے جگمگا رہے تھے آج تو نکاح کا دن تھا ایسا لگ رہا تھا پورے شہر کی روشنیاں گیلانی ہاؤس میں اتر آئی ہوں۔ ادھر یاور علی کے گھر میں بھی کم رونق نہ تھی۔ نزدیکی تمام عزیز و اقارب جمع تھے۔ رقیہ بھابھی کے میکے کی لڑکیوں نے حوریہ کو گھیر رکھا تھا۔ ہنسی مذاق 'چھیڑ چھاڑ' جاری تھی۔ حوریہ عباد گیلانی کی طرف سے بھیجے گئے شرارہ سوٹ میں ملبوس تھی۔ آج تو اس پر نظر نہ ٹھہر رہی تھی۔ اس کی بھوری آنکھوں کے کانچ اس کے اندرونی جذبوں سے اور بھی زیادہ روشن دکھائی دے رہے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا گویا چاند اتر کران آنکھوں میں آٹھہرا ہو۔ سنہرا سنہرا چمکتا چاند۔
عباد گیلانی سے تو آج یہ خوشی سنبھل نہ رہی تھی انہیں لگ رہا تھا وہ پھر سے جوان ہوگئے ہوں۔ ایسی توانائی محسوس ہو رہی تھی وہ چند عزیز و اقارب کے ہمراہ یاور علی کے گھر نکاح کی رسم کے لیے آئے تھے۔ ان کے دروازے پر پہنچے تو ایک پل انہیں لگا مارے خوشی کے ان کا دل بند ہو جائے گا۔ انہوں نے بے اختیار حازم کا ہاتھ سختی سے جکڑ لیا۔ ان کا دل لرزا۔ حازم نے جلدی سے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر انہیں سنبھالا دیا۔ عباد گیلانی بے اختیار اس کی طرف دیکھنے لگے۔ دوسرے پل اس کے سراپے پر نگاہیں جما کر محبت سے مسکرا دیے۔ سرمئی کلر کے شلوار سوٹ اور کڑھائی والی ہم رنگ واسکٹ میں وہ ہمیشہ کی طرح آج بھی منفرد اور جاذب نظر دکھائی دے رہا تھا۔ آج تو اس کی خوش نما آنکھوں میں سب کچھ پالینے کا نشہ ہلکورے لے رہا تھا۔ عباد گیلانی کو وہ اپنا پرتو لگا ایک پل کے لیے انہیں جانے کیا کچھ یاد آگیا۔
سیاہ ڈنر سوٹ میں ملبوس' چہرے پر پالینے کا تنتنا۔ تنی ہوئی گردن۔ فاتح عالم بنے وہ بہت سال پہلے اس گھر کی دہلیز پار کررہے تھے اور اس گھر سے ایک بے حد قیمتی ہیرا لے کر جارہے تھے۔ قیمتی۔ بہت قیمتی۔
وہ اپنے اعصاب پر سوار کسی احساس کے زیر اثر تھے۔ یاور علی کے گھر کے اندر قدم رکھتے ہی بے اختیار ان کی نگاہیں کسی چہرے کو کھوجنے لگیں۔
عاظمہ اندر چلی گئی جہاں خواتین جمع تھیں جب کہ بابر' حازم کے ہمراہ مردان خانے کی جانب چلا گیا جب کہ عباد گیلانی صحن میں ہی رک گئے۔ کیاری میں لگے وہ چمپا کے درخت کے پاس کھڑے رہ گئے۔ بہت چھوٹا سا پودا تھا۔ یہ ان دنوں۔ وہ از خود رفتہ سے اس گھمٹی رنگ کے تنے کی کھردری سطح پر ہلکے ہلکے ہاتھ پھیرتے ہوئے جانے کیا کچھ سوچنے لگے۔



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ان کے دل کی فضا پر یک دم ایک گہرا سکوت چھا گیا اور یہ سکون جانے کتنی دیر چھایا رہتا ایک مانوس آواز نے اس سکون کے شیشے کو توڑا تھا۔

"یہ مٹھائی کے ٹوکرے ابھی تک یہاں پڑے ہیں انہیں بھی مردان خانے میں پہنچانے ہیں۔" وہ جانے کس کو کہہ رہی تھی۔ شاید کسی ملازمہ کو۔

"مگر بولتے بولتے یک دم چپ ہو گئی تھی۔" ملکے سبز رنگ کے ہالے میں وہ چہرہ اجنبی نہ تھا۔ وہ مبہوت سے رہ گئے۔ مگر چند لمحے ستائش کے گزرے، وہ جلدی سے سنبھلے۔ جیسے کسی ٹرانس سے باہر آئے ہو۔ وہ ڈوپٹا پیشانی تک کھینچتے پلٹ رہی تھی وہ جلدی سے بولے۔

"مومنہ۔" وقت کی نبضیں بہت ہلکے ہلکے چل رہی تھیں دل کی فضا پر پھیلا سکوت اور بھی بڑھ گیا۔ وہ رک گئی مگر پلٹی نہیں۔۔۔۔ یہ گناہ وہ نہیں کر سکتی تھی۔ وہ اپنی آنکھوں کی زمین آلودہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ یہ دریا اب اس کے لیے نہیں تھا وہ سیراب نہیں ہو سکتی تھی۔

"بہت مبارک ہو تمہیں۔" چند مضمحل لمحوں سے گزرتے ہوئے عباد گیلانی بولے۔ اور ایک قدم آگے بڑھائے ایک مناسب فاصلے پر رک گئے۔

"آپ کو بھی بہت مبارک ہو۔" وہ بغیر پلٹے بولی۔

"میں آج بے حد خوش ہوں"

"جی ہونا بھی چاہیے۔ بیٹے کی شادی ہے معمولی خوشی تو نہیں۔" وہ دھیرے سے جواباً" بولی۔ اس کا لہجہ تلخ نہیں تھا مگر اجنبیت لیے ہوئے تھا۔

"میں زیادہ خوش اس لیے نہیں ہوں کہ حازم کی شادی ہو رہی ہے جبکہ یہ خوشی اس لیے ہے کہ اس کی شادی حور یہ سے ہو رہی ہے۔" پھر لمبے توقف کے بعد بولے۔

"میں نے گیلانی ہاؤس کے لیے ایک ہیرا چنا ہے مجھے فخر ہے کہ وہ تمہاری بھتیجی ہے۔ تمہارے سائے میں پلی بڑھی ہے۔" مومنہ پلٹ کر ایک استہزائیہ آمیز مسکراہٹ اس پر ڈالنا چاہتی تھی۔ اسے ان لفظوں سے کوئی خوشی نہیں مل رہی تھی۔

"خدا کرے کہ گیلانی ہاؤس میں اس کے لیے بہت وسعت اور کشادگی ہو۔ اسے ہیرا ہی سمجھا جائے اور اس کی قدر کی جائے۔" باوجود ضبط کے اس کا لہجہ کڑوا اور تلخ ہو گیا۔

یہ ساری کڑواہٹ عباد گیلانی اپنے روم روم میں اترتی محسوس کر کے چپ سے رہ گئے۔ فوری رد عمل کے طور پر اس کا مناسب سراپا دیکھتے رہ گئے۔

"میرا خیال ہے اب نکاح کی رسم شروع کر دی جائے۔" وہ رخ موڑے تصور میں اس کے چہرے پر پھیلنے والی بے قراری اور شرمندگی کو واضح طور پر محسوس کر سکتی تھی۔

وہ ایسا جان کر نہیں کرنا چاہتی تھی مگر نادانستگی میں یہ کڑواہٹ دل سے ہوتی لبوں تک آ گئی تھی۔

"پتا نہیں کیوں۔ ماضی جتنا بھی تلخ ہو۔ اس کی یادیں اذیت دیتی ہوں مگر اس اذیت کو سہنا اچھا لگتا ہے۔" وہ ہلکی سانس کھینچتے ہوئے دھیرے سے بولے۔ ان کا لہجہ اتنا مدہم تھا گویا وہ خود سے کہہ رہے ہوں۔

دل صحرا تھا اور سامنے دریا تھا مگر فاصلے بلا کے تھے۔ وہ ان فاصلوں کو نہیں پاٹ سکتے تھے۔ سو پلٹنے لگے۔ تب اس کی آواز ابھری۔

"عباد۔ میرے پاس فقط یہی متاع ہے۔ جو میں تمہیں سونپ رہی ہوں۔ اسے کبھی آزمائش کی بھٹی میں مت جھونکنا۔ یہ گیلانی ہاؤس میں بڑے خوش نما خواب لے کر اتر رہی ہے اس کے خواب بکھرنے نہ دینا۔ اسے اجڑنے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نہ دینا۔ ورنہ میں بھی نئے سرے سے بکھر جاؤں گی۔" وہ دوپٹے کا کونا اٹھا کر شاید آنکھیں رگڑ رہی تھی۔ پھر تیزی سے اندر چلی گئی۔

"عباد کو اپنا وجود ندامت کی ریت میں دھنستا محسوس ہونے لگا۔ وہ یک دم مضمحل اور شکستہ نظر آنے لگے۔ ان کا دل چاہا وہیں فرش پر بیٹھ کر بچوں کی طرح رونے لگیں۔ خود احتسابی کا عمل بڑا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اور وہ بارہا اس تکلیف دہ مرحلے سے گزرے تھے مگر اس وقت ان کی روح کو جیسے کوئی وزنی ہتھوڑے سے کوٹ رہا تھا۔ وہ شکستہ قدموں سے مردانے میں چلے گئے۔ نکاح کی رسم ادا ہونے والی تھی۔ وہ حازم کے ساتھ لگ کر بیٹھ گئے۔

نکاح کی رسم ادا ہوتے ہی مبارک باد کا شور اٹھا بابر نے حازم کو گلے سے لگا کر مٹھائی کھلائی۔ ایک ٹکڑا اپنے منہ میں بھی ڈالا پھر اس کے کان میں تقریباً گھستے ہوئے بولا۔

"میرا خیال ہے بھابھی کا دیدار کرلو تاکہ ہماری بھی باری آئے۔ آخر دیکھیں تو سہی کون سا ایسا گوہر نایاب ہے جس نے آپ کو چاروں شانے چت کردیا ہے۔" حازم نے اسے گھورنے پر اکتفا کیا تھا۔ بابر مسکرا کر وہاں سے اٹھ گیا۔ اور شامیانے سے باہر آکر ایک کونے میں کھڑا ہو کر سگریٹ سلگا کر پینے لگا۔

اچانک ہنسی کی جھنکاروں کا شور سا اٹھا۔ اس نے سگریٹ جلدی سے بجھا کر نزدیکی گملے میں ڈال دی۔

لڑکیوں کے جھرمٹ میں دلہن کو شامیانے میں لایا جا رہا تھا۔ خوب صورت شرارہ سوٹ میں ملبوس دلہن سج سج کر قدم اٹھا رہی تھی۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)


ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے 4 خوبصورت ناول

میرے خواب لوٹا دو

نگہت عبداللہ

قیمت -/400 روپے

کسی راستے کی تلاش میں

میمونہ خورشید علی

قیمت -/350 روپے

شریک سفر

زہرہ ممتاز

قیمت -/550 روپے

ساری بھول ہماری تھی

راحت جبیں

قیمت -/300 روپے

منگوانے کا پتہ: مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 32735021





WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

مصباح علی

# وصل جاناں

چھوٹے بڑے سنہرے تاروں سے بھرا سیاہ آسمان اپنے سینے پر پورا گول چاند لیے کسی حاکم کی طرح گردن اکڑائے لگتا تھا۔ گرمی کے موسم میں ٹھنڈی ادھر ہوا کسی باندی سے کم نہ تھی' جو مسلسل جگر جگر کرتے سنہرے سیاہ آسمان کو پنکھا جھلنے پر معمور ہو۔ اس کے جھونکوں میں سنہری کرنیں لپٹ کر بادلوں پر سیر کرتیں' پتوں کو چھوتی معطر ہو جاتیں۔ کوئی ایک آدھا جھونکا اس کے تپتے صحرا سے بدن کو چھوتا تو اس کا اندر تک بھڑک جاتا۔ کھجور کے بان سے بنی چارپائی اسے مقتل گاہ لگ رہی تھی۔ کروٹیں بدلتا اس کا تن من کسی نادیدہ آگ میں جھلنے لگا۔ تراویح پڑھ کر سامنے دوسری چارپائی پر بے فکر لیٹا ابا اس بات سے غافل تھا کہ بیٹی کیوں خاکستر ہو رہی ہے۔ اماں بھی برابر میں سکون سی سوئی ہوئی تھی۔ انہیں سحری کے لیے جلدی اٹھنا تھا۔ کسی کو تپش تک محسوس نہ ہوئی۔ سیاہ آسمان' سنہرے چاند تارے' مسحور پاگل ہوا' معطر پتے کسی نے کچھ محسوس نہیں کیا' کسی کو فرق نہیں پڑا صرف وہ سلگی۔ آنکھیں گرم ہو کر جلنے لگیں۔ وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔ سانس رکنے لگی' پھر تیز ہوئی۔ صبح سحری کی بھی فکر تھی اور نیند کوسوں دور سمندر پار کسی دیوتا کا دیدار کرتی۔

"میں اتنی بے چین' بے قرار ہوں' ایسا ممکن ہے اسے پتا بھی نہ ہو؟"

اس نے بار بار خود سے یہ سوال کیا۔ چارپائی سے پاؤں لٹکائے۔ اس کی چرمر پر بھی اماں جاگیں نہ ابا ہلے وہ ننگے پاؤں چلتی کمرے میں آگئی اس وقت آسمان اور اس کی ہمنوا بنی ہر چیز بیرن لگ رہی تھی۔ کمرے کی سوندھی مٹی پر اس کے تلوے جل رہے تھے۔ ایسے گمان تھا کمرے کی ہر چیز انگارہ بنی جاگ رہی ہو۔ ہر دیوار' دریچے' بوسیدہ کھڑکی اور یہاں تک کہ پرانے صندوق اور اس پر پڑا تالا سب چیزوں پر ڈراؤنی شکلوں کا وہمہ ٹھہرا۔ خوف سے حلق سوکھا اور آنسوؤں کا کڑوا گولا حلق میں پھنسا' چہرہ قندھاری انار جیسا دہک گیا۔ اس نے بنا آواز کے آہستگی سے صندوق کا تالا کھولا' پٹ الٹا۔

گونگی بہری خاموشی میں ڈوبیں نبضیں دل کی جی چاہیے پھر مرجائیں' یا اپنے آپ کو ماریں

اس نے صندوقچے سے ایک سفید کاٹن کا کرتہ نکالا جو خاص کر اس نے اس کے لیے خود کاڑھا تھا۔ وہ اسے دونوں ہاتھوں میں دبوچے زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ آنکھوں سے گول موتی ٹوٹ کر کرتے میں جذب ہونے لگے۔ اس کی دھندلی نگاہ کھلے پٹ سے نظر آتے سوئے ہوئے ابا پر گئی۔ کتنے آرام سے آکر اماں سے کہہ دیا۔

"دے آیا ہوں جواب' ہماری طرف سے وہ آزاد' ہم ان کی طرف سے....."

وہ نل کے پاس بیٹھی پانی پی رہی تھی اور ایسا لگا کوئی تریاق تھا جو گلے سے اترنا مشکل ہو گیا۔ سارا بدن نیلوں نیل' دل چھلنی۔

"سارے بچے بیاہ دیے اور میری' ہونہہ....."

انہوں نے نخوت سے گردن جھٹکی دم بھی تک چھ



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سالوں سے اس کے انتظار میں بیٹھی ہے۔ بات ہے کوئی کرنے والی۔" غصے میں ابا کے کان کی لوئیں گرم ہو رہی تھیں۔

"چار پیسے کیا آ گئے تمہاری بہن جی کے پاس... دماغ ساتویں آسمان کو پہنچ گیا۔ اب کیوں ہم غریب غربا سے ملے گی۔" اماں نے کھانا ابا کے سامنے دھرا، پھر اچٹتی نگاہ اس پر ڈالی۔ وہ کھرے کی منڈیر پر ٹکی تھی۔ وجود سو من بھاری ہو گیا تھا، اٹھنا محال۔

"میری کون سا بیٹھی رہے گی، کتنی سوہنی، ہیرے جیسی دھی (بیٹی) ہے میری، ایک سے بڑھ کر ایک رشتہ آ جائے گا، رکھے سنبھال کر تمہاری بہن اپنے سپوت کو..." پھر انہوں نے اس گٹھڑ کو کھولنا شروع کیا، جو ابا واپس لائے تھے۔ مبادا سامان سارا بھیجا یا کچھ رکھ لیا۔ اس میں وہ تمام کپڑے اور چیزیں تھیں جو منگنی کے نام پر چھ سال پہلے امروز حیات کے لیے گئی تھیں۔ کتنے ارمانوں سے ایک ایک چیز بنائی تھی۔ ساری چیزیں اس کی پسند سے خریدیں اور خاص کر شیو کا سامان بہت جھجکتے ہوئے، مگر میرو نے اماں سے کہہ دیا تھا۔

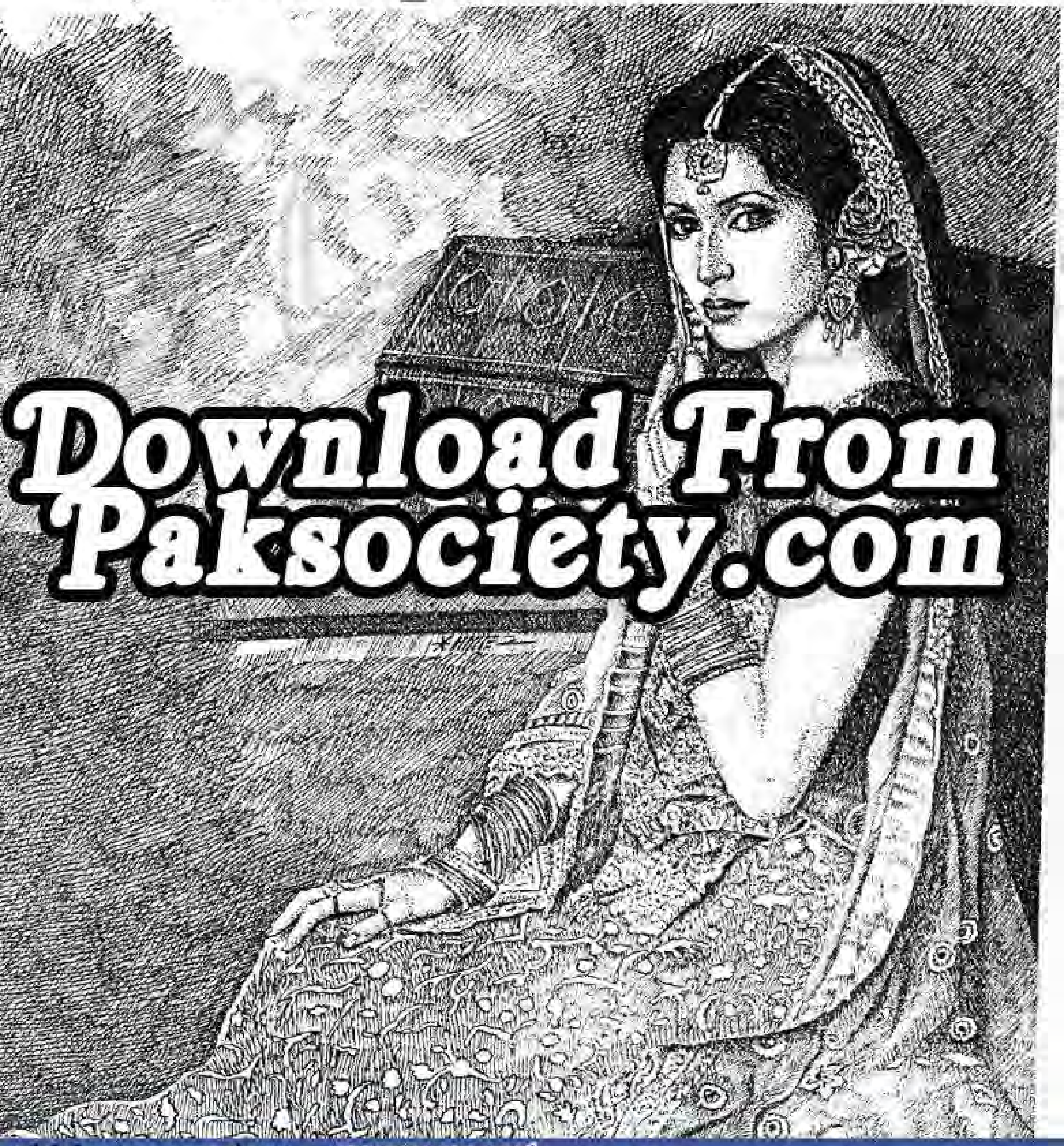

Download From Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"اماں وہ ابا سے کہہ کر شہر سے منگوالو۔ ذرا اچھا خوشبودار مل جائے گا۔"

زبیدہ نے حیرت سے ہونٹوں پر انگلی جمائے کچھ دیر اسے دیکھا' پھر مسکرا دی۔ "اچھا... چل کہہ دوں گی۔"

شیو کے سامان کے ساتھ ابا دو پینٹ شرٹ بھی لے آئے۔ "بابو لگے گا یہ پہن کر...."

دو کرتے اس نے کاڑھے تھے۔ کھلا کرتہ اس کے مضبوط چوڑے جسم پر بہت سجتا تھا۔ منگنی والے دن اس نے وہی پہنا اور رات خاموشی سے آیا۔ اس کے کمرے کی کھڑکی باہر تنگ گلی میں کھلتی تھی۔ وہی کھڑکا کر کھلوائی۔ میرو اس کی دستک خوب پہچانتی تھی۔ بہت عرصے سے سنتی آرہی تھی۔ لکڑی کے وہ بوسیدہ پٹ ان کے درمیان واحد سفارتی رشتہ تھے۔ اس نے بنا آہٹ پیدا کیے پٹ وا کیے۔ چاند کی روشنی اس کے چہرے پر ترچھی گر رہی تھی۔ سنہری روشنی میں نہایا اس کا وجود اور سفید براق لباس.... وہ پگھلے سونے چاندی سے تراشا خاص مجسمہ لگ رہا تھا۔ میرو کی آنکھیں چندھیا گئیں۔

"کیسا لگ رہا ہوں؟" اس کی آواز دل پر گھنٹیوں کی طرح بجی۔

"اچھا...." وہ بس یہ ہی کہہ پائی۔

"ہونہہ....!" وہ معنی خیز مسکایا' پھر کچھ توقف سے کہا۔ "جب تو ساتھ ہوگی نا' تب ہوگی' ٹور دیکھنے والی۔"

سانسوں کی ہلچل نے بغاوت کی۔ شرم سے سرخ پڑتے اس نے فوراً" پٹ بند کر دیے۔ وہ بہت دیر کھٹکھٹاتا رہا۔ چاہتے ہوئے بھی اس نے پٹ نہ کھولے۔ دستک دیے بہت پل بیت گئے۔ دھڑکتا دل فریاد بنا نگاہیں بے قرار۔ اس نے آہستہ سے پٹ کھولا۔ سامنے کوئی نہیں تھا۔ شاید وہ چلا گیا تھا۔ بے تحاشا دستک پر بھی دروازے نہ کھلیں تو اجنبی مسافر پلٹ جاتے ہیں۔ شاید وہ پلٹ گیا تھا۔ دل احتجاج پر اترا' آنکھیں برسنے کو تیار اور آن واحد میں وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ اجنبی مسافر نہیں تھا جو پلٹ جاتا۔ اس نے جاندار قہقہہ لگایا تھا۔

"مجھے پتا تھا تو ضرور کھولے گی' اب بتا کیسا لگ رہا ہوں۔"

وہ سندوری لب کچلتے آہستہ سے بولی۔ "چاند سے پوچھ لے' وہ تجھے ہالے میں لے رہا ہے۔"

اس نے اک شکوہ کناں نگاہ کھوجی چاند پر ڈالی' پھر گمبھیرتا آواز میں کہا۔ "لیکن میں تیرے ہالے میں رہنا چاہتا ہوں' بہت جلد تیرا عکس مجھ پر چڑھ جائے گا۔"

شاید کوئی گلی میں آگیا تھا یا آوارہ کتوں کو بھونکنے کی عادت تھی۔ وہ میرو کی بدنامی کے خوف سے فوراً" کھڑکی سے ہٹا اور جاتے جاتے ایک سرخ گلاب کھڑکی پر رکھ' خدا حافظ کہہ کر چلا گیا۔ وہ پھول میرو کو دنیا کی سب سے خوب صورت اور قیمتی چیز لگا تھا۔ اس نے فوراً" اٹھایا لبوں سے چھوا اور آنکھوں کو لگا لیا۔

☆ ☆ ☆

"تیری ضد پر منگنی تو میں نے کردی' مگر ایسے کیسے بیاہ لاؤں' تو کوئی کام تو کرتا نہیں' پہلے کچھ کما' تیری بہنیں ہیں' بھلے چھوٹی سہی' مگر پہلے ان کا کروں گی' پھر اپنی شادی کا سوچنا۔" اور بہنوں کی شادی سے پہلے ڈھیر جہیز جمع کرنا۔ بھائی چھوٹا تھا۔ ابا کی دو قلعہ زمین تھی۔ وہ گھر کا پورا کرتا یا شادیاں.... میرو کو اپنی زندگی میں جلد لانے کے لیے اسے خوب محنت درکار تھی۔ نوٹ چھاپنے تھے۔ بھلے کسی طرح' خون پسینے سے' جان مار کر' کسی بھی ذریعے' وہ ہر کام کرنے کو تیار تھا۔ ایک دوست نے باہر کا راستہ دکھایا۔ پلمبر کا کام سیکھ رکھا تھا۔ ابا سے ذکر کیا۔ انہوں نے صاف جواب دے دیا۔

"ویزے کے لیے رقم میرے پاس کہاں۔"

وہ ماں کے ترلے کرنے لگا۔ بہت مشکل سے راضی ہوئیں۔ اپنے جہیز کے بھاری کنگن اور جھومر صرف اس شرط پر دیے۔ "اپنی لاڈلی بنو سے پہلے میرے یہ واپس لوٹا دینا۔"



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"میری پیاری ماں!" فرمائش پوری ہونے پر اسے بھی دل کھول کر لاڈ آیا' وہ ماں سے لپٹ کر رس گھلے لہجے میں بولا۔

"مجھے دنیا میں لانے والی تم ہو' وجود دیا تو اس دل میں میرو سمائی۔ نہ تم وجود بخشتیں' نہ میرو اس دل پر چڑھتی۔"

اس نے انگشت اپنے دل پر رکھی تھی۔ "اماں میرو یہاں ضرور رہتی ہے' مگر میری ماں میرے سارے وجود میں رہتی ہے' اس سے پہلے تو ہے۔" بیٹے کے پیار بھرے بول' رشیداں کا ڈھیروں خون بڑھا گئے اور بیٹے کے باہر جانے کی خوشی میں پورے خاندان کی بڑی سی دعوت رکھ دی۔

ہر فرد خوش تھا۔ سینہ چوڑا کیے شامل ہوا۔ خاندان کا کوئی لڑکا آج تک کمانے شہر نہیں جاسکا اور امروز چلا سعودی عرب۔ جیسی زمین ویسے بخت۔ لوگ ہاتھ ماتھا چومتے اور حاجی کا لاحقہ پہلے ہی لگالیا۔ رشیداں کے پاؤں زمین پر نہیں تھے' زبیدہ ساس ہونے کے ناطے تنی ہوئی تھی۔ ہر کوئی اس کی نظر اتارتا۔ بلائیں لیتا' ماتھا چومتا' خوشی چہروں سے چھلکتی تھی۔ نہیں خوش تھی تو صرف میرو۔

دعوت میں ایسے شامل ہوئی جیسے سارے بدن کا خون کسی جونک نے چوس لیا ہو۔ لڑکیاں ہنستی مسکراتیں اسے دیکھتیں' قسمت پر رشک کرتیں اور اسے لگ رہا تھا جیسے اس کی میت پر مرثیہ پڑھا جارہا ہو۔ دل کسی بھاری پتھر کے نیچے مسلسل رگڑ کھارہا تھا۔

وہ صحن کے آخری کونے میں درخت کے نیچے بچھی چارپائی پر آکر بیٹھ گئی۔ روشنی' قمقمے' کھانے کی خوشبو قہقہے ہر چیز کسی سوتن کی طرح ڈس رہی تھی۔ وہ سب سے نظر بچاتا اسے ڈھونڈتا خاموشی سے اس کے پاس آکھڑا ہوا۔ چاند کی کرنیں درختوں کے پتوں سے چھن کر دونوں پر گرنے لگیں۔

"کیا بات ہے۔ یہاں کیوں بیٹھی ہے؟" وہ چپ تھی۔ بہت دیر سے ضبط کیے آنسو غلافی آنکھوں سے جھڑنے لگے۔

"تو رو رہی ہے۔" وہ برق رفتاری سے سامنے آکھڑا ہوا۔ اس کی ٹھوڑی اپنی پوروں پر اٹھائی۔ آنسو رخسار کو چیرتے ٹھوڑی سے ٹپک سینے پر گر گئے۔

"پاگل ہوگئی ہے کیا۔" اس نے تراشیدہ ناک کی نمی کھینچی اور اس کے برابر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا تیرا جانا بہت ضروری ہے' یہاں رہ کر کچھ کرلے۔"

"تجھے پانے کے لیے بہت ضروری ہے اور یہاں کوئی کام مل ہی نہیں رہا' جس سے ممکن ہو۔" بھیگی پلکیں حیرانگی سے اٹھیں۔

"میں نے کب کچھ فرمائش کی ہے۔"

"بے شک تو نے نہیں کی' مگر مجھے تیری خواہشوں کی پروا تو ہے۔ تو فکر نہ کر' دو چار سالوں میں آجاؤں گا۔"

"دو... چار سال..." اٹکتے لفظ سانس بھی روکنے لگے۔

"یہ وقت گزرتے پتا بھی نہیں چلے گا' بس تو پریشان نہ ہونا' ہاں مجھے یاد ضرور کرنا۔" اس نے اسے دلاسا دیا اور وہ بھی بہلاوے میں آگئی۔

☆ ☆ ☆

اس نے وہاں جاتے ہی سب سے پہلے عمرہ کیا تھا اور غلاف کعبہ تھامتے جہاں بہت کچھ مانگا وہاں بے ساختہ دل سے نکلا۔ "اے میرے اللہ! میں جس وجہ سے یہاں آیا ہوں' اتنی دور' وہ کام جلد اور آسان بنادے۔"

اور اللہ کی مدد سے اسے بہت جلد کام مل گیا۔ چند ہی مہینوں میں پیسا گھر آنے لگا۔ گھر کی حالت بدلنی شروع ہوگئی۔ تین سالوں میں تین بہنیں بیاہ دیں۔ بھائی پڑھنے شہر جانے لگا۔ ابا نے زمین پر ہاری رکھ لیا۔ خود گھر پر آرام کرنے لگے۔ اب وہ گاؤں کا بہترین گھر بن چکا تھا۔ تمام آسائشوں' سہولتوں والا۔ اماں ٹھنڈے کمرے میں لیٹ کر مزے سے فون پر باتیں بگھارتیں اور وہ کسی آفس کے ٹھنڈے کمرے کے ٹھنڈے شیشے کو باہر کی جانب سے صاف کررہا ہوتا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

# پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

| | | | |
|---|---|---|---|
| عُمیرہ احمد | صائمہ اکرام | عُشنا کوثر سردار | اشفاق احمد |
| نمرہ احمد | سعدیہ عابد | نبیلہ عزیز | نسیم حجازی |
| فرحت اشتیاق | عفت سحر طاہر | فائزہ افتخار | عنایتُ اللّٰہ التمش |
| قُدسیہ بانو | تنزیلہ ریاض | نبیلہ ابر راجہ | ہاشم ندیم |
| نگہت سیما | فائزہ افتخار | آمنہ ریاض | مُمتاز مُفتی |
| نگہت عبدُاللّٰہ | سباس گُل | عنیزہ سید | مُستنصر حُسین |
| رضیہ بٹ | رُخسانہ نگار عدنان | اقراء صغیر احمد | علیمُ الحق |
| رفعت سراج | اُمِ مریم | نایاب جیلانی | ایماے راحت |

# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

www.paksociety.com

صحرا کے سورج کی جلتی کرنیں چنگاریوں کی طرح پشت جھلسا دیتیں اور ہاتھ ٹھنڈے شیشے سے سرد پڑتے۔ اگر کام کرتے تھکنے لگتا تو میرو کی یاد اس ریت کی تپتی وادی میں نخلستان کا ٹھنڈا جھونکا ثابت ہوتی۔ اس کو پانے کی تڑپ پھر سے طاقت بھر دیتی۔ اک جاننے والے کے ہاتھ چوری چھپے میرو کے لیے موبائل بھیجا اور اس نے بھی چھپا کر رکھ لیا تھا۔ اماں، ابا سے چوری کبھی نکالتی۔ بمشکل سگنل آتے ٹوٹ ٹوٹ کے، کچھ بات ہو ہی جاتی۔ میرو کی صرف ایک فرمائش تھی۔

"امروز اب آجا۔۔۔ پھوپھی کے سارے کام ہو تو گئے ہیں۔"

"تو کیوں فکر کرتی ہے، آجاؤں گا بس تھوڑا انتظار اور کرلے۔"

"یہ انتظار بہت تکلیف دہ ہے امروز۔۔۔" اس نے سرد آہ بھری اور امروز نے اپنی آہ بھی اس سے چھپالی، مبادا مزید دکھی ہو۔

"تکلیف دہ ضرور ہے میرو، لیکن اتنا کما لاؤں گا تو ہر تکلیف بھول جائے گی۔"

"مجھے کچھ نہیں چاہیے امروز، پکے گھر، ٹھنڈے کمرے، ریشمی لباس، مجھے اچھے نہیں لگتے۔ میں پیپل کے نیچے زندگی گزار لوں گی، کچا صحن، کھردرا کپڑا تکلیف نہیں دے گا اگر تو ساتھ ہو تو۔۔۔"

"جدائی میں پگلا گئی ہے تو۔۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" پھر ہنسی ٹھٹھول سے اسے ٹال دیتا، وہ اس کا دل رکھنے کو ہنس پڑتی اور وہ اپنی کھوکھلی ہنسی میں آنسو پی جاتا تھا۔ کیونکہ دل تو بے طرح سے اس کے لیے دھڑکتا تھا۔ جب جب اماں سے کہا۔

"اماں اب دن رکھ دو۔۔۔ میں آجاتا ہوں۔"

کوئی نئی فرمائش نکل آتی، ضرورتوں کے منہ کھل جاتے، کتنی عیدیں، بقرہ عیدیں اسے سوچتے گزر گئیں۔ امید کا جگنو سینے سے لگائے وقت گزارنے لگا۔ زبیدہ اور اکرام الگ پریشان تھے۔ آخر کب تک بیٹی کو بٹھائے رکھتے۔ اس سے چھوٹی دونوں بہنوں کے بیاہ ہوگئے۔ چھوٹے بیٹے کا رشتہ طے ہوگیا۔ ہر بار اکرام نے رشیدہ سے کہا تھا۔ "آپا امروز کو بھی بلالو میں ساتھ ہی میرو کے فرض سے فارغ ہو جاتا ہوں۔"

"تجھے تو بیٹی بہت بھاری پڑ رہی ہے اکرام۔۔۔"
رشیداں نے چوڑیوں سے بھاری ہاتھ نچایا۔
"ہو جائے گی ان کی شادی بھی، پہلے اگلے کام تو نپٹ جائیں۔"

اتنے عرصے میں اس کا ایک بھی چکر نہیں لگا تھا۔ سعودی عرب زیادہ دور نہیں تھا، نہ بہت خرچا آتا۔ پہلی بہن کی شادی پر آنے لگا، مگر رشیداں نے منع کر دیا، کیا کرے گا آکر، بلاوجہ کا خرچا ہوگا اور پھر اتنا بڑا خاندان ہے، سب کے لیے تحفے الگ لانے پڑیں گے۔ کچھ عرصہ کمالے، پھر ایک دفعہ ہی آجانا۔

دوسری کی شادی پر ڈرتے ڈرتے کہا۔ "میں بھی شامل ہوں گا۔"

اماں نے پھر سے سمجھا دیا اور ساتھ ٹکٹ کے پیسوں سے بہن کے لیے فریج اور اے سی کی فرمائش کردی۔ "تیری طرف سے تحفہ ہو جائے گا، ٹکٹ تو غارت ہی جائے گا۔"

تیسری بہن کی شادی پر اس نے تذکرہ ہی نہ کیا۔

☆ ☆ ☆

بارش کی کن من بوندوں کی طرح دن بیت گئے۔

چھ سال ہوگئے تھے اکرام کی برداشت جواب دے گئی۔ وہ چاہتے تھے اس عید پر امروز آئے اور وہ بیٹی کو رخصت کردیں۔ وہ افطار کے بعد نماز مغرب سے فارغ ہو کر سیدھے بہن کے گھر چلے گئے اور دو ٹوک بات کی۔

"اگر تو امروز اس عید پر آتا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ تم اپنے گھر راضی، ہم اپنے۔۔۔" رشیداں تو جیسے منتظر ہی بیٹھی تھی۔ کھٹاک سے کہہ دیا۔

"میرے بیٹے کو بھی کمی نہیں ہے، ایک چھوڑ دس دس رشتے خود چل کر آئیں گے۔" منگنی کی چیزیں باندھ بھائی کے آگے رکھ دیں۔ ان چیزوں میں سے ایک بھی چیز امروز کو استعمال نہیں کرنے دی تھی۔ اس



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کے اصرار کے باوجود کوئی چیز ساتھ لے جانے نہ دی۔

"بے وقوف منگنی کی چیزیں کون استعمال کرتا ہے' کل کلاں طعنہ ماردیں گے ہماری چیزوں پر بیٹھا تھا۔"

عجیب لوگ عجیب دستور' اپنا سامان بھی واپس مانگ لیا' ان چیزوں کو دیکھ کر میرو کے دل پر قیامت ٹوٹ گئی تھی۔

اس طرف وارفتگی ہے' اس طرف اک تشنگی
سوچ تجھ کو کیا ملا ہے' پھر ادھر جانے کے بعد

سحری کا وقت ہونے والا تھا۔ آنسوؤں سے گیلا کرتہ واپس صندوق میں بند کردیا۔ صندوق کی آخری تہ میں چھپا رکھا سوکھا گلاب ہلکا سا پوروں سے چھوا پھر اخبار ڈھک کر صندوق بند کردیا۔ اس صندوق میں اماں نے تمام چیزیں بڑبڑاتے ہوئے ٹھونسی تھیں۔

"کم بخت کے نصیبوں میں نہیں تھا اچھا سامان' ہمیں کیا' کرے عربوں کی چاکری' میری کو اور مل جائے گا۔" میرو کا دل ریل کے پہیے نیچے دبتا چلا گیا۔

✵ ✵ ✵

رمضان کا مہینہ اختتام کو پہنچا چاند رات چھانے لگی۔ جولائی کے اوائل کا موسم بہت خوب صورت ہوگیا تھا۔ آسمان کے کناروں پر بجلی کی لکیر دوڑی' پھر بادلوں کو چیرا۔ کچھ ہی دیر میں ٹپ ٹپ بوندیں کچے آنگن میں ایسے آگریں جیسے کچی گریاں ٹوٹ رہی ہوں۔ وہ اپنے کمرے کی چوکھٹ پر کھڑی تھی۔ ٹوٹتی گریاں اس کے من پر چابک کی طرح برس رہی تھیں۔ گہرے ہوتے بادلوں کو چھو کر آتی خنک ہوا کے جھونکے اس کی آنکھوں میں لالی بھرنے لگے۔ ذہن کہاں سے کہاں بھٹک رہا تھا۔

آج جو کچھ اس کی بہنوں نے کہا تھا کیا وہ سچ تھا۔ کاش وہ سب سننے سے پہلے وہ ختم ہوجاتی۔ سب اتنے بے حس کیوں ہوگئے' کسی کو اس کی چاہ سے کچھ لینا دینا نہیں' کسی کو خیال نہیں' ایسا ہو بھی کیسے سکتا ہے؟ کتنے سوال اس کے وجود کو چیونٹیوں کی طرح کاٹ رہے تھے۔ اس عید پر زبیدہ نے معمول سے ہٹ کر انتظام کر رکھا تھا۔ خواہ مخواہ ہی دعوت رکھ دی اور اس کے لیے تو خاص طور پر قیمتی ریشمی لباس آیا تھا۔ کانچ کی بہت ہی خوب صورت رنگین چوڑیاں' سنہرے کنگن نگوں والے چمکتے سینڈل' پرس اور بہت الا' بلا' زبیدہ بار بار اسے مہندی لگوانے کی ہدایت جاری کرتیں' بھتنیں کئی بار مہندی اٹھا اس کے پاس لگانے آئیں۔ اسے اس ساری چیزوں' تیاری سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ یہ سب چیزیں اس کی ترجیحات میں بہت پیچھے تھیں اور سب سے پہلے مل رہی تھیں۔ وہ پتھر کی مورتی کی طرح سب کچھ دیکھتی رہی' پھر اٹھ کر دروازے میں کھڑی ہوگئی۔

دل رو' رو کر فریاد کررہا تھا کہ صبح عید نہ ہی ہو' بلکہ کبھی بھی نہ ہو' سورج کہیں گم ہوجائے یا نکلنا بھول جائے' ہر چیز جم کر سرد ہوجائے' کچھ بھی ہو کل صبح نہ ہو' بجلی کا ایک بڑا سا گولا گڑگڑاتے ہوئے یک لخت سارے آسمان کو چیرتا گزرا۔ سیاہ آسمان' صحن' درخت بے حد روشن ہوگئے تھے۔ عین اسی لمحے اس کی نگاہ گھر کے داخلی دروازے پر گئی اور پھر نگاہ پلٹنا بھول گئی۔ سانس ٹوٹی بکھری پھر آہستگی سے تیرنے لگی۔ وہ مجسم اس کے سامنے کھڑا تھا۔ شاید بادلوں سے اترا تھا یا ہوا کھینچ لائی تھی' مگر وہ سامنے تھا۔ اس سے چند قدم آگے پھوپھی رشیداں۔

✵ ✵ ✵

اسے جیسے ہی رشیداں نے فون پر بتایا تھا۔ "تیرا ماما منگنی توڑ گیا ہے۔"

وہ فون پر ہی دھاڑا۔ "ایسا کیسے ہوگیا؟ کیوں؟ ماما جی ایسا کیسے کرسکتے ہیں؟ میری آج ہی بات کرواؤ ان سے۔"

"لے ہو کیوں نہیں سکتا' شروع دن سے اکھڑ دماغ ہے تیرا ماما' زیادہ ہی بگڑ رہا تھا کہ لڑکی کی عمر نکل رہی ہے بیاہ کرو' لو جاؤ ہوجائے گی شادی بھی' ایسی بھی کیا لڑکی گھر سے نکلی جارہی ہے' لڑکے کو تو آلینے دو۔ پر نہ جی'



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اگلا نہیں مانا' اپنا سامان لے' ہمارا پھینک یہ جا وہ جا۔ کہہ رہا تھا' کہیں اور دیکھ لیا ہے رشتہ۔۔۔" اماں نے کتنی آسانی سے وضاحت دے دی' اس کی حالت کا سوچے بغیر۔

"چھ سال سے میرا اس کے ساتھ نام جڑا ہے' ایسے کیسے الگ ہوسکتا ہے' کہیں اور وہ کیسے رشتہ کرسکتے ہیں' میں ہر چیز تہس نہس کردوں گا۔"

"تو کیوں باولا ہوا ہے۔" وہ قدرے ڈپٹ کر بولیں "تجھے کمی ہے کیا' ایک چھوڑ ہزار ہیں تیرے لیے' اور تیری خالہ صبوری کی لڑکی کتنی خوب صورت ہے' ٹرک بھر بھر جہیز دیں گے اور اکرام نے کیا دینا تھا' اپنی ہی روٹی کے لالے پڑے رہتے ہیں۔"

"اماں۔۔۔" وہ چنگھاڑا۔ "مجھے جہیز نہیں میرو چاہیے اور تم جانتی ہو میں صرف اسے پانے کے لیے یہاں پردیس میں رل رہا ہوں اور تم کہہ رہی ہو' رشتہ ٹوٹ گیا۔ اگر یہ رشتہ ٹوٹ گیا اماں تو تیرا بیٹا بھی ٹوٹ جائے گا' کبھی نظر نہیں آئے گا کسی کو۔۔۔"

اس کی آواز شدید غصے اور غم سے پھٹی جارہی تھی۔ اس نے فون بند کیا اور پاکستان آنے کی کوشش شروع کردی۔ پندرہ دن کے اندر اندر اسے چھٹی مل گئی۔ کہاں اتنے برسوں سے نہیں آیا تھا اور اب صرف چند دن میں آگیا تھا۔ وہ سب سے پہلے ماما اکرام کی زمینوں پر ان سے ملنے گیا تھا۔ وہاں ہی اسے اصل حقیقت کا پتا چلا۔ وہ بے حد شرمندہ تھا۔ اپنی ماں کی طرف سے معافی مانگی اور پوری رازداری کے ساتھ جلد از جلد نکاح کا بندوبست کرنے کو کہا تھا۔

"اور اگر تیری ماں نہ مانی۔۔۔"

"ماما جی کیسے نہیں مانیں گی' وہ میری ماں ہے' آپ بے فکر رہیں' اب میں جاؤں گا ہی تب جب ساتھ میرو ہوگی اور اگر نہیں تو پھر کبھی کسی کو نظر بھی نہیں آؤں گا۔" اس نے ماں کو بھی ایسے ہی کہا تھا' جہاں وہ اس کی اچانک آمد پر حیران تھیں' وہاں اس کے اٹل اور ٹھوس انداز نے پریشان کردیا۔ انہوں نے بھائی بھابھی کو منتیں کرکے اپنے گھر افطاری پر بلایا۔ معافی مانگی۔ اس

سارے واقعے سے میرو ناواقف تھی۔ دو تین دن سے اپنے اماں ابا کا بے فکر کھلا کھلا چہرہ اسے الجھا ضرور رہا تھا۔ عید کا کہہ کر گھر میں زور و شور سے تیاریاں ہو رہی تھیں اور تو اور دونوں چھوٹی بہنیں بھی آگئیں۔ ایک نے رازداری سے چٹکلا چھوڑا۔

"باجی تیری بات ایک جگہ پکی ہوئی ہے' سامان وہاں سے ہی آیا ہے' عید والے دن۔۔۔ اس کی شکل میں تحفہ ملنے والا ہے۔" اسے اپنی روح قبر میں اترتی محسوس ہوئی۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے' میں اتنی تکلیف میں ہوں اور امروز کو خبر تک نہیں' وہ تو کہتا تھا' تجھے کانٹا چبھتا ہے مجھے پتا چل جاتا ہے' چھینک تجھے آتی ہے' جاگ میں جاتا ہوں' لڑکھڑاتی تو ہے' گرتا میں ہوں اور اب۔۔۔ اب کہاں ہے وہ' جب میں ساری کی ساری پاتال میں اترنے والی ہوں' ایسا کیسے ہوسکتا ہے' اسے کچھ محسوس نہ ہو۔"

لمحے کی ان ہی سوچوں میں بجلی نے اس کا چہرہ روشنی میں واضح کردیا۔ وہ گیلے کچے صحن میں سنبھل سنبھل کر چلتا آگے بڑھنے لگا۔ وہ چکرا کر گرنے کو تھی۔ جب امروز نے تیزی سے بڑھ کر اسے تھام لیا۔

"میری محبت کے رنگ اتنے کچے نہیں تھے میرو۔" وہ اس کی لال پڑتی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہہ رہا تھا۔ "اتنا سب کچھ ہوگیا اور تو نے مجھے بتایا تک نہیں' اگر اماں ذکر نہ کرتیں' میری تو دنیا لٹ گئی تھی۔" وہ اس کے مضبوط سہارے سے سنبھلی' پھر جھجک کر پیچھے ہوئی۔

"میری محبت کا یقین بڑا مضبوط تھا امروز۔۔۔ میں اس یقین کو آزمانے کے لیے چپ رہی تھی۔"

بارش تھم چکی تھی۔ گیلی مٹی سے محبت کی سوندھی الوہی خوشبو پھوٹنے لگی۔ اڑتے بادلوں کی رتھ سے اترتی ہوا' مستیاں بھرتی ان کے گرد چکراتی چہار سو سنہری پریوں کو رقص پر اکسانے لگی اور ان کے بیچ در بیچ مسکان سے سجے ان دونوں کے دل دھڑکتے تھے۔

☆ ☆



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

نادیہ احمد

# اودے سیاہ سائے

رات گہری سیاہ تھی۔ ہلکی بوندا باندی کے بعد حبس بڑھ گیا تھا۔ آسمان پہ آخری راتوں کا چاند اداس تھا۔ چار سو خاموشی کا راج تھا۔ کچھ دیر پہلے والی گہما گہمی اب سناٹے میں بدل چکی تھی۔ لگتا تھا سب تھک کر سو چکے ہیں۔ اپنے کمرے کی کھڑکی سے اس نے مین گیٹ کی طرف نگاہ کی۔ چوکیدار اپنے کیبن میں پڑا اونگھ رہا تھا۔ رکھوالی والے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں بھی نہیں آرہی تھیں۔ مہمانوں کی وجہ سے

## مکمل ناول

انہیں کھلا نہیں چھوڑا گیا تھا۔ اپنے ریشمی لبادے پہ سیاہ سوتی چادر اوڑھے وہ دبے پاؤں چلتی باہر آئی۔ سانس کی بھی آواز کے بغیر اس نے مین گیٹ کا چھوٹا دروازہ کھولا۔ گھر میں اتنے مہمان اور ملازم تھے کہ چوکیدار اگر اس وقت جاگ بھی رہا ہوتا تو اسے نہ روکتا۔ بہت احتیاط، بہت خاموشی سے چلتی وہ نپے تلے قدم اٹھاتی اب حویلی سے دور جارہی تھی۔ جب پوری طرح تسلی ہوگئی کہ کسی نے اسے دیکھا بھی نہیں اور کوئی اس کے پیچھے نہیں آرہا تھا اس نے تقریباً" دوڑ لگا دی۔ وہ اب مین روڈ تک پہنچ گئی تھی۔

درخت کی اوٹ میں کھڑے ہو کر سنسان سڑک پہ یہاں وہاں نظریں دوڑاتے وہ اس کی منتظر تھی۔ اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ پتا نہیں اسے دیر کیوں ہورہی تھی۔ جگہ تو یہ ہی طے ہوئی تھی، پھر وہ اب تک پہنچا کیوں نہیں تھا۔ ان ہی سوچوں میں گم وہ پریشانی و اضطراب کے عالم میں درخت کی اوٹ سے نکل کر سڑک کے کنارے تک پہنچی۔ جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا، اس کی پریشانی بڑھتی جارہی تھی۔ عین اسی لمحے ایک گاڑی کی تیز لائٹوں سے اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔ امید کی کرن اس کی آنکھوں میں جگمگائی۔ گاڑی کی رفتار سست ہوئی اور وہ بالکل اس کے سامنے جاکر رکی۔ وہ تیزی سے آگے بڑھی اور ڈرائیور کو دیکھ کر اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

☼ ☼ ☼

وہ صبح کا نکلا ہوا تھا۔ اگر کام کی نوعیت ایمرجنسی نہ ہوتی تو شہر کا چکر وہ چند دن کے لیے موخر کرسکتا تھا۔ فیکٹری کے معاملات نپٹا کر وہ شہرینہ کی دی ہوئی لسٹ کے مطابق شاپنگ کرنے کا سوچ رہا تھا۔ اس کا رخ شہر کے سب سے بڑے شاپنگ مال کی طرف تھا۔ اپنے اندازے کے مطابق وہ یہاں سے سیدھا مظفر گڑھ نکلے گا اور بہت سے بہت تو دس بجے تک گھر پہنچ جائے گا، لیکن انسان جیسا سوچتا ہے لازمی نہیں ہمیشہ ویسا ہی ہو۔ انسان اپنی پلاننگ میں منزل پہ پہنچنے کا تو سوچتا ہے، پر راہ میں آئی مشکلات اس کو کہاں سے کہاں لے جائیں ان کا خیال بھی نہیں ہوتا۔ شاپنگ مال سے ڈھیروں سامان خرید کر وہ اب خوش گوار موڈ میں گھر واپس جارہا تھا۔ پچھلے چند دن بہت ہیجان خیز گزرے تھے۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

Download From Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

اس کی خواہش کے مطابق تمام مسائل حل ہو چکے تھے۔ جو بات ایک بہت بڑا وبال بن سکتی تھی۔ اس کو اللہ کی مہربانی سے اس نے بہت خوش اسلوبی سے حل کر لیا تھا' پھر یہاں ایک مقام ایسا بھی آیا تھا جو اسے سر سے پاؤں تک ہلا گیا تھا۔ اس کے لیے یہ صورت حال ناقابل قبول تھی پر پیچھے ہٹنے کی صورت میں مسئلہ بگڑ سکتا تھا۔ بالآخر اس نے خود کو حالات کے دھارے پہ چھوڑ دیا تھا۔ اب اگر قدرت کو یہ ہی منظور ہے تو پھر اسے مزاحمت نہیں کرنا چاہیے۔ پر اندر ہی اندر وہ بہت الجھا ہوا تھا۔ گو اس نے اپنی پریشانی کسی پہ ظاہر نہیں کی تھی' پر وہ پریشان تھا۔

مگر اب جیسے جیسے وقت گزر رہا تھا اس کی الجھن کم ہو رہی تھی۔ اسے یہ سب اچھا لگنے لگا تھا۔ وہ مطمئن تھا۔ آنے والے خوب صورت وقت کی سوچوں میں گم وہ خاصی تیز رفتاری سے گاڑی چلا رہا تھا' جب نہ جانے کہاں سے ایک راہ گیر اچانک سڑک پار کرنے کی کوشش میں تیزی سے اس کی گاڑی کے سامنے چلا آیا۔ بروقت بریک لگا کر اس نے کسی بڑے حادثے سے خود کو اور اس ادھیڑ عمر شخص کو بچالیا' پر گھبراہٹ اور خوف کے باعث وہ شخص چکرا کر سڑک پہ گر پڑا۔ اس نے جلدی سے اسے سنبھالا اور پھر اسے قریبی اسپتال لے گیا۔ جس میں اسے اچھا خاصا وقت لگ گیا۔ واپسی میں جب وہ اپنے علاقے کی حدود میں داخل ہوا تو رات کا ایک بج رہا تھا۔ مین سڑک پہ گاڑی کی رفتار تیز تھی۔ ٹریفک بالکل نہیں تھی' بس اکا دکا ٹرک ٹرالیاں گزرنے سے اچانک خاموش سڑک پہ شور مچ جاتا۔

اگلے پندرہ منٹ میں وہ اپنے بیڈ روم میں ہوتا جہاں اس کا آرام دہ بستر اس کے دن بھر کی تھکان اتارنے کا منتظر تھا۔ ہیڈ لائٹ کی روشنی' اندھیری اور سنسان سڑک کو دور تک روشن کر رہی تھی۔ سڑک کے کنارے لگے درختوں کے جھنڈ سے نکل کر کوئی تیزی سے سڑک پہ آیا۔ اس کا رخ گاڑی کی طرف تھا۔ وہ جو بھی تھا شاید اسے مدد درکار تھی یا پھر وہ کوئی واردات بھی ہو سکتا تھا۔ از راہ تجسس اس نے گاڑی کی رفتار مزید ہلکی کر کے ذرا غور کیا تو وہ ایک لڑکی تھی جو خود کو ایک بہت بڑی سوتی چادر میں چھپائے' آدھی رات کو تنہا سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔ اس کے قریب پہنچ کر اس نے گاڑی روک لی۔ لڑکی کی آنکھوں میں چند لمحوں کے لیے امید اور خوشی کے جگنو ٹمٹمائے' پر اگلے ہی پل وہ دیے مدھم پڑ گئے۔ اس کے چہرے پہ مایوسی تھی۔ وہ کسی بڑی پریشانی میں مبتلا تھی' ورنہ رات کے اس پہر ہرگز یہاں موجود نہ ہوتی۔ گاڑی کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکل آیا۔ یوں رات گئے ایک انجان لڑکی کو سر راہ چھوڑ جانا اسے معیوب لگا' پر اس نے دیکھا' وہ اسے باہر نکل کر اپنی طرف آتا دیکھ کر خاصی ہراساں ہو گئی ہے۔ اس کے بڑھتے قدم رک گئے تھے۔

☆ ☆ ☆

"کیا بات ہے سکندر' طبیعت تو ٹھیک ہے نا میرے بچے کی؟" وہ راکنگ چیئر پہ سر ٹکائے بیٹھا تھا۔ پاس ہی میز پہ دھری ایش ٹرے میں جلی ہوئی سگریٹوں کا انبار تھا۔ اس کے ہاتھ میں اب بھی ایک ادھ جلا سگریٹ کا ٹکڑا موجود تھا جسے اس نے ماں کے کمرے میں قدم رکھتے ہی ایش ٹرے میں بجھا کر پھینک دیا۔

"میں ٹھیک ہوں امی۔" خود کو کمپوز کرتے ہوئے اس نے مسکرانے کی کوشش کی' لیکن وہ جانتا تھا اس کا چہرہ اس کا ساتھ نہیں دے رہا۔ رات بھر جاگنے کی تھکن اور اس پہ شدید پریشانی۔ اس کے اعصاب شل ہو رہے تھے۔

"چہرے سے تو نہیں لگ رہا کہ تم ٹھیک ہو۔ کیا سوئے نہیں؟ کب پہنچے تھے؟" اس کے بالوں میں انگلیاں سہلاتے فرخندہ نے پیار سے پوچھا۔ وہ ماں کو ہرگز پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پریشانی تو چھوٹی بات تھی' جو بات وہ دل میں دبائے بیٹھا تھا' وہ ایسی چنگاری تھی جس سے ہر طرف آگ بھڑک اٹھتی۔ اپنے مسائل اس نے پہلے بھی کسی سے کبھی نہیں کہے تھے' وہ اپنے معاملات خود سلجھانے کا عادی تھا اور یہ مسئلہ تو



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اسے ہی حل کرنا تھا۔

"وہ شہر پنہ کا سارا سامان آگیا ہے۔ اسے کہیں دیکھ لے، کچھ رہ تو نہیں گیا۔" اپنا موڈ خوش گوار کرتے ہوئے اس نے بات کا رخ بدلا۔ اسی وقت ملازم ہینگر میں لگا اس کا سوٹ لیے کمرے میں داخل ہوا۔ فرخندہ نے محبت سے اس کی شیروانی کو دیکھا۔ اولاد کے لیے ماں کے دل میں کئی ارمان ہوتے ہیں ان میں سب سے بڑی خواہش ان کی شادی کی ہوتی ہے۔ بالاخر ان کی زندگی میں بھی یہ دن آہی گیا تھا۔ جہاں بیٹی کے رخصت ہونے کا غم دل میں تھا، وہیں بیٹے کی شادی کی خوشی ہر دکھ کا مداوا کر رہی تھی۔ سکندر نے ماں کے چہرے کو حسرت سے دیکھا جہاں اس وقت دونوں جہان پالینے کی خوشیاں چھپائے نہیں چھپ رہی تھیں۔ یہ لباس خاص ان ہی کی پسند تھا۔ وہ اس کی شادی پہ اپنا ہر ارمان پورا کرنا چاہتی تھیں۔ سکندر کے دل میں درد کی ایک ٹیس اٹھی۔ خود کو بشاش ظاہر کرتے وہ ان سے چند منٹ شادی کے انتظامات سے متعلق بات چیت کرتا رہا۔

فرخندہ کے جانے کے بعد اس نے ایک گہری سانس لی۔ اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے بالوں کو جکڑے وہ خود اذیتی کی کیفیت میں تھا۔ وہ بااختیار تھا کیا نہیں کر سکتا تھا پر اس وقت قدرت نے اسے ایسے دوراہے پہ لاکھڑا کیا تھا جہاں اس کے پاس کوئی اختیار نہیں تھا کیونکہ اگر اس وقت وہ اپنے اختیارات کا استعمال کرتا تو اس کی نہیں، اس کی بہن کی زندگی خراب ہو جاتی۔ سب سے بڑھ کر دو خاندانوں کی دشمنی کبھی نہ ختم ہونے والی نفرت میں بدل جاتی۔ فیصلہ اسے کرنا تھا۔ اپنی زندگی اور خوشیوں کی قربانی دے کر وہ سب کی عزت بچالے یا بس اپنا سوچے اور کسی کی پروا نہ کرتے ہوئے شریکوں کی عزت کو خاک میں ملا دے۔

☆ ☆ ☆

آج بادل گھن گرج کر برسا تھا۔ بارش کے بعد آسمان پہ قوس وقزح کے رنگ چار سو بکھرے ہوئے تھے۔ زمین کی پیاس بجھا کر آسمان سے برستا مینہ نئی پھوٹتی کونپلوں کو سیراب کر رہا تھا۔ بدلیوں کے پیچھے چھپا سورج وقفے وقفے سے جھانک کر اپنے ہونے کا یقین دلا رہا تھا۔ بہار کی آمد آمد تھی۔ بہار جو موسم محبت ہے۔ دلوں کو شاد رکھتا ہے۔ پھولوں کی طرح دلوں کے کھلنے کی بھی نوید دیتا ہے۔ تیز بارش اب ہلکی ہلکی بوندا باندی میں بدل چکی تھی۔ یونی ورسٹی گراؤنڈ میں لڑکے لڑکیوں کا ہجوم تھا۔ سب ہی بے قابو ہو رہے تھے۔ موسم کی تبدیلی نے سب کا موڈ خوش گوار کر دیا تھا، ورنہ کچھ دن سے تو یہ ہی لگتا تھا بسنت رت برسے بغیر تپتی دوپہروں میں بدل جائے گی۔

بارش کی پھوار میں اپنے اردگرد سے بے نیاز وہ دونوں پگڈنڈی پہ چلتے سب سے بہت دور نکل گئے تھے۔

"پتا نہیں یہ موسم کا اثر ہے یا پھر تمہارے ساتھ کا جادو، دل چاہ رہا ہے وقت تھم جائے اور میں یوں ہی بس تمہیں دیکھتا رہوں۔" بارش کی ننھی بوندوں کو اپنے چہرے پہ محسوس کرتے ہوئے رافع نے پگڈنڈی پہ پڑے چند کنکر اپنے جوگر کی ٹھوکر پہ اڑائے۔


ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

قیمت -/300 روپے

منگوانے کا پتہ:
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37، اردو بازار، کراچی
فون نمبر: 32735021




WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"یقیناً" موسم کا اثر ہے' اسی لیے تم اتنے رومانٹک ہو رہے ہو' ورنہ میں تو ہر روز تمہارے ساتھ ہی ہوتی ہوں۔" اس کے کھلے سیاہ بالوں نے ہوا کے ساتھ مل کر بغاوت کی اور اس کے حسین چہرے کو پریشان کر ڈالا۔ رباب نے دونوں ہاتھوں سے اپنے ریشمی بال سمیٹے جو بوندوں سے نم تھے اور انہیں لپیٹنے لگی۔

"آں ہاں.... مت سمیٹو۔ تمہیں پتا ہے نا مجھے تمہارے کھلے بال بہت پسند ہیں۔" ایک شگفتہ مسکراہٹ نے اس کے چہرے کا حصار کیا۔ اس کی آنکھوں میں دیے ٹمٹمانے لگے۔ قوس و قزح کے سارے رنگ اس کے روپ میں سمٹ آئے۔ اس کی ان ہی باتوں سے رباب شوکت خود کو ساتویں آسمان پہ محسوس کرتی تھی۔ ایک دوسرے میں مگن' وہ رم جھم برستے پانی سے لطف اندوز ہوتے رہے۔ ہنستے مسکراتے باتیں کرتے وقت کا پتا ہی نہیں چلا۔

☼ ☼ ☼

"شہرینہ.... بھائی کا کمرہ ٹھیک کروا دیا ہے نا؟" فرخندہ کی نظر شہرینہ پہ پڑی جو کوریڈور سے چوروں کی طرح نکل کر اپنے کمرے کی طرف جا رہی تھی۔ ماں کی آواز سن کر اس کے قدم رک گئے۔ چند لمحے اپنے حواس قابو کرنے میں لگے اور پھر اس نے مڑ کر دیکھا۔ ہال کمرے میں فرخندہ ایک ملازمہ کے ساتھ کھڑی تھیں۔ شاید اسے کل کی تقریب کے حوالے سے ہدایات دے رہی تھیں' جب ان کی نگاہ شہرینہ پہ پڑی جو راہ داری سے دبے قدموں نکل رہی تھی۔

"جی امی! خود کھڑے ہو کر پورے کمرے کی دوبارہ صفائی کروائی ہے۔" فرخندہ کے چہرے کو دیکھ کر اسے اطمینان ہوا' کیونکہ وہاں کسی قسم کا رد عمل نہیں تھا۔ وہ اس وقت پوری طرح سکندر کی آمد کی خوشی میں مگن تھیں۔ شہرینہ کا اعتماد بھی بحال ہو گیا تھا۔

"اچھا ٹھیک ہے' میں بھی ایک نظر جا کر دیکھ لوں ذرا' کہیں کوئی کمی نہ رہ گئی ہو۔" ان کا اکلوتا لاڈلا بیٹا پورے ایک سال کے بعد گھر آ رہا تھا۔ اپنی تعلیم کے سلسلے میں وہ پچھلے دو سال سے امریکہ میں تھا۔ پچھلے سال چند روزہ چھٹیوں میں وہ گھر آیا تھا' پر اب اس کی تعلیم مکمل ہو چکی تھی اور وہ مستقل آ رہا تھا۔ فرخندہ کے پیر زمین پر نہیں لگ رہے تھے۔ حویلی کے تمام ملازموں کو انہوں نے ایک ٹانگ پہ نچایا ہوا تھا۔ پورا گھر شیشے کی طرح جگمگا رہا تھا' لیکن سکندر کے کمرے کی صفائی کی ذمہ داری انہوں نے کسی ملازم پہ نہیں بلکہ اپنی چھوٹی بیٹی شہرینہ پہ ڈالی تھی۔

"یہ تو مجھے پتا ہے' آپ کو میری بات پہ تو یقین آنا نہیں اور آپ لازمی خود جا کر تسلی کریں گی۔" شہرینہ نے ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ فرخندہ اس کی شرارت پہ مسکرائیں۔

"ایسی بات نہیں کہ مجھے تم پہ بھروسا نہیں' بس میں نہیں چاہتی سکندر کو کسی چیز کی کمی کا احساس ہو۔" وہ دونوں اب سکندر کے کمرے کی طرف جا رہی تھیں۔ ساتھ ساتھ شہرینہ انہیں تفصیلات بھی بتا رہی تھی۔

"امی آپ بھائی کا خیال ایسے رکھتی ہیں جیسے وہ بہت سخت گیر اور غصے والے ہوں۔ سکندر کا کمرہ یوں رکھو' سکندر کی چیزیں ایسی ہونی چاہئیں' سکندر کے کپڑے اس کی جگہ پہ موجود ہوں۔ آپ کا رویہ ایسا ہوتا ہے کہ اگر ان میں سے ایک بھی چیز اپنی جگہ سے بدلی تو سکندر بھائی طوفان لے آئیں گے۔ حالانکہ وہ بالکل ایسے نہیں ہیں۔ وہ تو اتنے سادہ اور ایزی گو ہیں کہ ان کا بیڈ نکال کر فرش پہ بستر بچھادوں تو وہ اس پہ بھی مزے سے سو جائیں گے۔" وہ سکندر کے بہت قریب تھی اور اس کی طبیعت سے اچھی طرح واقف تھی۔ شہرینہ کو نہیں یاد تھا کہ اس نے اسے کبھی بچپن میں بھی ضد کرتے یا بے جا کسی سے ناراض ہوتے دیکھا ہو۔ اس کی صلح جو طبیعت کی وجہ سے سب اسے بے حد پسند کرتے تھے۔

احسان الٰہی اس علاقے کی جانی مانی اور متمول شخصیت تھے۔ ان کے دو بچے تھے۔ بڑا بیٹا سکندر اور



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

اس سے تین سال چھوٹی بیٹی شہرینہ۔۔۔ احسان الٰہی نے سکندر کو اس کی خواہش پہ اعلا تعلیم حاصل کرنے امریکہ بھیجا تھا۔ وہ ہارورڈ بزنس اسکول سے اپنا ایم بی اے مکمل کر کے آج شام پاکستان آ رہا تھا۔ شہرینہ نے اسی سال گریجویشن کیا۔ وہ بھی تعلیم کے سلسلے میں دو سال ہاسٹل میں رہی تھی۔ وہ دونوں بہت زیادہ پڑھے لکھے نہیں تھے، پھر بھی احسان الٰہی اور فرخندہ نے اپنے بچوں کی تعلیم کو بہت اہمیت دی تھی۔

"اسی لیے تو اس کا خیال رکھتی ہوں۔ جانتی ہوں وہ کبھی شکایت نہیں کرے گا۔ میرا سکندر ہے ہی ایسا۔ ہر حال میں ایڈجسٹ کر لینے والا۔ خود کو نظرانداز کر کے سب کا خیال رکھنے والا۔" فرخندہ کی جان سکندر میں تھی۔ وہ اپنے نام کا ہی نہیں گنوں کا بھی سکندر تھا۔ دلوں پہ حکمرانی کیسے کی جاتی، وہ اچھی طرح جانتا تھا۔ اپنی پراثر شخصیت اور تحمل مزاجی سے وہ صرف اپنی ماں کا ہی لاڈلا نہیں تھا، بلکہ احسان الٰہی کے بھی بہت قریب تھا۔ سکندر کے کمرے میں پہنچ کر فرخندہ نے ایک تنقیدی نگاہ پورے کمرے پہ دوڑائی۔ کشادہ کمرے میں لگا آبنوسی بیڈ اور اسی سے ملتی بک شیلف جہاں سکندر کی پسندیدہ کتابیں سجی تھیں۔ میز پہ سجے خوب صورت گلدان میں تازہ پھولوں کی مہکار سے کمرہ معطر ہو رہا تھا۔ فرخندہ اپنی تسلی کر کے اب کمرے سے باہر نکل آئی تھیں۔

"ویسے امی سکندر بھائی بابا کا بالکل الٹ ہیں نا۔ ایک ہمارے بابا ہیں، ہر وقت غصہ ناک پہ ٹکا رہتا ہے اور ایک سکندر بھائی ہیں، اتنے معاملہ فہم۔ ماتھے پہ شکن نہیں آتی کبھی ان کے۔ ویسے بابا بھی ان کے سامنے بالکل بدل جاتے ہیں، ورنہ عام حالات میں تو ہٹلر کے جانشین لگتے ہیں۔" شہرینہ بھی ان کے ساتھ ہی کمرے کا دروازہ بند کر کے چلی آئی۔ وہ نان اسٹاپ بول رہی تھی، جب فرخندہ نے رک کر اسے گھورا۔ اس کی زبان کو ایک دم بریک لگا تھا۔

"بکواس بند کر بدتمیز۔۔۔ اپنے بابا کے بارے میں کیا بولے جا رہی ہے، انہوں نے سن لیا تو شامت آجائی


پیارے بچوں کے لئے

قصص الانبیاء

تمام انبیاء علیہ السلام کے بارے میں مشتمل
ایک ایسی خوبصورت کتاب جسے آپ
اپنے بچوں کو پڑھانا چاہیں گے۔

ہر کتاب کے ساتھ حضرت محمد ﷺ
کا شجرہ مفت حاصل کریں۔

قیمت -/300 روپے
بذریعہ ڈاک منگوانے پر ڈاک خرچ -/50 روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے
مکتبہء عمران ڈائجسٹ
37 اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361




WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہے تیری۔" اس کی گردن کے پیچھے ہلکی سی چپت لگا کر فرخندہ نے گھر کا۔ وہ ہرگز شرمندہ نہیں ہوئی۔ احسان الٰہی کا مجاز حاکمانہ تھا اور اپنی مرضی کے خلاف وہ بہت کم کسی کی رائے کو اہمیت دیتے تھے۔ چلتے چلتے دونوں اب کوریڈور میں اس جگہ پہنچ چکی تھیں جہاں فون رکھا تھا۔

"اچھا چلو اب باتیں کرنا بند کرو اور ذرا فون ملا کر پوچھو وہ لوگ آئے کیوں نہیں اب تک۔۔۔" فرخندہ بے صبری سے بولیں۔ شہرینہ احسان الٰہی کا موبائل کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔

✡ ✡ ✡

شوکت شہریار' اپنے چھوٹے بیٹے ہارون کے ساتھ اس وقت ڈیرے پہ موجود تھے۔ اردگرد لوگوں کا ہجوم تھا۔ کوئی اپنی ضرورت کی دہائی دیتا' وہاں پہنچا تھا تو کوئی ان کے مداوا یہ نذرانہ دینے آیا تھا۔ شوکت شہریار کے سامنے علاقے کا بڑے سے بڑا افسر بھی نظریں جھکا کر بات کرتا تھا۔ وہ انصاف پسند تھے۔ سب کا خیال رکھنے والے اور سب کے مسائل کو اپنی وساطت سے حل کرنے والے تھے۔ ان ہی خوبیوں نے انہیں سب میں ہر دلعزیز بنا رکھا تھا۔ وہ اپنے ہم منصب دوسرے امرا کی طرح کمزوروں کے سر پہ قدم رکھ کر طاقت کے زور پہ حکمرانی کا قائل نہ تھے۔ لیکن ان تمام خوبیوں کے باوجود وہ انا پرست تھے۔ اپنی ایک اکلوتی دشمنی کو سالوں سے اپنے سینے میں پالتے ہوئے انہیں کبھی پشیمانی نہیں ہوئی تھی' بلکہ وقتاً" فوقتاً" چند شراروں کی مدد سے وہ اس دشمنی کی آبیاری کرنے میں فخر محسوس کرتے تھے۔

"سنا ہے احسان الٰہی کا بیٹا سکندر آیا ہوا ہے۔ دشمنوں کے گھر بڑی آتش بازیاں چھوڑی جا رہی ہیں۔" وہ اس بار بہت دن بعد ڈیرے پہ آئے تھے۔ ماحول خوش گوار تھا۔ باتوں باتوں میں احسان الٰہی کا ذکر نکل پڑا۔ سکندر کے آنے کی خوشی میں حویلی میں ایک بہت بڑی تقریب رکھی گئی تھی۔

"بابا جان آپ حکم کریں تو ان خوشی کے پٹاخوں میں ایک آدھ غم کا پٹاخہ بھی چھوڑ دیتے ہیں۔" ہارون اپنے باپ کی ہی طرح گرم خون والا تھا۔ جہاں دشمنی و عداوت کی آگ میں تیل ڈالنے کی ضرورت ہوتی وہ پہلی صف میں کھڑا ہوتا۔

"اوہ نہ یار نہ۔۔۔ ابھی نہیں۔ ابھی تو احسان الٰہی کو اپنی ہار کا غم بھولا نہیں ہوگا۔ بڑا سینہ تان کر اس نے اپنا بندہ الیکشن میں کھڑا کیا تھا اور ہمارے گھبرو نے کیسے اسے چاروں شانے چت کر دیا۔" شوکت شہریار' اپنے شہزادے کی بات سے محظوظ ہو رہے تھے۔ اس کی گردن کا سریا تھوڑا اور تن گیا تھا۔ پچھلے سال ہونے والے الیکشن میں دونوں چوہدریوں نے دو الگ الگ پارٹیوں کی پشت پناہی کی۔ جیت کا سہرا اس پارٹی کے سر رہا' جس کو شوکت شہریار کی سپورٹ حاصل تھی۔ شوکت شہریار کی رسائی اسمبلی تک ہو گئی تھی' یہ بات احسان الٰہی کو مزید تپا گئی تھی۔

✡ ✡ ✡

فون کی بیل وقفے وقفے سے بجے جا رہی تھی۔ سرفراز اپنا موبائل کان سے لگائے بے چینی سے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ ہر بار دو بیل دے کر وہ کال منقطع کر دیتا تھا۔ یہ ایک طرح کا سگنل تھا' لیکن دوسری طرف سے کال اٹینڈ نہیں کی جا رہی تھی۔ چار بار کال کرنے کے بعد جب پانچویں بار بھی کال اٹینڈ نہیں کی گئی تو اس کا موڈ بری طرح خراب ہو چکا تھا۔ اپنا غصہ اس نے فون پہ اتارا اور اسے صوفہ پہ پٹخ دیا۔ ٹھیک اسی وقت اس کے بے جان فون کی طرح خود اس میں بھی زندگی کی لہر دوڑ گئی۔

"مل گئی فرصت تمہیں مجھ سے بات کرنے کی؟" وہ جو دل میں اس سے دوبارہ بات نہ کرنے کی ٹھان بیٹھا تھا' پہلی ہی بیل پہ اس کا فون اٹینڈ کر چکا تھا۔

"بڑی مشکل سے نکالی ہے یہ فرصت' تمہیں تو معلوم ہے نا آج گھر میں جشن کا سماں ہے۔" اس کی ناراضی کو انجوائے کرتے ہوئے وہ کچھ شرارتی انداز



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں بولی۔

"تو اب بھی مجھ پہ یہ احسان عظیم نہ کرتیں' اسی جشن میں مصروف رہتیں۔" وہ جلے دل سے بولا تو شہرینہ کی ہنسی کی کھنکتی ہوئی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ اپنے لیے اس کی بے چینی سے واقف تھی۔

"سکندر بھائی پورے ایک سال بعد گھر لوٹے ہیں' دل تو نہیں چاہ رہا تھا انہیں چھوڑ کر آنے کو' پر کیا کروں تمہاری خاطر آنا پڑا۔" سرفراز جانتا تھا' وہ اسے ستا رہی ہے' پر پھر بھی اسے خواہ مخواہ غصہ آ رہا تھا۔ عجیب محبت تھی اس کی۔ اسے اس میں کسی کی شراکت گوارہ نہیں تھی' اس کا دل کرتا شہرینہ بس ایک دفعہ اس کی ہو جائے۔ وہ پوری دنیا سے چھپا کر اسے اپنی ذات تک محدود کر لے۔ وہ اس کے لیے اتنا ہی جذباتی تھا۔

"تو بیٹھی رہتیں گھٹنے سے لگ کر سکندر کے' یہاں کون مرا جا رہا ہے تم سے بات کرنے کو۔" وہ نروٹھے پن سے بولا تو شہرینہ کو اس پہ ترس آنے لگا۔ بڑی مشکل سے سب سے آنکھ بچا کر بس چند منٹ ہی ملے تھے ان دونوں کو بات کرنے کے۔ ایسے میں یہ پل کسی طرح نہ ملتے تو انہیں لگتا زندگی کا ایک دن بے کار گزرا۔

"اتنی بے قراری ہے تو چپ سادھے کیوں بیٹھے ہو' مجھے بیاہ کے اپنے ساتھ لے کیوں نہیں جاتے۔" شہرینہ نے ازراہ مذاق یہ بات کی تھی' لیکن سرفراز یک دم سنجیدہ ہو گیا تھا۔ وہ جانتا تھا یہ منزل اتنی آسان نہیں۔ وہ بڑی مشکل جگہ دل لگا بیٹھا ہے۔ یہاں غم زیادہ ہیں' راستہ کانٹوں سے بھرا ہے اور ان دونوں کو یہاں زخموں کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔

"کاش یہ سب اتنا آسان ہوتا' کاش میں بابا سے یہ بات اتنی آسانی سے کہہ پاتا' جتنی آسانی سے تمہاری چاہت پا چکا ہوں۔" چند لمحے دونوں طرف خاموش گزرے اور پھر ایئر پیس سے سرفراز کی آواز ابھری۔ شہرینہ کو اچانک اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ یہ بات واقعی اتنی آسان نہ تھی۔ اگر شوکت شہریار مان بھی جائیں تو کیا شرط تھی کہ احسان الٰہی بھی اپنی بیٹی کی شادی اپنے بدترین دشمن کے بیٹے سے کرنے پہ راضی ہو جائیں گے۔

☼ ☼ ☼

شوکت شہریار اور احسان الٰہی ایک ہی سکے کے دو رخ تھے۔ اس علاقے کے حاکم' یہاں کے سب سے بڑے جاگیردار۔ دونوں خاندان ایک دوسرے سے کسی صورت کم نہ تھے۔ ان کا اثر و رسوخ' جاہ و حشمت ایک دوسرے کے ہم پلہ تھا۔ پورے علاقے کی لگ بھگ ساری ہی زمین شوکت اور احسان کی ملکیت تھی۔ اس کے علاوہ بھی کئی شوگر ملیں' کپڑے کی ملیں' ان دونوں خاندانوں کی ملکیت تھیں۔ احسان الٰہی اب اپنا کاروبار شہر میں بھی جما چکا تھا۔ اس کی خواہش تھی شہر کی فیکٹری سکندر سنبھالے۔

بات زمین کے تنازعہ سے شروع ہوئی اور اس نے خاندانی دشمنی کا درجہ حاصل کر لیا۔ محبت کرنے میں انسان تمام عمر بتا دیتا ہے اور نفرت کرتے بس ایک پل لگتا ہے۔ گولیاں چلیں' کئی ملازموں کی گردنیں اڑیں اور کئی گھروں میں صف ماتم بچھی' پر دشمنی کی یہ آگ ٹھنڈی نہ ہوئی۔ چند گز زمین کے حصول کے لیے دونوں فریقین نے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ مسئلہ زمین کا ٹکڑا نہیں' مسئلہ انا کا تھا اور انا کا بت پہاڑ سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ یہ ٹوٹتا ہے تو زمین اور آسمان کو سر کر دیتا ہے۔ اک طرف شوکت شہریار اور احسان الٰہی کی دلوں میں پلتی کدورت تھی جو دونوں کو نفرت کی آگ میں جھلسا رہی تھی' تو دوسری طرف قدرت نے اسی آگ میں محبت کے پھول کھلا دیے تھے۔

شوکت شہریار کا بڑا بیٹا' سرفراز شوکت... اپنے باپ کے بدترین دشمن احسان الٰہی کی اکلوتی بیٹی شہرینہ احسان کی محبت میں چور تھا۔ دو سال پہلے شہرینہ کو پہلی بار اس نے شہر میں دیکھا تھا۔ وہ اپنے کالج کی سہیلیوں کے ساتھ گھوم رہی تھی۔ سرفراز سے اس کی ملاقات اتفاقیہ تھی اس وقت وہ نہیں جانتا تھا کہ انجانے میں



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اپنے رقیبوں کی بیٹی سے دل لگا بیٹھا ہے اور جب تک یہ بھید کھلا وہ دونوں اس سفر میں بہت آگے جا چکے تھے' جہاں پہ خود کو ختم کرنا تو آسان تھا پر اس محبت کا خاتمہ ممکن نہ تھا۔

☼ ☼ ☼

"کچھ بھی ناممکن نہیں ہے باباجان' بس ایک ارادہ کرنے کی دیر ہے۔ آپ دیکھیں گے منزل آسان ہوتی جائے گی۔ یوں بھی ان خاندانی دشمنیوں میں کچھ نہیں رکھا ہے۔" سکندر ہمیشہ کی طرح بہت ٹھہرے ٹھہرے انداز میں بات کر رہا تھا۔ وہ اپنے زور بیان سے مقابل کے دل میں اترنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ احسان الٰہی جس موضوع پہ شاید اپنے باپ کی بات سننا بھی گوارہ نہ کرتے وہ بات سکندر ان سے بہت تحمل اور ہلکے پھلکے انداز میں کر رہا تھا۔

"چار سال امریکہ رہ آئے ہو نا اس لیے ایسی باتیں کر رہے ہو۔ چار دن یہاں رہو گے' یہاں کے معاملات دیکھو گے تو بیٹا جانی تم بھی یہ ہی زبان بولو گے۔" احسان الٰہی چاہ کر بھی اپنا لہجہ سخت نہیں کرپاتے تھے۔ سکندر کی بات اتنی مدلل اور اتنی تحمل والی ہوتی کہ اس میں جھگڑے کا پہلو نکالنا مشکل ہو جاتا تھا۔

"میں اسی مٹی کی پیداوار ہوں باباجان' چار سال کیا' چار سو سال بھی امریکہ رہ لوں' رہوں گا وہی۔ لیکن آپ ایک بار اپنے دل پہ ہاتھ رکھ کے بتائیں' یہ جھگڑے فساد' یہ سالوں پرانی دشمنی' اس سے ہمارا کتنا فائدہ ہوا ہے؟ الٹا نقصان ہی ہوا ہے اور دونوں طرف اس آگ کو ہوا دینے والے خیر خواہوں کی بدولت یہ باقاعدہ جنگ بن گئی ہے۔" رات گئے تقریب کا اختتام ہوا اور دونوں باپ بیٹے کو اب سکون سے بات کرنے کی فرصت ملی تھی۔ ہمیشہ کی طرح موضوع شوکت شہریار سے بدلہ لینے کی کوئی نئی منصوبہ بندی تھی' لیکن سکندر یہ سب مزید نہیں چاہتا تھا۔ تعلیم نے اسے شعور دیا تھا۔ وہ اپنی توانائی اس دشمنی کے پیچھے غارت کرنے کی بجائے مثبت انداز میں بروئے کار لانا چاہتا تھا۔ اپنے کاروبار کو وسعت دینا چاہتا تھا۔ علاقے کے لوگوں کو روزگار کے نئے مواقع دے کر ان کی زندگیوں میں خوش حالی لانا چاہتا تھا۔

"تو کیا تم چاہتے ہو میں اپنی عزت پہ کمپرومائز (سمجھوتا) کرلوں؟" احسان الٰہی کا انداز نہ ماننے والا تھا۔

"نہیں۔۔۔ میں چاہتا ہوں آپ اپنی انا پہ کمپرومائز کرلیں۔ یہ چنگاری تھی اسے آتش فشاں آپ کی انا نے بنایا ہے' اب اسے ٹھنڈا بھی آپ کو ہی کرنا ہے۔" سکندر اب بھی اتنا ہی پرسکون تھا۔

"تیری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتی ہیں سکندر۔۔۔ میں بس اتنا جانتا ہوں یہ سلسلہ ایسے ختم نہیں ہو سکتا۔" اس کا تحمل ہمیشہ ہی احسان الٰہی کو زچ کر دیتا تھا۔ ان کے پاس الفاظ ختم ہو جاتے تھے۔

"اب تو ایسی باتیں روز ہوں گی باباجان اور مجھے امید ہے ایک دن آپ کو میری باتیں سمجھ آبھی جائیں گی۔ فی الحال بہت رات ہو رہی ہے' میں سونا چاہتا ہوں اور آپ بھی آرام کریں۔" مسکراتے ہوئے اس نے ان کے ماتھے پہ بوسا دیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کا رخ اب اپنے کمرے کی طرف تھا کہ اچانک کوریڈور میں کھڑے سائے کو دیکھ کر وہ ٹھٹکا۔ بہت آہستہ آہستہ چلتا وہ یک دم اس سائے کے سر پہ آرکا تھا۔ سائے نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا اور اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا۔

☼ ☼ ☼

"نہ ایسی کون سی پڑھائی ہے بیٹا جی جو کئی کئی دن ماں کی یاد ہی نہیں آتی۔" ساجدہ آج باقاعدہ رباب کی کلاس لے رہی تھیں۔ اس نے تنگ آکر پہلو بدلا۔ پچھلے دو ہفتے سے وہ گاؤں نہیں گئی تھی۔ رافع کے ساتھ کی عادت اتنی شدت اختیار کر گئی تھی کہ وہ اس سے دور جانا گوارہ نہیں کر سکتی تھی' اسی لیے ویک اینڈ آئے اور گزر گئے پر رباب نے گھر پیر نہیں ڈالا۔

"امی آپ کو اندازہ نہیں کتنی مشکل پڑھائی ہے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میری روز ٹیسٹ ہوتے ہیں' روز اسائنمنٹس ہوتی ہیں۔ ایک منٹ کی فرصت نہیں ملتی۔ سارا دن یونی ورسٹی میں بھاگ دوڑ میں گزرتا ہے اور واپس آکر کتابوں سے سر اٹھانے کا وقت نہیں ملتا۔" بس اسی موضوع سے جان چھڑانے کے لیے اس نے گھر فون کرنا بند کردیا تھا۔

"باباجان کو بہلانا جتنا آسان ہے امی کو سمجھانا اتنا ہی مشکل۔" وہ بس سوچ ہی سکی۔ گھر سے وقتاً" فوقتاً" کبھی ساجدہ یا اس کے دونوں بھائی اسے کال کرلیتے تھے' لیکن اپنے باباجان سے اس کی بات روز ہی ہوتی تھی۔ وہ ان کی لاڈلی تھی۔ ایسا کبھی نہیں ہوا تھا اس نے کسی چیز کی فرمائش کی ہو اور شوکت شہریار نے اسے انکار کردیا ہو۔ یہ اسی کی ضد اور شوق تھا جو ساجدہ کے لاکھ منع کرنے پر بھی شوکت نے اسے شہر کی یونی ورسٹی میں پڑھنے بھیج دیا۔ دونوں بیٹوں کو تعلیم سے زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ سرفراز تو پھر بھی بی اے کرچکا تھا' مگر ہارون روتے دھوتے بس ایف اے ہی کرپایا۔ رباب ذہین تھی اور پڑھنے کا شوق بھی تھا۔

"آگ لگے ایسی پڑھائیوں کو میری پھول سی بچی ہلکان ہورہی ہے۔ میں کہتی ہوں تیرے باباجان کو بس اب واپس بلالیں تجھے' مجھے نہیں بھیجنا اپنی بیٹی کو شہر۔ ماڑی سی جان اور اتنا سارا پلندہ کتابوں کا۔" ساجدہ نے بیٹوں کی دفعہ بھی ایسی بے جا حمایتیں کی تھیں۔ انہوں نے پڑھنے سے آنا کانی کی تو وہ میرا پتر میرا بچہ کہہ کر شوکت شہریار کے سامنے جا کھڑی ہوئیں۔ رباب کو ان کی محبت سے خطرے کی بو آئی۔ پتا چلے اس کے بہانے کو سچ مان کر وہ اگر باباجان کے سامنے ڈٹ گئیں تو اس کی ساری محنت بے کار ہوجائے گی۔

"ارے نہیں امی! پلیز ایسا غضب نہ کریں۔ بس یہ آخری سمسٹر ہے نا میرا' اس کے بعد تو میں مظفر گڑھ آہی جاؤں گی۔" وہ تو اب گھر واپس جانا ہی نہیں چاہتی تھی۔ کچھ ایسا ہی تعلق بن گیا تھا اس کا اس شہر سے۔ رافع کی محبت کی ڈور سے بندھی وہ اس سے دور جانے کا تصور بھی نہیں کرسکتی تھی' لیکن امی کو تو یہ سب کہنا نہیں جاسکتا تھا' اس لیے بس پڑھائی کا بہانہ۔ وہ واحد حربہ تھا جس سے ساجدہ کی زور زبردستی ٹالی جاسکتی تھی اور اب تو یہ بہانہ بھی ختم ہوگیا تھا۔

"ویسے مجھے تو تیرے بابا کی بھی سمجھ نہیں آتی ہے' ایک طرف تو تجھ میں ان کی جان اٹکی ہے اور دوسری طرف اپنی نظروں سے دور شہر بھیجا ہوا ہے۔" وہ اب بے زار ہورہی تھی۔ رافع کے میسج پہ میسج آرہے تھے۔ ابھی اس کو کال کرنا تھی اور دیر ہونے کی صورت میں وہ موڈ آف کرلے گا' یہ بھی اسے معلوم تھا۔

رافع سے اس کی ملاقات چند ماہ پہلے ہی ہوئی تھی۔ وہ اس کا سینئر تھا۔ جس یونی ورسٹی سے رباب بی۔ ایس کررہی تھی' رافع وہاں سے ایم۔ ایس کررہا تھا۔ وہ رباب کی طرح بڑے باپ کی اولاد نہیں تھا' جو اتنی مہنگی یونی ورسٹی کی افورڈ کرسکتا۔ وہ یہاں فل اسکالر شپ پہ پڑھ رہا تھا۔

رافع کی طرف رباب کے کھینچنے کی ایک بڑی وجہ اس کی ذہانت بھی تھی۔ وہ سچ میں جینیئس تھا۔ یونی ورسٹی کے سب سے شارپ اسٹوڈنٹس میں سے ایک۔ اس سمسٹر کے آغاز میں بی۔ ایس اور ایم۔ ایس کے طلبہ کو فنانس کے پروفیسر نے ایک کمبائنڈ (مشترکہ) اسائنمنٹ دی تھی جو انہیں گروپ کی شکل میں کرنا تھی۔ رباب جس گروپ میں شامل تھی اس میں رافع موجود تھا۔ چند دنوں کی ایکٹیویٹی دل کے رشتے میں بدل گئی اور اب رباب کو اس سے اتنی دوری بھی گوارہ نہیں تھی کہ ویک اینڈ پہ حویلی کا چکر ہی لگا آئے۔

"کیونکہ یہ میری خواہش تھی اور آپ کو تو پتا ہے نا باباجان میری کسی بات سے انکار نہیں کرتے ہیں۔" رباب فخریہ لہجے میں بولی۔ وہ حد درجہ شوکت شہریار سے مطابقت رکھتی تھی۔ ضدی' انا پرست۔ ایک بار جو کہہ دیا اسے ہر حال میں منوا کر چھوڑتی۔ شاید اس لیے بھی وہ اپنے بابا کی چہیتی تھی۔

"تو اور تیرے باباجان۔ اچھا یہ بتا گھر کب آئے گی۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میرا بڑا دل کر رہا ہے تجھے دیکھنے کا۔ اتوار کو بھیجوں سرفراز کو تجھے لے آئے۔" ساجدہ کی سوئی اب تک وہیں اٹکی تھی۔

"اس ہفتے تو بہت مشکل ہو جائے گا' میرے دو تین ٹیسٹ ہیں' اگلے ہفتے کا پلان کر کے آپ کو بتاتی ہوں۔" اس نے جلدی جلدی بہانہ بنا کر کال بند کی اور رافع کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔

☆ ☆ ☆

شہرینہ کو کوریڈور میں چوروں کی طرح فون پہ کسی سے بات کرتے دیکھ کر سکندر ہکا بکا رہ گیا تھا۔

"شہرینہ تم؟ تم اس وقت یہاں کیا کر رہی ہو۔"

رات کے اس پہر جب حویلی کے سارے مکین نیند کی وادی میں کھو چکے تھے' وہ سرفراز سے چھپ کر فون پہ بات کر رہی تھی۔ سکندر کو وہاں دیکھ کر اس کے چہرے پہ ہوائیاں اڑنے لگیں۔ سکندر کا ماتھا ٹھنکا۔

"میں... وہ... میں..." اس کا حلق خشک ہو رہا تھا۔ سکندر کو اس نے کبھی اونچی آواز میں بولتے بھی نہیں سنا تھا' لیکن وہ اس کا بڑا بھائی تھا اور اس کی رگوں میں بھی احسان الٰہی کا خون تھا۔ سچ جاننے کے بعد اللہ جانے وہ اس کی کیا درگت بنائے گا۔ یہ اس گھر کا اصول تھا کہ احسان الٰہی کے بیڈ روم کے سوا کسی کمرے میں فون کی سہولت موجود نہیں تھی۔ شہرینہ کو موبائل فون رکھنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ احسان الٰہی اور سکندر دونوں ہی اس بات کو پسند نہیں کرتے تھے۔ جب تک وہ ہاسٹل میں تھی انہیں ملنے یا بات کرنے میں کوئی دشواری نہیں تھی' پر جب سے وہ گھر واپس آئی تھی مجبوراً" شہرینہ کو یہاں آکر سرفراز سے بات کرنی پڑتی۔

"میرا خیال ہے بات کرنے کے لیے یہ جگہ مناسب نہیں ہے' تم میرے ساتھ میرے کمرے میں چلو۔" دال میں کچھ کالا تھا اور وہ سمجھ چکا تھا۔ پوری بات جانے بغیر وہ کوئی نتیجہ اخذ کرنے کا عادی نہیں تھا اور یہ بھی نہیں چاہتا تھا کہ قبل از وقت کوئی بات حویلی کے مکینوں تک پہنچے۔ وہ سر جھکائے اس کی پیروی میں ایک بھی لفظ کہے بنا اس کے ساتھ چلی آئی۔ جانتی تھی سکندر کو سچ بتائے بغیر چارہ نہیں۔

"اب بتاؤ' فون پہ کس سے بات کر رہی تھیں۔" کوئی اور ہوتا تو واویلا مچ جاتا' لیکن یہ سکندر کی صفت تھی' وہ اپنی بردباری کھوتا نہیں تھا۔ وہ اس وقت بھی بہت پرسکون اور مطمئن تھا۔ گو سنجیدہ تھا۔ شہرینہ جانتی تھی وہ سکندر سے جھوٹ نہیں بول سکتی اور شاید یہ ہی موقع تھا اسے سچ بتا دیا جاتا۔

"مجھے معاف کر دیں بھائی۔" اسے ساری حقیقت بتا کر وہ دل ہی دل میں ڈر رہی تھی۔ سرفراز کا نام سن کر سکندر کے ماتھے پہ پریشانی کی چند لکیریں ابھریں پر اس نے کسی رد عمل کا مظاہرہ نہیں کیا۔

"کب سے چل رہا ہے یہ سلسلہ؟" وہ بے حد سنجیدہ تھا۔ شہرینہ نے اسے اول تا آخر سب کہہ سنایا۔

"تمہیں اندازہ بھی ہے شہرینہ اگر بابا جان کو یہ سب پتا چل گیا تو کتنا بڑا طوفان آجائے گا؟" وہ جانتا تھا احسان الٰہی کے لیے یہ خبر کسی ایٹم بم سے کم نہیں ہوگی۔ وہ اس رشتے کو قبول نہیں کریں گے۔

"پلیز بابا جان سے کچھ مت کہیے گا بھائی... وہ مجھے جان سے مار دیں گے۔" شہرینہ کا خوف بڑھ رہا تھا۔ اب جبکہ سکندر سب کچھ جان چکا تھا تو پھر یہ بات بابا جان تک بھی پہنچ ہی جانی تھی۔ ان کا رد عمل کتنا شدید ہو سکتا ہے' شہرینہ یہ سوچ کر ہی کانپ گئی تھی۔

"اس سب کا خیال پہلے کیوں نہیں آیا؟ بابا جان کی شوکت شہریار خان اور اس کے کنبے سے نفرت سے واقف تھیں تم...." "یہ خوف تو ہمیشہ سے تھا' پر محبت کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے تو سوہنی کو اپنے کچے گھڑے کا ہی آسرا ہوتا ہے۔"

"میں شرمندہ ہوں' پتا ہی نہیں چلا کب' ہم اس راہ پہ چل نکلے اور جب ہوش آیا تو بہت آگے جا چکے تھے۔" سکندر خاموشی سے اس کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے نظریں جھکا لیں۔

"کسی کو پسند کرنا اور اس سے شادی کی خواہش رکھنا



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

میرے نزدیک غلط نہیں ہے۔ میں پسند کی شادی کے خلاف نہیں ہوں' نہ ہی محبت کرنے کو برا سمجھتا ہوں پر تم دونوں کا طریقہ غلط ہے۔ خود کو چور بنانے کی بجائے سرفراز کو چاہیے تھا' اپنے والدین سے رشتے کی بات کرتا۔ خیر اب بھی کچھ نہیں بگڑا اس سے کہو یوں راتوں کو چھپ چھپ کر فون کرنے کے بجائے شریفوں کی طرح تمہارے لیے رشتہ بھیجے۔" ابھی کچھ دیر پہلے وہ احسان الٰہی سے اس دشمنی کے خاتمے کی درخواست کرکے آیا تھا۔ سکندر کو ان دونوں کی صورت امید کی کرن دکھائی دی۔ اس کا ذہن اب کچھ اور سوچ رہا تھا۔

"وہ بھی اپنے بابا سے ڈرتا ہے' اگر وہ نہ مانے تو..." شوکت شہریار ہو یا احسان الٰہی' اس بات کی کوئی گارنٹی نہیں دے سکتا تھا کہ وہ دونوں اس موضوع پر تحمل کا مظاہرہ کریں گے۔

"اتنا ڈرتا ہے تو پھر تمہیں اس راستے پہ اپنے ساتھ کیوں گھسیٹ رہا ہے۔ چھت پہ چڑھ کے کبوتر بازی کرے یا پتنگ اڑائے۔ تم سے شادی کرنا چاہتا ہے تو پھر حوصلہ بھی دکھائے' باقی بابا جان کو میں سنبھال لوں گا۔" سکندر کے مطابق اگر واقعی سرفراز اپنے باپ کے سامنے ڈٹ جاتا ہے تو اپنے بیٹے کی خاطر شوکت شہریار کو اپنے رویے میں لازمی نرمی لانی ہوگی۔ دوسری طرف سکندر بھی احسان الٰہی کو مسلسل سمجھائے گا۔ بات تو بن سکتی تھی۔

"کیا سوچ رہی ہو؟" وہ گہری سوچ میں تھا۔ شہرینہ خاموش رہی۔

"نہیں... وہ..." وہ جانتا تھا کام مشکل ہے' پر کسی کو تو پہلا قدم اٹھانا ہی ہوگا نا۔

"یہ ہی نا کہ وہ پتا نہیں کر پائے گا یا نہیں؟ دیکھو شہرینہ میں تمہارا بڑا بھائی ہوں اور صرف تمہارا بھلا چاہتا ہوں۔ زور زبردستی اور مار پیٹ کر تم پہ اپنی برتری ثابت نہیں کروں گا' لیکن ایک بات طے ہے اگر سرفراز نے اپنے والد سے اس رشتہ کی بات نہ کی تو ایسے بزدل انسان سے تمہاری شادی میں نہیں ہونے

دوں گا۔" سکندر کا لہجہ دوٹوک تھا۔

✡ ✡ ✡

کمرے میں اتنا سناٹا تھا کہ سوئی گرنے کی آواز بھی سنائی دیتی۔ شوکت شہریار کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ سرفراز پراعتماد لیکن مؤدب انداز میں ان کے سامنے بیٹھا تھا۔ شوکت کا غصہ آسمان سے باتیں کر رہا تھا۔ ساجدہ اور ہارون میں بھی اس وقت اتنی ہمت نہ تھی کہ اس معاملے میں اپنی رائے کا اظہار کر دیتے۔ ساجدہ ایک روایتی بیوی اور روایتی ماں تھیں۔ شوہر کی اطاعت گزار پر اولاد کی خوشیوں کی متمنی۔

"چار دن کی محبت میں یہ تیرا سپوت باپ کے سامنے بغاوت پہ اتر آیا ہے۔ سالوں پرانی دشمنی ختم کرنے کی بات کر رہا ہے' کیونکہ شریکوں کی بیٹی پہ اس کا دل آگیا ہے۔" وہ کاٹ دار لہجے میں بولے۔ ساجدہ نے کچھ کہنے کو لب کھولے' لیکن اس سے پہلے سرفراز بول پڑا۔

"بابا جان اس دشمنی سے کس کا بھلا ہو رہا ہے؟ میں آپ سے بغاوت کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتا' لیکن اتنے سالوں سے اس دشمنی کی آگ کو سینے میں جلائے آخر کیا ملا ہے؟" ساجدہ نے ماتھے پہ ہاتھ مارا۔ اسے ڈر تھا شوکت شہریار طیش میں آکر کوئی بڑی بات نہ کردیں۔ وہ تو سرفراز کو ڈانٹ ڈپٹ کر سامنے سے ہٹانا چاہتی تھیں پر وہ بھی اپنی دھن کا پکا تھا۔

"سن رہی ہو اس عاشق نامراد کی باتیں؟ بڑی سائڈ لیتی تھیں نا اپنے بیٹوں کی... میں اگر اپنی آئی پہ آگیا تو اس کا حشر نشر کردوں گا۔ اس لیے اسے اپنی محبت والی زبان سے سمجھا دو کہ یہ عشق کا کیڑا اپنے دماغ سے نکال دے' ورنہ..." شوکت شہریار کی آواز میں پھنکار تھی۔ وہ تپش جو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔

"چوہدری صاحب آپ تحمل رکھیں' اس کی عقل میں آپ ٹھکانے لگادوں گی۔" ساجدہ کو لگا اب اگر وہ نہ بولیں تو معاملہ مزید بگڑ سکتا ہے۔ اس نے سرفراز کا ہاتھ دبایا پر وہ اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ شہرینہ نے اسے بتا دیا



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھا کہ سکندر کو سب کچھ پتا چل چکا ہے اور یہ کہ سکندر رد کرنے کو تیار ہے پر اس صورت اگر سرفراز بھی خود کو ثابت کرے۔ شہرینہ یا کسی کے بھی علم میں لائے بغیر سرفراز ' سکندر سے ملا بھی اور اسی کے سمجھانے اور ہمت دلانے پہ وہ شوکت شہریار کے سامنے جا کھڑا ہوا تھا۔

"بابا جان.... آپ بھلے میری چمڑی ادھیڑ دیں یا مجھے گولی مار دیں 'میں گلہ نہیں کروں گا لیکن میں شہرینہ کی محبت سے دستبردار ہونے والا نہیں۔ میں بھی آپ کا ہی بیٹا ہوں۔ جس طرح آپ کا کہا پتھر پہ لکیر ہے ایسے ہی میری زبان سے نکلے لفظ بھی بدل نہیں سکتے۔ میں شہرینہ سے شادی کا وعدہ کر چکا ہوں اور اب مر تو سکتا ہوں پر اس وعدے سے پھر نہیں سکتا۔" شوکت شہریار جتنے غصے میں تھے 'سرفراز اتنا ہی پرسکون۔ سکندر کی مورل سپورٹ ملنے کے بعد اس کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔ اس رشتے سے نہ صرف یہ بے جا دشمنی کی آگ ٹھنڈی کی جا سکتی تھی بلکہ علاقے کا امن سکون واپس آ سکتا تھا۔ اس سے پہلے کہ شوکت شہریار مزید کچھ کہتے ملازم نے سکندر کی آمد کی اطلاع دی۔ کمرے میں موجود ہر شخص کو اس وقت سانپ سونگھ گیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"کس کا فون تھا رافع؟" وہ گہری سوچ میں تھا۔ اس کے لبوں پہ مسکراہٹ تھی اور چہرے پہ سب کچھ پا لینے کا سکون۔ رشیدہ کی آواز پہ چونک کر اس نے دروازے کی سمت دیکھا۔ وہ آنکھوں میں حیرت لیے اسے اکیلے میں مسکراتا دیکھ رہی تھی۔

"رباب کا۔" رشیدہ کا چہرہ چمکنے لگا۔ آنکھوں میں ہوس اور گہری ہوئی۔ ریلوے کلرک کی بیوی بن کر اس نے ساری عمر بھوک اور افلاس ہی دیکھی تھی۔ بچوں کی پیدائش نے خلیل کی ذمہ داریاں بڑھائیں اور اس کی قلیل آمدنی نے رشیدہ کو اس سے تمام عمر خائف ہی رکھا۔ وہ صبر کرنے والوں میں سے نہیں تھی۔ اسے زیادہ کی طمع تھی جبکہ یہاں زیادہ تو دور کی بات گھر کی ضروریات کا پورا کرنا ہی مشکل ہوتا تھا۔

"اچھا کیا کہہ رہی تھی؟ تو نے پیسوں کی بات کی؟" رافع نے نفی میں سر ہلایا۔

رشیدہ کی زندگی کا بس اب ایک ہی خواب تھا۔ آرام دہ زندگی 'وہ خواب جو خلیل کی صورت پورا نہ ہو سکا وہ اسے رافع کے ذریعے مکمل کرنا چاہتی تھی۔ اس کی باقی اولاد کی نسبت رافع پڑھائی میں ہمیشہ ہی آگے تھا۔ اس کی طرح رافع بھی اپنے موجود حالات سے ناخوش تھا۔ وہ ایک حریص طبع انسان تھا جسے زندگی میں سب کچھ بہت جلدی اور آسان طریقے سے چاہیے تھا۔ ایسے میں رباب اس کے خوابوں کی تعبیر بن کر اس کی زندگی میں آئی۔ وہ اتنی خوب صورت تھی کہ دسیوں کی نگاہیں اس پہ اٹھتی تھیں پر قسمت رافع پہ مہربان تھی کہ وہ اس کے اردگرد منڈلاتی تھی۔ چند ماہ میں اس کے عشق میں دنیا بھلا بیٹھی تھی اور اس میں بہت بڑا ہاتھ رافع کی ان میٹھی باتوں کا تھا جو رباب کو آسمان سے زمین پہ نہیں آنے دیتی تھیں۔

"کل ملوں گا تو بات کروں گا۔ آپ فکر نہ کریں میرے مانگنے سے پہلے ہی وہ دے دے گی۔ اس سے دس گنا زیادہ نوٹ وہ اپنے پرس میں لیے گھومتی ہے۔" اس کے لہجے میں بلا کا اعتماد تھا۔ جب سے ان دونوں کا تعلق بنا تھا رافع کے دن بدل گئے تھے۔ مہنگے پرفیوم ' بہترین لباس اور بڑے بڑے ریسٹورنٹ میں کھانا ' رباب کی بدولت تھا۔ وہ اپنے باپ کی چہیتی تھی اور شوکت شہریار ہر ماہ ایک موٹی رقم اس کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کرتے تھے جسے رباب بڑی شان سے اپنے دوستوں پہ خرچ کرتی تھی اور اب یہ ساری نوازشات رافع کی طرف منتقل ہو چکی تھیں۔

"کیا خیال ہے یہ اپنے بد دماغ باپ کو شادی کے لیے منا لے گی؟" جب سے رافع کا چکر رباب سے چلا تھا رشیدہ کے خواب زندہ ہو گئے تھے۔ وہ اس پلان کا باقاعدہ حصہ تھی۔

"آپ بس دیکھتی جائیں۔ وہ سر پھرا جاگیردار اس کی کوئی بات نہیں ٹالتا ہے۔ اسے میری محبت نے اتنا



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بے بس کر رکھا ہے نااماں کہ ایک اشارے پہ اپنا سب کچھ چھوڑ چھاڑ میرے قدموں میں آگرے گی۔"

رباب کہتی تھی کہ وہ جنئیس ہے وہ اس کے عشق میں اس کی ایسی ہی صفات کی بدولت چور ہوئی تھی پر وہ غلط تھی۔ رافع شاطر تھا۔ وہ اپنی غربت کے ہاتھوں پریشان تھا اور جانتا تھا اس یونیورسٹی سے نکل کر ملازمت کے لیے جوتیاں چٹخانے کے بعد اگر کوئی بڑا تیر مار بھی لیا تو نو سے پانچ کی چند ہزار روپوں کی نوکری اس کا مقدر ہوگی پر اسے اب زیادہ کی تلاش تھی۔

رباب خود اس کی زندگی میں آئی تھی اور اسے قسمت اگر شارٹ کٹ مہیا کر رہی تھی تو پھر وہ بے وقوف کیوں بنتا۔ اب تو بس وہ صحیح وقت کی تلاش میں تھا جب رباب اپنے باپ کو اس حد تک مجبور کر دے کہ وہ اس کی شادی بمعہ اپنی بے تحاشا دولت کے رافع سے کرنے پہ راضی ہو جائے اور اس کے مطابق وہ وقت اب جلد ہی آنے والا تھا۔

☼ ☼ ☼

اس نے سرفراز سے وعدہ کیا تھا وہ اس مرحلے میں ان دونوں کا ساتھ دے گا۔ اسی وعدے کا پاس رکھتے ہوئے وہ دشمن کے گھر بے دھڑک پہنچ گیا تھا۔ شوکت شہریار کو قائل کرنے سے پہلے وہ اپنے باباجان کو موم کر کے آرہا تھا۔

"اگر آپ سب نے اپنی خود ساختہ دشمنی اور نفرت کو ختم نہ کیا تو مجھے ڈر ہے محبت کی ان مٹ داستانوں میں ایک اور داستان کا اضافہ نہ ہو جائے۔ اور ان دونوں کا خون آپ دونوں کی خود غرضی کے سر ہوگا۔"

اولاد انسان کی سب سے بڑی کمزوری ہوتی ہے۔ یہ یونہی آزمائش نہیں۔ اس کی محبت میں بڑے بڑوں کی انا کے بت پاش پاش ہوئے ہیں پھر احسان الٰہی کیا چیز تھا۔ جس بیٹی کو سرد گرم راتوں میں سینے پہ کھلایا ہو، زمانے کے اچھے برے سے بچایا ہو اسے کون کافر اپنے ہاتھوں موت دے سکتا ہے۔ سکندر کی باتیں اور شہرینہ کے آنسو کارگر رہے اور احسان الٰہی اس شرط پہ راضی ہوئے کہ پہل شوکت شہریار کو کرنا ہوگی۔ وہ اگر رشتہ لے کر اس کے گھر آئے گا تو احسان الٰہی بھی انکار نہیں کرے گا۔

سکندر اب شوکت کی حویلی میں تھا۔ تنہا نہتا اور نڈر۔ وہ اس کی جی داری سے متاثر ہوئے تھے۔ یہ جان کر بھی کہ وہاں اسے نقصان پہنچایا جا سکتا ہے وہ ان کے دروازے پہ آیا تھا۔ شوکت شہریار جو یہ سمجھ رہے تھے شاید وہ جھگڑا کرنے آیا ہے اس کی سوچ کے برعکس سکندر نے دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ سرفراز نے تو پہلے ہی اسے کھلے دل سے خوش آمدید کہا تھا۔

شوکت شہریار کا غصہ تو اس کا تحمل اور اعتماد دیکھ کر خاصا کم ہو گیا تھا۔ کچھ سرفراز نے پیروں میں پڑ کر باپ کو منایا۔ ہارون البتہ خاموش تھا۔ ساجدہ کو بھی اپنی اولاد کی خوشی عزیز تھی۔

"بہت شکریہ سکندر۔ تم نے اس مشکل وقت میں ساتھ دے کر مجھے اپنا مقروض کر لیا ہے۔ اب یقین آیا شہرینہ کیوں تمہارے اتنے گن گاتی ہے۔" وہ بنا ہتھیار کے جنگ جیتا تھا۔ سرفراز اس کا شکر گزار تھا شاید وہ اکیلا اپنے باپ کو قائل نہ کرپاتا۔

"میری بہن کو اس کا جائز مقام اور عزت دلوانے کی ذمہ داری تمہاری ہے۔ پھر سمجھنا میرا یہ قرض ادا ہو گیا۔" اس کا ہاتھ تھامے سرفراز بے انتہا خوش تھا۔ اس کے دل کی مراد جو پوری ہونے والی تھی پر شاید ابھی دلی دور تھی لیکن سرفراز اس سے بے خبر تھا۔

☼ ☼ ☼

پورا علاقہ دانتوں میں انگلیاں دبائے آج کی تازہ خبر سن رہا تھا۔ جو سنتا تھا اگلی بات کہنی بھول جاتا تھا۔ برسوں کے دشمن رشتے دار بننے جا رہے تھے۔ چوہدری احسان الٰہی کے گھر پہ دعوت کا انتظام تھا۔ سکندر اور سرفراز کی کوششوں کی بدولت شوکت شہریار، اپنے بڑے بیٹے کا رشتہ لے کر احسان الٰہی کے گھر پہنچے تھے۔ شہرینہ اور سرفراز کی محبت کو منزل اتنی آسانی سے ملنے والی تھی یہ تو ان دونوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

سوچا تھا۔ نہ گولیاں چلیں نہ آگ لگی اور محبت نے اپنا رستہ بنالیا۔ سکندر جو مقصد لے کر پاکستان آیا تھا وہ اس میں سرخرو ہوا تھا۔ پچھلے ہفتے شوکت شہریار کے گھر جاکر اس نے دوستی کا پیغام دیا تھا اور آج شوکت شہریار اپنا دل بڑا کر کے خود ان کے گھر آگئے تھے۔

"بات تو بچوں نے پہلے ہی طے کرلی ہے' ہم نے تو بس خانہ پری کرنی ہے۔ کیا خیال ہے اس ماہ کے آخر میں دونوں کی شادی کردی جائے۔" پر تکلف کھانے کے بعد چائے کا دور چلا۔ سکندر' سرفراز اور ہارون خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ ساجدہ اور فرخندہ بھی ایک دوسرے سے کھلے دل سے ملیں۔ شہرینہ تو شرمائی لجائی بس چند منٹ ہی سب کے سامنے آئی۔ سرفراز کی معنی خیز نظریں اس کا احاطہ کررہی تھیں۔ اس کے لیے وہاں مزید ٹھہرنا مشکل ہورہا تھا۔

"نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے پر اتنی بھی کیا جلدی ہے' ویسے بھی دونوں گھروں میں بچوں کے حوالے سے پہلی خوشی ہے۔ مہینہ دو مہینہ تیاری کا تو دیں۔" ساجدہ بولی تھیں۔ وہ چاہتی تھیں بیٹے کی شادی اس شان سے ہو کہ لوگ برسوں یاد رکھیں۔

"اوہ نہیں۔۔۔ شادی بیاہ کے معاملات میں تاخیر اچھی نہیں ہوتی۔ جتنی جلدی ہوجائے بسم اللہ کرنی چاہیے۔ ویسے بھی آگے رمضان شروع ہوجائے گا پھر عید کے بعد ہی شادی ہوسکے گی۔ تم زنانیوں کا کیا ہے دو چار چکر شہر کے لگالینا۔ تیاری ہی تیاری ہے۔" شوکت شہریار کا موڈ ہلکا پھلکا تھا۔ احسان الٰہی کے خدشات وہی تھے جو کسی بھی باپ کے اپنی بیٹی کی شادی کے وقت ہوتے ہیں۔ شوکت سے ملنے سے پہلے وہ خاصے پریشان تھے۔ گو وہ سکندر کی ضد اور بیٹی کی محبت میں برسوں کی نفرت مٹانے کو راضی ہوگئے تھے پر اپنے دل کا ٹکڑا کسی کے حوالے کرتے ہوئے جتنی منفی سوچیں کسی باپ کے دل میں ہوتی ہیں وہ تمام سوچیں اس وقت احسان الٰہی کو گھیرے ہوئے تھیں پر شوکت شہریار کی اگلی بات نے انہیں حیران کردیا تھا۔

احسان الٰہی کے دل میں بیٹی کے مستقبل کو لے کر جتنے شبہات تھے شوکت شہریار نے ایک جملے میں ان کا سدباب کردیا۔

"احسان الٰہی سارے شکوے گلے بھلا کر ہم تمہاری دہلیز پہ ان بچوں کی خوشی کی خاطر آئے ہیں۔ سچ کہو تو سرفراز سے زیادہ میرے دل کو سکندر کی بات لگی۔ سکندر سے مل کر دل خوش ہوگیا۔" احسان الٰہی کی چھاتی بیٹے کی تعریف پہ چوڑی ہوگئی تھی۔ سکندر کے لبوں پہ ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔ ایک تامل کے خود شوکت شہریار نے سلسلہ کلام دوبارہ شروع کیا۔

"اسے میری شرط سمجھو یا درخواست۔۔۔ میں چاہتا ہوں تمہارے گھر سے میرے ایک نہیں دو رشتے بن جائیں۔" سب ہی شوکت شہریار کی بات بغور سن رہے تھے۔ ان کی تمہید سے فی الوقت کوئی بھی نتیجہ اخذ نہیں کیا جاسکتا تھا۔

"کھل کے بات کرو چوہدری شوکت تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" احسان الٰہی وہاں اکیلے نہیں تھے جو متجسس تھے۔ ہال میں بیٹھی ساجدہ سے لے کر پردے کے پیچھے کھڑے شہرینہ کے کان بھی شوکت شہریار کی اگلی بات کی طرف متوجہ تھے۔

"احسان الٰہی میں چاہتا ہوں سرفراز کو تم اپنا بیٹا بنا ہی رہے ہو تو سکندر کو میرا بیٹا بنادو۔" فرخندہ نے پہلے احسان الٰہی اور پھر سکندر کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں شاید اب بھی اس کی بات نہیں سمجھے تھے۔

"سکندر تمہارا بیٹا ہے شوکت۔" احسان الٰہی نے مسکراتے ہوئے سکندر کی طرف دیکھا۔ ان کا چہرہ بے تاثر تھا۔

"میں چاہتا ہوں تم سکندر کے لیے میری رباب کا رشتہ قبول کرلو۔" ساجدہ کو لگا شوکت شہریار کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔ کوئی یوں بھی بیٹی کے رشتے کی بات کرتا ہے۔ سرفراز اور ہارون دم بخود رہ گئے۔ سکندر حیرت سے شوکت شہریار کی شکل دیکھ رہا تھا۔ وہ مطمئن تھے۔

"اور اگر میں یہ بات نہ مانوں تو۔۔۔" احسان الٰہی نے خشک لہجے میں کہا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"تو میں سرفراز اور شہرینہ کا رشتہ ختم کر دوں گا۔ ان دونوں کی شادی اسی صورت ہوگی اگر تم سکندر اور رباب کی شادی کے لیے ہاں کر دو۔" وہ بہت سوچ سمجھ کر بول رہے تھے۔ ان کا لہجہ دو ٹوک تھا۔ سکندر نے پہلو بدلا۔ ساجدہ نے مداخلت کرنا چاہی پر شوکت شہریار نے اسے ڈپٹ کر خاموش کرا دیا۔ پہلی بار ایسا لگا وہ یہاں سرفراز کی نہیں رباب کی شادی کا سوچ کر آئے تھے۔

"میرے لیے جیسے میری بیٹی شہرینہ ہے ویسے رباب ہے۔ بات فقط میرے فیصلہ کرنے کی حد تک ہو تو میں تمہیں ہرگز خالی دامن نہیں لوٹاؤں گا لیکن یہ سکندر کی زندگی کا سوال ہے۔ میں اس پہ اپنا کوئی فیصلہ مسلط نہیں کرنا چاہتا۔ اگر یہ اس رشتے کے لیے راضی ہے تو مجھے یہ رشتہ بخوشی قبول ہے۔" احسان الٰہی نے صاف گوئی سے کام لیا۔ سب کی نظریں سکندر پر تھیں اور سکندر کی نظروں کا زاویہ شہرینہ کی طرف۔ جو پردے کے پیچھے سے نکل کر التجائیہ نظروں سے سکندر کو دیکھ رہی تھی۔ کسی لڑکی کو دیکھے، جانے بغیر اس کو ایک طرح سے بلیک میل کر کے یہ رشتہ اس پہ مسلط کیا جا رہا تھا۔ وہ انکار کر دینا چاہتا تھا پر شہرینہ کا اداس چہرہ اس انکار سے روک رہا تھا۔ چند دن پہلے اس کی وجہ سے برسوں کی دشمنی نے دوستی کا روپ دھارا تھا۔ اس کے انکار کے بعد نا صرف سرفراز اور شہرینہ کی شادی ٹوٹ جائے گی بلکہ دوستی کا یہ سلسلہ شروع ہونے سے پہلے ختم ہو جائے گا۔ اسے اقرار کیے بغیر چارہ نہ تھا۔ اسے اقرار کرنا پڑا۔ اپنا جواب ان تک پہنچا کر وہ وہاں سے جا چکا تھا۔

ملازمہ مٹھائی کا تھال لیے کمرے میں داخل ہوئی۔ شادی کی تاریخ ایک ہی دن کی طے ہوئی۔ دونوں طرف منہ میٹھا کرایا گیا۔ ساجدہ نے بیش قیمتی تحفے شہرینہ کو دیے جو وہ اپنے ساتھ لائی تھیں اور وقت رخصت فرخندہ نے بھی ان کے ساتھ بہت سے قیمتی تحائف روانہ کیے۔ شادی میں وقت کم تھا اور دونوں طرف اب ایک نہیں دو دو شادیوں کی تیاریاں ہونے والی تھیں۔

✲ ✲ ✲

"کیا بات ہے سب خیریت تو ہے نا یہ منہ کیوں لٹکایا ہوا ہے؟" رباب نے جوس کا سپ لیتے ہوئے پوچھا۔ رافع آج ضرورت سے زیادہ سنجیدہ تھا۔ رباب جانتی تھی وہ آج کل کن مسائل میں گھرا ہوا ہے۔ اس کی بہن کی شادی سر پہ تھی۔ اپنی حیثیت سے بڑھ کر وہ شادی کے انتظامات کر رہا تھا اور یہی بات اسے پریشان کر رہی تھی۔

"ہماری کلاس والوں کی زندگی میں خیریت تو بس کبھی کبھار ہی ہوتی ہے ورنہ ہر دن ایک دو نئے مسائل کا اضافہ ہی ہوتا ہے۔" کن انکھیوں سے اس نے رباب کے چہرے کی طرف دیکھا۔ وہ اس کی پریشانی پہ بے چین ہو رہی تھی۔ اس کا حسین چہرہ اداس ہو گیا تھا۔

"ہوا کیا ہے کچھ بتاؤ گے بھی یا یوں پہیلیاں بجھواتے رہو گے۔ بتاؤ تو پریشانی کیا ہے۔" اس سے پہلے بھی رافع اسے اپنے مسائل اور بہن کے جہیز کے اخراجات کا رونا سنا کر کافی رقم بٹور چکا تھا۔ رباب سے پیسے نکلوانا اس کے لیے بہت آسان تھا وہ اب بھی وہی حربہ استعمال کر رہا تھا۔

"رباب میں جس سوسائٹی کی پیداوار ہوں نا وہاں ہر پریشانی پیسوں سے شروع ہو کر پیسوں پہ ختم ہوتی ہے۔ صبح دوپہر شام۔۔۔ پیسے کہاں سے آئیں گے کی فکر ہم جیسوں کو ہلکان کرتی رہتی ہے۔ قرضوں کے بوجھ تلے ہماری زندگی کا آغاز ہوتا ہے اور اسی بوجھ تلے ختم ہو جاتی ہے۔" اس کے لہجے میں چھپی مایوسی نے رباب کو اور بھی کمزور کر دیا۔ اس کا بس چلتا تو رافع کی ہر پریشانی اپنے سر لے لیتی۔

"تم آج بہت مایوس نظر آرہے ہو رافع۔ میں نے تمہیں کبھی اتنا ناامید نہیں دیکھا۔ حالات ہمیشہ ایک جیسے تھوڑی رہتے ہیں تم کلاس کے سب سے ذہین اسٹوڈنٹ ہو ایک بار تمہاری تعلیم مکمل ہو جائے تو



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

شرکت کے لیے شہر سے لینے گیا تھا۔ بھائی کی شادی کی خبر تو ساجدہ اسے پہلے ہی فون پہ دے چکی تھی۔ وہ بہت خوش تھی اور نہیں جانتی تھی اس کی خوشی کو گرہن لگنے والا ہے۔

شوکت شہریار کی خصوصی ہدایات تھیں کہ رباب کو اس کی شادی کی خبر نہ دی جائے۔ اس دوران شوکت شہریار کا رباب سے رویہ ہمیشہ جیسا ہی تھا۔ سب کچھ جان کر بھی وہ جیسے انجان بنے رہے۔ شادی میں بس چند دن باقی تھے اور رباب کا گھر میں بے چینی سے انتظار ہو رہا تھا۔

شوکت شہریار کے سوا یہ بات گھر کے کسی فرد کو نہیں معلوم تھا کہ رباب کا شہر میں رافع سے کیا تعلق چل رہا ہے۔ وہ نہیں چاہتے تھے یہ معاملہ شدت اختیار کرے۔

”چوہدری صاحب اسے بتائیں گے نہیں تو وہ تو بڑا واویلا کرے گی۔“ ساجدہ کو اس بات پہ حیرت تھی۔ ایک تو اچانک کسی سے مشورے کے بغیر اس کی شادی طے کردی' اس پہ اسی کو خبر نہیں کہ چند دن میں اس کی شادی ہونے والی ہے۔

”تم جانتی تو ہو وہ من مانی کرنے والی ضدی لڑکی ہے۔ اسی بات پہ ناراض ہو جائے گی کہ اس سے پوچھا بھی نہیں اور شادی طے کردی۔ اور پھر ابھی تو اس کی تعلیم بھی مکمل نہیں ہوئی۔ یہاں آجائے گی تو میں خود اسے بتاؤں گا۔“ شادی کی خبر چھپانے کی معقول وجہ بتا کر شوکت شہریار نے سب کو خاموش تو کرادیا تھا پر اس بات سے کوئی بھی قائل نہیں ہوا تھا۔

”نا تو آپ نے اتنی جلدی کیوں کی۔ اتنا شوق ہے اس کو آگے پڑھنے کا اور پہلے تو خود کہتے تھے اسے بہت پڑھنا ہے۔ اب اچانک ہی وٹہ سٹہ پہ مان لیا۔ جو اگر میری بچی کو انہوں نے پریشان کیا نا.....“ شوکت شہریار کا پارہ ہائی ہو گیا۔ ساجدہ کی بات نامکمل تھی۔

”کچھ نہیں ہوتا تمہاری بچی کو وہ میری بھی لاڈلی بیٹی ہے۔ سکندر جیسا شاندار لڑکا قسمت والوں کو ملتا ہے بی بی۔ اپنی عقل نہ لڑا۔ جو میں کہہ رہا ہوں بس وہ کر۔“

اس بات کے بعد کسی کی کیا مجال تھی جو رباب کو اس بات کی ہوا بھی لگتی۔

بہرحال اب تو پنڈورا باکس کھلنے والا تھا۔ رات گئے تک ڈھولک بجی' آس پاس کے سب لوگ ہی جمع تھے۔ اس نے شادی کے گیت گائے بھائی کی شادی کی خوشی میں جھومی ناچی' اس بات سے انجان کے سب کی دبی دبی ہنسی اور معنی خیز نگاہیں اس کو کیا پیغام دے رہی ہیں۔ اسی دوران ایک رشتے دار خاتون نے اسے شادی کی مبارک دی تو رباب کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ وہ غصے میں وہاں سے چلی آئی اور اس بات کی تصدیق کے لیے شوکت شہریار کے پاس پہنچی جنہوں نے پرسکون انداز میں اسے شادی کی نوید دی۔

”مجھ سے پوچھے بغیر' میری مرضی جانے بغیر آپ میری شادی طے کرنے والے کون ہوتے ہیں۔“ وہ سرفراز یا ہارون نہیں تھی جو باپ کا لحاظ رکھتی۔ اس کی سرشت میں ضد تھی' غصہ تھا۔ وہ شوکت شہریار کے سامنے کھڑی تھی کیونکہ آج تک انہوں نے اسے کبھی گھور کر بھی نہ دیکھا تھا۔

”میں تمہارا باپ ہوں اور اس بات کا پورا حق رکھتا ہوں کہ جو لڑکا مجھے تمہارے لیے مناسب لگے اس سے تمہاری شادی کردوں۔“ وہ پہلی بار اس سے سخت لہجے میں بولے۔ ان کا انداز دوٹوک تھا۔ رباب نے لاکھ توجیہات دیں' کروڑ مزاحمت کی' پر شوکت شہریار جو بات طے کرچکے تھے وہ اس سے ایک انچ نہ ہلے۔

ساجدہ نے پچکارا' سرفراز نے سمجھایا پر اس کا رونا دھونا جاری رہا۔ شوکت شہریار کو اس کی محبت مارتی تھی جو رافع کا ذکر نہ کرکے وہ اس کا پردہ رکھنا چاہتے تھے پر وہ تو جیسے آپے سے باہر ہو رہی تھی۔ مجبوراً شوکت شہریار کو ساجدہ کو ساری بات بتانا پڑی۔ وہ تو سکتے میں آگئیں۔ بیٹی کی بارات آنے میں دو روز باقی ہیں اور وہ کسی اور کے عشق میں مری جارہی ہے اس بات نے تو ساجدہ کو پریشان کردیا۔

”میں جانتا تھا وہ گھر واپس نہیں آئے گی اس لیے تم سب کو اسے شادی کی خبر دینے سے منع کیا تھا“ شوکت



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

اچھی سے اچھی نوکری مل جائے گی۔" میرا دل کہتا ہے تم بہت آگے جاؤ گے۔ رافع کا تیر نشانے پہ لگا تھا۔ وہ اسے ہیرو سمجھتی تھی اور ہیرو پہ تو آنکھیں بند کرکے اعتبار کیا جاتا ہے۔

"یہ سب تم میری محبت میں کہہ رہی ہو ورنہ سچ تو یہ ہے پیسے کے بغیر آگے بڑھنے کے تمام راستوں پر قفل لگا ملتا ہے۔" اس کا لہجہ اب بھی ٹوٹا ہوا تھا۔ کچھ بھی تھا وہ کمال کا اداکار تھا یا پھر رباب پیدائشی بے وقوف۔

"تمہاری محبت میں تو میں بہت کچھ کہتی ہوں ابھی تم مجھے یہ بتاؤ تمہیں کتنے پیسے چاہئیں ہیں تاکہ تمہاری حالیہ ضرورت پوری ہو سکے آگے کی پھر دیکھیں گے۔" اپنا پرس کھول کر اس نے ہزار ہزار کے نوٹوں کا بنڈل نکالا۔ رافع کی بتائی ہوئی رقم گن کر اسے دیتے ہوئے وہ اسی ریسٹورنٹ میں بیٹھے چوہدری شوکت شہریار کی موجودگی سے بالکل انجان تھی۔

"رباب تمہارا تعلق اتنے بڑے خاندان سے ہے اگر تمہارے گھر والوں نے ہماری محبت کو قبول نہ کیا تو کیا ہوگا؟" اپنی مطلوبہ رقم جیب میں رکھ کر وہ اب خاصا پر سکون تھا۔

"میرے بابا جان مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ انہوں نے آج تک میری کسی بات سے انکار نہیں کیا اور یہ تو میری پوری زندگی کا سوال ہے۔ وہ میری تم سے شادی کے لیے ہنسی خوشی راضی ہو جائیں گے۔" اس کے ہاتھ پہ اپنا نازک ہاتھ رکھ کر رباب نے اسے تو تسلی دے دی پر شوکت شہریار کا سکون برباد ہو گیا تھا۔ وہ آج شہر آئے تھے۔ کام کاروباری نوعیت کا تھا اور واپسی پہ رباب سے ملنا تھا۔ ساجدہ نے اس کے لیے بے شمار چیزیں بھیجی تھیں۔

لاڈلی بیٹی کو سرپرائز دینے کے چکر میں شوکت شہریار کو اپنی زندگی کا سب سے بڑا سرپرائز مل گیا تھا۔ وہ بیٹی جس کو ہتھیلی کا چھالا بنا کر رکھا۔ جس کی خوشی کی خاطر وہ بڑے سے بڑا غم سہہ سکتے تھے شہر میں ایک لالچی اور دغا باز انسان کی جھوٹی محبت کے جال میں پھنسی اس پہ اپنی دولت لٹا رہی تھی۔ اس دن رباب سے ملے بغیر اور اپنے تمام کام چھوڑ کر شوکت شہریار نے فقط رافع کے متعلق تحقیقات کروائی تھیں۔ اس کے متعلق ساری معلومات لے کر وہ اس نتیجے پہ پہنچے تھے کہ رافع رباب سے زیادہ اس کے با اثر خاندان اور شوکت شہریار کی دولت میں دلچسپی رکھتا ہے۔

شوکت شہریار کی جہاں دیدہ نگاہوں نے رافع کی آنکھوں میں چھپی ہوس و طمع کو بخوبی کھوج لیا تھا جو اس کی محبت کی پٹی آنکھوں پہ باندھے سامنے بیٹھی رباب دیکھنے سے قاصر تھی۔ اگر وہ کسی ایسے شخص کا انتخاب کرتی جو ان کے خاندان کے ہم پلہ ہوتا اور رباب کے قابل ہوتا تو شوکت شہریار ہنس کر اسے اپنا داماد بناتے لیکن وہ کیسے ایسے انسان سے اپنی بیٹی کی شادی کرتے جو اس کی آنکھوں کے سامنے اپنے مسائل کا دکھڑا رو کر اس سے پیسے بٹور رہا تھا۔

رباب اس کے دل کا ٹکڑا تھی وہ اسے ایسی جگہ بیاہنا چاہتے تھے جہاں اس کی قدر ہو اسے مان ملے۔

رباب کو رافع کے چنگل سے نکالنے کا اس سے بہتر حل ان کے پاس نہیں تھا کہ وہ جلد از جلد اس کی شادی کر دیں۔ لیکن کس سے؟ کہاں؟ کیسے؟.... اور ان کے تمام سوالوں کا جواب سکندر تھا۔ وہ چراغ لے کر بھی نکلتے تو اتنا بہترین رشتہ رباب کے لیے نہ ملتا۔ وہ سرفراز کا رشتہ کرنے جا رہے تھے تو کیوں نا سکندر اور رباب کے رشتے کی شرط رکھ دیں۔ رباب کی شادی طے کر کے وہ جیسے اپنے دل پہ دھرا بھاری بوجھ کم کر آئے تھے۔

✲ ✲ ✲

گھر میں شادی کی تیاریاں عروج پہ تھیں۔ لڑکیاں ڈھولک کی تھاپ پہ شادی کے گیت گا رہی تھیں۔ پوری حویلی برقی قمقموں سے جگمگا رہی تھی۔ گھر کا کونا کونا مسکرا رہا تھا۔ گھر میں نئی دلہن کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ رباب ابھی کچھ دیر پہلے ہی حویلی پہنچی تھی۔ سرفراز آج خاص اسے شادی میں



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

شہریار پرسکون تھے کہ ایک بار رباب گھر آجائے تو اسے شادی کے لیے راضی کرنا کوئی مشکل کام نہیں پر پچھلے چند گھنٹوں میں اس نے آسمان سر پہ اٹھالیا تھا۔ گھر کے سب ملازموں کو خبر ہوچکی تھی کہ وہ شادی سے انکار کر رہی ہے۔ افواہیں سر اٹھا رہی تھیں پر شوکت شہریار کا خوف تھا جو ان کی بازگشت حویلی کی چار دیواری سے باہر نہیں نکلی تھی۔

☼ ☼ ☼

مہندی کا فنکشن دونوں گھروں نے اپنے گھر میں ہی رکھا تھا۔ پیلے ریشمی جوڑے میں شہرینہ کا روپ کھل رہا تھا۔ من پسند ہم سفر کا ساتھ پانے کی خوشی چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔ حویلی میں خوب چہل پہل تھی۔ سکندر اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ پیلے کامدار جوڑے پہ نارنجی دوپٹا اوڑھے وہ اسے بہت معصوم لگی اور اسی وقت اسے کوئی اور بھی یاد آیا۔ کچھ ایسا ہی لباس اس نے پہن رکھا تھا جیسا آج شہرینہ نے پہنا ہوا تھا۔ فرق اتنا تھا اس نے خود کو سیاہ چادر میں لپیٹ رکھا تھا۔ اس کا کھلا کھلا روپ، اڑی ہوئی رنگت کو دیکھ کر وہ دم بخود رہ گیا تھا۔ بنا چاند کی رات میں روشنی بکھیرتا اس کا سراپا کسی کا بھی چین چرا سکتا تھا۔ خوف کے باعث اس کے ماتھے پہ پسینے کے قطرے دمک رہے تھے۔ بالوں کی چند لٹیں، اس کی چوٹی سے نکل کر اس کے چہرے کو پریشان کر رہی تھیں جنہیں وہ بار بار اپنے دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے ہٹا رہی تھی۔ وہ اس وقت شدید پریشان تھی اس بات کا ثبوت یہ تھا کہ اپنا نچلا لب جانے کتنی ہی بار اس نے کاٹا۔ ہر بار جب وہ اپنا لب کاٹتی تو اس کا درد سکندر اپنے لبوں پہ محسوس کرتا۔ وہ خواب تھا یا یقین۔۔۔ سکندر کوئی فیصلہ نہیں کرپایا تھا۔

"کن سوچوں میں گم ہیں؟" وہ غائب دماغی سے ایک ٹک اسی کو دیکھ رہا تھا۔ شہرینہ کو اندازہ ہوا وہ یہاں موجود تو ہے پر اس کا ذہن کہیں اور ہے۔ وہ یک دم چونکا۔

"ہاں۔۔۔ وہ۔۔۔" اس نے اپنا ماتھا کھجایا۔ وہ اسے کیا بتاتا وہ یہاں کیا کرنے آیا تھا۔

"اپنی چیزیں دیکھ لیں، سب سامان ٹھیک ہے نا۔" اس نے بات بنائی۔ شہرینہ نے اثبات میں سر ہلایا۔ کچھ دیر یونہی بے معنی ادھر ادھر کی باتیں کر کے وہ اس کے کمرے سے چلا آیا۔ وہ چاہ کر بھی شہرینہ سے وہ بات پوچھ نہیں سکا جو اسے کل رات سے پریشان کر رہی تھی۔ ایک بار پھر آرام کی غرض سے وہ اپنے کمرے میں بند ہوچکا تھا۔ دھوئیں کے غبار اڑاتا وہ خود کو ان سوچوں سے دور لے جانا چاہتا تھا پر یہ اتنا آسان نہ تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ بے بسی کی انتہا پہ تھی، اسے دھوکے سے یہاں لایا گیا تھا۔ اگر وہ پہلے سے یہ سب جانتی تو ہرگز گھر نہ آتی۔ اسے گھر کے ہر فرد سے شکایت تھی پر اپنے بابا سے وہ سب سے زیادہ خائف تھی۔ اس کی خوشی کو اہمیت دیے بغیر اسے قربانی کا بکرا بنایا جا رہا تھا۔ اپنی دشمنی کو دوستی میں بدلنے کے لیے اسے ایک انجان شخص سے شادی پہ مجبور کیا جا رہا تھا۔ عام حالات میں وہ اتنی منفی باتیں ہرگز نہ سوچتی پر اب تو رافع کی محبت سر چڑھ کر بول رہی تھی۔

دبے پاؤں کمرے سے نکل کر وہ ہال میں چلی آئی۔ ملازم اپنے کوارٹروں میں تھے۔ سب لوگ سو چکے تھے۔ اس نے جلدی سے فون اٹھایا اور رافع کا نمبر ملانے لگی۔ چند بیلوں کے بعد کال اٹینڈ کرلی گئی۔

"بابا یہاں زبردستی میری شادی کر رہے ہیں۔ مجھے جھوٹ بول کر یہاں بلایا گیا ہے۔" اس کا موبائل فون ساجدہ کے قبضے میں تھا اور بند تھا اسی لیے رافع کا اس سے رابطہ نہیں ہوپایا تھا۔ اس کے کمرے کے فون کی تار کٹ چکی تھی اور ملازموں کو سختی سے حکم دیا گیا تھا کہ وہ فون کے پاس بھی نہ جائے۔

"تم نے تو کہا تھا وہ تمہاری مرضی کے بغیر کچھ نہیں کرسکتے، میں تو اپنی ساری امیدیں تم سے لگائے بیٹھا تھا۔" اس کے اپنے پیروں تلے سے زمین نکل گئی



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

تھی۔ سونے کی چڑیا اس کے ہاتھ سے نکل رہی تھی اور وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

"ایک راستہ ہے۔ میرے گھر والے تمہیں نہیں جانتے' اگر کل رات میں کسی طرح گھر سے نکل کر مین روڈ پہ آجاؤں تو تم مجھے وہاں سے پک کر لو۔ ہم دونوں شہر جا کر شادی کر لیں گے تو میرے گھر والے کچھ نہیں کر سکتے۔" رافع کو رباب کا پلان پسند آیا تھا۔ وقت اور جگہ کا تعین کر کے اس نے رازداری سے فون بند کیا اور دبے پیروں اپنے کمرے میں چلی گئی۔ وہ اب پرسکون تھی۔

"کیا کہہ رہی تھی وہ۔" پاس پڑی چارپائی پہ رشیدہ ادھ کھلی آنکھوں سے اسے پریشان بیٹھا دیکھ رہی تھی۔ چھت پہ باقی سب افراد گہری نیند میں سو رہے تھے۔ رافع نے سارا قصہ مختصراً کہہ سنایا۔

"کوئی ضرورت نہیں اس بلا کو گلے ڈالنے کی۔ یہ لڑکی خالی ہاتھ ہمارے گھر آگئی تو ہمیں کتنے نفلوں کا ثواب۔ ویسے بھی اس کے باپ بھائی بہت طاقت ور لوگ ہیں۔ ایسے لوگوں کے ہاتھ بہت لمبے ہوتے ہیں۔ جوان بیٹیاں ہیں میری' بلاوجہ کوئی نئی مصیبت نہ شروع ہو جائے۔" اس بات سے قطع نظر کہ رباب کو اس نہج پہ لانے والا اس کا اپنا بیٹا ہے وہ اسے اس ساری صورت حال سے خود کو بچانے کا راستہ دکھا رہی تھی۔

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں اگر ان لوگوں کو خبر مل گئی تو خواہ مخواہ لینے کے دینے پڑ جائیں گے۔" اس نے سوچتے ہوئے سر کھجایا۔

"وہ مختاراں ہے نا' کل ہی مجھ سے قیصر صاحب کی بیٹی کا ذکر کر رہی تھی۔" رافع نے حیرت سے دیکھا۔

"وہی جو ہمارے پڑوس میں رہتے تھے۔ ان کا بھائی بہت سال پہلے امریکا گیا تھا جھوٹے کاغذ بنوا کر۔ اب تو خیر پاسپورٹ والا ہے۔ وہاں جا کر کسی گوری سے شادی کر لی۔ ایک بیٹی ہے اس سے۔ عورت تو جانے کب کی بھاگ گئی۔ اب سنا ہے بیٹی کا رشتہ دیکھ رہے ہیں۔ گھر داماد چاہیے انہیں۔ وہ کہہ رہی تھی تمہارا خاص طور پہ پوچھا ہے۔ سوچ رہی ہوں کل ہی اس کو بلا کر بات آگے بڑھاتی ہوں۔" چادر اوڑھ کر وہ ایک بار پھر چارپائی پہ لیٹ گئی۔

"جیسا آپ مناسب سمجھیں' ویسے بھی اس ملک میں رکھا ہی کیا ہے سوائے بھوک اور غربت کے۔" رافع نے وہ رات امریکا جانے کا حسین خواب دیکھتے ہوئے گزاری۔ صبح تک رباب کو وہ ماضی کا قصہ سمجھ کر بھول چکا تھا۔

☼ ☼ ☼

سرخ جوڑے پہ کندن کا قیمتی کام اس کی شان و شوکت کو بڑھا رہا تھا۔ اس کے ماتھے پہ چمکتی بندیا' کانوں میں جھولتے آویزے جو اس کے رخساروں کو چوم کر اس کی نظر اتارتے تھے' اس کے گلے میں پہنا ہار اس کی صراحی دار گردن کو اور بھی حسین بنا رہا تھا۔ سرفراز کی محبت میں سرشار وہ شرمائی لجائی پھولوں کی سیج پہ بیٹھی اس کی منتظر تھی۔ یہ ارمانوں کی رات تھی۔ دو دلوں کے ملنے کا جشن منانے کی رات۔ سرفراز کی لو دیتی نظروں کی تاب نہ لا کر خود میں سمٹتی شہرینہ' شرم سے سرخ ہو رہی تھی۔

باپ اور بھائی کے گلے لگ کر اس نے خوب آنسو بہائے تھے پر ان آنسوؤں میں فقط جدائی کا درد نہ تھا بلکہ پیا سے ملنے کی خوشی بھی پنہا تھی۔ اپنے گھر والوں کی بے شمار دعاؤں کے سائے میں رخصت ہو کر وہ کچھ دیر پہلے شوکت شہریار کی حویلی پہنچی تھی جہاں اس کا شاندار استقبال کیا گیا تھا۔ گھر کے سب افراد نے اسے کھلے دل سے خوش آمدید کہا تھا۔ سرفراز پہ اسے خود سے زیادہ بھروسا تھا پر شبہات و وسوسوں کی ہلکی سی رمق جو دل کے نہاں خانوں میں پوشیدہ تھی وہ اب دور جا چکی تھی۔ وہ دشمن کی بیٹی نہیں' سرفراز کی محبت بن کر یہاں آئی تھی۔ اسے پورا مان دیا گیا۔ سرفراز کی قربت نے اس کے وعدوں کی تصدیق کر دی۔ شہرینہ کو لگا زندگی اس سے زیادہ حسین نہیں ہو سکتی ہے۔

☼ ☼ ☼

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی پر وہ اب تک



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

اپنے کمرے میں نہیں گیا تھا۔ رات کے اس پہر ہر طرف خاموشی کا راج تھا۔ وہ بیٹھے بیٹھے تھک گیا تو ہال میں ٹہلنے لگا۔ کچھ لمحے قیامت کے ہوتے ہیں۔ آپ چاہ کر بھی اس قیامت کو روک نہیں پاتے۔ ایسی ہی ایک قیامت اس کی زندگی میں آچکی تھی اور اس کا سکون ملیامیٹ کرچکی تھی۔ وہ بے بسی سے اپنی دنیا اجڑتے دیکھتا رہا پر کچھ کر نہیں پایا تھا۔ وسوسوں اور خدشات کا ناگ پچھلے دو دن سے اس کے اندر پھنکار رہا تھا۔ وہ خود کو تسلیاں و تاویلیں دے دے کر اب تک کسی بھی منطقی نتیجے پر نہیں پہنچا تھا' اب وہ کیا کرے۔ جب سب کچھ شیشے کی طرح صاف ہوچکا تھا۔ اب وہ اس صورت حال سے کیسے نبٹے' کیسے ان حالات کا سامنا کرے۔ کیا اپنے والدین کو وہ سچ بتائے جسے سن کر نہ صرف ان کے پیروں تلے سے زمین نکل جائے گی بلکہ شاید اس حویلی میں یہ رات رباب کی آخری رات ہوگی۔

کاش وہ وقت سکندر کی زندگی میں کبھی نہ آتا' کاش اس کا ایکسیڈنٹ نہ ہوتا اور وہ وقت پہ گھر پہنچ جاتا' کاش آدھی رات کو اسے سڑک کے کنارے کھڑی لڑکی نظر نہ آتی' کاش وہ اس کی مدد نہ کرتا اور کاش وہ رباب شوکت نہ ہوتی۔ چوہدری شوکت کی بیٹی' سرفراز کی بہن اور اس کی ہونے والی بیوی۔

شادی سے صرف دو دن پہلے اندھیری سیاہ رات میں اس نے سیاہ چادر میں لپٹی' ڈری' سہمی بے تحاشا خوب صورت لڑکی کو اپنی گاڑی کی طرف آتے دیکھا۔ اس کا چہرہ ناامید تھا۔ اس کی حسین آنکھوں میں غم کے سائے منڈلا رہے تھے۔ سکندر گاڑی سے نکل کر اس کی طرف بڑھا۔ وہ اسے دیکھ کر شدید گھبراہٹ کا شکار ہوگئی۔ وہ وہیں رک گیا تھا۔

"لگتا ہے آپ کسی کی منتظر ہیں' گھبرایئے مت' میں صرف آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔" ہمیشہ کی طرح' دل کو چھو لینے والے انداز میں گفتگو کرتا وہ اس کا خود پہ اعتبار بحال کررہا تھا۔ گرے ڈریس شرٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس وہ بہت اسمارٹ لگ رہا تھا۔ رباب کو وہ کوئی چور اچکا یا بدمعاش تو ہرگز نہیں لگا تھا۔ بے بسی اور خوف سے اس کے آنسو چھلک پڑے تھے۔

"مجھے گھر جانا ہے۔" وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی۔ سکندر کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اسے کیسے سنبھالے۔

"میں آپ کو آپ کے گھر پہنچادوں گا' لیکن آپ پلیز رونا بند کریں۔" گاڑی میں اس کے برابر والی سیٹ پہ بیٹھی وہ اب بھی بے آواز رو رہی تھی۔ سکندر نے اس مختصر فاصلے سے اسے بغور دیکھا۔ وہ مہندی یا مایوں کے لباس میں تھی۔ اس کی چادر کا کونا ہٹا تو سکندر نے اندازہ لگایا وہ یا تو کسی شادی سے آرہی ہے یا خود کوئی دلہن ہے۔ اس دوران ایک بار پھر اس کا دھیان اس کی طرف نہیں گیا وہ اسی کی دلہن ہے۔ اس نے رباب کو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ شہرینہ نے سرفراز کے ذریعے تصویر منگوانی چاہی پر اس نے مناسب نہ جان کر انکار کردیا۔

"ویسے آپ کو جانا کہاں ہے' میرا مطلب آپ کا گھر یہاں کس علاقے میں ہے۔" زندگی میں بہت کم چہروں کو قدرت اتنے حسن سے نوازتی ہے کہ وہ پہلے نظر میں ہی دل میں اتر جائیں۔ وہ جانتا تھا اس چہرے کو وہ تمام عمر فراموش نہ کرپائے گا۔ وہ اس کے حسن سے متاثر ہوا تھا تو اس کی ڈری سہمی خوف زدہ جھیل سی آنکھوں میں اپنا وجود ڈوبتے ہوئے محسوس کررہا تھا۔ اس پہ ایک نظر ڈال کر نگاہ ہٹانا کتنا مشکل کام تھا پر اسے یہ مشکل کام کرنا ہی پڑا کیونکہ وہ اب سنجیدگی سے اسی کو دیکھ رہی تھی۔ اس سے پہلے کہ وہ اس کی طرف سے مشکوک ہوجاتی بہتر تھا سکندر اسے اس کی منزل پر پہنچادے۔

"چوہدری شوکت کی حویلی یہاں سے تھوڑی ہی دور ہے۔ مجھے وہاں جانا ہے۔" سکندر کے ہاتھ سے اسٹیئرنگ پھسلا۔ اس نے حیرت سے ساتھ بیٹھی لڑکی کی طرف دیکھا۔

"کیا یہ ان کی مہمان ہے یا ان کے گھر کی فرد۔" سکندر کی چھٹی حس نے خطرے کا الارم بجایا۔ وہ اب بھی مسلسل رو رہی تھی۔ اس نے پانی کی بوتل اسے



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دی اور اپنا دھیان سڑک کی طرف کرلیا۔ وہ اس کا نام پوچھنا چاہتا تھا' اپنے شبہات کی تصدیق کرنا چاہتا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ وہ نہ ہو۔

حویلی بس پندرہ منٹ کی دوری پہ تھی۔ اس نے گاڑی روکی اور وہ گمنام لڑکی اس سے بنا کچھ کہے' اس پہ ایک بھی نظر ڈالے بغیر ست قدموں سے چلتی دروازے تک گئی۔ چوکیدار جاگ رہا تھا۔ اس نے فورا" دروازہ کھولا اور وہ اندر چلی گئی۔ سکندر حیران پریشان اسے حویلی کے اندر جاتا دیکھتا رہا اور پھر گاڑی اپنے گھر کی طرف موڑلی۔

☼ ☼ ☼

وہ پوری رات اس نے آنکھوں میں گزاری تھی۔ وہ اگر رباب تھی تو آدھی رات کو اس سڑک پہ کیا کررہی تھی۔

کیا وہ گھر سے بھاگ رہی تھی؟

یا پھر وہ کسی مصیبت میں تھی؟

شاید اس کے ساتھ کوئی حادثہ ہوا ہو۔۔۔ یا پھر وہ سرے سے رباب ہو ہی نا۔ ہو سکتا ہے ایسا کچھ نہ ہوا ہو جیسا وہ سوچ رہا ہے۔ پر اس کا لباس۔۔۔ یہ بالکل ویسا ہی تھا جیسا اگلے دن شہرینہ نے پہنا ہوا تھا۔ کیا اس کی شادی زبردستی کی جارہی تھی۔ اچانک شوکت شہریار کا ساری آن بان بھلا کر اپنی بیٹی کے رشتے کی خواہش کا اظہار کرنا۔۔۔ کیا یہ سب کسی پلاننگ کا حصہ تھا۔

"اف خدایا' میں کیا کروں؟" اس کا سر درد سے پھٹا جارہا تھا۔ شہرینہ اس کی الجھن دور کرسکتی تھی۔ یہی سوچ کر وہ اس کے پاس گیا تھا۔ وہ اس سے رباب کی تصویر مانگ سکتا تھا۔ وہ اسے دیکھنے کا حق رکھتا تھا پر شادی سے فقط ایک دن پہلے اگر یہ بات سچ نکلی کہ وہ گمنام لڑکی رباب ہی ہے تو وہ کیا کرے گا؟ کیا وہ اس پوزیشن میں ہے کہ وہ شادی سے انکار کردے۔۔۔ یہ سوال اس نے خود سے دسیوں بار پوچھا تھا اور ہر بار ایک ہی جواب ملا تھا۔

"نہیں۔۔۔" اس کا انکار اس کی بہن کی شادی روکنے کا باعث بن جاتا۔ اسے یہ زہر کا گھونٹ پینا ہی تھا۔ دل میں سب کچھ اچھا ہوجانے کی خواہش لے کر اس نے نکاح کے کاغذات پہ دستخط کیے تھے۔

شادی کا فنکشن ایک ہی جگہ تھا۔ ایک طرف شہرینہ اور سرفراز بیٹھے تھے جبکہ دوسری طرف اس کے بہت پاس رباب بیٹھی تھی۔ وہ چاہ کر بھی اس کا چہرہ نہیں دیکھ پایا تھا۔ شاید وہ دیکھنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ بلی کو دیکھ کر جیسے کبوتر آنکھیں بند کرلیتا ہے کچھ ایسے ہی وہ اس وقت کو ٹالنے کی کوشش کررہا تھا۔ ایک بات تو طے تھی شوکت شہریار کی رشتے دار خواتین اور لڑکیاں اس کے سامنے ہی تھیں اور ان میں وہ لڑکی نہیں تھی تو کیا وہ۔۔۔؟ وہ جتنا اس مسئلے پہ سوچ رہا تھا اتنا ڈسٹرب ہورہا تھا۔

☼ ☼ ☼

خود پہ جبر کرتا وہ اپنے کمرے تک پہنچا تھا۔ کمرے کی سجاوٹ و آرائش روایتی تھی۔ پھولوں کی سیج پہ سرخ جوڑے میں لپٹی رباب اس کی منتظر تھی۔ اس نے قدم آگے بڑھائے۔ اس کو دیکھے بنا سکندر نے اپنی الماری کی طرف قدم بڑھائے۔ وہ پلٹا تو اس کے ہاتھ میں ایک مخملی ڈبا تھا۔ اس میں وہ قیمتی کنگن تھے جو سکندر برسوں خاص طور پہ رباب کے لیے لایا تھا۔ رباب سر جھکائے خاموش بیٹھی تھی۔ اپنے ہاتھوں کی انگلیاں مسلتے سکندر نے اسے مضطرب دیکھا۔ وہ عین اس کے سامنے جا بیٹھا۔ کنگن کا باکس بیڈ پہ رکھ کر اس نے اپنے دائیں ہاتھ سے اس کی ٹھوڑی کو چھوا اور آہستہ آہستہ اس کا چہرہ اوپر اٹھایا۔ اس کی نگاہ رباب کے ہونٹوں پہ گئی۔ گہری سرخ لپ اسٹک کی تہ میں چھپے اس کے کانپتے لبوں کو دیکھ کر سکندر کو وہ منظر یاد آیا جب وہ انہیں بے دردی سے کاٹ رہی تھی۔

سکندر کو اپنے دل کی دھڑکن تیز ہوتی محسوس ہوئی۔ رباب کی آنکھیں بند تھیں۔ اے سی کمرے میں بھی اس کی پیشانی پسینے سے تر تھی۔ سکندر چند لمحے اسے یک ٹک دیکھتا رہا۔ اس کے ماتھے کی بندیا



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

دمک رہی تھی۔ اس کا چہرہ دیکھ کر بے اختیار اس سے محبت کرنے کو دل چاہتا تھا۔ بلاشبہ وہ بے تحاشا حسین تھی اور آج بالخصوص حسین لگ رہی تھی۔ یہ ساری سج دھج سکندر کے لیے تھی پر وہ اس کے لیے اپنے دل میں کوئی بھی جذبات محسوس نہیں کر رہا تھا۔

کرتا بھی کیسے 'شادی سے دو دن پہلے آدھی رات کو جس لڑکی کو اس نے روتے دھوتے 'سڑک کنارے پریشان دیکھا تھا وہ اس کی بیوی کے روپ میں اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ بدترین خدشات سچ نکلے تھے۔ یک دم وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ رباب نے اچانک آنکھیں کھول دیں اور اپنے سامنے کھڑے سکندر کو دیکھا' جو غصے اور حیرت کی ملی جلی کیفیت میں اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کی آنکھیں پھیل گئیں۔ خوف کی ایک شدید لہر اس نے اپنی ریڑھ کی ہڈی میں محسوس کی۔

☼ ☼ ☼

یہ خواب تھا تو بہت ڈراؤنا تھا' یہ حقیقت تھی تو بے حد بھیانک تھی۔ اسے لگا وہ شاید ہوش میں نہیں۔ اس کی آنکھوں کا خوف وحشت میں بدل گیا۔ جو کچھ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی اس پہ یقین نہیں کرنا چاہتی تھی۔ فقط چند دن میں اس کی زندگی میں کیا کچھ نہیں ہو گیا تھا۔ اس کے خوابوں کا محل ٹوٹ کر چکنا چور ہو گیا تھا۔ اس کا سارا مان' سارا غرور خاک میں مل گیا تھا۔ اسے دھوکے سے گھر بلا کر اس کی شادی کی جا رہی تھی۔ وہ صرف رافع سے شادی کرنا چاہتی تھی کیونکہ وہ اس سے شدید محبت کرتی تھی۔

ایک ایسا انسان' جس کا نام بھی شاید وہ پہلی بار سن رہی تھی اس کے ساتھ منسوب کیے جانے پہ رباب نے آسمان سر پر اٹھایا پر نتیجہ کچھ نہ نکلا اور پھر وہ گھر سے بھاگ گئی۔ اس کی قسمت اچھی تھی جو اس وقت حویلی سے آسانی سے نکل آئی تھی پر پورا ایک گھنٹہ اس سنسان سڑک پہ کھڑے رہنے کے باوجود جب رافع نہیں آیا تو وہ خوف زدہ ہو گئی۔

"کیا رافع اسے چھوڑ سکتا ہے' کیا وہ اس سے بے وفائی کر سکتا ہے...؟" خود سے کیے کسی بھی سوال کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ بے ہوش ہو کر گر جاتی اسے شہر کی طرف سے ایک گاڑی آتی دکھائی دی۔ دل میں اپنی دم توڑتی امید کو دوبارہ زندہ کیے وہ سڑک تک پہنچی پر وہاں رافع نہیں تھا۔ وہ کچھ اور ٹوٹی' کچھ اور تڑپی... اس اجنبی نے اسے گھر تک پہنچایا' وہ نہیں جانتی وہ کون تھا اور کہاں سے آیا تھا کیونکہ جن حالات میں وہ اس سے ملی اس کا ذہن ماؤف تھا۔ وہ اسے حویلی کے دروازے پہ چھوڑ گیا تھا۔

رباب نہیں جانتی تھی یہ دروازہ اس پہ دوبارہ کبھی کھلے گا یا نہیں۔ اس نے تو بس دستک دی تھی اور دروازہ کھل گیا تھا۔ وہ بے خودی کی کیفیت میں تھی' سوچنے سمجھنے کی ہر صلاحیت سے عاری' اپنے ہی خیالوں میں مگن جب اس نے اندر قدم رکھا تو شوکت شہریار کا غصے سے سرخ چہرہ دیکھا۔ ان کے ساتھ سرفراز اور ہارون بھی تھے۔ شاید وہ اسی کی تلاش میں گھر سے نکل رہے تھے۔ اگر انہیں پہلے رباب کے گھر سے نکلنے کی خبر ہو چکی ہوتی تو یقیناً" وہ اسے بہت جلد ڈھونڈ نکالتے' وہ ان کی دسترس میں تھی۔

"تیرے جیسی اولاد ہوتی ہو گی جسے بے عزتی اور بدنامی کے ڈر سے ماں باپ پیدا ہوتے زندہ گاڑ دیتے تھے۔" وہ بولے نہیں پھنکارے تھے۔ رباب ہوش میں آئی تھی۔ اس کا باپ اس پہ جان چھڑکتا تھا' لیکن وہ جو حدیں پار کر چکی تھی وہ باآسانی اس کی جان لے سکتا تھا۔ دونوں بڑے بھائی اسے نفرت سے دیکھ رہے تھے۔ وہ ان سے نظریں نہیں ملا پائی اور پھر ساجدہ کا سخت ہاتھ اس کے گالوں سے ٹکرایا۔ اس نے ناقابل یقین نظروں سے ماں کو دیکھا۔ وہ اسے گھسیٹتے ہوئے کمرے میں لے گئیں۔ یہاں بھی ان کی ممتا آڑے آئی جو اگر وہ اسے شوکت شہریار کی نظروں سے اوجھل نہ کرتیں تو وہ آج رباب کو جان سے مار دیتے۔

"میری تربیت کو گالی پڑوا کر سکون میں ہے لاڈو رانی ...بے حیائی کی اس انتہا تک پہنچنے سے پہلے ایک بار یہ تو سوچ لیتی تیرے چلے جانے کے بعد ہم دونوں دنیا کو کیا



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

منہ دکھائیں گے۔" ان کا لہجہ ٹوٹا ہوا تھا۔
"تیری ہٹ دھرمی اور ضد سے کہیں اونچی تیرے باپ کی پگڑی ہے 'اگر پرسوں تیری شادی نہ ہوئی تو وہ مجھے زہر دے کر خود کو گولی مارلیں گے۔ اب تو سوچ لے ماں باپ کی لاشوں پہ عشق کا مینار کھڑا کرنا ہے تو شوق سے اس شہری منڈے کے ساتھ بھاگ جا۔" وہ بے آواز روتی رہی۔ ساجدہ کمرے کا دروازہ اس کے منہ پہ مار کر جاچکی تھیں۔
اس پہ تو عشق کا بھوت سوار تھا اس انتہا پہ تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا جو ساجدہ اس کے کان میں ڈال گئی تھیں۔ اب بھی اس کے دماغ میں بس ایک ہی سوال دھماکے کر رہا تھا۔ رافع کیوں نہیں آیا؟ اس کا جواب تو وہی دے سکتا تھا۔ وہ گھٹنوں کے بل زمین پہ بیٹھی بین کرنے لگی۔ اس کے سامنے کوئی راستہ نہیں بچا تھا سوائے اس کے کہ اسے ہر حال میں یہ شادی کرنا تھی۔ وہ چاہے یا نا چاہے اسے اس دلدل میں اترنا تھا۔ باپ کا غصے سے بھرا چہرہ' ماں کی ذلت بھری گالیاں' بھائیوں کی آنکھوں میں اپنے لیے نفرت۔۔۔۔ ان دو دنوں میں اس نے بارہا ان چہروں کو خود سے خائف دیکھا تھا اور اب ایک اور چہرہ۔۔۔۔ جسے وہ اس رات کے بعد یکسر فراموش کرچکی تھی۔ وہ اس کا مددگار تھا پر اس نے پلٹ کر ایک لفظ شکریہ کا بھی نہیں کہا تھا۔ وہ چہرہ' آنکھوں میں بے بسی' چہرے پہ ناقابل یقین حیرت لیے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

☼ ☼ ☼

اس کی آنکھ کھلی تو صبح کی دھوپ کھڑکی سے چھن چھن کر آرہی تھی۔ پورا کمرہ روشنی سے نہایا ہوا تھا۔ باہر ہر چند آوازیں اس بات کی غمازی کر رہی تھیں کہ حویلی کے مکین جاگ چکے ہیں۔ وہ ایک دم صوفے سے اچھلا۔ رات ڈھلے وہ بے چینی سے اپنے کمرے سے باہر نکل آیا تھا۔ یونہی پریشانی میں ہال میں ٹہلتے وہ تھک چکا تھا۔ یہاں ہال میں تو رکنا مشکل تھا لہٰذا اسٹڈی کی طرف چلا آیا' صوفہ پہ بیٹھے اور ساری صورت حال کو سوچتے جانے کب اس کی آنکھ لگی اسے پتا ہی نہیں چلا۔
اسے اپنے کمرے میں جانا چاہیے کیونکہ اگر کسی نے اسے یہاں دیکھ لیا تو بات کا بتنگڑ بن جائے گا۔ یہی سوچتا وہ نہایت رازداری سے نکل کر اپنے کمرے میں پہنچا۔ دروازہ لاک نہیں تھا۔ اندر آکر اس کی نگاہ بیڈ پہ پڑی جہاں رات والے عروسی جوڑے میں رباب بیڈ کراؤن سے سر ٹکائے گہری نیند سو رہی تھی۔ اس نے دروازہ لاک کر دیا۔ اسے رات کے وہ پل یاد آئے جب اسے وہ تلخ حقائق پتا چلے جنہیں سن کر کوئی بھی اپنے ہوش کھو بیٹھتا۔
وہ سچ سننا چاہتا تھا اور رباب کو سچ بتانے میں ہرگز عار نہیں تھا۔ رافع سے تعلقات سے لے کر اپنے آدھی رات کو گھر سے بھاگنے کا ہر واقعہ رباب نے سکندر کو کہہ سنایا تھا۔ وہ اس سے شادی نہیں کرنا چاہتی تھی' کرچکی تھی پر اس بات سے خوش نہیں تھی اور اسے اس بات پہ بھی پشیمانی نہیں تھی کہ سکندر اس کے متعلق سب کچھ جانتا ہے۔ یہ بات سکندر کو اور بھی تکلیف دے رہی تھی۔
"میں مانتی ہوں آپ کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے' لیکن اس میں میرا کوئی قصور نہیں کیونکہ مجھے بھی زبردستی اس شادی کے لیے مجبور کیا گیا۔" اس نے شادی سے انکار کیوں نہیں کیا' وہ اگر کسی اور کو چاہتی تھی تو کیوں اس زبردستی کے بندھن کے لیے ہاں کی جیسے سکندر کے سوالوں کا اس نے بہت اطمینان سے جواب دیا تھا۔
"آپ چاہیں تو اپنی اور میری مشکل آسان کرسکتے ہیں۔" سکندر اس کی بات پہ چونکا تھا۔ عجیب لڑکی تھی۔ اس کے چہرے پہ نہ تو کسی پریشانی کی رمق تھی نہ شرمندگی کا شائبہ۔ وہ اس کا شوہر تھا' اس کے ماضی سے باخبر تھا اور وہ اس بات سے ذرہ برابر نہیں ڈری تھی۔ ایک طرح جیسے اس کے لیے یہ سب اچھا ہی ہو گیا تھا۔
"آپ مجھے طلاق دے دیں' چھوڑ دیں مجھے۔" وہ اس کی فرمائش پہ بھونچکا رہ گیا تھا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"آپ جانتی ہیں آپ کیا کہہ رہی ہیں' آپ کو تھوڑا سا بھی اندازہ ہے اگر ایسا ہو گیا تو عداوت و دشمنی کی آگ میں میری بہن اور آپ کے بھائی کی زندگی خراب ہو جائے گی۔" اس کا لہجہ خشک تھا۔ حیرت ہے کوئی لڑکی اپنی شادی کی رات ایسی بات منہ سے کیسے نکال سکتی ہے۔

"میں نے سب کی زندگی بچانے کا ٹھیکا نہیں لے رکھا' میری زندگی برباد کرتے ہوئے جب کسی نے ایک بار بھی نہیں سوچا تو میں ان سب کے لیے کیوں سوچوں۔" وہ اس کی خود غرضی پہ کچھ اور خائف ہوا تھا۔ عورت تو قربانی کا دوسرا نام ہے۔ محبت و ایثار کی مثالیں اسی سے وابستہ ہیں پھر یہ کیسی عورت ہے جو محبت کے منہ زور گھوڑے پہ سوار اپنے خونی رشتوں کی عزت روندتے ہوئے آگے بڑھ جانا چاہتی ہے۔

"اور اگر میں ایسا نہ کروں تو؟" وہ اس کی آخری حد دیکھنا چاہتا تھا۔

"آپ میرے ساتھ کبھی خوش نہیں رہ پائیں گے' میرا ساتھ آپ کو کبھی سکون نہیں دے سکتا' کیا آپ اس لڑکی کے ساتھ خوش رہ سکتے ہیں جو آپ سے نہیں کسی اور سے محبت کرتی ہے۔" اس کے چہرے کا رنگ بدلا۔ ماتھے پہ ناگوار لکیریں نمایاں ہوئیں۔

"صاف سی بات ہے ہمارے اختلافات کا اثر شہرینہ کی زندگی پہ بھی آئے گا۔ میرے پیرنٹس ابھی مجھ سے نالاں ہیں لیکن یہ ہمیشہ نہیں رہے گا جب انہیں پتا چلے گا میں یہاں خوش نہیں تو آپ کی بہن میرے گھر میں خوش نہیں رہ پائے گی۔" اس کے انداز میں چیلنج تھا۔

اس گرم رات میں ایک سرد آہ سکندر کے سینے سے خارج ہوئی۔ کچھ بھی کہنا بے کار تھا۔ یا تو یہ لڑکی شدید ضدی اور ہٹ دھرم ہے یا پھر بلا کی بے وقوف۔ جو شخص اسے محبت کا جھانسا دے کر مقررہ وقت پر وہاں نہیں پہنچا اس کا مطلب وہ اس کی ذمہ داری اٹھانے کا حوصلہ نہیں رکھتا اور یہ اس بات کو قبول کرنے کو تیار نہیں الٹا اپنی شادی شدہ زندگی کے ساتھ ساتھ اپنے بھائی کا گھر اور والدین کی عزت بھی خراب کرنے پہ تلی ہے۔ اس سے بحث کرنا فضول ہے۔ وہ کمرے سے چلا آیا تھا۔

اور اب ایک بار پھر وہ اسی کمرے میں تھا۔ وہ پرسکون سو رہی تھی۔ اسے دیکھ کر کل رات کی تلخی سکندر کے حلق میں اتر آئی۔ چند لمحے وہ اسے خاموشی سے دیکھتا رہا۔ اس کے شفاف چہرے پہ آنسوؤں کی لکیریں نمایاں تھیں۔ یقیناً" وہ بعد میں روتی رہی تھی۔ سوتے میں اس کا چہرہ بہت معصوم اور بے ریا لگ رہا تھا۔ سکندر کو وہ رات یاد آئی۔

"سنا ہے چہرہ دل کی کتاب ہوتا ہے۔" مسکراہٹ کی لکیر نے اس کے ہونٹوں کو چھوا۔ وہ ایک ٹک اسی کو دیکھ رہا تھا اور اسی پل رباب نے آنکھیں کھولیں۔ چند لمحے وہ اجنبی نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ سکندر نے آنکھیں نہیں ہٹائیں اور پھر جیسے اسے سب یاد آگیا کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ سکندر اب بھی اسی کو دیکھ رہا تھا اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے پورے استحقاق کے ساتھ اور ایسا کرتے ہوئے اس کے ذہن سے رات کی تلخ کلامی محو ہو چکی تھی۔

رباب کو لگا وہ آنکھوں کے راستے اس کے اندر تک جھانک رہا ہے۔ اس کا دل کانپ گیا۔ وہ سکندر کی نظروں کی تاب نہیں لاسکی اگلے ہی پل اس نے اپنی نظریں جھکالیں۔ سکندر کے ہونٹوں کی مسکراہٹ اور گہری ہوئی۔ کل رات جو کہا گیا اس ایک نظر میں سکندر وہ سب فراموش کر چکا تھا۔ یقیناً" یہ محترمہ خاصی بے وقوف ہیں۔ جسے آپ کی نظریں موم کر دیں اس سے جنگ نہیں محبت ہو سکتی ہے۔

☼ ☼ ☼

صبح کی دھوپ کمرے میں چھن چھن کر آرہی تھی' سرخ گلابوں کی مہک کمرے میں اب تک موجود تھی۔ وہ اب تک نیند کے خمار میں تھی جب سرفراز کی انگلیوں کی نرمی اس نے اپنے بالوں میں محسوس کی۔ وہ کسمسائی' نیند کے حصار سے نکلنے کی ناکام کوشش



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کی۔ نیم وا آنکھوں سے اس نے سرفراز کو اپنے پہلو میں دیکھا۔ اس کی نظروں میں شہرینہ کے لیے ستائش تھی، محبت تھی۔ ایک خوب صورت مسکراہٹ اس کے لبوں تک آئی اور وہ اٹھ بیٹھی۔

"صبح بخیر زندگی۔" وہ بہت فریش لگ رہا تھا۔ سب کچھ پالینے کا سکون اس کے چہرے سے عیاں تھا۔

"تم اتنی جلدی اٹھ گئے۔ وہ ابھی اور سونا چاہتی تھی۔" اس کا ہاتھ سرفراز کے ہاتھ میں تھا۔ وہ لاپروائی سے اپنے دوسرے ہاتھ کی انگلی سے اس کے کنگن کو چھیڑ رہا تھا۔ یہ کنگن کل رات اسی نے شہرینہ کو منہ دکھائی میں دیے تھے۔

"میں تم سے کچھ کہنا چاہتا ہوں شہرینہ۔" ایسا کیا تھا جو اب تک اس نے نہیں کہا تھا۔ کل رات دیر تک وہ دونوں دنیا جہان کی باتیں کرتے رہے تھے۔ دو سال ایک دوسرے کی چاہت اور محبت میں گزار کر بھی وہ ناامید تھے۔ یہی ڈر ہمیشہ سینے میں پنہاں تھا کہ وہ کبھی مل نہیں سکیں گے اور اچانک ہر منزل آسان ہو گئی۔ یوں جیسے برسوں کی پیاس ایک پل میں کسی نخلستان کے ملنے سے ختم ہو جائے۔

"بہت مشکل سے ہم دونوں نے ایک دوسرے کا ساتھ پایا ہے' یہ شاید ناممکن تھا اگر سکندر ہمارا ساتھ نہ دیتا تو میں تمہیں کبھی نہ پا سکتا۔" وہ اس کے سینے پہ سر ٹکائے اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"مجھے لگا بھائی شادی سے انکار کر دیں گے' آخر اپنی شادی کو لے کر ان کے بھی کوئی احساسات ہوں گے' کیا پتا ان کی بھی کوئی پسند ہو۔" سرفراز ایک پل کو چپ ہو گیا۔ وہ اسے ابھی کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا۔ شاید یہ قبل از وقت تھا۔ سکندر کے دل میں کوئی ہے یا نہیں وہ نہیں جانتا تھا' لیکن رباب! پتا نہیں اس نے وہاں جا کر کیا تماشا کیا ہوگا۔ وہ اس کی ضدی طبیعت سے واقف تھا۔ وہ جس حد تک جا چکی تھی اس سے کچھ بھی توقع کی جا سکتی تھی۔ وہ گہری سوچ میں تھا۔

"کیا سوچ رہے ہو؟" شہرینہ اس کی منتظر تھی۔

"شہرینہ تمہیں مجھ سے وعدہ کرنا ہوگا' چاہے کچھ بھی ہو جائے تم مجھ سے بدگمان نہیں ہو گی۔ شادی جہاں ایک مضبوط بندھن ہے وہیں یہ بہت نازک رشتہ ہے۔ ہمارے تعلق میں بہت سے دوسرے لوگ بھی انوالو (شامل) ہیں۔ تم کسی اور کی غلطی کی سزا مجھے نہیں دو گی۔" وہ بہت سنجیدہ تھا۔ شہرینہ اسے کیا بتاتی کہ کچھ ایسی ہی سوچ اسے بھی گھیرے ہوئے تھی۔ وہ نہیں جانتی تھی رباب اور سکندر کا تعلق کیسا ہوگا۔ وہ اپنے بھائی کی بردبار طبیعت اور تحمل مزاجی سے واقف تھی' لیکن رباب کو نہیں جانتی تھی۔ پتا نہیں ان دونوں کو ایک دوسرے کو جاننے میں کتنا وقت لگے۔

"میری زندگی میں تمہارا کیا مقام ہے یہ تم بہت اچھی طرح جانتی ہو اور اس گھر میں اپنا مقام تمہیں خود بنانا ہے۔ میں ہر لمحہ تمہارے ساتھ ہوں۔ بس تمہیں مجھ پہ بھروسا رکھنا ہوگا۔" شادی کی پہلی صبح ان دونوں نے کچھ ایسے ہی وعدوں اور آنے والے اچھے دنوں کی امید کرتے گزاری۔ وہ دونوں ایک دوسرے کی محبت میں سرشار تھے۔

☆ ☆ ☆

"تم نے بتایا نہیں سکندر بھائی نے تمہیں منہ دکھائی میں کیا تحفہ دیا۔" شہرینہ ابھی کچھ دیر پہلے ہی میکے آئی تھی۔ رسم کے مطابق رباب کو بھی اپنے گھر جانا تھا۔ سرفراز اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا تھا۔ سب لوگ ہال میں تھے جب کہ شہرینہ' رباب کے کمرے میں اس کا بیگ پیک کرنے میں اس کی مدد کر رہی تھی۔ یہ ان دونوں کی پہلی ملاقات تھی۔ شہرینہ جلد گھلنے ملنے والی تھی' لیکن رباب قدرے سنجیدہ تھی۔ وہ خود کو اجنبی محسوس نہ کرے اسی لیے وہ اس سے ہلکی پھلکی باتیں کر رہی تھی جس کا جواب رباب ہاں نہیں میں ہی دے رہی تھی۔ شہرینہ نے اس کو سرفراز کا تحفہ دکھاتے ہوئے پوچھا۔ اس کی کلائی میں پہنے طلائی کنگن دیکھتے ہوئے رباب کو وہ مخمل کا ڈبا یاد آیا جو اس کے پاس ہی پڑا تھا پر نہ سکندر اسے دے پایا اور نہ وہ خود اس میں دلچسپی رکھتی تھی۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"دو کچھ بھی نہیں دیا شاید تمہارے بھائی کو ان سب چیزوں کی سمجھ ہی نہیں ہے یا پھر وہ مجھے کوئی تحفہ دینا ہی نہ چاہتے ہوں۔" شہرینہ کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ تو کیا سکندر واقعی اس شادی سے خوش نہیں۔ اس نے زبردستی کا بندھن باندھ تو لیا ہے پر وہ اس رشتے کو نبھا نہیں پا رہا۔ رباب نے کن انکھیوں سے شہرینہ کی طرف دیکھا جو اس وقت گہری سوچ میں تھی۔ اس کا تیر نشانے پہ لگا تھا اور وہ دل ہی دل میں بہت خوش تھی' لیکن نہیں جانتی تھی اس کی یہ خوشی وقتی ثابت ہوگی۔ سکندر سے سب کو بدگمان کرنا ناممکنات میں سے تھا۔

دو دن بعد گھر جا رہی تھی' ساجدہ تو اس کے لیے خاصی بے چین تھیں۔ لاڈلی بیٹی کو دیکھ کر خود پہ قابو نہیں رکھ سکیں' مگر شوکت شہریار کا رویہ سرد تھا۔ وہ تو سمجھی تھی گھر جا کر خوب آنسو بہائے گی' دو دن کی جدائی میں شوکت شہریار نڈھال ہو چکے ہوں گے بیٹی کو دیکھتے ہی سارے گلے شکوے بھول جائیں گے مگر ایسا نہیں ہوا۔ دونوں بھائی بھی باپ کی وجہ سے کھنچے کھنچے تھے۔ پورا دن اجنبیوں کی طرح گزار کر وہ شام کو سکندر کے ہمراہ سسرال چلی آئی۔

☆ ☆ ☆

سگریٹ کا ادھ جلا ٹکڑا اس کے ہاتھ میں آخری سانسیں لے رہا تھا۔ آسمان پہ آخری دنوں کا چاند اداس اور تنہا تھا۔ کچھ ایسی ہی اداسی اور تنہائی اس کے اندر بھی موجود تھی۔ شادی کے ہنگامے ختم ہوئے اور زندگی اپنی روٹین پہ لوٹ آئی تھی۔ رباب اور اس کے درمیان حائل خلیج کچھ اور بھی وسیع ہو گئی تھی۔ اس کی ذات سے جڑا سچ اپنے سینے میں چھپائے اس کا دم گھٹنے لگا تھا۔ اس کی اذیت سے بے خبر رباب ہر طرح اسے زچ کرنے پر تلی تھی۔ شادی کی پہلی رات کے بعد ان دونوں کے درمیان بات نہ ہونے کے برابر تھی لیکن وہ اب اس سے بات کرنا چاہتا تھا۔ اپنی ذات تک جو شکایت اسے رباب سے تھیں وہ انہیں برداشت کر رہا تھا مگر اب بات بڑھ چکی تھی کیونکہ آج فرخندہ نے اس سے چند باتیں کی تھیں۔

"سکندر مجھے تم سے ایک بات کرنی تھی بیٹا۔" وہ ابھی شہر سے واپس آیا تھا۔ خود کو کام میں مصروف کرنے کے پیچھے اس وقت مقصد زیادہ سے زیادہ وقت رباب سے دور رہنا ہی تھا۔

"جی امی بولیں۔" فرخندہ کا چہرہ اترا ہوا تھا۔ وہ کچھ پریشان لگ رہی تھیں۔

"بیٹا یہ رباب کے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔ اتنے دن ہو گئے ہیں شادی کو' نہ ہنستی بولتی ہے نہ ہی گھر کے کسی مسئلے میں دلچسپی لیتی ہے۔ تم بھی شادی کے بعد چپ چپ ہو۔ تم دونوں کے درمیان سب ٹھیک ہے نا؟" حالانکہ اب تک وہ بہت نارمل نظر آرہا تھا یا شاید اس کا خیال تھا۔ سب کے ساتھ اس کا رویہ پہلے جیسا ہی تھا۔ خود کو لاپروائی کے خول میں چھپائے اس نے تو اپنے والدین کو اپنی پریشانی کی بھنک بھی نہیں پڑنے دی پھر کیسے اس کی ماں کو اسی کی خاموشی میں سوالیہ نشان دکھنے لگے۔

"ایسی کوئی بات نہیں امی' آج کل کام کا بوجھ کچھ زیادہ ہے اور جہاں تک رباب کی بات ہے آپ جانتی ہیں اس کے لیے یہ سب نیا ماحول ہے' کچھ وقت لگے گا سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اب تک وہ خود بھی ان ہی توجیحات کے سہارے جی رہا تھا۔ پر کب تک اس خود فریبی کی سہارے وقت گزرے گا۔

"لیکن سکندر پتا نہیں۔ مجھے کیوں ایسا لگتا ہے وہ اس شادی سے خوش نہیں ہے بیٹا۔ کہیں تم نے تو کچھ.........." وہ خاصی پریشان تھیں ایک تو شہرینہ کی بدولت منہ دکھائی والی بات ان کے کانوں تک پہنچ گئی تھی اور انہیں خاصی حیرت ہوئی تھی کیونکہ منہ دکھائی کے حوالے سے تو فرخندہ نے خود سکندر کو تاکید کی تھی اور ان کے مطابق وہ کوئی تحفہ خرید بھی چکا تھا۔

"امی کیا آپ کو مجھ پر بھروسا نہیں ہے۔" وہ بے بسی سے بولا۔ "کیا رباب نے آپ سے کچھ کہا ہے؟" اس کا ماتھا ٹھنکا۔

اور پھر فرخندہ نے اسے آج کے دن کے حوالے



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

سے جو خبر سنائی وہ اس کی پریشانیوں میں ایک نیا اضافہ تھا۔ حویلی کی پرانی ملازمہ، جو رباب کے کمرے کی صفائی کے دوران اس سے باتیں کرتے ہوئے سکندر کی تعریفوں کے پل باندھ رہی تھی رباب نے اسے اچھی خاصی جھاڑ پلادی۔ اس نے تو یہاں تک کہہ دیا کہ سب کو بظاہر بہت اچھا اور سب سے محبت کرتا دکھائی دینے والا سکندر فقط منافق ہے۔ وہ یہ سب دوسروں کو دھوکا دینے کے لیے کرتا ہے اور اس کے برعکس وہ نہ ایک اچھا انسان ہے اور نہ اچھا شوہر۔

ملازمہ نے حرف بہ حرف سب فرخندہ کو کہہ سنایا جن کے پیروں تلے سے زمین ہی نکل گئی تھی۔ یہ دونوں ایک ساتھ خوش نہیں ہیں تو یہ بات کب تک رباب کے گھر والوں سے چھپی رہ سکے گی اور اس کا اثر ان کی معصوم بیٹی کی زندگی پہ پڑے گا یہ سوچ کر ان کی تو جان ہی نکل گئی تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے، بس اندر ہی اندر ایک خوف کھائے جارہا ہے کہیں تمہاری اور رباب کی دوریاں شہرینہ کی زندگی میں کوئی طوفان نہ لے آئیں۔" سکندر کا سکون تو اسی دن سے دھرم بھرم ہوگیا تھا جب اس نے آدھی رات کو رباب کو شوکت شہریار کی حویلی چھوڑا تھا۔ وہ انہیں کیا بتاتا کیونکہ سچ کہنے سے بدنامی، اور رسوائی اگر رباب کے حصے میں آتی تو اس کے چھینٹے خود اس کے دامن پہ آتے۔

"آپ بالکل فکر نہ کریں امی، میں اس کی نوبت نہیں آنے دوں گا۔" وہ انہیں دلاسا تو دے چکا تھا لیکن اس وقت سے یہی سوچ رہا تھا کہ وہ رباب کو کیسے سمجھائے۔ وہ کسی اور کو چاہتی ہے اور سکندر سے شادی زبردستی ہوئی ہے اس سچ کے ساتھ تو وہ پہلے ہی جی رہا ہے۔ پھر اب گھر کے ملازموں کے سامنے ایسی باتیں کہہ کر وہ اپنے لیے تو کیا ہی اچھا کرے گی الٹا سب کی نظروں میں اپنا مقام بھی گنوا دے گی۔

"امی خاصی پریشان ہیں، تم نے رحمت سے جو کچھ کہا وہ اس کی وجہ سے بہت اپ سیٹ ہیں۔ انہیں لگ رہا ہے شاید ہمارا کوئی جھگڑا ہوا ہے۔" اس کو بغور دیکھتے ہوئے وہ نپے تلے لفظوں میں اس سے متوجہ تھا۔ بیڈ پہ بیٹھی وہ اپنے پاؤں کے ناخنوں پہ نیل پالش لگانے میں مصروف بظاہر اسے یہی تاثر دے رہی تھی کہ وہ اس کی طرف سے لاپروا ہے لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔ جب جب سکندر اس کمرے میں موجود ہوتا وہ دل ہی دل میں شدید الجھن کا شکار رہتی۔ بلاوجہ نروس ہوتی۔ خود پہ لاپروائی کا ملمع چڑھائے وہ اسے اگنور کرنے کی اداکاری کرتی لیکن وہ سکندر کو اگنور نہیں کرسکتی تھی۔ اس کی شاندار شخصیت اور پرسکون انداز رباب کو پریشان کرتا تھا۔ وہ متاثر کن شخصیت کا مالک تھا۔ اس کا رکھ رکھاؤ اس کا لب ولہجہ اس کی آن بان بری طرح اس کے حواسوں پہ سوار رہتے۔

وہ اگر غیر جانب داری سے کام لیتی تو سکندر اور رافع کا کوئی مقابلہ ہی نہیں تھا۔ رافع کی طرف رباب کی کشش اس کی بے تحاشا ذہانت کی وجہ سے شروع ہوئی، وہ بہترین اسٹوڈنٹ تھا اور رباب کو اس کا بہترین ہونا اپنی طرف کھینچتا تھا۔ رافع لوئر کلاس کا نمائندہ تھا، لاکھ کوشش کے باوجود اس کی باتوں میں عامیانہ پن اور احساس کمتری جھلکتا تھا۔ جبکہ سکندر کے ہر انداز میں اعتماد نمایاں تھا۔

اتنی ٹینشن کے ماحول میں بھی وہ اپنی وضع داری جانے نہیں دیتا تھا۔ رباب سے تو اس کی مختصر بات ہی ہوئی تھی لیکن اکثر وہ جب کمرے میں ہوتا تو کاروباری معاملات کے سلسلے میں یا پھر اپنے دوستوں سے فون پہ بات کرتا۔ اس کا لہجہ بہت ٹھہرا ہوا، اس کی آواز پراثر اور اس کے چہرے پہ سنجیدگی واضح ہوتی۔ وہ بہت نپے تلے الفاظ میں بہت جامع بات کرتا۔ ایک ہارورڈ گریجویٹ کی قابلیت اس کی بات چیت سے عیاں ہوتی تھی۔

"مجھے اس کی بالکل پروا نہیں وہ ہمارے بارے میں کیا سوچتی ہیں۔ لگا میں ڈال کے رکھیں اپنے ملازموں کو، آئے دن کے قصیدوں سے تنگ آگئی ہوں میں۔ ایسا لگتا ہے اس گھر میں سوائے میرے سب ہی آسمانی مخلوق ہیں۔" نیل پالش بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر پٹخ کر وہ



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

ڈریسنگ ٹیبل کی طرف چلی گئی۔ اس کی نظریں رباب کا احاطہ کیے ہوئے ہیں وہ اچھی طرح جانتی تھی اور یہی بات اسے مزید چڑا رہی تھی۔ اس نے گھر کے ہر فرد کو سکندر کی تعریف کرتے سنا تھا۔ یہاں تک کے شوکت شہریار اور اس کے بھائی بھی سکندر کے نام کا کلمہ پڑھتے تھے۔ وہ کسی ملازم سے اونچی آواز میں بات نہیں کرتا تھا یہ وہ چند روز میں دیکھ ہی چکی تھی۔ وہ اس کی بدتمیزیوں پہ اس کا کوئی رد عمل نہیں ہوتا تھا۔ وہ اس کے تحمل سے خائف تھی۔

وہ چاہتی تھی کہ سکندر اسے برا بھلا کہے' اس سے لڑے جھگڑے تاکہ وہ ایک ٹھوس جواز بنا کر اس گھر سے نکل سکے۔ یا اس سے تنگ آجائے اور اسے اپنی زندگی سے خود ہی نکال باہر کرے پر اتنے دنوں میں اس نے ایک بار بھی رباب سے اونچی آواز میں بات نہیں کی تھی۔ اس کے لیے مزید حیرت کی بات یہ تھی کہ اس نے رباب کے متعلق نہ صرف اپنے گھر میں کسی سے ذکر کیا تھا بلکہ اس کے والدین سے بھی کوئی شکایت نہیں کی تھی۔

"کیا یہ مناسب ہے ہمارے آپس کے معاملات گھر کے ملازموں تک پہنچیں۔ تمہیں اگر کوئی شکایت تھی بھی تو مجھ سے کہتیں میں خود سب کو سمجھا دیتا۔" ہاتھوں پہ لوشن لگاتے ہوئے اس نے شیشے میں نظر آتے سکندر کے عکس کو دیکھا جو رخ موڑے اب بھی اسی کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا جواب رباب کو مزید تپا گیا تھا۔

"اسے غصہ کیوں نہیں آتا' لگتا ہے اس کے احساسات پتھر کے ہیں۔" وہ بس سوچ ہی سکی۔

"تم ایک پڑھی لکھی لڑکی ہو اور میں تمہارا مسئلہ سمجھتا ہوں۔ تم ہمارے رشتے کو قبول نہیں کر پا رہیں اور شاید میرے لیے بھی یہ سب مشکل ترین ہے لیکن میں نہیں سمجھتا ہماری ذاتی زندگی گلی محلوں کا گوسپ بن جائے۔" وہ اب بھی اسے لاجک سے قائل کر رہا تھا۔ رباب نے مڑ کر دیکھا۔ سکندر کی آنکھوں میں دیکھنے کا حوصلہ تو خیر اس میں نہیں تھا۔ کیا نہیں تھا ان آنکھوں میں... گہرائی' سنجیدگی' سکون' نامعلوم کشش' حرارت' ذہانت... اف وہ ہمیشہ کی طرح اس کے اندر تک جھانک رہی تھیں اور اسے کمزور کر رہی تھیں۔

"نہیں... میں اس شخص کے لیے نہیں بنی' میرے ساتھ دھوکا ہوا ہے۔" ہر بار کی طرح اس بار بھی اس نے گھبرا کر اپنی پلکوں کی جھالر تلے اپنی آنکھوں کو چھپالی۔ اسے جلد کچھ کرنا ہوگا یہاں سے نکلنے کے لیے... پر کیا۔ رافع سے اب تک اس کا کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا۔ اس کا موبائل فون تو شوکت شہریار کے پاس تھا اور اس گھر میں فون کوریڈور میں رکھا تھا جہاں ملازموں کی آمدورفت کے باعث اس کے لیے رافع کو کال کر بہت مشکل تھا۔

☆ ☆ ☆

رمضان سے ایک دن پہلے سرفراز اسے گھر لایا تھا۔ ساجدہ کی خواہش تھی کہ رمضان کا چاند رباب یہاں آکر دیکھے۔ شہرینہ بھی میکے گئی ہوئی تھی۔ وہ دونوں تو خیر چند دن کے لیے ہنی مون سے بھی ہو آئے تھے۔ رباب کے لیے شوکت شہریار کی خاص ہدایت تھی کہ اسے آئے دن میکے نہ بلایا جائے وہ جتنا زیادہ وقت سسرال میں رہے گی اتنی جلدی ایڈجسٹ کر جائے گی۔

"کیا ہوا ہے کچھ بتائے گی بھی یا بس روتی ہی رہے گی۔" وہ ماں کے سینے سے لگی زاروقطار رو رہی تھی۔ ساجدہ کی تو جان پہ بن گئی۔ وہ ان کی لاڈلی بیٹی تھی۔ جو بھی تھا پر وہ اس سے زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکتی تھیں۔

"کیا بتاؤں کہ کس جہنم میں پھینک دیا ہے آپ لوگوں نے مجھے۔" رباب نے اپنی بھڑاس نکالی۔ ساجدہ مزید پریشان ہوگئیں۔

"اللہ خیر کرے کچھ بتا تو سہی ہوا کیا ہے سکندر نے کچھ کہا ہے کیا؟" رباب کو حوصلہ ہوا۔ وہ ماں کی طبیعت سے واقف تھی۔ ان تینوں نے اپنے آنسوؤں سے اکثر انہیں بلیک میل کیا تھا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"یہی تو رونا ہے سارا' وہ کچھ کہتے ہی نہیں ہیں۔ اتنے دن ہو گئے ہماری شادی کو وہ مجھ سے سیدھی منہ بات بھی نہیں کرتے ہیں۔ اتنا سرد رویہ ہو شوہر کا تو سسرال والے کس گنتی میں لکھیں گے۔ آپ خود سوچیں۔" وہ سوچی سمجھی لائنیں بول رہی تھی۔ اب اگر کوئی بات ہی نہ ہو تو بات ایسے ہی بنائی جا سکتی تھی نا۔

"تیرے بابا تو بڑی تعریفیں کرتے ہیں اس کی' سرفراز بھی سکندر کے نام کا کلمہ پڑھتا ہے کہ بڑا سمجھ دار اور تحمل والا ہے۔" ساجدہ مخمصے میں پڑ گئیں۔ بیٹی کی بات کا یقین کیسے نا کرتیں۔

"یہ سب بابا کا ہی کیا دھرا ہے۔ انہیں تو بس رافع سے خار تھی اس لیے مجھے زبردستی کسی کے بھی پلو سے باندھ دیا۔ اور سرفراز بھائی کی تو آپ رہنے ہی دیں۔ شہرینہ یہ موٹے موٹے کنگن ہاتھوں میں سجائے اتراتی پھرتی ہے جو اسے میرے بھائی نے منہ دکھائی میں دیے اور آپ کے داماد نے میری کیا قدر اٹھائی۔" اپنی انگلی کی پوروں سے اپنے نادیدہ آنسوؤں صاف کرتے ہوئے وہ تنگ کر بولی۔ ساجدہ کو منہ دکھائی والا قصہ معلوم تھا۔ شادی کے بعد شہرینہ کو اور پھر ساجدہ کو بھی رباب نے یہی کہا تھا کہ سکندر نے اسے منہ دکھائی میں کچھ نہیں دیا۔ اس وقت ساجدہ نے اس بات کا کوئی نوٹس نہیں لیا تھا۔

"میں کروں گی تیرے بابا سے بات' وہ سکندر سے خود بات کریں گے۔" اس نے رباب کو دلاسا دیا۔ وہ اس معاملے میں خاصی بے اختیار تھیں۔ شوکت شہریار نے انہیں واضح لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ رباب کا مسئلہ فقط وہ خود دیکھیں گے۔

"بابا سے بات کی تو وہ کبھی نہیں مانیں گے' انہیں لگے گا شاید میں ہی بہانے بنا رہی ہوں۔" وہ جانتی تھی باپ کے سامنے اس کی دال گلنے والی نہیں۔

"اچھا تو پھر کیا کروں' آخر کیسے اس مسئلے کو حل کیا جائے۔" وہ تنگ کر بولیں۔ ایک تو انہیں پریشان کر دیا اپنے دکھڑے سنا کر اس پہ کھل کر بات بھی نہیں کرنے دے رہی۔

"سکندر کی بہن یہاں راج کر رہی ہے اور وہاں میں کسی گنتی میں ہی نہیں۔ اس گھر میں میرے ساتھ زیادتی ہوتی رہے اور ان کی بیٹی یہاں عیش کرے۔" وہ ساجدہ کو اشارہ دے رہی تھی۔ اتنے دن سے سکندر کو ہر طرح تنگ کرنے کے باوجود وہ اس کا ضبط توڑ نہیں پائی تھی۔ اپنی بہن کی خاطر ہی تو وہ اس کی ہر غلطی کو اگنور کر رہا ہے نا' تو کیوں نا تکلیف وہاں سے پہنچائی جائے جہاں درد بھی زیادہ ہو گا۔

✿ ✿ ✿

رمضان المبارک کا بابرکت مہینہ اپنی رحمتوں اور برکتوں کے ساتھ شروع ہو چکا تھا۔ سحر و افطار کی رونقیں ایک بار پھر لوٹ آئی تھیں۔ اس بار اس کا اپنے سسرال میں پہلا رمضان تھا۔ شہرینہ نے شادی کے بعد بہت جلد خود کو ایڈجسٹ کیا تھا۔ وہ سرفراز کی من پسند تھی' وہ اس سے بے پناہ محبت کرتا تھا اور اس کی خاطر کچھ بھی کر سکتا تھا اور کچھ ایسا ہی حال شہرینہ کا بھی تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ اپنے سسرال والوں کے دل میں بھی اپنی جگہ بنانے کا پورا جتن کر رہی تھی۔ بہت جلد گھر کے معاملات میں اس نے دلچسپی ظاہر کرنا شروع کر دی تھی۔

ذمہ دار وہ ہمیشہ سے تھی اور اب اس بات کا خصوصی خیال رکھتی کہ کسی کو اس کی ذات سے کوئی شکایت نہ ہو۔ ساجدہ بھی اس سے بہت خوش تھیں۔ بہو کے ساتھ ان کی اچھی نبھ رہی تھی۔ اتنے کم وقت میں گھریلو ملازمین اس کے گن گانے لگے تھے۔

وہ اپنی طرف سے مکمل مطمئن تھی کہ گھر والوں میں اپنا اچھا مقام بنا چکی ہے لیکن آج ساجدہ کے رویے نے اسے حیران کر دیا تھا۔ بات انتہائی معمولی تھی' افطار کا سارا بندوبست اس نے اپنی نگرانی میں کروایا تھا۔ ملازمہ کچھ باتونی تھی اور وہ یوں ہی اپنے میکے کا تذکرہ لے بیٹھی۔ اسی وقت ساجدہ وہاں آگئیں اور انہوں نے ملازمہ کے ساتھ اس کے ہنسی مذاق اور



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

گھر کے قصے کہانیاں کرنے پہ اسے بے نقط سنائیں۔ اپنی اتنی بے عزتی وہ بھی گھر کے نوکروں کے سامنے ہوتا دیکھ کر اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔

اس نے تو ہمیشہ پوری کوشش کی تھی کہ کسی کو اس کی ذات سے شکایت نہ ہو۔ شاید ساجدہ کا موڈ ٹھیک نہیں تھا اسی لیے وہ اتنی سی بات پہ بھڑک اٹھیں۔ اسے تکلیف تو ہوئی پر اس نے نظر انداز کیا اور اگلی بار کے لیے اپنی طرف سے اور زیادہ محتاط ہو گئی۔ لیکن ساجدہ کی طرف سے بے عزتی کا یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا۔ وہ معمولی معمولی باتوں کا بہانہ بنا کر اسے ملازموں کے سامنے ڈانٹ دیتیں اور شہرینہ نہایت ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے ان کی سب باتوں کو درگزر کرتی رہی۔ لیکن آج تو انہوں نے حد ہی کر دی تھی۔ شہرینہ کسی کام سے ساجدہ کے کمرے میں گئی تو وہ رباب سے فون پر بات کر رہی تھیں۔ شہرینہ کو دیکھ کر ان کے منہ کا زاویہ یک دم بگڑا اور انہوں نے شہرینہ کو بغیر کسی بات کے سنا ڈالیں۔

"میری بیٹی پہ تمہارا بھائی ظلم کے پہاڑ توڑ رہا ہے۔ گھر میں اس کی دو کوڑی کی قدر نہیں انھاتے تمہارے اں باپ۔ میری نازوں سے پلی بچی رو رو کر ہلکان ہو رہی تھی اور تم یہاں موجیں کر رہی ہو۔ اس حویلی کی مالکن بنی ہوئی ہو۔ مجھے پتا ہے یہ سب اس زن مرید کے سر پہ ہو رہا جو بیوی کی خاطر بہن کو تو بھول ہی بیٹھا ہے۔"

شہرینہ حیرت سے ان کا منہ تکتی رہی جو نا جانے اس پہ، اس کے بھائی اور اس کے والدین پہ کیسے کیسے الزامات لگا رہی تھیں۔ جہاں تک وہ جانتی تھی رباب نے سسرال میں تعلق بہت محدود رکھا ہوا تھا۔ وہ نہ تو گھر کے کسی کام میں دلچسپی ظاہر کرتی تھی نا ہی فرخندہ سے سیدھے منہ بات کرتی تھی۔ اور تو اور سکندر سے اس کے تعلقات خوشگوار نہیں اس کا اندازہ بھی اسے فرخندہ کی باتوں سے ہو چکا تھا لیکن اس سب کے باوجود وہ بہت اچھی طرح جانتی تھی کہ اس کے گھر میں رباب کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہو رہی ہے۔ اسے ساجدہ کی باتوں سے تکلیف ہوئی تھی۔ پتا نہیں رباب اس کے گھر والوں اور اپنے شوہر پہ ایسے تہمت کیوں لگا رہی ہے۔

"کیا ہوا تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے، یہ منہ کیوں اترا ہوا ہے۔" سرفراز کمرے میں آیا تو اسے گہری سوچ میں پایا۔ کیا اسے سرفراز کو آج کی بات کے متعلق بتانا چاہیے۔ نہیں وہ بلاوجہ پریشان ہو جائے گا اور اگر اس نے ساجدہ سے کچھ کہہ دیا تو وہ شہرینہ سے مزید نالاں ہو جائیں گی۔

"سر میں کچھ درد تھا۔" خود پہ قابو پاتے اس نے مسکرانے کی کوشش کی لیکن اس کے لبوں کی مسکراہٹ آنکھوں تک نہ پہنچ پائی۔

"کیا ہوا شہرو.... تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔ میں دیکھ رہا ہوں تم آج کل بہت چپ چپ رہتی ہو۔ کوئی مسئلہ ہے تو مجھ سے کہو۔" وہ اس کی سب سے بڑی ڈھال تھا یہ سوچ کر اسے تسلی ہوئی۔ سرفراز نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"میں اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہی ہوں کہ یہاں کسی کو شکایت کا کوئی موقع نہ دوں لیکن کچھ نہ کچھ ایسا ہو ہی جاتا ہے، جس سے آنٹی کا موڈ خراب ہو جاتا ہے۔" وہ بتانا نہیں چاہتی تھی اور سرفراز سننے پہ بضد تھا۔ چاروناچار اسے بتانا پڑا۔

"سرفراز مجھے نہیں پتا رباب ایسا کیوں کر رہی ہے...." وہ ایک تامل سے بولی۔ سرفراز نے بغور اسے دیکھا۔

"سکندر بھائی اس کے ساتھ زیادتی نہیں کر سکتے اتنا مجھے یقین ہے اور امی بھی اس کا بہت خیال رکھتی ہیں۔ الٹا وہ ہی سیدھے منہ کسی سے بات نہیں کرتی نہ ہی اس نے آج تک اس گھر کو اپنا گھر سمجھا ہے۔" پتا نہیں سرفراز کا اپنی بہن کے خلاف سن کر کیا ردعمل ہو۔ اندر ہی اندر وہ کچھ ڈری ہوئی تھی لیکن پھر بھی اس نے ہمت کر کے آج کی ساری بات بتا دی۔ ایک سرد آہ سرفراز کے سینے سے خارج ہوئی۔ رباب کی بے وقوفانہ باتوں میں آکر ساجدہ، شہرینہ کے ساتھ زیادتی کر رہی



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

# یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

## پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف

ایڈ فری لنکس

ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ

ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر

کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ

ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

**Click on http://paksociety.com to Visit Us**

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

تھیں۔ سرفراز ساری بات سمجھ گیا تھا۔ شہرینہ کچھ نہیں جانتی تھی لیکن سرفراز باخبر تھا۔

"تم فکر نہ کرو میں امی سے بات کروں گا اور رباب کو بھی سمجھاؤں گا۔" اسے یہ بات شوکت شہریار کے کان میں ڈالنی ہوگی۔ رباب اپنے ساتھ ساتھ اس کا گھر بھی خراب کر رہی تھی۔ ساجدہ کو اپنی جھوٹی کہانیوں سے بے وقوف بنا کر وہ اپنے ہی پیروں پہ کلہاڑی مار رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

وہ اوپر والے فلور پہ تھی جب اچانک اسے وہ نظر آیا۔ نچلے فلور پہ بہت سے لوگوں کے درمیان' اس شناسا چہرے کو پہچاننے میں اسے ایک منٹ بھی نہیں لگا تھا اور پھر وہ وہاں سے پاگلوں کی طرح بھاگی۔ سیڑھیاں تیزی سے پھلانگتے وہ پھولے ہوئے سانس کے ساتھ اس کے سامنے کھڑی تھی۔ خوشی' بے یقینی' جوش' غصہ... اس ایک پل میں کئی جذبے اس کے اندر امڈ آئے تھے۔ وہ ویسا ہی تھا۔ بالکل نہیں بدلا تھا۔ رباب کو دیکھ کر ایک پل کے لیے اس کی آنکھوں میں بے یقینی کے بادل لہرائے اور اگلے ہی پل یہ بے یقینی ناگواری میں بدل گئی۔

"کہاں تھے تم' میں اس رات کتنی دیر تمہارا انتظار کرتی رہی... تم نے وعدہ کیا تھا نا مجھ سے کہ تم مجھے لینے آؤ گے۔" وہ ایک سانس میں کئی سوال پوچھتی رافع سے مخاطب تھی جو اس سے دو قدم کی دوری پہ خاموش کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ بے تاثر تھا۔ رباب کی آنکھیں بے اختیار چھلک گئیں۔ مال میں لوگوں کا ہجوم ان دونوں کو یکسر انداز کرتا اپنی روٹین شاپنگ میں مگن تھا۔ اسے تو یوں بھی اردگرد کی خبر نہیں تھی۔

رافع کی سمجھ میں نہیں آیا وہ اس کو کہے تو کیا کہے۔ ان دو قدموں کا فاصلہ رباب نے کب عبور کیا' کب وہ اس کے سینے میں منہ دیے زاروقطار رونے لگی وہ سمجھ ہی نہیں پایا۔ ان سے کچھ فاصلے پر کھڑے سکندر نے تذلیل اور غصے کے عالم میں اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بھینچ لیں۔ کیا اس سے زیادہ شرمندگی کا لمحہ اس کی زندگی میں کبھی آیا تھا۔ وہ لب کاٹتا اپنی بیوی کو اس کے عاشق کے سینے پہ سر رکھے روتے دیکھ رہا تھا۔

عید میں اب چند دن ہی باقی تھے' عید کی تیاریاں تو رمضان کی آمد کے ساتھ ہی شروع ہو جاتی ہیں۔ سرفراز نے شہرینہ کو اس کی مرضی کی شاپنگ کروائی تھی۔ ساجدہ اور شہرینہ کی خواہش تھی کہ سکندر بھی رباب کو اپنے ساتھ لے جا کر عید کی شاپنگ کروائے۔ آخر یہ ان دونوں کی ایک ساتھ پہلی عید تھی۔ جب سے ان دونوں کی شادی ہوئی تھی سوائے اس کے والدین کے گھر جانے کے وہ اور سکندر کہیں اکٹھے باہر نہیں گئے تھے۔ وہ فرخندہ کو انکار نہیں کر سکا تھا لیکن جانتا تھا رباب اس کے ساتھ نہیں جائے گی۔

ساجدہ نے بہت پیار سے اسے سکندر کے ساتھ شاپنگ پہ جانے کے لیے راضی کرنا چاہا اور حیرت انگیز طور پہ وہ مان گئی تھی۔ بہرحال سکندر مطمئن تھا شاید اسی طرح ان کے درمیان برف پگھلنے لگے۔ وہ سیاہ رات اب تک ان دونوں کی زندگی سے نہیں گئی تھی بلکہ رباب کا رویہ سکندر کو کچھ بھی بھولنے نہیں دیتا تھا۔ پہلی نظر میں اس کو پسندیدگی کی سند دینے کے باوجود سکندر کے لیے اس سچ کو قبول کرنا نہایت تکلیف دہ تھا کہ اس کی بیوی کسی اور سے محبت کرتی ہے۔

"اسٹاپ اٹ رباب۔" وہ دھاڑا۔ رباب نے یک دم رونا بند کر دیا۔

"بند کرو یہ تماشا سب لوگ ادھر ہی دیکھ رہے ہیں۔" اس کے وجود کو خود سے پرے دھکیلتا رافع نہایت غصے میں اسے دیکھ رہا تھا رباب تو رباب خود سکندر بھی حیران رہ گیا۔

"رافع... میں... وہ"۔ اسے سمجھ نہیں آیا وہ اس وقت کیا کہے۔ یہ وہی شخص تھا جو اس سے بے تحاشا محبت کا دعوا کرتا تھا۔

"نہ تو تمہیں اپنی عزت کا خیال ہے نہ اپنے باپ کی' لیکن میری عزت کی دھجیاں تو مت اڑاؤ۔" الفاظ



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

تھے یا کوڑے۔ اس کی آواز دھیمی تھی لیکن اس کے چہرے کے تاثرات چیخ چیخ کر رباب کو شرمندہ کر رہے تھے۔

"پہلے تو گھر سے بھاگ کر تم نے اپنے باپ کی عزت کو تاراج کیا اور اب یہاں پیچھا کر رہی ہو مجھے رسوا کر رہی ہو اتنی سی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی جب میں اس رات نہیں آیا تو اس کا صاف مطلب ہے کہ میں تم سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔" وہ بے یقینی اور احساس ندامت میں گھری اس کو دیکھ رہی تھی۔

"وہ بھی اس صورت میں جب تمہارے والدین اس رشتے کے لیے راضی نہیں۔" اس بار اس کی آواز دھیمی تھی۔

وہ رباب کی بجائے اپنے اردگرد دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظریں کسی کو کھوج رہی تھیں۔ سکندر بے حس و حرکت کھڑا اس ساری صورت حال کو سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"تو کیا... تم کو مجھ سے... محبت نہیں... تو بابا نے ٹھیک کہا تھا... تم ان کی دولت..." وہ آدھے ادھورے ٹوٹے بکھرے جملے بولتی اب بھی اسی کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا انداز خود کلامی والا تھا۔ وہ اس وقت خود کو یقین دلا رہی تھی کیونکہ اب تک حقیقت سے نظریں چرائے وہ جس کی پرستش میں ساری دنیا کو چھوڑ چکی تھی۔ محبت کا بت بڑی بے دردی سے پاش پاش ہوا تھا۔

"گھر سے بھاگی ہوئی لڑکی سے شادی کرنے کا مطلب اپنے ہاتھوں اپنے آپ کو ساری دنیا کے سامنے رسوا کرنا ہوتا ہے... اور یوں بھی تمہارے باپ بھائی نے پتا لگا ہی لینا تھا۔"

"مجھے گھر سے بھاگنے پر مجبور کرنے والی تمہاری منہ زور محبت تھی رافع۔"

"دیکھو رباب میں تمہاری محبت میں اپنی بہنوں کا مستقبل تاریک نہیں کر سکتا تھا۔"

"اور میری زندگی خراب کر سکتے تھے؟" وہ بہت بری طرح ٹوٹی تھی۔ اس تمام عرصے میں وہ اس کی محبت کے آسرے پہ ہی تو سب کچھ کر رہی تھی۔ کیا کچھ نہیں کیا تھا اس نے اپنی شادی توڑنے کے لیے۔ سکندر سے بدتمیزی اس کے گھر والوں سے بے اعتنائی ساجدہ کے ذریعے شہرینہ کی زندگی میں زہر گھولنا چاہا۔ اس کے گناہوں کی فہرست طویل تھی اور یہ شخص جس کے لیے وہ اپنی ہی نظروں میں گر گئی وہی اس کی تذلیل کر رہا تھا۔

"میں نے تمہاری زندگی خراب نہیں کی الٹا تم میرا مستقبل برباد کرنے پہ تلی ہو۔ جو ہوا اسے بھول جاؤ ویسے بھی میری شادی ہو چکی ہے اور میں دو تین ماہ تک امریکہ جا رہا ہوں۔" اچانک رافع کے چہرے کا رنگ بدلا۔ اس کی نظروں کے زاویہ کی تقلید کرتے ہوئے رباب کی نگاہ ایک دراز قد چست جینز اور ٹی شرٹ میں ملبوس عام شکل و صورت کی لڑکی پہ پڑی۔ رباب کو رافع کی اس غیر ہوتی ہوئی حالت کی وجہ سمجھ آ گئی۔

"تم ایک انتہائی گھٹیا اور خود غرض انسان ہو رافع۔" اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے رفع نے اپنے ماتھے پہ آئے پسینے کے چند قطرے پونچھے اور تیزی سے اس لڑکی کی طرف چلا گیا جو جانچتی نظروں سے رباب کو دیکھ رہی تھی۔

"تم یہاں ہو اور میں تمہیں ہر جگہ دیکھ چکی ہوں کون ہے یہ لڑکی؟" امریکی لب و لہجے میں پوچھا جانے والا سوال رباب کے کانوں سے ٹکرایا۔

"اولڈ یونیورسٹی فیلو لیٹس گو۔" اس کا ہاتھ تھامے رافع تیزی سے وہاں سے چلا گیا۔ رباب اسے ناقابل یقین حیرت سے دیکھتی رہی۔ اس کی آنکھوں نے ایک بار پھر برسنا شروع کر دیا تھا۔ وہ اب بھی اسی ہجوم میں کھڑی تھی اپنا ٹھکرایا ہوا وجود لیے... بے حیا... بے وقوف... اس کے دماغ میں کوڑے برس رہے تھے۔ اور پھر اس کی نگاہ سکندر پہ پڑی جو ایک خاموش تماشائی کی طرح بے تاثر چہرے کے ساتھ اس کو دیکھ رہا تھا۔

اس کی آنکھوں میں بے بسی تھی۔ اچانک رباب کو پورا مال گھومتا ہوا محسوس ہوا۔ اس کی آنکھوں کے گرد اندھیرا چھانے لگا اسے لگا اسے کسی نے بے



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

دردی سے آسمان سے زمین پہ دے مارا ہے۔ وہ سنبھل نہیں پائی اور ماں کے ماربل فلور پہ گرنے ہی لگی تھی کہ سکندر کے مضبوط ہاتھوں نے اس کے وجود کو تھام لیا' بمشکل آنکھیں کھول کر اس نے دیکھا۔ اس کے پاس بہت پاس سکندر کا پریشان چہرہ..... اس کے کلون کی بھینی مہک اس کی سانسوں میں اتر رہی تھی۔

اس نے اس کے ساتھ بہت برا کیا تھا پر سب سے زیادہ برا اس نے خود اپنے ساتھ کیا۔ کیا وہ اسے گرنے سے بچالے گا۔ غیر ارادی طور پر رباب نے اس کی قمیض کا کالر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ سکندر کے مضبوط بازوؤں کے حصار میں اس کا بے ہوش وجود جھولنے لگا۔

☼ ☼ ☼

"کیسی طبیعت ہے۔" اس کی آنکھ کھلی تو خود کو بستر پہ پایا۔ سکندر اس کے پاس فکر مندی سے بیٹھا تھا۔ کمرے کی اجنبی فضا میں رباب کو یہ سمجھنے میں کچھ وقت لگا کہ وہ اس وقت بیڈ روم میں ہے مگر یہ اس کا کمرہ اس کا بستر نہیں تھا۔

"ٹھیک ہوں۔" اس کا سر شدید دکھ رہا تھا۔ نقاہت سے بدن ٹوٹ رہا تھا۔ سکندر اب بھی فکر مندی سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس کی نظروں کے حصار میں اپنا بے ترتیب وجود اسے کچھ عجیب سا لگا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"یہ جوس پی لو۔" بیڈ سائیڈ ٹیبل پہ چند دوائیاں اور اورنج جوس کا گلاس دھرا تھا۔ رباب نے بنا کسی تامل کے ٹھنڈا گلاس ہونٹوں سے لگالیا۔

"یہ کون سی جگہ ہے۔" وہ متجسس تھی۔ شہر میں یہ کوٹھی سکندر کی ملکیت تھی جو حال ہی میں اس نے فیکٹری کا چارج سنبھالنے کے بعد خریدی تھی۔ کمرہ ویل ڈیکوریٹڈ اور ماڈرن فرنیچر سے آراستہ تھا۔

"تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لیے میں نے واپس جانے کا پروگرام کینسل کردیا۔" وہ خاموش رہی۔ سکندر اسے کیا بتاتا' اس بکھری حالت میں اسے گھر لے جاکر وہ اپنے والدین کو کیا صفائی دے گا۔ وہ تو اپنی ماں کی خواہش پر اپنی بیوی کو عید کی شاپنگ کروانے نکلا تھا۔

"یہ دوائی لے لو اور ریسٹ کرو' تم بہتر محسوس کرو گی۔" اسے آرام کی ضرورت تھی۔ وہ شدید دماغی دباؤ کے زیر اثر تھی۔ ابھی کچھ دیر پہلے اس کا سامنا ایک انتہائی تلخ حقیقت سے ہوا تھا۔ اس کی خواہشات اور احمقانہ محبت کا بلبلا بے دردی سے پھوٹا تھا۔ اسے سنبھلنے کے لیے وقت درکار تھا اور سکندر اسے یہ وقت دینا چاہتا تھا۔

"آپ کہاں جارہے ہیں۔" اس نے پلٹ کر دیکھا۔ وہ فکر مندی سے سکندر کو دیکھ رہی تھی جو کمرے سے باہر جارہا تھا۔

"میں باہر ہوں' تم آرام کرو۔ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔" وہ سنجیدہ تھا۔ رباب بے چین ہوئی۔

"پوچھیں گے نہیں وہ کون تھا؟" اس کی خاموشی رباب کو اندر ہی اندر مار رہی تھی۔ وہ بھی تو وہاں موجود تھا۔ اس نے بھی تو سب کچھ دیکھا اور سنا ہوگا۔ پھر وہ اسے کچھ کہتا کیوں نہیں۔ وہ اس کی بیوی تھی اور سر عام اپنے عاشق کے لیے بے تاب ہورہی تھی۔ اور پھر .... وہ اسے چھوڑ گیا۔ رباب نے زور سے آنکھیں بند کرلیں۔ پلکوں پہ آنسوؤں کی بوندیں چمکنے لگیں۔

"تمہاری طبیعت پھر خراب ہوجائے گی رباب' کچھ مت سوچو اور سوجاؤ۔" اس نے بے یقینی سے سکندر کو دیکھا جو اپنی انگلی کی پوروں سے آنسوؤں کے قطرے سمیٹ رہا تھا۔ اسے تو ناراض ہونا چاہیے تھا' چیخنا چلانا چاہیے تھا۔ اسی شخص کی پاگل محبت میں وہ سکندر کی زندگی کو عذاب بنارہی تھی نا.... پھر کیوں وہ اس پہ طنزیہ ہنسی نہیں ہنس رہا۔ وہ طلاق چاہتی تھی۔ ہاں شادی کی پہلی رات اس نے یہی کہا تھا سکندر سے .... تو پھر وہ اب اسے کیوں نہیں جتاتا کہ وہ اسے طلاق دے رہا ہے اب بتائے وہ کس کے پاس جائے گی؟ لیکن وہ خاموش تھا۔ ہمیشہ کی طرح پرسکون۔ نہ کوئی طعنہ مارا تھا نہ اس کی ہٹ دھرمی پہ اسے باتیں سنائی تھی۔ رباب کو اس کی خاموشی سے وحشت ہو رہی



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

تھی۔

"کس مٹی سے بنے ہو تم؟ تم دیوتا نہیں انسان ہو۔ اتنا کچھ دیکھ کر' اتنا کچھ سن کر بھی خاموش ہو۔" وہ چلائی۔ سکندر کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

"مجھے گالیاں دو۔۔۔ مارو مجھے۔ ڈانٹتے کیوں نہیں ہو سکندر؟ تمہاری بیوی سر عام تمہاری عزت کے ساتھ کھیل رہی تھی ہم اسے بے شرمی کا طعنہ کیوں نہیں دیتے۔" وہ آپے سے باہر ہو رہی تھی۔ بین کرنے والے انداز میں روتے ہوئے اس نے دونوں ہاتھوں سے اس کا کالر دبوچ رکھا تھا۔ وہ اس وقت اپنے ہوش میں نہیں تھی یا شاید ابھی ہوش میں آئی تھی۔

"رباب کام ڈاؤن (پرسکون ہو جاؤ)" اپنے کالر سے اس کے ہاتھوں کو ہٹاتے اس نے کسی بچے کی طرح اسے پچکارا۔

"مجھے تمہاری یہ اعلا ظرفی اندر ہی اندر مار ڈالے گی۔ میں تمہاری اتنی اچھائی ڈیزرو نہیں کرتی سکندر۔ تمہاری خاموشی مجھے اذیت دیتی ہے۔" وہ ہسٹریائی انداز میں بڑبڑائی۔

"رباب تمہیں ابھی صرف آرام کی ضرورت ہے ہم اس موضوع پہ اس وقت بات کریں گے جب تمہاری طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔" اس نے اٹھنا چاہا لیکن رباب نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اس کے چہرے پہ خوف تھا۔

"کیا تم مجھے چھوڑ دو گے؟ آج جو کچھ ہوا وہ سب کو بتا دو گے؟" اس کی آواز میں خوف تھا۔ اس کے ہونٹوں کی لرزش اس بات کا ثبوت تھی کہ وہ بری طرح ٹوٹ گئی ہے۔ سکندر نے نرمی سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ سے جدا کیا۔

"سو جاؤ رباب اٹس گڈ فار یو۔" (یہ تمہارے لیے بہتر ہو گا) وہ کمرے سے جا چکا تھا' اور وہ اب تنہا تھی۔ جانے سے پہلے سکندر نے لائٹ بند کی اور نائٹ بلب جلا دیا۔ اس نے نڈھال ہو کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا لی۔ آج کی رات بہت بھاری تھی۔

☆ ☆ ☆

کتنا آساں تھا تیرے ہجر میں جینا جاناں
پھر بھی اک عمر لگی جان سے جاتے جاتے

"تم کس مٹی سے بنے ہو سکندر؟ دیوتا نہیں انسان بنو۔۔۔" وہ کمرے میں تنہا تھا اور رباب کے لفظوں کی بازگشت اس کی سماعتوں سے ٹکرا رہی تھی۔ اس کا سر درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ کمرہ سگریٹ کے دھوئیں سے بھرا ہوا تھا۔ سکندر اپنی پریشانی اپنی بے بسی اس دھوئیں میں اڑانا چاہتا تھا۔ سوچوں کے اس بھنور سے نکلنا چاہتا تھا۔ آج جو بھی ہوا وہ غیر متوقع تھا لیکن پچھلے کچھ عرصے سے اس کے ساتھ جو کچھ ہوا اس کی بھی توقع کہاں تھی۔

وہ اسے کیسے سمجھاتا دیوتا ہونا آسان ہے انسان ہونا مشکل۔۔۔ اور وہ دیوتا نہیں انسان ہی ہے۔

"میں تمہیں کیسے بتاؤں رباب میرے سینے میں بھی دل ہے اور بدقسمتی سے وہ دھڑکتا بھی ہے۔" ایک تلخ ہنسی نے اس کے لبوں کا احاطہ کیا۔ درد جب حد سے گزرتا ہے تو تکلیف نہیں ہنسی آتی ہے۔ وہ لوگ جو دوسروں کی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کا خیال رکھتے ہیں' دوسروں کے دکھ درد کا سوچتے ہیں وہ کس قدر حساس ہوتے ہیں اس کا کسی کو اندازہ نہیں ہوتا۔ سکندر کا وجود بھی ایسی حساس مٹی سے گندھا تھا۔ اسے بھی تکلیف ہوتی تھی پر وہ اپنی تکلیف کبھی ظاہر نہیں کرتا تھا۔

وہ ہمیشہ سے ایسا ہی تھا' اپنے دل کی بات' اپنی خواہشات' اپنی تکلیفیں اس نے کبھی ظاہر نہیں کی تھیں۔ اس کی خواہشات محدود تھیں' اس کی زندگی کا محور ہمیشہ ہی اس کے اپنے رہے تھے۔ اپنی بہن کی خوشیوں کی خاطر اسے اپنا آپ قربان کرنا ہرگز عجیب نہیں لگا تھا کیونکہ تاریخ گواہ ہے۔ بہنوں کی خوشیوں کے لیے بھائیوں نے بڑے سے بڑی قربانی دی ہے۔

وہ اس شادی سے خوش تھا اس وقت تک جب تک وہ رباب سے نہیں ملا تھا۔ اندھیری رات میں وہ پہلی ملاقات سکندر کا سکون برباد کر گئی تھی۔ اس کا دل چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا ہاں یہ وہی ہے جس کی اسے ہمیشہ



www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سے تلاش تھی۔ دو دن بعد اس کی شادی تھی اور فقط دو دن پہلے وہ ایک اجنبی لڑکی کی محبت میں بری طرح گرفتار ہو گیا تھا۔

کیا عجیب قسمت تھی وہ بن مانگی دعا کی طرح اس کی زندگی میں شامل ہو گئی تھی۔ وہ اس کی زندگی میں تو آ گئی تھی لیکن سکندر اسے پا نہیں سکا۔ اس کے دل میں کوئی اور تھا۔ اس کی چاہت کوئی اور تھی۔ اس رات سکندر ٹوٹا بکھرا اور خود کو سمیٹ کر ایک بار پھر سب کے سامنے خوش ہونے کی اداکاری کرتا رہا۔ وہ اس سے تعلق ختم کرنا چاہتی تھی اور سکندر اس کی ضد ——

کیا وہ یہ سب فقط شہرینہ کے لیے کر رہا ہے؟ کئی بار اس نے خود سے سوال کیا۔ جواب نفی میں تھا۔ سچائی کچھ اور تھی۔ اسے رباب سے محبت تھی اور اس محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر وہ اس کی ہر بدتمیزی کو درگزر کر رہا تھا۔ وہ اسے حاصل کر چکا تھا پر پورے دل سے پانا چاہتا تھا اور ایک فقط یہی طریقہ تھا اس کے دل سے رافع کی بے وقوف محبت نکال کر اپنی جگہ بنانے کا وہ اسے وقت دے اور یہی وہ کر رہا تھا۔

لیکن آج جو کچھ ہوا وہ اس کے لیے بہت بڑا ذہنی شاک تھا۔ وہ اس کے لیے سب کچھ کر سکتا تھا پر یہ اعلا ظرفی کہاں سے لاتا کہ اس کی رافع کے لیے بے اختیاری دیکھ پاتا۔ وہ سب جو نظروں سے اوجھل تھا آج اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ کسی سے محبت ہونا ایک بات ہے پر اس محبت میں اس کے ہاتھوں اپنا استحصال سہنا اور بات۔۔۔ اسے لگا آج اس کا استحصال کیا گیا ہے۔

"کیا تم مجھے چھوڑ دو گے؟" آنکھیں بند کیں تو رباب کا خوف زدہ چہرہ سامنے آ گیا۔ اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دیں۔

اک اور اذیت بھری رات ایک ہی چھت تلے ان دونوں نے دو الگ کمروں میں جاگ کر گزاری تھی۔

✡ ✡ ✡

اس بات کو ایک ہفتے سے زیادہ گزر چکا تھا۔ وہ اب تک سکندر سے نظریں ملانے کا حوصلہ نہیں رکھتی تھی۔ اس میں تو اس سے معافی مانگنے کی ہمت بھی نہیں تھی اور اسے لگتا تھا سکندر کو اس کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ آخر اس کا مقام ہی کیا تھا سکندر کی زندگی میں۔۔۔ وہ پہلے دن سے اس کے لیے مسائل کھڑے کرتی رہی تھی۔ کچھ عرصہ پہلے وہ خود چاہتی تھی سکندر اسے چھوڑ دے۔ اس وقت اس کے سر پہ پاگل پن سوار تھا۔

حقیقت سے کوسوں دور وہ رافع کے فریب کو محبت سمجھ کر اپنا گھر اجاڑنے کے درپہ تھی پر آج وہ ایسا نہیں چاہتی تھی۔ سکندر کی اعلا ظرفی نے اسے ہرا دیا تھا۔ وہ اب بھی خود غرض تھی اب بھی فقط اپنے لیے ہی سوچ رہی تھی۔ رافع کے ہاتھوں دھتکارے جانے کے بعد اسے سکندر نے جس انداز میں سنبھالا تھا وہ اس کی احسان مند تھی۔

"تمہیں اپنی عیدی کیسی لگی۔" شہرینہ کی آواز پہ وہ اپنی سوچوں کے بھنور سے باہر نکلی۔

ساجدہ نے اس کے لیے ڈھیروں سامان اکٹھا کیا ہوا تھا۔ رنگ برنگی جھلملاتی ریشمی چوڑیوں پہ انگلیاں پھیرتے اسے سکندر بے تحاشا یاد آیا تھا۔ وہ پچھلے چار دن سے اس سے نہیں ملی تھی۔ آخری بار اس کی سکندر سے بات دو دن پہلے ہوئی تھی جب اس نے اپنے میکے آنے کی اجازت مانگنے کے لیے اسے فون کیا تھا۔ وہ بہت حیران ہوا تھا کیونکہ یہ سکندر کو اس کی پہلی کال تھی۔ وہ چار دن سے شہر سے باہر تھا۔ اس نے یہی سنا تھا کہ وہاں کام بہت زیادہ ہے لیکن پتا نہیں کیوں رباب کو لگتا تھا سکندر اس سے دور رہنا چاہتا ہے۔ "شاید وہ جلد مجھے چھوڑ دے"۔۔۔ یہ خیال اس کو اندر تک ہلا گیا تھا۔

"کن خیالوں میں گم ہو، سب ٹھیک ہے نا۔۔۔" شہرینہ نے اس کا ہاتھ تھاما۔ رباب نے شرمندہ نگاہوں سے شہرینہ کو دیکھا جس کی زندگی بے سکون کرنے کی اس نے پوری کوشش کی تھی۔

"میں تم سے معافی مانگنا چاہتی ہوں شہرینہ، اپنی بے وقوفی میں بہت غلطیاں کی ہیں میں نے۔" رافع کی



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

جھوٹی محبت میں اندھی ہو کر اس نے سب کو ہی دکھ پہنچایا تھا لیکن سب سے زیادہ تکلیف اس نے جس کو دی تھی وہ اس کو معافی مانگنے کا موقع دینے کو بھی تیار نہیں تھا شاید اسی لیے اس سے دور چلا گیا تھا۔

"جو ہو گیا اسے بھول جاؤ۔ سب کچھ نئے سرے سے شروع کرو۔ انسان خطا کا پتلا ہے ہم جلد بازی میں کچھ ایسی حماقتیں کر دیتے ہیں جو ہمارے اپنوں کی تکلیف کا باعث بنتے ہیں لیکن رباب صبح کا بھولا اگر شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں کہتے۔ ہمارے دلوں میں تمہارے لیے اب بھی بہت جگہ ہے۔" وہ رباب کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اس سے اس کا دہرا رشتہ تھا اور وہ اسے ہر طرح سے عزیز تھی۔ جن دو لوگوں سے اس کا تعلق تھا وہ اس کے بہت پیارے تھے۔ پھر وہ خود بھی محبت میں اس مرحلے سے گزر چلی تھی۔ سرفراز کی محبت میں وہ بھی تو بہت دور تک جا سکتی تھی مگر وہ خوش قسمت تھی، سرفراز محبت نبھانا جانتا تھا۔ اس نے اسے عزت اور مان کے ساتھ اپنی زندگی میں شامل کیا تھا۔

"تمہاری سکندر بھائی سے بات ہوئی؟" رباب کے چہرے کی اداسی بڑھ گئی۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"شاید سکندر تو میری صورت بھی دیکھنا نہیں چاہتے ہیں۔" اسے وہ وقت یاد آیا جب سرفراز اسے لینے آیا تھا سکندر دو دن سے شہر میں تھا اور وہ اس بار اس کی منتظر تھی۔ کبھی اس کی موجودگی اسے بے زار کرتی تھی اور اب کے اس کی غیر موجودگی اسے بے سکون کر رہی تھی۔ ساجدہ چاہتی تھیں کہ عید سے پہلے ایک دو دن وہ اس کے پاس رہے۔ وہ جانا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے بے اختیار سکندر کو کال کی۔ شاید وہ اسے روک لے۔

"مجھے کیا اعتراض ہو سکتا ہے، تمہیں اپنے پیرینٹس کے گھر جانے کے لیے میری اجازت کی ضرورت نہ پہلے تھی اور نہ اب ہے۔ تم جب تک چاہو وہاں رہ سکتی ہو۔" اس کا لہجہ گمبھیر تھا۔ وہ شاید ساتھ ساتھ کوئی کام بھی کر رہا تھا یا پھر وہ جان بوجھ کر


پیارے بچوں کے لئے

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مشتمل
ایک ایسی خوبصورت کتاب جسے آپ
خود بھی پڑھنا چاہیں گے اور
اپنے بچوں کو پڑھانا چاہیں گے۔

ہر کتاب کے ساتھ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ مفت حاصل کریں۔

قیمت -/300 روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے پر ڈاک خرچ -/50 روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37 اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361




WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

رباب کو نظر انداز کر رہا تھا۔ اسے سکندر کے لفظوں نے مایوس کیا تھا۔ اس دن کے بعد اس کے اندر شبہات اور وسوسے اور بھی گہرے ہو گئے تھے۔

کیا وہ مجھے چھوڑ دے گا؟

نہیں' اس نے تو پہلے بھی مجھے نہیں چھوڑا پھر اب کیوں چھوڑے گا۔

ہاں' وہ مجھے نہیں چھوڑے گا کیونکہ اس طرح اس کی بہن کی زندگی متاثر ہو گی۔ رباب کے سینے سے سکون کا ایک سانس خارج ہوا تھا۔

لیکن کیا یہ صحیح ہو گا۔ کسی کی مجبوری بن کر اس کی زندگی میں رہنا کیا صحیح ہو گا۔ وہ اسے پہلے بھی اپنی موجودگی سے اذیت دیتی رہی تھی۔ اس وقت وہ اس سے پیچھا چھڑانا چاہتی تھی۔ لیکن وہ اب اس کے ساتھ ہر حال میں رہنا چاہتی تھی اور اب بھی وہ اسے اپنی موجودگی سے تکلیف ہی دے گی۔

"میں نے سکندر کے ساتھ بہت برا کیا ہے' انہیں تکلیف پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ وہ مجھے کبھی معاف نہیں کریں گے۔" اس کی آنکھیں چھلک پڑیں۔ شہرینہ نے اسے گلے سے لگا لیا۔

"تم ابھی تک سکندر بھائی کو نہیں جانتی' کیونکہ تم نے انہیں جاننے کی کبھی کوشش نہیں کی۔ سکندر بھائی ہیرے جیسا دل رکھتے ہیں۔ میں نے انہیں کبھی کسی سے خفا یا ناراض نہیں دیکھا۔ شکوہ شکایت کرتے نہیں دیکھا۔ ان کا دل بہت وسیع ہے اور اس میں ہم سب کے لیے بے تحاشا محبت ہے۔ میں نے ان کی آنکھوں میں تمہارے لیے جذبات دیکھے ہیں۔ مجھے یقین ہے وہ تمہیں ضرور معاف کر دیں گے۔ تم اگر ان کی طرف ہاتھ بڑھاؤ گی تو وہ تمہارا ہاتھ جھٹکیں گے نہیں۔" رباب نے پرامید نظروں سے شہرینہ کی طرف دیکھا جس کے چہرے پہ ستاروں سی چمک تھی۔

یہ سرفراز کی محبت کا مان تھا یا اس خوش خبری کی دمک' جو اس گھر میں داخل ہوتے ساتھ اس تک پہنچی تھی۔ ماں بننے کی خوشی' تکمیل کا احساس اس کے ہر پہلو سے جھلک رہا تھا۔ رباب کا دامن ان سب خوشیوں سے خالی تھا۔

٭ ٭ ٭

افطار کے بعد وہ چھت پہ چلی آئی تھی۔ ایک وہ وقت تھا جب وہ یہاں سے جانا نہیں چاہتی تھی اور آج یہ وقت تھا کہ وہ اپنے گھر واپس جانا چاہتی' سب سے معافی مانگنا چاہتی تھی۔ خاص طور پہ سکندر سے۔ چاند دیکھنے کا تو بس بہانہ تھا' وہ اس وقت کچھ لمحے تنہا گزارنا چاہتی تھی۔ اپنے اندر کا خالی پن اسے بے چین کر رہا تھا۔ آسمان صاف تھا۔ ستارے ٹمٹما رہے تھے پر چاند کا نام و نشان نہیں تھا۔ تاریکی بڑھ رہی تھی اور اس کے ساتھ رباب کے اندر کا اضطراب بھی۔

"مجھے معاف کر دیں سکندر' میں نے آپ کو بہت تکلیف پہنچائی ہے... میں سراب کو سچ جان کر اس کے پیچھے بھاگتی رہی اس حقیقت سے قطع نظر کہ محبت تو اپنا آپ نچھاور کرنے کی خاصیت رکھتی ہے۔ خود غرضی اور ضد' محبت نہیں ہوتی۔" وہ آنکھیں بند کیے خیالوں میں سکندر سے ہم کلام تھی۔ جو وہ اسے کہنا چاہتی تھی شاید کبھی کہہ پائے یا نہیں پر اس تنہائی میں وہ اسے سب بتا دینا چاہتی تھی۔ بے اختیار آنسو اس کے رخساروں پر بہنے لگے۔ اچانک کسی کی گرم انگلیوں نے اس کے آنسوؤں کو اپنی پوروں پہ سمیٹا۔ وہ اس لمس سے آشنا تھی' اس نے اس شناسا وجود کی خوشبو کو اپنی سانسوں میں اترتے محسوس کیا۔ یہ خوشبو اس کے کمرے' اس کے بستر' اس کے کپڑوں کا حصہ تھی' یہ خوشبو ہر جگہ تھی اور رباب کو یہ مہک اپنی لگتی تھی۔ سکندر کی طرح وہ اس مہک کی بھی عادی ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔

"آپ آ گئے؟" وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے تو آنا ہی تھا۔" بائیں ابرو اس نے سوالیہ انداز میں اٹھائی۔

"سکندر مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔" وہ مضطرب تھی۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"شش۔۔۔ شش" ۔ اس کے گلابی ہونٹوں پہ انگلی رکھ کر اس نے اسے روکا۔ وہ اچانک چپ ہو گئی۔ سکندر نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے شانوں کو پکڑا اور اس کا رخ موڑ دیا۔

"وہ دیکھو۔" رباب نے اس کی انگلی کے اشارے کی تقلید میں آسمان کو دیکھا جہاں پہلی تاریخ کا چاند چمک رہا تھا۔ عید کا چاند' امید کا چاند۔۔۔ اس کی روشنی مدھم سہی پر اس کو دیکھ کر پورا وجود دمکنے لگتا ہے۔ خوشی کی روشنی دل میں بھر جاتی ہے۔ رباب نے آنکھیں موند لیں اور ہاتھ دعا کے لیے بلند کیے۔ چند لمحے خاموشی سے گزرے۔

سکندر اس کے بہت پاس کھڑا تھا اتنا کہ اس کا شانہ سکندر کے سینے پہ ٹکا تھا۔ دعائیہ انداز میں اٹھے اس کے ہاتھوں کو اپنی گرفت میں لیتے ہوئے سکندر نے دو جڑاؤ کنگن اس کی مخملی کلائیوں میں پہنائے۔ رباب نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔ سکندر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے مسکراتے ہوئے اسی کو دیکھ رہا تھا۔ ایک بار پھر اس کے اندر تک جھانکتی اس کی نظریں' رباب نے نظریں جھکا دیں۔ یہ آنکھیں جادو ٹونا کرنا جانتی تھیں۔ رباب کو ان جادوئی آنکھوں نے اپنے زیر اثر کر دیا تھا۔ اس کی دنیا بدل گئی تھی۔

"چاند نظر آگیا۔" سر جھکائے اس نے سکندر کا دھیان بدلنا چاہا۔ اس کے ہاتھ اب بھی اس کے ہاتھوں میں تھے۔ نا اس نے چھوڑا نہ رباب نے چھڑانے کی کوشش کی۔

"مجھے بھی۔۔۔" سکندر کے ذو معنی الفاظ پہ رباب نے سر اٹھایا۔ وہ اس کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"آپ نے مجھے معاف کر دیا؟" اس نے بے چینی سے پوچھا۔

"تم سے بہت دیر تک خفا رہنا ممکن نہیں تھا۔" اس کے لہجے کا ٹھہراؤ رباب کو موم کی طرح پگھلا رہا تھا۔

"میں تمہیں لینے آیا ہوں۔ گھر چلتے ہیں۔ وہاں سب تمہارے منتظر ہیں۔" رباب کا سر سکندر کے شانے پہ ٹکا تھا۔ اس نے سر اٹھایا۔

"میں سب سے معافی مانگ لوں گی' سب کا بہت دل دکھایا ہے میں نے' کیا وہ مجھے معاف کر دیں گے؟" سکندر نے اثبات میں سر ہلایا۔ رباب نے پرسکون انداز میں ایک بار پھر سکندر کے سینے میں منہ چھپا لیا۔

"میں وعدہ کرتی ہوں آج کے بعد آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو کبھی شکایت کا موقع نہیں دوں گی لیکن آپ کو بھی ایک وعدہ کرنا ہو گا' اگر مجھ سے کوئی غلطی ہو جائے تو مجھے معاف کر دیں گے۔" اس کے مضبوط بازوؤں کے حصار میں خود کو محفوظ اور مطمئن محسوس کرتے اس نے خود سے عہد کیا۔

"وعدہ۔" اس کی کھلی ریشمی سیاہ زلفوں کو چوم کر سکندر نے تصدیق کی۔

☆ ☆


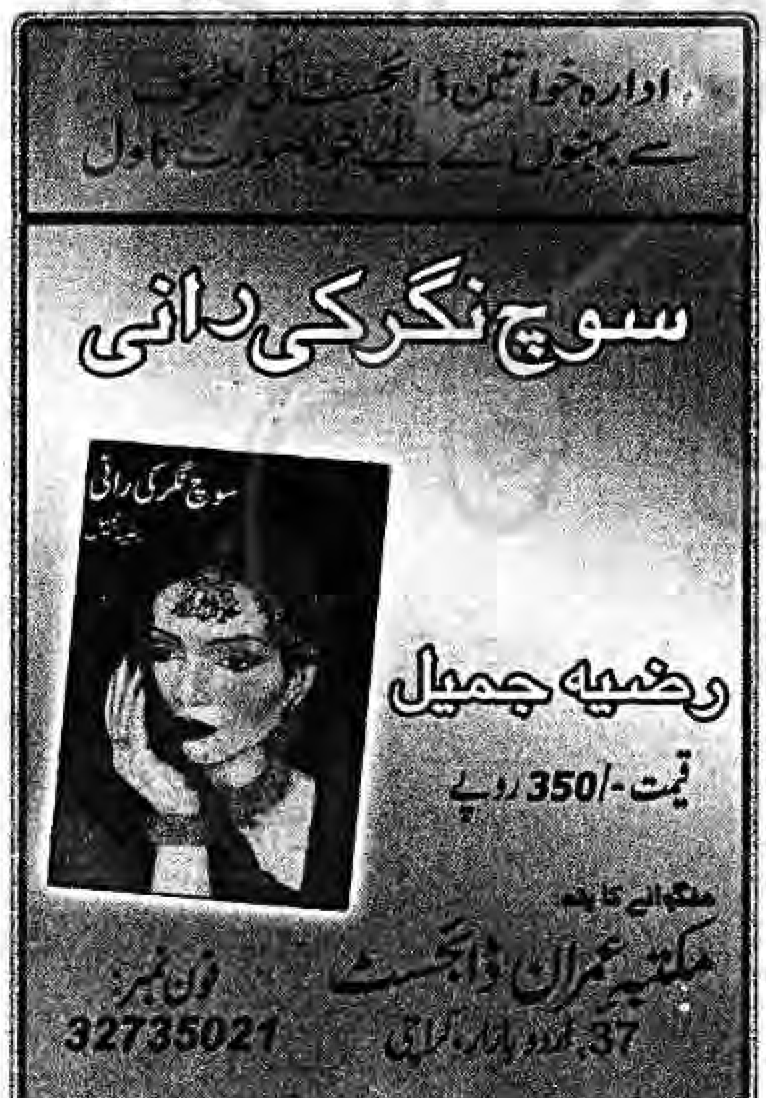





WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

www.paksociety.com

مہوش افتخار

# سنگ سیہ سارس

ناولٹ

کبھی سنی ہے آپ نے ایسی کوئی آواز ' ایسا کوئی لہجہ ' جو سننے والے کے لیے بیک وقت مژدہ جاں فزا بھی ہو اور جاں ستاں بھی جسے سننے کے لیے سماعتوں نے تو چپکے چپکے ہر آن دعا کی ہو ' لیکن جسے کبھی نہ سننے کی استدعا دل نے ہر لمحہ کی ہو۔

ایسے میں اگر ایک روز قسمت اچانک ہی سماعتوں پہ مہربان ہونے کی ٹھان لے تو دل حرماں نصیب پہ کیا گزرے گی؟ یقیناً" وہی جو اس وقت اس کے دل پہ گزر گئی تھی۔ بے یقینی کے اولین جھٹکے کے بعد وہ اپنی نظروں کو اٹھنے سے روک نہ پائی تھی۔ بارش کی چادر کے اس پار ' وہ چند فرلانگ کے فاصلے پہ اس کے گمان کو یقین میں بدلنے کے لیے ' گاڑی کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ اسے یوں اچانک اپنے سامنے پا کے طوبیٰ کی آنکھیں مارے حیرت کے پھیل گئی تھیں۔

"نوفل۔ نوفل جاہ!" اس کا ساکت دل تیزی سے ڈوب کر ابھرا تھا۔ اس کے دیکھتے ہی دیکھتے مقابل نے سرعت سے دروازہ بند کیا تھا۔ اور اس کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ اسے اپنی طرف آتا دیکھ کے طوبیٰ کا پورا وجود کانپ اٹھا تھا۔ اس نے گھبرا کے اپنا بھیگا دوپٹا پیشانی تک کھینچا تھا اور پنجوں کے بل ' زمین پہ بکھرے ہوئے سامان کی جانب چہرہ جھکا کے بیٹھ گئی تھی۔ طوبیٰ کو اپنا دل کانوں میں دھڑکتا سنائی دے رہا تھا ' مگر اس کے باوجود وہ نوفل جاہ کے قدموں کی دھمک بآسانی محسوس کر سکتی تھی۔ وہ چلتا ہوا اس کے مقابل آکھڑا ہوا تھا اور طوبیٰ حسن کو لگا تھا جیسے وقت کی گردش تھم سی گئی ہو۔

"ایکسکیوزمی۔ میں آپ سے پوچھ رہا ہوں۔ آپ ٹھیک تو ہیں؟ کوئی چوٹ تو نہیں لگی؟" اس کی جھکی نظروں سے سامنے دو چمکتے ہوئے مردانہ جوتے آٹھہرے تھے۔ لرزتے لبوں کو دانتوں تلے دبائے اس نے دھیرے سے اپنے سر کو نفی میں ہلا دیا تھا۔ تیز ہوتی بارش کے پیش نظر آنے والے نے بھی اس کے اتنے ہی جواب کو غنیمت جانا تھا۔ وہ فوراً" پلٹا تھا اور ایک طرف کو گری اس کی ٹرالی کو سیدھا کرتے ہوئے زمین پہ بکھرا سامان اٹھا اٹھا کر اس میں رکھنے لگا تھا۔

"یااللہ! یہ۔ یہ کہاں سے آگئے؟" اس کی طرف سے رخ موڑے طوبیٰ آہستگی سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اس کے پورے وجود میں سنسناہٹ سی ہونے لگی تھی۔ کاش کہ محض باون منٹ پہلے تک اسے خود پہ ٹوٹ پڑنے والی اس افتاد کا ایک فیصد بھی علم ہو جاتا تو وہ کبھی مر کے بھی بازار کا رخ نہ کرتی۔ اس نے کبھی تصور بھی نہ کیا تھا کہ معمول کی طرح طلوع ہونے والا دن اپنے دامن میں اس کے لیے نوفل جاہ سے ہونے والا ٹکراؤ لیے ہوئے تھا۔ وہ ٹکراؤ جس کی وہ تک اب نہ کوئی امید تھی اور نہ ضرورت۔ یہ چہرہ اس کی زندگی سے ہی نہیں بلکہ اس کے شہر سے بھی ایک نہیں ' دو نہیں بلکہ پورے دس سال پہلے کوچ کر



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

Download From Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

گیا تھا۔ ایسے میں سر راہ اس ٹکراؤ کا خیال بھلا کیسے آسکتا تھا؟ لیکن اب جبکہ یہ حادثہ وقوع پذیر ہو چکا تھا تو اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ اس کی نظروں میں آنے سے پہلے پہلے خود کو کہیں غائب کردے۔ یوں کہ نوفل جاہ کو پتا بھی نہ چلے اور طوبیٰ حسن کا وجود ہوا میں کہیں تحلیل ہو جائے۔

"بے وقوف لڑکی! یہ کوئی حرکت تھی کرنے والی؟؟" معاً" اس کی پشت پہ ابھرنے والی غصے میں ڈوبی تیز نسوانی آواز نے طوبیٰ کے بھٹکتے خیالات کو منجمد کر دیا تھا۔ تو کیا نوفل جاہ کے ساتھ کوئی اور بھی موجود تھا؟ اہانت کے احساس سے طوبیٰ کا چہرہ بری طرح جل اٹھا تھا۔ بے اختیار اس کی نظروں کے سامنے چند لمحے پیشتر پیش آنے والی مضحکہ خیز صورت حال گھوم گئی تھی۔

وہ اپنی یونیورسٹی سے ایک اہم کانفرنس اٹینڈ کر کے گھر واپس جا رہی تھی۔ جب راستے میں اچانک اسے اپنی سہیلی رجا کی منگنی کا خیال آگیا تھا' جس میں ایک دن بھی باقی نہ بچا تھا اور وہ تاحال اس کے لیے کوئی تحفہ نہیں خرید پائی تھی۔ مجبوراً" اسے گاڑی کا رخ قریبی سپر مارکیٹ کی طرف موڑنا پڑا تھا' حالانکہ موسم کے تیور ٹھیک ٹھاک خراب ہو چکے تھے۔ مگر چونکہ وہ مجبور تھی اس لیے گاڑی پارک کر کے اندر چلی آئی تھی۔ جہاں گفٹ کے علاوہ اس نے لگے ہاتھوں ضرورت کی اور بھی بہت سی چیزیں خرید لی تھیں۔ یوں پونے گھنٹے بعد جب وہ باہر نکلی تھی تو نا صرف اس کی ٹرالی ٹھیک ٹھاک لد چکی تھی۔ بلکہ ہلکی پھلکی برسنے والی پھوار بھی تیز رفتار بارش میں تبدیل ہو چکی تھی۔

اپنے نئے سوٹ اور شوز کی بربادی پہ جلتی کلستی وہ پوری احتیاط سے آگے بڑھی تھی۔ جب اچانک پارکنگ کے وسط میں پہنچ کر اس کا دایاں پاؤں بری طرح پھسل گیا تھا۔ گھبرا کر اپنا توازن برقرار رکھنے کی کوشش میں اس نے پاس کھڑی گاڑی کا سہارا لیا تھا۔ مگر اس کی ٹرالی اس زوردار جھٹکے کو سہہ نہ پائی تھی۔ وہ آگے کو پھسلی تھی اور پھسلتی چلی گئی تھی۔ شومئی قسمت اسی وقت پارکنگ میں ایک گاڑی نے ٹرن لیا تھا۔ اس اچانک آپڑنے والی افتاد نے گاڑی کے ڈرائیور کو بھی بوکھلا دیا تھا۔ اس نے سرعت سے گاڑی کا رخ موڑا تھا۔ ادھر متوحش سی طوبیٰ بھی ٹرالی کے پیچھے لپکی تھی' مگر اس کے پکڑنے اور قابو کرنے کے چکر میں وزنی ٹرالی ایک طرف کو جھکتی چلی گئی تھی' اور اس کے دیکھتے ہی دیکھتے سارا سامان بمع اس منحوس ٹرالی کے زمین بوس ہو گیا تھا۔

جھنجلائی ہوئی طوبیٰ چیزوں کو اٹھانے کے لیے نیچے کو جھکی تھی اور تب ہی برستی بارش کے شور میں دور سے ایک آواز آئی تھی۔

"آر یو آل رائٹ؟" اور طوبیٰ حسن کو لگا تھا جیسے اس کا پورا وجود پتھر کا ہو گیا ہو۔ یہ آواز تو وہ نیند میں بھی پہچان سکتی تھی۔ تیز ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ اس نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا تھا اور نوفل جاہ کو دور کھڑی گاڑی کے پاس استادہ دیکھ کر وہ پلکیں جھپکنا بھول گئی تھی۔

اسے اپنی طرف بڑھتا دیکھ کے طوبیٰ کے ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ وہ بری طرح سٹپٹا گئی تھی۔ لیکن اب جو اسے اپنے اردگرد ایک تیسرے وجود کا احساس ہوا تھا۔ تو یہ ساری صورت حال اس کے لیے مزید تکلیف دہ اور شرمندگی کا باعث بن گئی تھی۔

کیا یہ ضروری تھا کہ دس سال بعد نوفل جاہ سے اس کا سامنا ایسی حالت میں ہوتا۔ جہاں وہ کم عقلی اور لاپروائی کی عملی تصویر بنی کھڑی تھی؟ یوں جیسے وہ آج بھی ایک نادان لڑکی ہو۔ اپنی حالت زار اسے ملال میں مبتلا کر گئی تھی۔

"محترمہ! میں تم سے مخاطب ہوں؟" اس کی خاموشی مقابل کے غصے کو مزید ہوا دے گئی تھی۔ اس نے ایک تیز نظر بت بنی طوبیٰ کی پشت پہ ڈالی تھی اور لمبے لمبے ڈگ بھرتی اس کے سامنے آکھڑی ہوئی تھی۔ طوبیٰ کی نظریں اس کے چہرے سے ٹکرائی تھیں اور پھر گویا پلٹنا بھول گئی تھیں۔

گلابیاں چھلکاتی بے داغ سفید رنگت پہ ہرنی سی آنکھیں لیے وہ جو کوئی بھی تھی۔ قدرت کی صناعی کا



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

شاہکار تھی۔ وہ اس پل تصور کی آنکھ سے اپنے ظاہری حلیے کی ابتری کا اندازہ بھی باخوبی لگا سکتی تھی۔ اس کا نیا قیمتی جوڑا بارش میں بھیگ کر اچھا خاصا برباد ہو چکا تھا۔ ٹراؤزر اور دوپٹے پہ پڑنے والی گندے پانی کی چھینٹیں اور بالوں سے ٹپکتا پانی' اس کی شخصیت کا سارا رکھ رکھاؤ اپنے ساتھ بہا لے گیا تھا۔ وہ اس پل یقیناً" اس کے سامنے بہت عام' بہت معمولی سی لگ رہی تھی۔

وہ اس سے نجانے کیا کیا کہہ رہی تھی' طوبیٰ کو تو صرف اس کے لپ اسٹک سے سجے ہونٹ ہلتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔

"حد ہوتی ہے۔ تم پہ تو کوئی اثر ہی نہیں ہو رہا!" اس کا گم سم سا انداز لڑکی کو زچ کر گیا تھا۔ وہ ایک کھا جانے والی نظر طوبیٰ پہ ڈالتی نوفل کی جانب بڑھی تھی۔ اس کے سامنے سے ہٹتے ہی طوبیٰ بھی خود میں لوٹ آگئی تھی۔

"کوئی ضرورت نہیں اس بدتمیز لڑکی کی ہیلپ کرنے کی نوفی۔ یہ اس کرٹسی (ہمدردی) کے لائق نہیں۔" اور پتا نہیں کیوں لیکن نوفل کے سامنے اس کا یہ تحقیرانہ انداز طوبیٰ کو سر تاپا سلگا گیا تھا۔ آخر وہ کیوں خود کو نوفل جاہ کی نظروں سے چھپانا چاہ رہی تھی؟ کیا لگتا تھا وہ اس کا جو وہ اس کے سامنے اس درجہ اہانت محسوس کر رہی تھی۔ خود کو کھری کھری سناتے وہ ساری احتیاط بالائے طاق رکھ کر غصے سے پلٹی تھی۔

"انف (بہت ہو چکا) میں نے آپ لوگوں سے مدد نہیں مانگی تھی۔ جائیے جا کر اپنا کام کیجیے۔ نوفل جاہ پہ ایک نگاہ غلط ڈالے بنا اس نے ایک جھٹکے سے ٹرالی اپنی جانب کھینچی تو سامنے کھڑا نوفل ساکت رہ گیا۔

"طوبیٰ!" اس کے پکارنے پہ جہاں وہ لڑکی چونکی تھی۔ وہیں طوبیٰ نے ایک تلخ نگاہ اس کے چہرے پہ ڈالی تھی۔ ان ساحر آنکھوں کو اتنے قریب سے دیکھنے کا موقع اسے آج کہیں دس سال بعد جا کر ملا تھا۔ اس کا دل پانی بننے لگا تھا۔ اور اس سے پہلے کہ یہ پانی آنکھوں میں جھلملا کے اس کے بھرم کو تار تار کرتا' وہ اپنے باوقار انداز میں دھیرے سے مسکرا دی تھی

"واٹ آ سرپرائز۔ کیسے ہیں آپ؟" اس کا ٹھہرا ہوا انداز نوفل جاہ کو چونکنے پر مجبور کر گیا تھا۔ اس نے ایک گہری نظر طوبیٰ حسن کے چہرے پر ڈالی تھی۔ جو بارش میں بھیگی موم کی کوئی گڑیا لگ رہی تھی۔ اسے یوں ایک دم سے اپنے سامنے پا کے وہ حیران رہ گیا تھا۔ لیکن طوبیٰ کے چہرے پہ کوئی تاثر تو دور' حیرت کی رمق تک نہ ابھری تھی' جو نوفل کے نزدیک خاصا غیر فطری رد عمل تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ تم سناؤ..... گھر میں سب کیسے ہیں؟" وہ اپنے مخصوص ٹھہرے ہوئے انداز میں گویا ہوا تو طوبیٰ کی پیاسی سماعتوں پہ پھوار سی برسنے لگی۔

"اللہ کا شکر ہے۔ سب ٹھیک ہیں۔ معذرت چاہتی ہوں' میری وجہ سے آپ کو۔"

"دٹس آل رائٹ۔" نوفل جاہ نے اسے ہاتھ اٹھا کر مزید کچھ کہنے سے روک دیا تھا۔ طوبیٰ بے اختیار خاموش ہو گئی تھی۔ ایک لمحے کو نظریں چراتے ہوئے اس نے مروتاً" مزید کچھ کہنا چاہا تھا۔ مگر کہنے کو کچھ تھا ہی نہیں۔

"اللہ حافظ۔" چند سیکنڈ کے تذبذب کے بعد طوبیٰ نے الوداعی کلمات کہتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تھا۔ طوبیٰ نگاہیں چراتی حوصلے سے مسکرائی تھی اور پھر دھیرے سے ٹرالی لیے آگے بڑھ گئی تھی۔ ہر ملال بھول

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

گیا تھا۔ یاد رہا تھا تو صرف جدائی کا وہ زہر جو ہر اٹھتے قدم کے ساتھ وہ گھونٹ گھونٹ اپنے اندر اتار رہی تھی۔ اس زہر کی تلخی کو برداشت کرنا کل بھی محال تھا اور آج بھی اسے سہنا' کسی عذاب سے کم نہ تھا۔ وہ ضبط کی انتہا پر تھی۔ اس کا دل ہمک ہمک کر ایک بار۔ صرف ایک بار اس کے چہرے کو پلٹ کر دیکھنے کے لیے مچل رہا تھا۔ جو بچپن سے اس کے اندر سانس لے رہا تھا۔ اور جسے دوبارہ کبھی دیکھنا جانے اسے نصیب ہونا بھی تھا یا نہیں۔

مگر طوبیٰ حسن پتھر کی نہیں ہونا چاہتی تھی۔ اس لیے چپ چاپ اپنے دل کو کچلتی آگے بڑھتی چلی گئی تھی۔ یہاں تک کہ آنسوؤں کی جھڑی بارش کے پانی کے ساتھ مل کر اس کے چہرے پہ بہنے لگی تھی۔

☼ ☼ ☼

بارش اسے سرتاپا بھگو رہی تھی۔ مگر بھیگنے کا احساس جیسے ختم ہو گیا تھا۔ وہ ایک ٹک دور جاتی طوبیٰ حسن کو دیکھ رہا تھا۔ جو اس کے دیکھتے ہی دیکھتے اپنی گاڑی میں بیٹھی تھی اور اس کی نظروں سے اوجھل ہو گئی تھی۔ کب تک کے لیے؟ وہ نہیں جانتا تھا۔

اس کے منظر سے غائب ہوتے ہی وہ بھی اس حیرت کدے سے باہر نکل آیا تھا' جہاں اس کی اچانک موجودگی نے اسے دھکیل دیا تھا۔ نگاہوں کا زاویہ بدلا تھا تو اسے اپنے دائیں جانب کھڑی نگین بھی نظر آگئی تھی۔ جو گہری نظروں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"ارے تم اب تک یہیں کھڑی ہو؟" اس کے چونک کر کہنے پہ نگین نے اپنی بھنویں اچکائیں تو وہ اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "آئی مین بھیگنے کے بجائے گاڑی میں چل کر بیٹھتی نا۔"

"تم بھی تو بھیگ گئے ہو۔" اس کا جتاتا ہوا انداز نوفل جاہ کو ایک پل کے لیے خاموش کروا گیا۔

"ہاں۔ ہم دونوں ہی بھیگ گئے ہیں۔" بے تاثر لہجے میں کہتا وہ پلٹ کر اپنی گاڑی کی طرف چل دیا۔ تو نگین کی صبیح پیشانی پہ بل نمودار ہو گئے۔ نوفل کا یہ انداز اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کے برابر گاڑی میں بیٹھتے ہوئے نگین نے ایک کھوجتی نظر نوفل جاہ پہ ڈالی تھی جو ٹشو سے اپنا چہرہ خشک کر رہا تھا۔

"کون تھی یہ؟" اس نے اپنا لہجہ نارمل رکھنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

"ہمارے پرانے فیملی فرینڈز کی بیٹی تھی۔" نوفل نے اس کی طرف دیکھے بنا اپنا کام جاری رکھا تھا۔

"وہ صرف فیملی فرینڈز ہی تھے نا؟" نگین نے طنزیہ نظروں سے اسے دیکھا تو نوفل کا ہاتھ یک لخت ساکت ہو گیا۔

"کیا مطلب؟" وہ سپاٹ چہرہ لیے اس کی طرف پلٹا تو وہ ایک جتاتی نگاہ اس کی جانب اچھالتی ونڈ اسکرین کے پار دیکھنے لگی۔

"میرا مطلب ہے خاصے گم صم سے لگ رہے ہو۔"

اور اس کی بات نوفل جاہ کی پیشانی شکن آلود کر گئی۔ اس نے ایک تیز نظر نگین فاروق کے چہرے پر ڈالی اور لب بھینچے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

وہ جو کوئی بھی تھی ان دونوں کا موڈ بری طرح خراب کر گئی تھی۔ اور یہ بات نگین کے مزاج پہ بے حد گراں گزری تھی۔

☼ ☼ ☼

چوکیدار کے گیٹ کھولنے پہ طوبیٰ نے گاڑی آگے بڑھائی تھی۔ لیکن جوں ہی اس کی نظر پورچ میں ایک طرف کھڑی تائی جان کی گاڑی سے ٹکرائی تھی' وہ بے اختیار سر پکڑ کے رہ گئی تھی۔ اس کی ذہنی کیفیت کم از کم اس وقت ان کی طنزیہ اور تلخ باتوں کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی۔ لیکن چونکہ اس کے پاس اندر جانے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ اس لیے وہ غیاث کو گاڑی میں سے سامان نکالنے کا کہہ کر خود اندر چلی آئی تھی۔ جہاں لاؤنج میں اماں جان اور تائی جان کے ساتھ پھپھو کو بھی بیٹھا دیکھ کر اس کا دل چاہا تھا کہ وہ الٹے قدموں واپس نکل جائے۔



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"السلام علیکم۔" مرتا کیا نہ کرتا کے مصداق وہ مرے مرے قدموں سے آگے بڑھی تھی۔ اس کی آواز پہ تینوں خواتین نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ اور اسے اس برے حلیے میں دیکھ کر بے اختیار چونک گئی تھیں۔

"وعلیکم السلام۔ یہ تم اتنی بھیگ کیسے گئیں بیٹا؟" اماں جان کی آواز میں تشویش آئی تھی۔ لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی پھپھو کی سپاٹ آواز نے اسے ان کی طرف دیکھنے پہ مجبور کردیا تھا۔

"کہاں سے آرہی ہو تم؟" اس کے سلام کا جواب دیے بنا وہ سیدھا اپنے مطلب کی بات پہ آئی تھیں۔ طوبیٰ نے بامشکل تمام اپنی ناگواری کو چہرے پہ آنے سے روکا تھا۔

"یونیورسٹی سے۔"

"اس وقت؟" تائی جان نے اس کے چہرے سے نظریں ہٹاتے ہوئے گھڑی کی طرف دیکھا تھا۔ جہاں شام کے 6 بجنے والے تھے۔ انہوں نے ایک جتاتی نگاہ اس کے چہرے پہ ڈالی تھی۔ جسے طوبیٰ نے حوصلے سے نظرانداز کردیا تھا۔

"آج یونیورسٹی میں کانفرنس تھی ہماری۔" اس کی بات ابھی مکمل ہی ہوئی تھی کہ پیچھے سے غیاث دروازہ بجا کے لدا پھندا اندر چلا آیا تھا۔ پھپھو اور تائی جان کے ساتھ اب کے اماں جان بھی چونک گئی تھیں۔

"بی بی جی یہ سامان کہاں رکھوں؟" اس نے طوبیٰ کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا تو پھپھو اور تائی جان کی نظریں ایک دوسرے سے آٹکرائیں۔

"اماں جان کے کمرے میں رکھ دو۔" ان کی نگاہوں کی معنی خیزی کو نظرانداز کیے وہ تحمل سے بولی۔ تو تائی جان کے لبوں پہ استہزائیہ مسکراہٹ آٹھہری۔

"یہ شاپنگ بھی کیا کانفرنس سے کی ہے؟" ان کا چوٹ کرتا انداز طوبیٰ کا خون کھولا گیا تھا۔ مگر اس نے کمال ضبط سے خود کو کوئی تلخ بات کہنے سے روکا تھا۔ بڑوں سے بدتمیزی اس کی تربیت کا حصہ نہ تھی۔

"میں وہاں سے فارغ ہو کے بازار چلی گئی تھی۔"

بیوٹی بکس کا تیار کردہ
سوہنی ہیئر آئل
SOHNI HAIR OIL

- گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے۔
- نئے بال اگاتا ہے۔
- بالوں کو مضبوط اور چمکدار بناتا ہے۔
- مردوں، عورتوں اور بچوں کے لئے یکساں مفید۔
- ہر موسم میں استعمال کیا جاسکتا ہے۔

قیمت -/120 روپے

سوہنی ہیئر آئل 12 جڑی بوٹیوں کا مرکب ہے اور اس کی تیاری کے مراحل بہت مشکل ہیں لہذا یہ تھوڑی مقدار میں تیار ہوتا ہے، یہ بازار میں یا کسی دوسرے شہر میں دستیاب نہیں، کراچی میں دستی خریدا جاسکتا ہے، ایک بوتل کی قیمت صرف -/120 روپے ہے، دوسرے شہر والے منی آڈر بھیج کر رجسٹرڈ پارسل سے منگوالیں، رجسٹری سے منگوانے والے منی آڈر اس حساب سے بھجوائیں۔

2 بوتلوں کے لئے ---------- 300/ روپے
3 بوتلوں کے لئے ---------- 400/ روپے
6 بوتلوں کے لئے ---------- 800/ روپے

نوٹ: اس میں ڈاک خرچ اور پیکنگ چارجز شامل ہیں۔

منی آڈر بھیجنے کے لئے ہمارا پتہ:
بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی
دستی خریدنے والے حضرات سوہنی ہیئر آئل ان جگہوں سے حاصل کریں
بیوٹی بکس، 53-اورنگزیب مارکیٹ، سیکنڈ فلور، ایم اے جناح روڈ، کراچی
مکتبہ عمران ڈائجسٹ، 37-اردو بازار، کراچی۔
فون نمبر: 32735021



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس کا جواب اماں جان کو غصہ دلا گیا تھا۔ "یہ کوئی موسم تھا بازار جانے کا؟" انہوں نے ایک تیز نظر اس پہ ڈالتے ہوئے جیٹھانی کی طرف تھا۔

"میں نے ہی اسے فون کرکے کہا تھا بھابی۔ کچھ ضروری چیزیں لانی تھیں۔" اماں جان کی مداخلت پہ طوبیٰ کی نظریں بے اختیار ماں کے شفیق چہرے پہ جا ٹھہری تھیں۔ جو خود بھی یقیناً اس بے وقت اور بے موسم کی شاپنگ پہ اس سے ناراض تھیں۔ مگر بظاہر انہوں نے۔ ساری ذمہ داری خود پر لے لی تھی۔

"جاؤ جاکر چینج کرو بیٹا۔" انہوں نے ایک فہمائشی نظر طوبیٰ پہ ڈالتے ہوئے رسان سے کہا تو وہ لمحہ کا توقف کیے بنا آگے بڑھ گئی تھی۔ اپنے پیچھے اسے تائی جان کی آواز سنائی دی تھی۔

"کیسی ماں ہو بھئی۔ یہ کوئی وقت اور موسم تھا اسے بازار بھیجنے کا؟" ان کی اماں جان پہ چڑھائی اس کا دل مزید مکدر کر گئی تھی۔ وہ بوجھل قدموں سے راہداری طے کرکے اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔

پرس اور بھیگا دوپٹا اتار کر ایک طرف ڈالتے ہوئے اس نے پیروں کو جوتوں کی قید سے آزاد کیا تھا۔ اور خود نڈھال سی بستر پر گرسی گئی تھی۔ ایک عجیب سی تھکاوٹ اسے اپنے روم روم میں سماتی محسوس ہو رہی تھی۔ یوں جیسے وہ نجانے کتنی لمبی مسافت طے کرکے آئی ہو۔

خلا میں تکتے ہوئے اس کی نظروں کے سامنے ایک بار پھر نوفل جاہ کا چہرہ آٹھہرا تھا۔ وجیہہ تو وہ پہلے ہی تھا۔ لیکن اب تو جیسے ایک تمکنت سی چھلکنے لگی تھی اس کے وجود سے۔ اس جیسے شاندار شخص کے ساتھ وہ حسین مورت ہی جچ سکتی تھی۔ اس لڑکی نے جس استحقاق سے اسے "نوفی" بلایا تھا' وہ طوبیٰ پہ بہت کچھ واضح کرنے کے لیے کافی تھا۔ نوفل جاہ کی پسند بے مثال لاجواب تھی۔ مگر طوبیٰ حسن کے لیے اس کے پہلو میں کسی اور کو دیکھنا ایک جان لیوا احساس تھا۔ وہ اپنے بازو میں منہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی تھی۔

"آپی!" اچانک دروازہ کھلنے کے ساتھ ماہ نور کی آواز نے اس کی سسکیوں پہ بند باندھ دیا تھا۔ وہ اپنے آنسو صاف کرتی آہستہ سے اٹھ بیٹھی تھی۔ اس کے سرخ چہرے اور بھیگی آنکھوں پہ نگاہ پڑتے ہی اندر آتی ماہ نور بری طرح چونک گئی تھی۔

"آپ رو رہی ہیں؟ کیا ہوا ہے۔" گھبرا کے اس کے قریب آتے ہوئے ماہ نور نے اس کا رخ اپنی جانب موڑنا چاہا تو طوبیٰ کے لیے خود پہ قابو پانا مشکل ہو گیا۔ وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے زارو قطار رو پڑی تو ماہ نور نے بے اختیار اسے خود سے لگا لیا اور جی بھر کر اسے رونے دیا۔ چند لمحوں بعد جب طوبیٰ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا تو وہ خود آہستہ سے اس سے الگ ہو گئی تھی۔

"یہ پانی پئیں۔" ماہ نور نے سائیڈ ٹیبل پہ رکھے جگ میں سے پانی کا گلاس بھر کے اس کی طرف بڑھایا تھا جسے اس نے خاموشی سے تھام لیا تھا۔

"اب بتائیں۔ کانفرنس میں کوئی مسئلہ ہوا ہے یا...." طوبیٰ نے بے زاری سے اس کی بات کاٹ دی۔

"یہ لوگ ہمارا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟" اور ماہ نور اس کا اشارہ سمجھ کر ایک گہری سانس لے کر رہ گئی تھی۔ "ہم بھی میں نے قدم رکھا نہیں تھا کہ دونوں شروع ہو گئیں کہاں گئی تھیں؟ کیوں گئی تھیں؟ اتنی دیر؟ دل کر رہا ہے سر پھاڑ لوں اپنا!" طوبیٰ کی آواز پھر سے بھر آئی تھی۔ اس کے دل کا کرب اپنی جگہ تھا' لیکن ان لوگوں نے اسے بیچ میں زچ کر دیا تھا۔

"اچھا آپ ٹینشن کیوں لے رہی ہیں۔ چھوڑیں انہیں۔ ان کا تو کام ہی دوسروں کو تکلیف پہنچانا ہے۔" ماہ نور نے نرمی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔ تو طوبیٰ نے ایک پل کو اپنی آنکھیں بند کرتے ہوئے حواس بحال کیے۔

"کیا چاہتی ہیں اب یہ؟" اس نے آنکھیں کھولتے ہوئے ماہ نور کی طرف دیکھا۔

"وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔ انہیں پاپا کا انکار منظور نہیں۔ تائی جان ہر حال میں یہ رشتہ جوڑنا چاہتی ہیں۔ اسی لیے پھپھو کو ساتھ لے کر آئی ہیں۔"



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"ہونہہ اور پھپھو تو ہیں ہی تائی جان کی سگی۔"
طوبیٰ نے غصے سے ہنکارا بھرا۔ "انہیں انکار کرکے بھلا انہوں نے اپنی شامت بلوانی ہے؟"
پھپھو اور تائی جان ایک دوسرے کی عم زاد ہونے کے ساتھ ساتھ وٹے سٹے میں بیاہی ہوئی بھی تھیں۔ سو تائی جان کی ہاں میں ہاں ملانا **عصمی** پھپھو کی مجبوری تھی۔ مگر پھر جہاں بات اس کی اماں جان اور ان تین بہن بھائیوں کی آجاتی تھی وہاں تو پاپا کا سارا خاندان ہی ایک ہو جاتا تھا کیونکہ طوبیٰ کے والد حسن مجتبیٰ ان سب کے سگے نہیں بلکہ واحد سوتیلے بھائی تھے۔ جنہیں ان کی والدہ مرحومہ نے اپنی یتیم بھتیجی سے بیاہ دیا تھا۔ جو حسن صاحب ہی کی طرح اکلوتی تھیں۔
سوتن کے اس فیصلے نے مجتبیٰ صاحب کی بڑی بیگم کو آگ بگولا کردیا تھا۔ وہ حسن جیسے شاندار اور پڑھے لکھے لڑکے کا رشتہ اپنی بھانجی سے کرنا چاہتی تھیں تاکہ اس راجدھانی کی بلاشراکت غیرے مالک بن سکیں، مگر جب ایسا نہ ہوسکا تھا تب وہ نا صرف اپنی سوتن سے کھنچ گئی تھیں، بلکہ انہوں نے حسن صاحب کی بیوی ارجمند کو بھی برے طریقے سے رد کردیا تھا۔ حالات کے تقاضے کو دیکھتے ہوئے مجتبیٰ صاحب نے اپنی زندگی میں ہی اپنی دونوں فیملیز کو الگ کردیا تھا وہ ایک دولت مند شخص تھے۔ چنانچہ ان کی پانچوں اولادوں کے حصے میں جن میں چار بیٹے اور ایک بیٹی شامل تھی، ٹھیک ٹھاک جائیداد آئی تھی۔
بھائیوں سے علیحدگی کے بعد حسن صاحب نے اپنے ایک دوست کے ساتھ شراکتی بنیاد پہ کاروبار شروع کیا تھا جس میں انہوں نے دن دگنی رات چوگنی ترقی کی تھی۔ وقت تیزی سے آگے گزرا تھا۔ بڑے بوڑھے اور بچے جوان ہوگئے تھے۔ حسن صاحب اب اپنے وسیع کاروبار کے مختار کل تھے۔ دوست کے حصے کے شیئرز اس کے حوالے کرکے وہ شراکت داری ختم کرچکے تھے۔ مگر افسوس کہ ان کے اکلوتے اور بڑے بیٹے احمر کو باپ کے بزنس سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ پڑھنے کے لیے باہر گیا تھا۔ اور پھر وہیں شادی کرکے سیٹل ہوگیا تھا۔ بیٹے کے اس فیصلے نے حسن صاحب کو شدید دھچکا پہنچایا تھا۔ ان کے نام، مقام ہر چیز کے مستقبل پہ سوالیہ نشان لگ گیا تھا۔ اس خاموش فکر نے انہیں دل کے عارضے میں مبتلا کردیا تھا، مگر انہوں نے ہمت نہ ہاری تھی۔ وہ اپنی ذمہ داریاں تنہا ہی سنبھالنے لگے تھے۔ اپنے بہن بھائیوں سے بھی انہوں نے ہمیشہ اچھے تعلقات رکھنے کی کوشش کی تھی۔
احمر کی اس بے نیازی نے حسن صاحب کے سوتیلے بھائیوں کو ان کے بزنس اور جائیداد کی طرف متوجہ کردیا تھا۔ انہیں اب حسن مجتبیٰ سے دہرے رشتے جوڑنے میں فائدہ ہی فائدہ نظر آنے لگا تھا۔ لہٰذا ان کے سب سے بڑے بھائی نے سب سے پہلے عقل مندی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنے آخری اور بگڑے ہوئے سپوت کے لیے طوبیٰ کا رشتہ مانگ لیا تھا۔ ان کی اس درجہ ہوشیاری اور تیزی پہ ان کے باقی دونوں بھائی بے حد جز بز ہوگئے تھے، مگر چونکہ تیر کمان سے نکل چکا تھا اس لیے سب ہی نے بڑے بھائی کے ساتھ جھوٹی مخلصی دکھانے کو چپ سادلی تھی۔ بہن کی حمایت تو تایا جان کو ویسے بھی وٹے سٹے کی وجہ سے حاصل تھی۔ یوں لے دے کے ساری بات حسن صاحب پہ آگئی تھی جن کی طرف سے انہیں انکار کی امید نہ تھی۔
مگر حسن مجتبیٰ اور ارجمند بیگم دونوں کو ہی ضیا کی عادات واطوار پہ اعتراض تھا۔ وہ باپ کی دولت اور طاقت کے نشے میں چور ایک تند مزاج لڑکا تھا، جس میں اپنے کوئی ذاتی اوصاف نہ تھے۔ حسن صاحب نے بہت شائستگی سے بڑے بھائی سے معذرت کرلی تھی، مگر وہ تو انکار سن کے ہتھے سے اکھڑ گئے تھے۔ انہیں ہر حال میں طوبیٰ کا رشتہ چاہیے تھا۔ ان کی ضد پہ سوائے **عصمی** پھپھو کے سب ہی کی ہمدردیاں حسن مجتبیٰ کے ساتھ ہوگئی تھیں جنہیں اپنی بیٹی کے لیے ایک اچھا اور سلجھا ہوا شریک سفر چننے کا پورا اختیار تھا۔
سب کے سمجھانے بجھانے کے باوجود تایا جان پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھے۔ ان کے مطابق وہ اس خاندان کے



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

www.paksociety.com

بڑے تھے اور انہیں اپنے بہن بھائیوں کی اولادوں پر پورا حق حاصل تھا۔ ان کی اس تکرار پہ حسن صاحب نے خاموشی اختیار کرلی تھی۔ مگر تایا جان کی فیملی وقتاً فوقتاً اپنا مطالبہ لے کر حسن ولا چلی آتی تھی۔ جس پہ ناچاہتے ہوئے بھی ان سب کے ذہن پراگندہ ہو جاتے تھے۔

"اچھا چھوڑیں نا انہیں۔" ماہ نور اس کا ہاتھ تھامے محبت سے بولی تھی۔ "میں آپ کے اور اپنے لیے اچھی سی چائے لاتی ہوں۔ تب تک آپ چینج کرکے فریش ہوجائیں۔" اس کے اصرار پہ طوبیٰ کو اٹھنا پڑا تھا۔ مگر جس وقت وہ کپڑے بدل کر منہ ہاتھ دھو کے واپس آئی تھی اماں جان اس کے کمرے میں موجود تھیں۔ ان کے چہرے پہ چھائی خفگی طوبیٰ کو اپنی متوقع شامت کا پتا دے گئی تھی۔

"مجھے تم سے اس بے وقوفی کی امید نہیں تھی۔ کیا ضرورت تھی اس موسم میں یونیورسٹی کے بعد بازار نکلنے کی؟" انہوں نے ناراضی سے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"رجا کا گفٹ نہیں لیا تھا۔ اس لیے جانا پڑا تھا۔" وہ تحمل سے بولی تو اماں جان ایک لحظہ کو خاموش ہو گئیں۔

"تو صرف گفٹ لیتی نا۔ اتنی لمبی چوڑی خریداری کی اس وقت کیا ضرورت تھی۔" پل کے توقف کے بعد وہ پھر سے بولیں تو طوبیٰ کا صبر جواب دے گیا۔

"کون سا وقت اماں جان؟ چھ بجے میں گھر میں تھی۔ آپ کیوں ان عورتوں کے پیچھے لگ کر خود کو پریشان کررہی ہیں۔ یہ ہماری زندگی ہے ہم جس وقت اور جہاں چاہیں گے جائیں گے۔ ان کی اجازت درکار نہیں ہے ہمیں۔۔۔" اس کی جھنجلاہٹ ارجمند بیگم کو ایک گہری سانس لینے پر مجبور کرگئی۔

"اچھا یہ بتاؤ کانفرنس کیسی رہی تمہاری؟" انہوں نے قصداً بات کا رخ موڑا تو طوبیٰ بھی سر جھٹکتی ان کے قریب آبیٹھی۔ اور دن بھر کی روداد سنانے لگی مگر صرف یونیورسٹی کی حد تک۔ اس دوران ماہ نور بھی چائے لے آئی تو تینوں ماں بیٹیاں ہلکی پھلکی باتوں میں مشغول ہوگئیں۔

"آج تمہارے احمد انکل آئے تھے۔" باتوں باتوں میں اماں جان نے دھیرے سے کہا تو طوبیٰ بے اختیار ٹھٹک گئی۔ احمد نجم نا صرف حسن صاحب کے دوست تھے بلکہ ان کے ڈاکٹر بھی تھے۔ وہ شہر کے مایہ ناز ماہر امراض قلب تھے۔

"خیر تو تھی؟"

"تمہارے پاپا کی طرف سے بہت پریشان ہیں وہ۔ سرجری ناگزیر ہوچکی ہے مگر حسن اس بات کو سنجیدگی سے لینے کے لیے تیار ہی نہیں۔" ارجمند بیگم کی آنکھوں میں نمی پھیل گئی تھی۔ طوبیٰ کا دل دھک سے رہ گیا۔

"آپی ہمیں ہر حال میں پاپا کو جلد از جلد اس آپریشن کے لیے قائل کرنا ہوگا۔" ماہ نور نے پریشانی سے اسے دیکھا تو وہ متفکر سی نچلا لب دانتوں تلے دبا گئی۔ کسی نے صحیح کہا ہے "اور بھی غم ہیں زمانے میں محبت کے سوا۔" سو اس کا دھیان بھی پوری طرح سے حسن صاحب کی جانب مبذول ہوگیا تھا۔ جن کے بنا اس کے لیے زندگی کا تصور بھی محال تھا۔

☼ ☼ ☼

رات اپنا تسلط چار سو قائم کرچکی تھی، مگر نوفل جاہ کی آنکھوں پہ رت جگے کا پہرا تھا۔ قسمت بعض اوقات آپ کے ساتھ بہت زیادتی کرجاتی ہے۔ آپ پہلے ہی جن معاملات میں اپنے صبر کی آخری حد کو پہنچے ہوتے ہیں یہ ان ہی میں سے آپ کی آزمائش کا سامان کردیتی ہے۔

کیا ضرورت تھی لمحے دو لمحے کے لیے طوبیٰ حسن کو اس کے سامنے لانے کی؟ یوں کہ ابھی آنکھوں کی بے یقینی بھی دور نہ ہوپائی تھی اور وہ اس کی نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی۔ وہ طوبیٰ حسن کا چہرہ دیکھ کر پلکیں جھپکنا بھول گیا تھا۔ دس طویل سالوں بعد وہ اس کے سامنے تھی۔ اسے اچانک اپنے روبرو پاکے اس کے دل کی جو حالت ہوئی تھی اسے یاد کرکے رات کے اس



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پھر بھی نوفل جاہ کے جسم کا رواں رواں کھڑا ہو گیا تھا۔ بارش کے قطرے اس کے چہرے پر سے یوں پھسل رہے تھے جیسے وہ موم کی بنی ہوئی ہو۔ اس کا پیارا من موہنا سا چہرہ وقار اور سمجھ داری کے رنگوں سے سج کے اور بھی دلکش اور دلفریب ہو گیا تھا، مگر اس حسین چہرے کے ٹھہرے ہوئے تاثرات نے نوفل جاہ کو ٹھٹکنے پہ مجبور کر دیا تھا۔ وہ اسے اچانک اپنے سامنے پا کے بالکل بھی حیران نہیں ہوئی تھی، یوں جیسے وہ اس کی موجودگی سے پہلے سے آگاہ ہو۔ اس کو دیکھ کر بھی انجان بن جانے کی اس ادا نے نوفل کے دل پر ایک گھونسا سا مارا تھا۔

اس اذیت نے تاحال اس کے سینے کو جکڑ رکھا تھا۔ وہ لب بھینچے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور دھیرے دھیرے چلتا دریچے میں آ کھڑا ہوا تھا۔ رات کے اس پہر دور کہیں کوئی مغنی اپنے خوب صورت سر بکھیر رہا تھا جو ہوا کے دوش پہ اڑتے نوفل کی روح میں اتر گئے تھے۔

تم کو دیکھا تو یہ خیال آیا
زندگی دھوپ تم گھنا سایا۔۔۔

اور نوفل جاہ کی آنکھوں کے سامنے چھم سے طوبیٰ حسن کا بھیگا چمکتا ہوا چہرہ آ ٹھہرا تھا۔ اس کے دل میں اک ہوک سی اٹھی تھی۔

آج پھر دل نے اک تمنا کی
آج پھر دل کو ہم نے سمجھایا
زندگی دھوپ تم گھنا سایا۔۔۔

"میں آپ سے بہت محبت کرتی ہوں!" اس کی نرم آواز نوفل کے اندر کہیں گونجی تھی۔ یارے ضبط کے اس نے اپنی آنکھیں سختی سے بند کر لی تھیں۔

تم چلے جاؤ گے تو سوچیں گے
ہم نے کیا کھویا ہم نے کیا پایا
زندگی دھوپ تم گھنا سایا۔۔۔

بے اختیار نوفل کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں

ہم جسے گنگنا نہیں سکتے
وقت نے ایسا گیت کیوں گایا۔۔۔

اور اس کے لیے مزید وہاں کھڑے رہنا ممکن نہ رہا تھا۔ اس نے پیچھے ہٹتے ہوئے دریچہ بند کیا تھا اور شکستہ قدموں سے چلتا ہوا بیڈ پہ آ کے گر سا گیا تھا۔ واقعی جسے وہ گنگنا نہیں سکتا تھا، وقت نے اسے وہ گیت کیوں سنایا تھا۔ کیوں؟ تڑپ کر شکوہ کرتے ہوئے اس نے اپنا سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا تھا۔ ہجر یاراں کی اذیت ایک بار پھر عروج پہ تھی۔ آج کی رات بڑی لمبی ہونے والی تھی۔

☆ ☆ ☆

"پاپا۔ آپ ایسا کیوں کر رہے ہیں؟" اگلی صبح وہ چاروں ناشتے کی میز پہ موجود تھے، جب طوبیٰ نے انتہائی سنجیدگی سے موضوع کی طرف پیش رفت کی تھی۔

"کیا کر رہا ہوں میں؟" انہوں نے لحظہ بھر کو ہاتھ روکتے ہوئے بیٹی کی طرف دیکھا تھا۔ طوبیٰ اک گہری سانس لے کر رہ گئی۔

"آپ اپنی سرجری میں دیر کیوں کر رہے ہیں؟ آپ کو پتا ہے کل احمد انکل خود گھر آئے تھے۔"

"او۔ اب سمجھا۔ اس لیے کل رات سے تمہاری اماں جان کا موڈ خراب ہے۔" انہوں نے ایک مسکراتی نظر خاموش بیٹھی ارجمند بیگم پہ ڈالی۔ تو وہ خفگی سے چہرہ دوسری جانب موڑ گئیں۔

"پلیز پاپا! یہ مذاق میں اڑانے والی بات نہیں ہے۔ آپ کیوں اس مسئلے کو سنجیدہ سے نہیں لے رہے؟" طوبیٰ کے چہرے پہ پھیلی التجا حسن صاحب کو بھی سنجیدگی ہونے پہ مجبور کر گئی تھی۔

"کروا لوں گا بیٹا۔ بس ذرا ایک ڈیل پشاور میں ہو رہی ہے۔ وہ فائنل ہو جائے پھر کروا لوں گا۔"

"اور یہ ڈیل کب تک فائنل ہو گی؟" ارجمند بیگم کے استہزائیہ انداز پہ حسن صاحب مسکرا دیے۔

"ایک دو دن تک۔ میں کل پشاور کے لیے روانہ ہو رہا ہوں۔ آپ میری پیکنگ کروا دیجیے گا۔" اس اطلاع پہ اماں جان کی خفگی دوچند ہو گئی۔

"یہ حال ہے۔ بتانا تک گوارا نہیں کیا۔" انہوں



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

نے ناراضی سے شوہر کی طرف دیکھا۔

"ارے بابا بتانے والا تھا۔ تم لوگ موقع تو دو۔" مگر اماں جان سر جھکتی چائے کی پیالی کی طرف متوجہ ہو گئی تھیں۔ طوبیٰ نے ایک نظر ماں پہ ڈالتے ہوئے باپ کی طرف دیکھا تھا۔

"بس تو پھر یہ طے ہے کہ آپ پشاور سے آنے کے فوراً" بعد اپنا آپریشن کروائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" بیٹی کے اصرار پہ وہ ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ ان کے جواب نے ان تینوں کے چہروں کو کھلا دیا تھا۔ جسے دیکھ کر حسن صاحب کے لبوں پر بوجھل سی مسکراہٹ ابھری تھی۔ ان بچیوں کی فکر ہی تو انہیں اس سرجری سے روکے ہوئے تھی۔ یہ خیال کہ اگر انہیں کچھ ہو گیا تو ان کا کیا بنے گا؟ انہیں ہر بار اس فیصلے سے روک دیتا تھا۔ سچ ہے 'انسان جب تک تنہا ہوتا ہے بہادر ہوتا ہے۔ وہ بہت سے کڑے مراحل سے باآسانی گزر جاتا ہے' لیکن جب اس کی ذات کے گرد رشتوں کی ڈور لپٹ جاتی ہے تو وہ اپنی ساری بہادری بھول کر بزدلی کی راہ اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

"میں آج ہی احمد انکل سے کہہ کر آپ کے لیے ٹائم لیتی ہوں۔" طوبیٰ انہیں مزید موقع نہیں دینا چاہتی تھی۔

"لے لینا۔ اچھا یہ بتاؤ رجا کی منگنی آج رات ہے نا؟" انہوں نے قصداً" بات کا رخ موڑا تھا۔

"جی۔" طوبیٰ کا چہرہ اس ذکر پہ پھیکا پڑ گیا تھا۔ گزشتہ رات اس پہ بہت بھاری گزری تھی۔ پتا نہیں اسے نوفل سے ہونے والے ٹکراؤ کا ذکر ان سب سے کرنا چاہیے تھا یا نہیں؟ وہ اگر اس شہر میں آیا تھا تو اسے کم از کم اس کے والدین سے تو آکر ملنا چاہیے تھا۔ اتنا حق تو وہ اس پہ رکھتے تھے' لیکن پھر وہ نجانے کتنی بار یہاں سے ہو کے جا چکا تھا۔ کون کیا کہہ سکتا تھا بھلا؟ وہ ایک بوجھل سی سانس لیتی ٹھنڈی ہوتی چائے کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

☆ ☆ ☆

"او کے مسٹر جاہ۔ ہمیں آپ کی آفر منظور ہے۔" ڈیڑھ گھنٹے کی تفصیلی میٹنگ کے بعد ڈاکٹر کریم نے مسکراتے ہوئے فیصلہ نوفل کی توقع کے عین مطابق سنایا تھا۔ "آئی مسٹ سے۔ میں نے آپ کی عمر میں اتنی قابلیت اور میچیورٹی بہت کم دیکھی ہے۔" ڈاکٹر کریم کی آنکھوں میں اس کے لیے واضح ستائش تھی۔ وہ انکساری سے مسکرا دیا۔

"بہت شکریہ۔" اس ڈیل نے اس کی کمپنی کے لیے کامیابی کا ایک اور دروازہ کھول دیا تھا۔ وہ اپنے آفس کے چند اہم بندوں کے ساتھ اسی پراجیکٹ کے سلسلے میں لاہور آیا تھا۔

"لیکن ہمیں اس معاملے میں آپ لوگوں کا تھوڑا سا تعاون مزید درکار ہوگا۔"

"جی فرمائیں۔" نوفل ہمہ تن گوش تھا۔

"ایسا ہے نوفل صاحب کہ ہمارے اسپتال کی آمدنی کا ایک بڑا حصہ اس نئے بلاک کی تعمیر پہ صرف ہو رہا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ یہاں ہر چیز اعلا اور بہترین ہو۔ اس لیے ہم چاہیں گے کہ آپ کی کمپنی سے جتنی بھی مشینری یہاں آئے اسے آپ اپنی نگرانی میں نصب کروائیں تاکہ کسی غلطی یا خرابی کا احتمال نہ رہے اور اس کے لیے ہم آپ کو اور آپ کی فیملی کے لیے اپنے اسپتال کی ڈاکٹرز کالونی میں رہائش کا بندوبست بھی کر کے دیں گے تاکہ آپ کو کوئی مشکل نہ پیش آئے۔" انہوں نے نوفل کی طرف دیکھتے ہوئے اپنی بات مکمل کی تو وہ ایک پل کے لیے خاموش ہو گیا۔

ایک بات تو طے تھی کہ وہ اس شہر میں نہیں رہنے والا تھا' لیکن وہ فوری طور پر انکار کر کے اتنی اچھی ڈیل کو خراب کرنے کی حماقت نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی کمپنی کا کوئی بھی ذمہ دار آفیسر اس پراجیکٹ کو سپروائز کرنے کے لیے یہاں آسکتا تھا۔

نوفل کا کراچی میں اپنے ایک دوست کے ساتھ بہت بڑے پیمانے پہ اسپتالوں میں استعمال ہونے والی مشینری کا بزنس تھا۔ وہ بیش قیمت یونٹس یورپ سے درآمد کر کے پورے ملک میں سپلائی کرتے تھے۔ لاہور



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

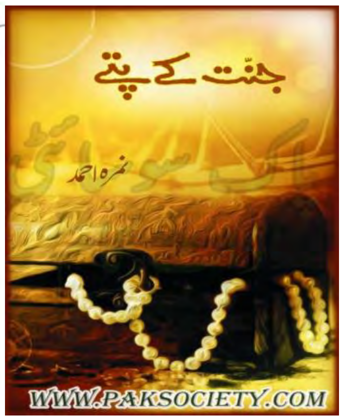

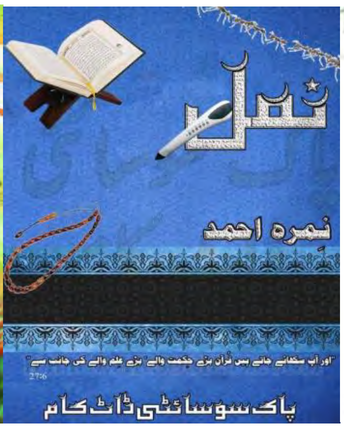

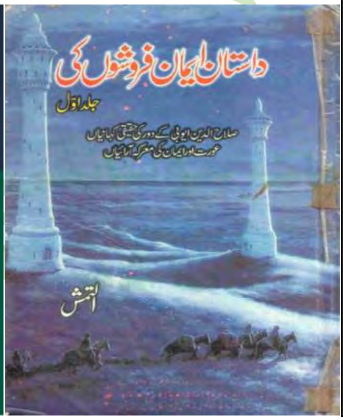

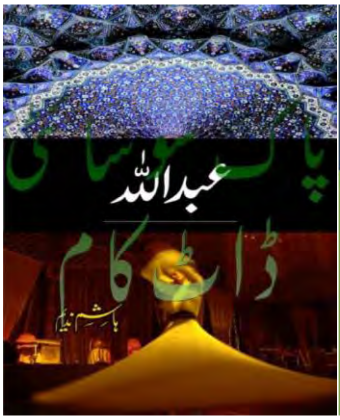


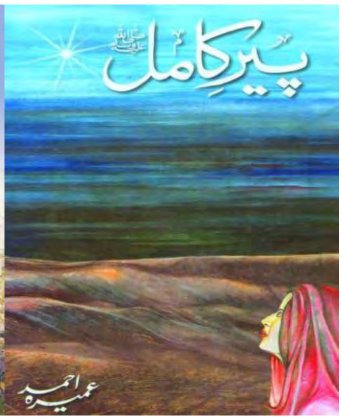

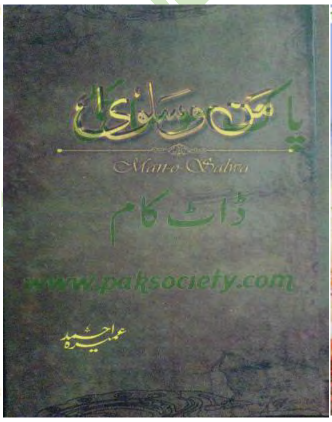

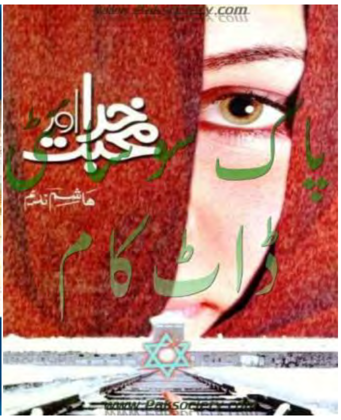


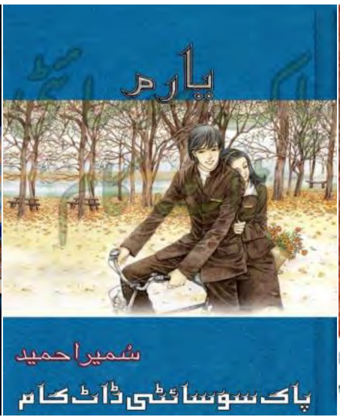

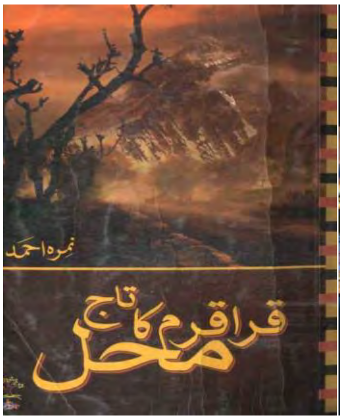


http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com
http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

میں بھی ایک مشہور اسپتال کو' اپنے نئے بننے والے حصے کے لیے بہت سی مشینری درکار تھی۔ انہوں نے اس سلسلے میں نوفل جاہ کی کمپنی سے رابطہ کیا تھا اور آج ان کے درمیان وہی ڈیل فائنل ہوئی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ ہم اس معاملے میں کوئی نہ کوئی ارینج منٹ کرلیں گے۔" اس کے مثبت جواب پہ ڈاکٹر کریم مسکرادیے تھے۔

ریفریشمنٹ کے بعد اسپتال کی انتظامیہ نے اسے پورے اسپتال کا ایک سروے کروایا تھا۔ وہ شعبہ حادثات کی راہداری میں کھڑا چند ضروری تبدیلیوں پہ بات کررہا تھا۔ جب اچانک دائیں جانب سے وارڈ کا عملہ تیزی سے دو اسٹریچرز کو آگے پیچھے دوڑاتا اندر داخل ہوا تھا۔ وہ سب ہی بے اختیار ایک طرف کو ہٹے تھے۔

آن واحد میں ان کی توجہ کا مرکز اسٹریچر پہ پڑے افراد بن گئے تھے۔ جو بری طرح زخمی تھے۔ اس دوران ایک اسٹریچر نوفل کے پاس سے گزرا تو اس کی تاسف زدہ نگاہیں۔ خون میں لت پت شخص کے چہرے سے جا ٹکرائی تھیں جو ہوش و حواس سے بیگانہ تھا۔ وہ بری طرح ٹھٹک گیا تھا۔ اسے یہ چہرہ مانوس سا لگا تھا بے چینی سے آگے آتے ہوئے اس نے ایک گہری نظر خون میں چھپے خدوخال پر ڈالتے ہوئے انہیں پہچاننے کی کوشش کی تھی اور جونہی یہ مرحلہ طے ہوا تھا اس کا دل دھک سے رہ گیا تھا۔

"خیر تو ہے نوفل صاحب آپ اتنے پریشان کیوں ہوگئے ہیں؟" اسپتال کے انچارج اس کے قریب چلے آئے۔ اس کی الجھی ہوئی نگاہیں ان کے چہرے پہ آٹھہری تھیں۔

"کیا کروں؟" اس کے اندر جیسے ایک جنگ سی چھڑ گئی تھی۔ اس کی نظریں ایک بار پھر ایمرجنسی کے دروازے پہ جا ٹکی تھیں۔ نہیں۔ وہ اتنی بے حسی کا مظاہرہ نہیں کرسکتا تھا۔ سنگدلی اس کے خون کا خاصہ ہی نہیں تھی۔ بوجھل سانس لیتے وہ جیسے کسی فیصلے پر پہنچ گیا تھا۔

"ابھی جن دو زخمیوں کو اندر لے جایا گیا ہے۔ ان میں سے ایک میرے بابا کے دوست ہیں۔" وہ دھیرے سے گویا ہوا تو ڈاکٹر کریم کے چہرے پہ تاسف پھیل گیا۔

"اوہ نو.... " وہ لحظہ بھر کو خاموش ہوئے۔ "آپ فکر نہیں کریں۔ میں ابھی خود جاکر ان کی کنڈیشن دیکھتا ہوں۔" وہ اس کا بازو تھپتھپاتے اپنے ساتھ موجود ڈاکٹرز کو لیے آگے بڑھ گئے تو نوفل لب بھینچے وہیں راہداری میں کھڑا ہوگیا۔ قسمت کب اور کہاں کس کی آزمائش کا سامان کردے کوئی نہیں جانتا اور وہ کم از کم اس امتحان کی گھڑی میں انسانیت کے درجے سے نیچے نہیں گرنا چاہتا تھا۔

✲ ✲ ✲

سائرن بجاتی ایمبولینس جس وقت سیاہ گیٹ کے اندر داخل ہوئی تھی۔ ایک کہرام تھا جو چاروں طرف برپا ہوگیا تھا۔ یہ اچانک کیا ہوگیا تھا؟ کیسے ہوگیا تھا؟ وہ اپنے عزیز از جان بابا کے دل کو لے کر پریشان تھیں اور موت نے ان پہ وہاں سے حملہ کردیا تھا جہاں سے انہوں نے کبھی گمان بھی نہیں کیا تھا۔ کاش کوئی علم، کوئی حساب انہیں موت کی اس چال بازی سے آگاہ کردیتا تو وہ کبھی اپنے پیارے بابا کو اس گاڑی میں سوار نہ ہونے دیتیں۔ جو انہیں ایرپورٹ لے جانے کے لیے گھر سے نکلی تھی' لیکن راستے میں ہی ایک تیز رفتار ٹرالر سے ٹکرا کے ہمیشہ کے لیے اپنی منزل کا نشان کھو بیٹھی تھی۔

حادثہ اتنا شدید تھا کہ ڈاکٹرز کی تمام تر کوششوں کے باوجود حسن صاحب اور ان کا ڈرائیور دونوں ہی دم توڑ گئے تھے اور باہر منتظر کھڑا نوفل جاہ ہک دک رہ گیا تھا۔

"کیا یہی ہے انسان کی اوقات؟ یہی ہے اس کے اختیار کی حد کہ اپنے اگلے سانس کی قسم نہیں کھا سکتا اور دعوے آسمانوں کو تسخیر کرنے کے ہیں۔ حسن مجتبیٰ نے جو کچھ جمع کیا تھا کیا ساتھ لے جاپائے تھے؟ نہیں! سب یہیں دھرا کا دھرا رہ گیا تھا۔ اور وقت رخصت آپہنچا تھا۔" دکھ سے سوچتے ہوئے اس کی آنکھوں میں



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

نمی پھیل گئی تھی۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے حسن صاحب کے گھرانے کے بہت سے افراد اسپتال پہنچ گئے تھے۔ ایسے میں اگر وہ چاہتا تو خاموشی سے وہاں سے جاسکتا تھا، لیکن وہ اپنے اس دل کا کیا کرتا جو کسی طور اس دشمن جاں کو زندگی کے اس کڑے ترین مرحلے پہ تنہا چھوڑنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ پہلی بار اسے بہت شدت سے 'غلط وقت اور غلط جگہ پہ اپنی موجودگی کا احساس ہوا تھا۔

ایمبولینس کے پیچھے جب اس کی گاڑی "حسن ولا" کے گیٹ پہ آکر رکی تھی تو اس کا دل پانی ہونے لگا تھا۔ بے اختیار اس کی نظریں "حسن ولا" کے برابر کھڑی سفید عمارت پہ جا ٹھہری تھیں۔ جس کے درودیوار سے لپٹی عشق پیچاں کی بیلیں اس کے پورے وجود پہ کمند سی ڈالنے لگی تھیں۔ دس سال بعد اس علاقے اور اس گلی میں اس کی واپسی ہوئی تھی اور یہ واپسی حسن مجتبیٰ کے جنازے کے ساتھ ہونا تھی، اس نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔ سینے میں اٹھتی اذیت کی لہروں کو دبائے وہ اپنے بے وزن وجود کے ساتھ اس دہلیز کے پار چلا آیا تھا جہاں قدم رکھنے کا خیال وہ عرصہ پہلے دل سے نکال چکا تھا۔ اندر برپا قیامت نے اس کے اعصاب مزید بوجھل کردیے تھے۔ ماہ نور کا پچھاڑیں کھاتا وجود اور ارجمند بیگم کا لٹا پٹا سا انداز اس کی آنکھیں نم کر گیا تھا۔ اس کی نظروں نے بے چینی سے طوبیٰ کے وجود کو تلاشا تھا۔

وہ اپنے باپ کو بے حد چاہتی تھی۔ ایسی چاہنے والی بیٹی کو جہاں ہونا چاہیے تھا وہ اسے وہیں ملی تھی۔ باپ کی پٹی کو تھامے وہ بے یقینی، شکستگی اور یاسیت کی تصویر بنی ایک ٹک زمین کو دیکھے جا رہی تھی۔ اس کی آنکھیں بالکل بنجر تھیں۔ ان بنجر آنکھوں کے آنسو کہاں گر رہے تھے نوفل اچھی طرح جانتا تھا۔ وہ کرب کی انتہا پر تھی اور اس کی اذیت نوفل جاہ کے دل کو چیرے دے رہی تھی مگر وہ بے بس تھا۔ مکمل طور پہ بے بس!

☆ ☆ ☆

نگین نے کوئی چوتھی بار نوفل کا نمبر ملایا تھا۔ بیل جا رہی تھی، مگر اب بھی دوسری طرف سے اٹھانے والا کوئی نہ تھا۔ لب بھینچے وہ کال کاٹنے کو تھی جب غیر متوقع طور پہ دوسری طرف سے کال ریسیو کرلی گئی تھی۔

"ہیلو! ہیلو نوفل کہاں ہو تم؟" اس کی بے چینی عروج پہ تھی۔

"میں ایک جنازے میں شریک ہوں نگین۔ تم سے بعد میں بات کرتا ہوں۔"

"جنازہ؟ کون فوت ہوگیا ہے۔" نگین کے چہرے پہ پریشانی پھیل گئی تھی۔

"ہماری فیملی کے پرانے ملنے والے تھے۔"

"تو تم صبح سے وہیں ہو؟" نوفل کے جواب پر اس نے تعجب سے پوچھا تھا۔

"ہاں۔" اور وہ بے اختیار خاموش ہوگئی تھی۔ ملنے والوں کے لیے اتنا تردد؟ اسے حیرت نے آن گھیرا تھا۔ تب ہی ایک جھماکا سا ہوا تھا اور اس کے ذہن میں پرسوں شام ٹکرا جانے والا بارش میں بھیگتا وجود گھوم گیا تھا۔

"کہیں یہ وہی ملنے والے تو نہیں جن کی بیٹی سے پرسوں ہماری ملاقات ہوئی تھی؟" اس کی آواز میں اندیشے بول رہے تھے، مگر نوفل کو وہ کہاں سنائی دیے تھے۔ ہاں لیکن طوبیٰ کے ذکر پہ وہ دکھ کے باعث ایک پل کو خاموش ضرور ہوگیا تھا۔

"ہاں، اس کے فادر کی ڈیتھ ہوئی ہے۔" چند لمحوں کے توقف کے بعد وہ دھیرے سے بولا تو اس کی آواز میں در آنے والی دل گرفتگی نگین کو بری طرح چونکا گئی۔

"آئی سی۔" اس کی بھنویں سکڑ گئی تھیں۔ نگاہوں کے سامنے ناچاہتے ہوئے طوبیٰ کا چہرہ ابھرا تھا۔

"اچھا نگین میں تم سے بعد میں بات کروں گا۔" نوفل کا عجلت بھرا انداز اسے لب بھینچنے پہ مجبور کرگیا تھا۔ وہ محض ہنکارا ہی بھر سکی تھی مگر دوسری طرف شاید اسے بھی سننے کی زحمت نہیں کی گئی تھی اور رابطہ



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

منقطع ہوگیا تھا۔ یہ حرکت نگین فاروق کو سرتاپا سلگا گئی تھی۔ اس نے ہاتھ میں پکڑا موبائل ایک طرف پٹخا تھا اور ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"بات کچھ اور ہے۔" بے چینی سے کمرے کا طول و عرض ناپتے اس کی الجھن عروج پہ پہنچ گئی تھی طوبیٰ حسن کا وجود اسے یکایک سرخ رنگ میں ڈوبا خطرے کا نشان نظر آنے لگا تھا۔ نوفل نے بات کر کے فون جیب میں رکھا تھا جب ایک خیال نے اس کا دامن اچانک سے تھاما تھا۔

"مجھے پہلے یہ خیال کیوں نہیں آیا؟" اپنی بے دھیانی کو کوستے ہوئے اس نے موبائل نکال کر لمحہ بھر کو سوچا تھا اور پھر اک گہری سانس لیتے ہوئے اپنے گھر کا نمبر ملانے لگا تھا۔

☆ ☆ ☆

وہ سب کچھ دیر پیشتر قبرستان سے لوٹے تھے۔ تنہائی ملتے ہی ضیا باپ کے پاس چلا آیا تھا۔

"بس ڈیڈ' اب میں مزید انتظار نہیں کر سکتا۔ آپ میرے اور طوبیٰ کے معاملے کو نپٹانے والی بات کریں۔ اب تو حسن چچا کا بھی منتظا نہیں رہا۔"

"میں بھی وہی سوچ رہا ہوں۔" وہ پرسوچ انداز میں بولے تو ضیا بے چینی سے ان کے قریب آبیٹھا۔

"سوچنا نہیں ہے۔ آپ نے یہ کام کر کے رہنا ہے۔ مجھے عثمان اور عمر چچا پر بالکل بھروسا نہیں۔ اگر وہ بیچ میں اپنی کسی اولاد کو لے کر کود پڑے یا کوئی اور مسئلہ کھڑا کر دیا تو یہ سنہری موقع ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔"

"ہوں۔۔۔ تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ان لوگوں کا واقعی کوئی بھروسا نہیں۔" انہوں نے بیٹے کو دیکھتے ہوئے تائید میں سر ہلایا۔ وہ سب۔ بہن بھائی اپنی آل اولاد کے ساتھ "حسن ولا" میں موجود تھے۔ جبکہ نوفل واپس اپنے ہوٹل جا چکا تھا۔ وہ ابھی تک ارجمند بیگم سے بھی نہیں ملا تھا۔ اس کے نزدیک ان کی ذہنی اور جذباتی کیفیت زیادہ اہم تھی۔ بجائے ان کو وہاں اپنی موجودگی سے آگاہ کرنے کے۔

"جاؤ جا کر اپنی ماں کو بھیجو ذرا۔" ان کی بات پر ضیا اٹھ کر باہر نکل گیا تو علی مجتبیٰ اس سوچ میں پڑ گئے کہ کیسے اس موقعے پہ اس معاملے کو اٹھائیں کہ وہ با آسانی اپنا مقصد بھی پالیں اور دنیا کی نظروں میں برے بھی نہ بنیں۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے تھے کہ تدفین کے محض چند گھنٹوں بعد یہ گری ہوئی باتیں سوچنے والے وہ واحد انسان نہیں تھے۔ حسن صاحب کی اچانک موت کے بعد ان بھائیوں کے علاوہ **عصمی** پھپھو کی فیملی کی نیت میں بھی فتور آگیا تھا۔

"ہاں تو کیا برا ہے اگر آپ دانش بھائی کے لیے طوبیٰ کا رشتہ مانگ لیں گی۔" زارا نے بیٹی کو چھکتے ہوئے ماں کی طرف دیکھا۔ "مامی تو اب جلد از جلد بیٹیوں کو ان کے گھر کا کرنے کا سوچیں گی۔"

"اپنی پھپھی کو دیکھا ہے۔ جان کھا جائیں گی میری۔" ان کا اشارہ تائی جان کی طرف تھا۔

"کیوں کھا جائیں گی؟ حسن ماموں اور ارجمند مامی نے پہلے دن سے ضیا کے رشتے کو قبول نہیں کیا آپ نے بھی ہر ممکن کوشش کر کے دیکھ لی۔ وہ لوگ نہیں مان رہے بات ختم۔ اب یہ کیا کہ خاندان میں کوئی اور طوبیٰ کے لیے بات ہی نہیں کر سکتا۔"

"یہی سمجھ لو۔ علی بھائی کسی صورت پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں اور پھر اگر ہم یہ بات کریں بھی تو کس بل بوتے پہ؟ اپنے بھائی کو دیکھا ہے۔ اس فاریہ کے چکر میں کس بری طرح سے پھنسا ہوا ہے۔" **عصمی** نے خفگی سے بیٹی کو دیکھا۔

"تو پھر خوش ہو جائیں۔ یہ بات دانش بھائی نے چند دن پہلے مجھ سے خود کہی تھی۔" زارا مسکرا کے بولی تو عصمت بیگم بے یقینی سی خوش گواری لیے اسے دیکھنے لگیں۔

"کیا۔۔۔! اس نے خود طوبیٰ کا نام لیا ہے؟" ان کے چہرے پہ دبا دبا سا جوش تھا۔

"نہیں طوبیٰ کا نام تو نہیں لیا' لیکن انہیں اس کے نام پہ کوئی اعتراض بھی نہیں۔"



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"کیا مطلب؟" وہ بے اختیار چونکی تھیں۔
"مطلب یہ کہ پچھلی مرتبہ جب میں آپ کی طرف آئی تھی تو بھائی بھی گھر پہ ہی تھے۔ وہ اور میں لاؤنج میں بیٹھے باتیں کر رہے تھے جب ان کی شادی اور پھر فاریہ کا ذکر چل نکلا۔ تب انہوں نے مجھے ڈھکے چھپے الفاظ میں بتایا تھا کہ وہ اب فاریہ سے شادی نہیں کرنا چاہتے بلکہ وہ کسی ایسی لڑکی سے رشتہ جوڑنا چاہتے ہیں جو کہ ایک مضبوط فیملی سے تعلق رکھتی ہو تاکہ وہ اپنے بزنس کو مزید بڑھا سکیں۔ تب ان کی بات سن کے میں نے خود طوبیٰ کا نام لیا تھا اور انہیں میری بات پسند آئی تھی۔"
"یا اللہ تیرا شکر ہے۔ اس فاریہ سے تو جان چھوٹی۔" عصمت بیگم نے نہال ہوتے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کیے تھے۔
"مگر ایسا ہے تو پھر ماہ نور میں کیا برائی ہے۔ وہ بھی تو اتنی ہی زمین جائیداد کی مالک ہے جتنی کہ طوبیٰ۔" ان کی بات پہ زارا سیدھی ہو بیٹھی۔
"نہیں امی دونوں میں عمروں کا فرق زیادہ ہے۔"
"کوئی زیادہ نہیں۔ آٹھ نو سال کا فرق کوئی اتنی بڑی بات نہیں ہوتی اور پھر خاندان کے رشتوں میں تو یہ چیزیں بالکل بھی نہیں دیکھی جاتیں۔"
"ٹھیک ہے۔ اگر ایسا ہے تو آپ ماہ نور کا رشتہ مانگ لیں۔" زارا نے کندھوں کو خفیف سی جنبش دی۔
"احمر آجائے پھر بات کرتی ہوں۔ تب تک تم بھی بھائی سے پوچھ لو۔" زارا نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے ماں کو دیکھا۔
"کس دن کی فلائٹ ہے احمر بھائی کی؟"
"پرسوں کی۔" انہوں نے بے اختیار اک آہ بھری۔ "بے چارہ بچہ باپ کا چہرہ بھی نہیں دیکھ سکا۔" انہیں یک لخت ملال نے آن گھیرا تھا۔
"رہنے دیں۔ انہیں زندہ باپ کا چہرہ دیکھنے کی کوئی خواہش نہیں تھی تو مرے ہوئے باپ سے کتنی انسیت ہو سکتی تھی بھلا۔" زارا نے کان پہ سے مکھی اڑائی۔
"صحیح کہہ رہی ہو۔ ویسے اس معاملے میں بڑا بدنصیب نکلا حسن۔"
"ہاں۔" زارا نے بے دھیانی سے کہتے ہوئے گھڑی کی طرف دیکھا۔ "میں جا کر ذرا کھانے کا پتا کرواؤں۔ سخت بھوک لگ رہی ہے مجھے۔" بچی پہ کمبل برابر کرتے ہوئے وہ بیڈ سے نیچے اتری۔
"ہاں دیکھو۔ جا کر میں نے بھی صبح سے کچھ بھی ڈھنگ سے نہیں کھایا ہوا۔" ان کی بات پہ زارا اثبات میں سر ہلاتی باہر نکل گئی تو عصمت بیگم اپنے پیچھے تکیہ درست کرتی آنکھیں موند گئیں۔ چند ہی لمحوں میں کمرہ ان کے خراٹوں سے گونجنے لگا تھا۔

☆ ☆ ☆

بے سائبانی کی پہلی رات ان تین جانوں پہ بہت کڑی بہت تلخ گزری تھی۔ نقصان اتنا بڑا تھا کہ وہ تینوں ماں بیٹیاں ساری رات آنسوؤں سے اپنے زیاں کا کھاتا لکھتی رہی تھیں، مگر ازالے کی کوئی صورت بر آتی نظر نہیں آتی تھی۔ اور ان کے برابر میں ان کے بہت سے اپنے مزے سے خواب خرگوش کے مزے لوٹتے رہے تھے۔ یہاں تک کہ دن چڑھ آیا تھا اور گھر میں زندگی معمول سے زیادہ چہل پہل لیے بے دار ہو گئی تھی۔ مردوں کی فرمائشیں، بچوں کا اودھم، خواتین کی خوش گپیاں کسی کی ذات پہ کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ فرق پڑا تھا تو صرف انہیں جو یکایک زمانے کے سرد و گرم سہنے کو تنہا رہ گئی تھیں۔
"چچی جان، آپ سے تعزیت کے لیے کچھ خواتین آئی ہیں۔" عثمان تایا کی بیٹی نوشی نے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے اپنے پیچھے آنے والی خواتین کو راستہ دیا تو ارجمند بیگم نے اپنی متورم آنکھیں اٹھاتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھا اور جونہی ان کی نظر آنے والوں کے پرخلوص اور مانوس چہروں سے ٹکرائی وہ ایک پل کے لیے حیران رہ گئیں۔
"صباحت بھابھی۔" ان کے لبوں سے نکلنے والا نام آنے والی کی آنکھیں بھی نم کر گیا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھی تھیں اور ارجمند بیگم کے گلے لگ گئی



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

تھیں، جو بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ ان کے سینے سے لگتے ہی ارجمند کے صبر کا پیمانہ چھلک اٹھا تھا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی تھیں۔ ان کی آواز سن کے ان کی نند اور جیٹھانیاں اندر چلی آئی تھیں اور جونہی ان کی نظر آنے والی ہستی کے چہرے سے ٹکرائی تھی وہ چاروں بھی حیران رہ گئی تھیں۔

"طوبیٰ کچھ تو کھالو یار۔ اس طرح تو تمہاری طبیعت خراب ہوجائے گی۔" طوبیٰ کے کمرے میں وہ تینوں سہیلیاں اسے گھیرے بیٹھی تھیں۔ مگر وہ ٹس سے مس نہ ہو رہی تھی۔ ماہ نور کو انہوں نے زبردستی تھوڑا سا پھل کھلا دیا تھا، لیکن طوبیٰ کے منہ میں کل سے ایک دانہ نہیں گیا تھا۔ اس کے چہرے پہ کھنڈتی زردی نے ان سب کو پریشان کردیا تھا۔ اسی اثنا میں ہلکی سی دستک کے بعد دروازہ کھلا تھا اور کسی نے کمرے میں قدم رکھا تھا۔ ان تینوں نے بے اختیار آنے والی کی طرف دیکھا تھا جو دھیرے دھیرے قدم اٹھاتی طوبیٰ کے مقابل دوزانو بیٹھ گئی تھی۔ قالین پہ جمی طوبیٰ کی خالی نگاہوں میں جنبش ہوئی تھی۔ اس نے نظریں اٹھائی تھیں اور پھر گویا پلکیں جھپکنا بھول گئی تھی۔

"ضحیٰ!" اس کے لب لرزے تھے۔ اگلے ہی لمحے وہ اپنی بچپن کی سہیلی کے گلے لگ کر پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی تھی۔

☆ ☆ ☆

"ہاں عالی... یہ لوگ آج یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں۔ میں جمیل صاحب کے ہاتھ پراجیکٹ کی ڈیٹیل رپورٹ بھجوا رہا ہوں۔ تم ہر پوائنٹ غور سے دیکھ لینا، ہم پھر بعد میں ڈسکس کرلیں گے۔" وہ ہوٹل کے کمرے میں فون پر اپنے پاٹنر اور دوست سے محو گفتگو تھا، جب دروازے پہ دستک ہوئی تھی نوفل موبائل کان سے لگائے آگے بڑھا تھا۔ دروازہ کھلنے پر اس کی نظریں نگین کے چہرے سے ٹکرائی تھیں۔ اسے اندر آنے کا راستہ دیتا وہ بغور عالی کی بات سننے لگا تھا۔

"نہیں۔ نہیں۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔ وہ صرف یہ چاہتے ہیں کہ ہم میں سے کوئی اس پراجیکٹ کو اپنی نگرانی میں مکمل کروائے۔" وہ بولتا ہوا اندر چلا آیا تھا۔ نگین کو کمرے کے وسط میں کھڑا دیکھ کر اس نے ہاتھ سے صوفے کی جانب اشارہ کیا، مگر وہ ایک بے تاثر نظر اس پہ ڈال کر خاموشی سے دریچے میں جا کھڑی ہوئی تھی۔

"ان لوگوں کی پانچ بجے کی فلائٹ ہے، میں ان شاء اللہ تین چار دن میں واپس آجاؤں گا۔" اس کی بات پہ باہر نگاہیں جمائے کھڑی نگین کے لب سختی سے ایک دوسرے میں پیوست ہوگئے تھے۔ اس نے پلٹ کر ایک تیز نظر نوفل جاہ پہ ڈالی تھی اور سینے پہ ہاتھ باندھے اس کی طرف رخ موڑ گئی تھی۔ چند لمحوں کی مزید گفتگو کے بعد کال بند ہوگئی تو نوفل نے فون ایک طرف رکھتے ہوئے اس کی طرف دیکھا۔

"کیسی ہو؟"

"شکر ہے۔ تمہیں مجھ سے حال احوال کرنے کی فرصت تو ملی۔" وہ استہزائیہ مسکراہٹ لیے بولی تو نوفل کے چہرے پہ ایک تھکی تھکی سی مسکراہٹ آٹھہری۔

"ایسی بات نہیں ہے۔ تم جانتی تو ہو کہ اچانک کتنی بڑی ایمرجنسی پیش آگئی۔"

"کتنی بڑی؟" اس کے چہرے پہ نگاہیں جمائے وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔ تو نوفل بے اختیار چونک گیا۔

"آج آپ مجھے بتا ہی دیں نوفل صاحب کہ اس ایمرجنسی کی نوعیت کتنی سنگین ہے۔ کیونکہ جتنی فکر اور جتنا دکھ آپ کو اس سانحے کا ہوا ہے اتنا تو شاید ان کے اپنے عزیزوں کو بھی نہیں ہوا ہوگا۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ میں نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ ہمارے پرانے فیملی فرینڈ ہیں۔" اس نے غصے سے نگین کی طرف دیکھا تو اس کے لبوں پہ طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ملنے والوں کے لیے اتنا تردد؟ کمال ہے۔ یاد ہے اس دن شاپنگ کے بعد میں نے تم سے کہا تھا کہ تین چار دن اور رک جاؤ۔ مزنیٰ کی منگنی کے بعد دونوں اکٹھے



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

چلیں گے۔ تب تو تم نے کہا تھا کہ تمہارے بہت سے اہم کام رکے ہوئے ہیں کراچی میں۔ اب وہ اہم کام کہاں گئے نوفل صاحب؟" اس کا انداز نوفل کو سر تا پا سلگا گیا۔ وہ اس قسم کے لب و لہجے سننے کا عادی نہیں تھا۔

"تمہاری بہن کی منگنی کا مجھ سے بھلا کیا تعلق ہے؟" اس نے سارا لحاظ بالائے طاق رکھ دیا تو نگین فاروق کی خوب صورت آنکھوں میں چنگاریاں سی بھر گئیں۔

"اور اس محترمہ کے باپ کی فوتگی سے تمہارا کوئی اسپیشل تعلق ہے؟"

"نگین!" اس کے غصے سے پکارنے پہ نگین کے لبوں پہ کاٹ دار مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بہت برا لگا ہے جناب کو؟"

"آئندہ مجھے ڈکٹیشن دینے کی ضرورت نہیں۔ ورنہ میں بھول جاؤں گا کہ تم میری دوست ہو۔" اس کا سرد لہجہ نگین کو لب بھینچنے پہ مجبور کر گیا' مگر اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی' نوفل کے فون کی بیل نے اسے اپنی جانب متوجہ کر لیا۔

"جی امی؟" اسکرین پہ "امی" لکھا دیکھ کے اس نے سرعت سے فون کان سے لگایا۔

"ایسا کرو بیٹا کہ تم ہمارا سامان لے کر یہاں آجاؤ۔"

"نہیں امی۔ میں نے آپ لوگوں کے لیے کمرہ بک کروالیا ہے۔" وہ ان کی بات سمجھ کے نفی میں سر ہلاتا ہوا بولا تو نگین بری طرح چونک گئیں۔

"تو کیا نوفل کی فیملی بھی یہاں پہنچ چکی ہے؟" اس کے چہرے پہ تشویش پھیل گئی تھی۔

"میں نے ارجمند کو بتایا ہے' لیکن وہ ہمیں کسی طور چھوڑنے کے لیے تیار نہیں۔ یہی حال بچیوں کا بھی ہے اور سچ پوچھو تو میرا اور ضحیٰ کا بھی انہیں اس حال میں چھوڑ کے آنے کا بالکل دل نہیں۔ ہم اتنی دور سے ان کے غم میں شریک ہونے کے لیے آئے ہیں۔ کیا فائدہ جو ان کی دل جوئی نہ کر سکیں۔" صباحت دل گرفتہ سی بولیں تو نوفل خاموش ہو گیا۔

"تم سامان لے کر آجاؤ اور آکے ارجمند سے بھی مل لو۔ اسے جب سے پتا چلا ہے کہ تم کل سے نا صرف سارا وقت یہاں تھے بلکہ حسن بھائی کے ساتھ اسپتال میں بھی موجود تھے تو وہ تمہیں دیکھنے کے لیے بری طرح بے چین ہو گئی ہے۔" ارجمند بیگم نے اسے ہمیشہ احمر کی طرح چاہا تھا۔ نوفل کے لیے انہیں اس دکھ کی حالت میں دیکھنا بہت تکلیف دہ تھا اور پھر طوبیٰ؟ پتا نہیں اس کی کیسی حالت تھی؟ وہ اس سے ملنے والی بھی تھی یا نہیں؟۔

"میں آتا ہوں۔" وہ بوجھل لہجے میں بولا تو نگین کی پیشانی پہ بل پڑ گئے۔

"خیر سے آؤ۔" صباحت بیگم نے اسے دعا دیتے ہوئے رابطہ منقطع کر دیا تو نوفل نے بھی ہاتھ میں پکڑا فون جیب میں رکھ لیا۔

"آنٹی کے ساتھ اور کون آیا ہے؟" خود پہ قابو پاتے ہوئے نگین نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ نوفل نے اک گہری سانس لی۔

"ضحیٰ۔" اس کے جواب پہ نگین ایک پل کو خاموش ہو گئی۔ یہ تو کچھ زیادہ ہی گہرا دوستانہ تھا' ورنہ ضحیٰ نے اس سے تو آج تک سیدھے منہ بات نہیں کی تھی۔

"میں جا رہا ہوں۔ تمہیں ڈراپ کر دوں؟" نوفل نے اس کی طرف دیکھا۔

"بہت شکریہ۔ میں جیسے آئی تھی ویسے ہی چلی جاؤں گی۔" وہ اسے تلخ نگاہوں سے دیکھتی' تیز قدموں سے دروازے کی طرف بڑھ گئی تو نوفل غصے سے سر جھٹکتا روم سروس کو بلانے کے لیے انٹر کام کی جانب متوجہ ہو گیا۔ نگین سلگتی ہوئی اپنی گاڑی میں آکے بیٹھی تو اس کا خون بری طرح کھول رہا تھا۔ یہ جو کچھ ہو رہا تھا' ٹھیک نہیں ہو رہا تھا۔

نوفل جاہ' اس کی محبت نہیں۔ اس کا عشق تھا۔ اور آج سے نہیں یونیورسٹی کے زمانے سے تھا' مگر اس کے لیے اس محبت میں سب سے زیادہ تکلیف دہ پہلو جو رہا تھا وہ نوفل کی بے اعتنائی تھی۔ اس کے اتنے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

حسن اور اتنی چاہت کے باوجود نوفل جاہ نے اسے ہمیشہ اپنی ایک اچھی دوست کے علاوہ اور کچھ نہیں سمجھا تھا۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ وہ اس سے شدید محبت کرتی ہے۔ اس کے باوجود اس نے کبھی اس کے جذبات کی پذیرائی نہیں بخشی تھی۔ کیوں؟ وہ نہیں جانتی تھی، مگر یہ بڑا کرب ناک احساس تھا۔

آج سے دس سال پہلے جب نوفل اس شہر سے کوچ کر گیا تھا تب اس کے لیے گویا قیامت برپا ہو گئی تھی۔ اس نے بہت مشکل سے اس کے بغیر وقت گزارا تھا اور پھر ایک دن نوکری کے بہانے وہ خود بھی اس کے پاس کراچی چلی گئی تھی۔ اس کی اس دیوانگی پہ اس کے گھر والوں نے بہت شور مچایا تھا، مگر اس نے کسی کی ایک نہ سنی تھی۔ وہ ویسے بھی بے حد خود سر لڑکی تھی۔ اپنے مزاج کے خلاف کوئی بات برداشت کر لینا اس کی سرشت میں شامل ہی نہیں تھا۔ تھک کر اس کے والد نے اس کے لیے کراچی میں ایک فلیٹ لے لیا تھا اور اپنی ایک بیوہ خالہ اور ان کی بیٹی کو اس کے پاس بھیج دیا تھا، مگر گزرتے وقت کے ساتھ اس کی پریشانی ایک بار پھر سر اٹھانے لگی تھی۔

اس کے ممی اور پاپا اس کی شادی کے خواہاں تھے، لیکن نگین کے لیے نوفل کے علاوہ کسی اور کو قبول کرنا ممکن نہ تھا۔ دوسری طرف نوفل کی زندگی کے اپنے امتحانات اور مجبوریاں تھیں۔ وہ دل میں کسی اور کی محبت کو بسا کر، زندگی میں کسی دوسرے کو شامل کرنا خیانت تصور کرتا تھا۔ اس لیے اس نے نگین کی محبت کی طرف سے ہمیشہ آنکھیں بند رکھی تھیں، لیکن نگین کسی طور ہار ماننے کو تیار نہ تھی۔ وہ اس کی طرف سے ہمیشہ چوکس رہتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اس معاملے کو لے کر بے حد پریشانی ہو گئی تھی۔

"نوفل جاہ! اگر اس سلسلے کی ایک بھی کڑی تمہارے دل سے جا کر جڑی نا، تو یاد رکھنا میں تمہاری زندگی تباہ کر دوں گی۔" نوفل کے ہیولے پہ نظریں جمائے اس کی سوچیں زہریلی ہونے لگی تھیں۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ چٹکی بجاتے میں معاملے کی تہ تک جا پہنچے۔

☆ ☆ ☆

ڈرائنگ روم کی فضا میں ارجمند بیگم کی سسکیاں ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر رہی تھیں۔ ملول سا نوفل، ان سے فاصلے پہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔ وقت نے کتنے عجیب سے حالات میں ان کے ملنے کا سامان کیا تھا کہ دس سال بعد ایک دوسرے کو روبرو پانے کی خوشی پہ حسن مجتبیٰ کے بچھڑنے کا غم حاوی ہو گیا تھا۔

"تمہارا بہت شکریہ بیٹا کہ تم نے نا صرف خود اپنے انکل کی آخری رسومات میں شرکت کی، بلکہ بھابھی اور ضحیٰ کو بھی یہاں بلا لیا۔" ارجمند نے آنسو صاف کرتے ہوئے نوفل کی طرف دیکھا۔

"کیسی باتیں کرتی ہیں آنٹی یہ تو میرا فرض تھا۔" نوفل کے چہرے پہ ملال بکھر گیا تھا۔ یہ کیسا تکلف تھا جو ان کے بیچ حائل ہو گیا تھا۔ تب ہی ماہ نور اور ضحیٰ کے ہمراہ طوبیٰ اندر داخل ہوئی تھی۔ انہیں دیکھ کے نوفل بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"السلام علیکم نوفل بھائی۔" ماہ نور کے آگے بڑھنے پہ نوفل کا ہاتھ شفیق انداز میں اس کے سر پہ آٹھہرا تھا۔ وہ بے اختیار رو پڑی تھی۔

"روتے نہیں بیٹا، حوصلہ کرتے ہیں۔" اس کا نرم، مشفق لہجہ، نظریں جھکائے کھڑی طوبیٰ کی آنکھوں میں آنسو بھر گیا تھا۔ اس شخص کا وجود ہمیشہ سے ان سب کے لیے کتنی ٹھنڈک لیے ہوئے تھا پھر پتا نہیں وہ کیوں صرف اس کے لیے ہی کیوں جلتے ہوئے صحرا میں تبدیل ہو گیا تھا؟ اس سخت ترین وقت میں وہ ان کے ساتھ ساتھ رہا تھا، اس اطلاع نے طوبیٰ کو عجیب سی الجھن میں ڈال دیا تھا۔ کہاں تو وہ ملنے کا روادار نہ رہا تھا اور کہاں وہ ہر آن ان کے دکھ میں شریک ہونے کو آ گیا تھا۔ یہ سب کیا تھا آخر؟

"کیسی ہو طوبیٰ؟" نوفل جاہ کی نظریں، نگاہیں جھکائے کھڑی طوبیٰ کے چہرے سے ٹکرائی تھیں اور اس کا دل کٹ کے رہ گیا تھا زرد رنگ، متورم آنکھیں



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اور سائیں سائیں کرتا وجود' وہ اپنے اندر پھیلی وحشت کی عملی تصویر بنی کھڑی تھی۔ دوسری طرف اس کی نرم پکار طوبیٰ کی سماعتوں کو حیران کر گئی تھی۔ اس کی بھیگی آنکھیں اٹھی تھیں اور نوفل جاہ کے چہرے پہ آٹھہری تھیں۔

"ٹھیک ہوں۔" اس کے لہجے کی مردنی نوفل کو لب بھینچنے پہ مجبور کر گئی تھی۔ ضحیٰ اسے اپنے بازو کے گھیرے میں لیے مقابل رکھے صوفے پہ جا بیٹھی تھی۔

"احمر کب آرہا ہے آنٹی؟" نوفل نے بدقت اپنی نگاہیں اس سے چھڑاتے ہوئے' ارجمند بیگم کی طرف دیکھا تھا جو اس سوال پہ اک ٹھنڈی سانس بھر کے رہ گئی تھیں۔

"کل کی فلائٹ ہے بیٹا۔"

"اس کی فیملی بھی ساتھ ہے؟"

"نہیں وہ اکیلا آرہا ہے۔" ان کے جواب پہ نوفل تاسف کے مارے خاموش ہو گیا تھا۔ احمر کی خود غرضی تو ہمیشہ سے اس کی ذات پہ حاوی رہی تھی۔

"اچھا آنٹی۔ میں چلتا ہوں۔" اس کی بات پر طوبیٰ کی نگاہیں بے اختیار اس کی طرف اٹھ گئی تھیں۔ وہ کتنے عرصے بعد نوفل جاہ کو اسی چھت کے نیچے کھڑا دیکھ رہی تھی۔

"تم کہیں نہیں جارہے۔ یہیں سب کے ساتھ رکو گے۔" ارجمند بیگم کے قطعی لہجے پہ نوفل کے چہرے پر بے بسی پھیل گئی تھی۔

"پلیز آنٹی اچھا نہیں لگتا۔ ویسے بھی کل صبح تو مجھے یہیں آنا ہے۔" اس کے انکار پر طوبیٰ کے لبوں پہ اک استہزائیہ مسکراہٹ بکھر کے معدوم ہو گئی تھی۔ وہ تو محض دنیاداری نبھا رہا تھا اور اس کی ماں گئے وقتوں کا مان لیے بیٹھی تھیں۔

"جب کل صبح یہیں آنا ہے تو اس وقت جانے کی کیا ضرورت ہے بھلا؟ اپنے گھر کے ہوتے ہوئے تم ہوٹل میں رکو یہ کوئی اچھی بات ہے؟" اور نوفل بے چارگی سے انہیں دیکھتا خاموش ہو گیا تھا۔ اس کے چہرے کا پھیکا پن طوبیٰ کو بے زاری لگا تھا۔ ایک لمحے کو تو اس کے جی میں آیا تھا کہ وہ ماں کو ٹوک دے کہ اس شہر میں نوفل جاہ کا ایک گھر اور بھی ہے۔ جہاں اس کی محبت رہتی ہے' مگر افسوس وہ ایسا چاہ کر بھی نہیں کر سکتی تھی۔ مصلحت کے تقاضوں نے اس کے لبوں پر خاموشی کا بند باندھ دیا تھا' مگر دل میں پھیلی بدگمانی کچھ اور بڑھ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

رات کے کھانے کے بعد نوفل اندر موجود لوگوں سے گھبرا کے باہر لان میں چلا آیا تھا جو خلاف توقع خاموشی میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا وسط میں رکھی کرسیوں میں سے ایک پہ آکے بیٹھ گیا تھا۔ یہاں آکے تو اس کی بے چینی سوا ہو گئی تھی۔ اس کی یادوں میں بسے "حسن ولا" سے اپنائیت کا جو ایک احساس جڑا تھا وہ اب یکسر مفقود ہو چکا تھا۔ اجنبیت کے اس احساس نے اس کے دل کو عجیب سی یاسیت میں گرفتار کر دیا تھا۔ ہر چیز کتنی نزدیک ہو کے بھی کتنی دور ہو گئی تھی۔ وہ اس کے سامنے تھی' مگر پھر بھی اس کی نہ تھی۔ یہ احساس بڑا جان لیوا تھا۔ اپنا تھکا ہوا سر کرسی کی پشت سے ٹکاتے ہوئے اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی تھی۔ تب ہی اس کی نظریں حسن ولا کے دائیں طرف موجود سفید عمارت پہ جا ٹھہری تھیں۔ یہ ایک اور زخم تھا۔ جو یہاں آتے ہی کھل گیا تھا۔ اس سفید عمارت کی ایک ایک اینٹ سے اس کے باپ کی محنت اور اس کی ماں کے ارمان جڑے تھے۔ یہ کبھی ان کی خوشیوں کا محور و مرکز ہوا کرتی تھی۔ یہاں زندگی بہت آسان اور بہت محفوظ تھی' مگر تب تک جب تک بابا کا ساتھ تھا ان کے بعد تو جیسے ہر خوش گمانی دھواں ہو گئی تھی۔ بابا کا پیار ان کے مشفق سائے کا احساس' آج بھی اس کے اندر تازہ تھا۔ ابھی کل ہی کی تو بات تھی جب محب کی ضد پہ بابا نے نئی گاڑی خریدی تھی اور وہ سب اپنے گھر کے پورچ میں کھڑے اشتیاق سے اسے دیکھ رہے تھے۔

☼ ☼ ☼



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"واہ زبردست!" بلیک کلر کی اکارڈ کی چھت پہ ہاتھ پھیرتے ہوئے محب کا چمکتا چہرہ دیدنی تھا جبکہ ضحیٰ کی تو خوشی کا عالم ہی کچھ اور تھا۔

"ہائے! یہ اتنی پیاری گاڑی ہماری ہے بابا؟" وارفتگی سے گاڑی کو تکتے ہوئے اس نے پلٹ کے منصور صاحب کی طرف دیکھا۔

"جی بابا کی جان یہ آپ ہی کی گاڑی ہے۔" مسکراتے ہوئے انہوں نے اس کے شانے کے گرد اپنا بازو پھیلایا تو اس نے محبت سے ان کے سینے پر اپنا سر ٹکا دیا۔

"سچ میں بہت پیاری ہے۔ میں طوبیٰ کو بلا کے لاتی ہوں۔" وہ تیزی سے الگ ہوتی دونوں گھروں کی درمیانی دیوار میں موجود چھوٹے سے دروازے کی طرف بھاگی تو منصور صاحب بے اختیار ہنس پڑے۔

"کیوں نوفل، تمہیں گاڑی پسند نہیں آئی بیٹا؟" انہوں نے خاموشی سے گاڑی کے پاس کھڑے نوفل کی طرف دیکھا۔ وہ مسکرا دیا۔

"کیوں نہیں بابا۔ اتنی خوب صورت چیز کو بھلا کوئی ناپسند کر سکتا ہے؟" وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا ان کے پاس آکھڑا ہوا۔ "مگر ایک بات بتائیں۔ آپ نے اتنی مہنگی گاڑی کیوں لی؟"

"میں بھی یہی کہنے والی تھی۔ کیا ضرورت تھی بچوں کی ضد پر اتنی مہنگی گاڑی لینے کی؟" صباحت بیٹے کی بات سن کے قریب چلی آئیں۔

"میرے محب کی فرمائش تھی۔ اس لیے رد نہیں ہو سکی مجھ سے۔" انہوں نے نرم نگاہوں سے محب کی طرف دیکھا جو ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا اندر کی چیکنگ میں مصروف تھا۔ منصور جاہ کی اپنے تینوں بچوں میں جان تھی۔

"وہ تو سہی ہے، لیکن اتنا تو سوچیں کہ ہماری ساری جمع پونجی پہلے ہی اس گھر پہ لگ چکی ہے۔ اب ہمیں سب کچھ ان بچوں کے لیے نئے سرے سے جوڑنا ہے۔" بیوی کی فکر مندی پہ وہ مسکرا دیے۔

"پریشان مت ہو۔ سب کچھ ہو جائے گا۔ اب دیکھو نا اللہ نے حسن کو کتنا اچھا وسیلہ بنا دیا۔ ورنہ کاروبار کرنا میری بس کی کہاں بات تھی۔" ان کی بات پہ صباحت اک گہری سانس لیتی خاموش ہو گئیں۔

حسن مجتبیٰ اور منصور جاہ ایک دوسرے کے پرانے دوست تھے۔ حسن صاحب کا تعلق ایک کاروباری گھرانے سے تھا۔ جبکہ منصور صاحب کی فیملی میں سب ہی ملازمت پیشہ افراد تھے۔ وہ خود بھی گورنمنٹ کے ایک ادارے میں اعلا عہدے پہ فائز تھے، لیکن چونکہ ایمانداری ان کا خاصہ تھی۔ اس لیے گھر میں ہر نعمت کی موجودگی کے باوجود، دولت کی ریل پیل نہ تھی۔

آج سے کچھ سال پیشتر جب حسن صاحب نے اپنے بھائیوں سے علیحدگی کے بعد اپنا کاروبار الگ کیا تھا تب انہیں ایک پاٹنر کی ضرورت پیش آئی تھی۔ ایسے میں منصور جاہ نے اپنے ترکے میں ملنے والے حصے کو شراکتی بنیاد پہ حسن مجتبیٰ کے ساتھ کاروبار میں لگا دیا تھا۔ ان کا حصہ چونکہ حسن صاحب کے مقابلے میں کم تھا اور وہ کاروبار کو چلا بھی نہیں رہے تھے، اس لیے ہر ڈیل میں انہیں چالیس فیصد اور حسن مجتبیٰ کو ساٹھ فیصد ملتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ میں برکت ڈالی تھی۔ ان کا کاروبار دنوں میں ترقی کی نئی منزلوں کو پہنچ گیا تھا۔ یوں محض چند سالوں میں ہی منصور جاہ اس قابل ہو گئے تھے کہ اپنا گھر بنا سکتے۔

حسن مجتبیٰ کے مشورے سے انہوں نے ان کے گھر کے برابر والے پلاٹ پہ اپنے نئے گھر کی تعمیر شروع کی تھی۔ نئی طرز پہ بننے والے اس بنگلے کی ایک چیز ان سب نے بہت پیار اور ارمانوں سے چنی تھی۔ دونوں گھروں کی درمیانی دیوار میں ایک دروازہ بھی رکھا گیا تھا، تاکہ آنے جانے میں آسانی ہو سکے۔

"جاہ پیلس" ان کی خواہشوں کے عین مطابق تیار ہوا تھا۔ مگر اس کی تعمیر میں، منصور صاحب کی اب تک کی تمام جمع پونجی صرف ہو گئی تھی۔ جس نے صباحت بیگم کو تھوڑا پریشان کر دیا تھا۔ ایسے میں اکارڈ جیسی مہنگی گاڑی کو دیکھ کے انہیں خوشی سے زیادہ فکر نے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

آن گھیرا تھا اور کچھ یہی کیفیت نوفل کی بھی تھی۔ جس کے نزدیک انہیں فی الحال گاڑی بدلنے کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔

☼ ☼ ☼

ضحیٰ کے ساتھ طوبیٰ اور ماہ نور کی آمد نے پورچ میں نئی ہلچل مچادی تھی۔ ان کی خوشی پہ وہ تینوں بے اختیار مسکرادیے تھے۔

"ہمیں نئی گاڑی میں آئس کریم کھلا کے لائیں نوفل بھائی۔" طوبیٰ کی فرمائش پہ نوفل نے باپ کی طرف دیکھا تھا۔ اتنے میں دوسری طرف سے ارجمند بھی مسکراتے ہوئے چلی آئی تھیں۔ احمر اپنے دوستوں کے ساتھ اور حسن صاحب ایک بزنس ڈنر میں شرکت کے لیے گئے ہوئے تھے۔

"بہت مبارک ہو بھائی جان اور بھابھی۔" وہ آگے بڑھ کے صباحت بیگم کے گلے لگیں تو ان کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

"تمہیں بھی مبارک ہو۔ آخر کو تمہارے بھائی کی گاڑی ہے۔"

"بھائی کی نہیں۔ بھتیجے کی۔" محب نے ماں کی بات اچکی تو سب ہی بے اختیار ہنس دیے۔

"کوئی نہیں جی۔ یہ صرف انکل اور نوفل بھائی کی گاڑی ہے۔ آپ کے ساتھ تو وہ پھٹیچر بائیک ہی سوٹ کرتی ہے۔" طوبیٰ نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے اسے چڑایا۔

"ہونہہ۔ میں جانتا ہوں تم میری پرسنالٹی سے جلتی ہو۔" محب کی جوابی کارروائی پر ارجمند نے مسکراتے ہوئے انہیں ٹوک دیا۔

"اچھا اب شروع مت ہو جانا۔ اور تم دونوں چل کے کھانا ختم کرو۔" انہیں نے بیٹیوں کی طرف دیکھا۔

"نہیں ہم نوفل بھائی کے ساتھ آئس کریم کھانے جا رہے ہیں۔" طوبیٰ کے جوش سے کہنے پہ ارجمند بیگم نے اسے فہمائشی نظروں سے دیکھا۔

"کوئی ضرورت نہیں اسے پریشان کرنے کی۔ وہ ابھی تھکا ہارا آیا ہو گا۔"

نوفل نے اپنے دوستوں کے ساتھ مل کر ایک کمپیوٹر انسٹیٹیوٹ کھولا ہوا تھا۔ جہاں وہ سب ہی دوست یونیورسٹی کے بعد شام میں مل کر پڑھایا کرتے تھے۔ منصور صاحب نے جب سے گھر بنایا تھا۔ نوفل نے ان سے اپنے جیب خرچ کی مد میں ایک روپیہ بھی نہیں لیا تھا۔ وہ اپنے اوپر کے سارے اخراجات اسی جاب سے پورے کیا کرتا تھا۔

"کیوں نوفل بھائی ہم آپ کو پریشان کر رہے ہیں؟" طوبیٰ نے منہ لٹکائے اس کی طرف دیکھا۔ نوفل مسکرا دیا۔

"بالکل نہیں۔ دراصل میرا تو اپنا دل چاہ رہا تھا آئس کریم کھانے کو۔" اس کی بات پہ جہاں طوبیٰ کا چہرہ جگمگا اٹھا تھا۔ وہیں ارجمند بیگم کی شکایتی نظریں اس پر آٹھہری تھیں۔

"کیوں انہیں اتنا سر پہ چڑھاتے ہو؟"

"میری پیاری آنٹی اتنا نہیں، بس تھوڑا سا۔" نوفل نے مسکرا کر انہیں اپنے بازو کے گھیرے میں لیا تو ارجمند بھی بے بسی سے سرہلاتی مسکرادیں۔ اس کے مزاج کی یہی نرمی اور اچھائی تو اسے ہر دلعزیز بناتی تھی۔

☼ ☼ ☼

"آپ کو پتا چلا۔ منصور بھائی نے نئی گاڑی لی ہے؟" ارجمند نے حسن صاحب کے ہاتھ سے کوٹ لیا۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے ڈنر سے واپس لوٹے تھے۔

"معلوم ہے۔" بے تاثر لہجے میں کہتے ہوئے انہوں نے ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی۔ لیکن ارجمند بیگم اپنے دھیان میں تھیں۔ اس لیے ان کے لہجے کو محسوس نہیں کرپائی تھیں۔

"اللہ پاک انہیں نصیب کرے، ماشاء اللہ بہت پیاری ہے۔"

"ہونہہ! وہ تو ہو گی ہی۔" استہزائیہ انداز میں ہنکارا بھرتے وہ بیڈ پہ بیٹھ کر جوتے اتارنے لگے تو اب کی بار ارجمند چونکے بنا نہ رہ سکیں۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

''آپ ایسے کیوں بول رہے ہیں؟'' انہوں نے بغور شوہر کا چہرہ دیکھا۔

''تم نے وہ مثال تو سنی ہوگی۔۔۔۔ دکھ جھیلیں بی فاختہ اور کوے انڈے کھائیں۔ بس ہمارے ساتھ وہی ہو رہا ہے۔'' وہ کاٹ دار مسکراہٹ لیے گویا ہوئے تو ارجمند بے اختیار ٹھٹکیں۔

''حسن کچھ ہوا ہے کیا؟''

''کیوں تمہیں نظر نہیں آرہا کہ کیا ہو رہا ہے؟'' انہوں نے جوابا" تیکھے چتون سے انہیں دیکھا۔ ''میں یہاں دن رات پاگلوں کی طرح محنت کروں' خواریاں کاٹوں اور یہ صاحب مزے سے بیٹھ کر اپنے بینک بھریں۔ کہاں کا انصاف ہے یہ؟'' انہوں نے تیوریاں چڑھائیں۔

''لیکن یہ سب تو آپ دونوں نے یوں ہی طے کر رکھا تھا۔ آپ جانتے تو تھے کہ منصور بھائی بزنس کرنا نہیں جانتے۔'' ارجمند بیگم نے حیرت سے ان کی طرف دیکھا۔

''وہ نہیں جانتا تھا۔ لیکن سیکھ تو سکتا تھا۔ مگر جب اسے گھر بیٹھے لاکھوں کا منافع مل رہا ہے۔ تو اسے پاگل کتے نے کاٹا ہے۔ جو وہ بزنس کے جھمیلوں میں پھنستا؟'' ان کی بات پہ ارجمند بیگم نے اک گہری سانس لی۔

''آپ بدگمان مت ہوں۔ منصور بھائی کو اپنی نوکری سے فرصت ہی کب ملی ہے۔ جو وہ آپ کے ساتھ ہاتھ بٹائیں۔ ہاں اب اگر آپ مناسب سمجھیں تو نوفل کو اپنے ساتھ شامل کر سکتے ہیں۔''

''ہاں۔ یک نہ شد دو شد۔ میرا دماغ خراب ہے نا جو میں ایک کے بجائے دو دو شریک پیدا کرلوں۔ میں نے یہ نام مقام اپنی اولاد کے لیے بنایا ہے۔ منصور جاہ کی نسلوں کے لیے نہیں۔ میں نے فیصلہ کرلیا ہے۔ میں اس کی بنیادی انویسٹ منٹ واپس کردوں گا۔ میں مزید اسے کما کما کر دینے والا نہیں!'' وہ قطعی لہجے میں کہتے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تو ارجمند ہک دک سی انہیں دیکھے چلی گئیں۔ حسن مجتبیٰ کی نیت میں آنے والا فتور انہیں صاف نظر آگیا تھا۔ ان کا کاروبار ترقی کی منزلیں طے کر گیا تھا اور وہ اب اپنی اس کامیابی کے مختار کل بننا چاہتے تھے۔

''لیکن اگر اس وقت منصور بھائی آپ کی مدد نہ کرتے تو آج آپ بھی اس مقام کو نہ پہنچ پاتے۔ تب آپ کو ان کے ساتھ کی ضرورت تھی حسن اور آج انہیں ہمارے ساتھ کی ضرورت ہے۔ آپ جانتے تو ہیں کہ انہوں نے اب تک کی اپنی ساری کمائی پہلے زمین کی خریداری اور پھر گھر پہ لگادی ہے۔''

''تو یہ میرا دردسر نہیں۔'' حسن مجتبیٰ نے بے حسی سے سر جھٹکا تو ارجمند بیگم کی آنکھوں میں تاسف پھیل گیا۔

''حسن یہ تو اپنے دوست کے ساتھ زیادتی والی بات ہوگی۔''

''زیادتی والی بات تب ہوتی جب میں اس کی انویسٹ منٹ ہڑپ کرنے کے چکر میں ہوتا۔ اور تم بے فکر رہو۔ بہت پیسہ ہے اس کے پاس۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو اتنی مہنگی گاڑی نہ لی جاتی۔'' وہ بولتے ہوئے ڈریسنگ روم کی جانب بڑھ گئے تو ارجمند مارے دکھ کے بیٹھی کی بیٹھی رہ گئیں۔ انہیں آج زندگی میں پہلی بار اپنے شریک سفر کی سوچ پر افسوس ہوا تھا۔

☼ ☼ ☼

نوفل اپنے کمرے میں بیٹھا کمپیوٹر پہ کام کر رہا تھا۔ جب دھاڑ سے دروازہ کھول کے کوئی اندر داخل ہوا تھا۔ بری طرح چونکتے ہوئے نوفل نے آنے والے کی طرف دیکھا تھا۔ لیکن جوں ہی اس کی نظر کمر پر ہاتھ رکھے احمر سے ٹکرائی تھی۔ اس کے لبوں پر شریر سی مسکراہٹ آٹھہری تھی۔

''کتنوں میں اڑ گئے ہو؟''

''تین میں۔'' اور نوفل کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔ احمر دانت پیستا آگے بڑھا تھا۔

''دانت اندر کرلو ورنہ توڑ دوں گا۔ فساد کی جڑ!''

''تو میں کیسے ہوگیا فساد کی جڑ؟'' وہ بامشکل تمام ہنسی کے درمیان بولا تو احمر نے اسے کھا جانے والی نظروں



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سے گھورا۔
"کیا ضرورت تھی پاپا کو بتانے کی کہ آج رزلٹ آؤٹ ہو رہا ہے؟" وہ دونوں ایک ہی یونیورسٹی سے ایم۔بی۔اے کر رہے تھے۔

"مجھے کیا پتا تھا کہ تم نے انہیں نہیں بتایا؟" نوفل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ویسے بے عزتی زیادہ ہوئی ہے کیا؟" وہ شرارت سے آگے کو جھکا تو احمر کے چہرے پہ بے بسی پھیل گئی۔

"میں نے انہیں ابھی بتایا ہی کہاں ہے۔" وہ دل گرفتہ سا اس کے بیڈ پہ گر گیا۔

"تو آنٹی کو بتا دو۔ وہ خود ہی سنبھال لیں گی۔" نوفل کے مشورے پر احمر کرنٹ کھا کر سیدھا ہو بیٹھا۔

"جی۔ جی۔ انہیں بتا دوں نا کہ وہ تمہاری نیک سیرتی اور قابلیت پہ مجھے وہ سیر حاصل لیکچر دیں کہ میری طبیعت صاف کر دیں۔" اس نے کچکچا کے پاس پڑا تکیہ نوفل کو کھینچ مارا۔ جو اس نے ہنستے ہوئے کیچ کر لیا۔

"ہائے۔۔۔ میری پیاری آنٹی۔" تکیہ بازو میں دبائے اس نے حظ اٹھایا احمر اسے گھورتا بیڈ پہ چت لیٹ گیا۔ نوفل اسے دیکھتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"تو تھوڑا پڑھ لیتے نا۔" وہ چلتا ہوا بیڈ کے پاس آ کھڑا ہوا۔ اس کی نظریں لیٹے ہوئے احمر کے چہرے پہ جمی تھیں۔ جو چھت کو دیکھ رہا تھا۔

"میں پاپا کو بتا چکا ہوں۔ میں نے یہاں نہیں پڑھنا۔ میں نے باہر جانا ہے۔"

"یار باہر کیا رکھا ہے؟" نوفل بے زاری سے گویا ہوا۔ "یہاں انکل کا اتنا بڑا کاروبار ہے۔ اسے کون سنبھالے گا؟"

"مجھے نہیں معلوم۔ مجھے بس اتنا پتا ہے کہ میں نے اپنی لائف پاکستان میں سیٹ نہیں کرنی۔" وہ قطعیت سے کہتا اٹھ کر بیٹھ گیا تو نوفل کی آنکھوں میں اسے دیکھتے ہوئے تاسف پھیل گیا۔ احمر حسن جیسا نصیب پانے کے نجانے کتنے بے روزگار نوجوان خواب دیکھا کرتے تھے اور ایک وہ تھا جسے اپنی زندگی میں موجود آسائشوں کی کوئی قدر ہی نہ تھی۔ سچ ہے 'انسان جیسی ناشکری مخلوق شاید ہی کوئی اور ہو' لیکن اس سے پہلے کہ نوفل اسے کچھ کہتا دستک کی آواز نے اسے دروازے کی طرف متوجہ کر دیا۔ اس نے آگے بڑھ کے دروازہ کھولا تو باہر طوبیٰ کھڑی تھی۔ اس کی آنکھوں میں موٹے موٹے آنسو تیرتے دیکھ کر وہ پریشان ہو گیا۔

"کیا ہوا طوبیٰ؟ تم کیوں رو رہی ہو؟" اس کے پوچھنے کی دیر تھی کہ وہ دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپائے پھوٹ پھوٹ کے رو پڑی تھی۔ تب ہی اس کے پیچھے ضحیٰ کا مسکراتا ہوا چہرہ نمودار ہوا تھا۔ نوفل نے اشارے سے پوچھا تو اس نے مسکراتے ہوئے ہاتھ میں پکڑا پریکٹیکل جرنل آگے کر دیا۔

"محب بھائی نے کہا تھا کہ وہ ڈائیگرامز بنانے میں اس کی مدد کر دیں گے' لیکن انہوں نے۔۔۔" ضحیٰ نے جرنل کھول کے نوفل کے سامنے کیا تو نوفل کی ہنسی چھوٹتے چھوٹتے بچی۔ محب نے جگہ جگہ اوٹ پٹانگ شکلیں بنا کر اس کے جرنل کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔

"اوہو۔ بس اتنی سی بات تھی۔" اس نے طوبیٰ کے چہرے سے ہاتھ ہٹانے چاہے۔

"یہ اتنی سی بات نہیں نوفل بھائی۔ مجھے کل جرنل سبمٹ کروانا ہے۔" وہ روتے ہوئے بولی تو نوفل مسکرا دیا۔

"فکر مت کرو۔ میں بنا دوں گا۔"

"آپ سچ کہہ رہے ہیں؟" اس نے آنسوؤں بھری آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا تو نوفل کا دل ڈول گیا۔ یہ پیاری سی گڑیا جو اس سے چھ سال چھوٹی تھی' کب اس کے دل میں آ بسی تھی۔ اسے پتا بھی نہیں چلا تھا۔

"میں نے تم سے کبھی غلط بیانی کی ہے؟" اس نے الٹا اس سے سوال کیا تو طوبیٰ آنکھیں صاف کرتی مسکرا دی اور نوفل کو لگا جیسے برستی بارش کے بعد اچانک نرم سی دھوپ نکل آئی ہو۔ اس نے ہاتھ بڑھا کے ضحیٰ کے ہاتھ سے جرنل لے لیا۔

"اور محب بھائی؟" اب وہ اپنے اگلے مدعے پر آئی تھی۔ یعنی محب جاہ کی شامت۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"اسے میں پوچھ لوں گا۔"

"میرے سامنے پوچھیے گا ذرا۔" اس نے جوش سے کہا تو نوفل مسکرا دیا۔ اس کی اور محب کی ازلی دشمنی سے وہ سب ہی واقف تھے۔

"اچھا بابا تمہارے سامنے پوچھوں گا۔" اس کے تسلی دینے پہ وہ ضحیٰ کے ساتھ خوش خوش واپس پلٹ گئی تو نوفل نے مسکراتے ہوئے دروازہ بند کردیا۔

"تم اس سوشل سروس سے تنگ نہیں آتے؟" احمر نے اس کے ہاتھ میں پکڑے جرنل کی طرف اشارہ کیا جب کہ اصولی طور پہ یہ جرنل اس وقت اس کے ہاتھ میں ہونا چاہیے تھا مگر اس نے کبھی اپنی بہنوں کو اتنا مان ہی نہیں دیا تھا کہ وہ اپنی پریشانیوں میں اس کے پاس دوڑی چلی آتیں۔

"اپنوں کے کاموں سے کیسا تنگ آنا میرے یار۔" وہ بنا کچھ جتائے خوش دلی سے بولا تو احمر سر ہلاتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"صاف بات ہے۔ میں تو دنیا کو خوش کرنے کے چکر میں اپنی ذات کو مشکل میں نہیں ڈال سکتا۔"

"دنیا اور اپنوں میں بہت فرق ہوتا ہے احمر۔" نوفل رسان سے بولا' لیکن احمر اس کی بات کو ان سنی کیے شیشے کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ بال بنا کر اس نے پرفیوم لگایا تو نوفل پوچھے بنا نہ رہ سکا۔

"کہاں جارہے ہو؟"

"سارہ سے ملنے۔ آج ہمارا لنچ کا پروگرام ہے۔" ایک آخری نظر خود پہ ڈالتا وہ نوفل کی جانب پلٹا۔

"کمال ہے۔ آپ غالباً" آج فیل ہوئے ہیں۔" اس نے طنزیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"سو واٹ۔۔۔ گرتے ہیں شہ سوار ہی میدان جنگ میں۔" اس کے کندھے اچکانے پہ نوفل کے لب مسکرا دیے۔

"جی کیوں نہیں' لیکن کیا ہے نا کہ یہاں شہ سواروں کی بات ہورہی ہے۔ ان نالائقوں کی نہیں جنہیں کبھی سواری پہ بیٹھنا ہی نہیں آیا۔"

"تیری تو۔۔۔" احمر نے دانت پیستے ہوئے پاس پڑے برش کی طرف ہاتھ بڑھایا تو نوفل ہنستا ہوا جھپاک سے دروازہ کھول کے باہر نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

"واؤ! کتنے خوب صورت ڈائیگرامز ہیں۔ یہ تمہاری ڈرائنگ تو نہیں ہے۔" نادیہ نے اس کے جرنل پہ سے نظریں اٹھاتے ہوئے اسے دیکھا تو وہ بڑے بھرپور انداز میں مسکرادی۔

"نوفل بھائی نے بنائے ہیں۔" اس کی بات پہ اس کے برابر بیٹھی اسما نے جھٹ سے اپنی نوٹ بک سے سر اٹھایا۔

"لاؤ دکھاؤ۔" اسما کے ہاتھ بڑھانے پر نادیہ نے جرنل اسے تھمادیا۔

"زبردست!"

"یہ تمہارے نوفل بھائی تو ہرفن مولا ہیں یار۔" رجا کے تعریفی کلمات پہ طوبیٰ نے بے اختیار اسے گھورا۔

"ماشاء اللہ کہو۔ نظر لگاؤ گی کیا؟" اس کے آنکھیں نکالنے پہ نادیہ کے لبوں پہ شوخ سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"بڑی فکر ہے بھئی۔" اس نے معنی خیزی سے طوبیٰ کو دیکھا۔" اسما اور رجا بھی شرارت سے اسے دیکھنے لگی تھیں۔۔ وہ بے اختیار سٹپٹا گئی۔

"بکومت! بھائی ہیں وہ میرے۔"

"نہ۔ نہ۔ بھائی' صرف احمر بھائی ہیں۔ نوفل صاحب سے تمہارا ایسا کوئی رشتہ نہیں۔" نادیہ کے چڑانے پر رجا بھی میدان میں کود پڑی۔

"اور نہ کبھی بن سکتا ہے۔ ہاں اگر تم چاہو تو وہ تمہارے۔۔۔"

"استغفار۔" طوبیٰ نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔

"ادھر دو مجھے۔" اس نے اپنا جرنل جھپٹا۔ "تم سب بہت بے ہودہ ہوگئی ہو۔"

"اس میں بے ہودگی کی کیا بات ہے۔ شادی تو سب ہی کی ہوتی ہے۔ تو کیوں نا اس مخلص سے یہ رشتہ جوڑا



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

جائے جو آپ کا خیال خود آپ سے بھی بڑھ کر رکھے۔" نادیہ کی بات پہ وہ ایک پل کو تھم سی گئی۔ واقعی شادی تو اسی سے ہونی چاہیے جو آپ کا خیال خود آپ سے بھی بڑھ کر رکھے..... لیکن اگلے ہی لمحے اس نے گھبرا کر اپنی اس سوچ کو جھٹک دیا۔

"وہ سب کا خیال اسی طرح رکھتے ہیں۔" وہ بولی تو اب کے آواز میں وہ تیزی نہ تھی۔

"ہو سکتا ہے۔ لیکن کسی غیر کے لیے اتنا تچی ہونا کہ اس کی کوئی بات نہ رد کر پانا۔ نارمل سے کچھ زیادہ ہے۔" خاموش بیٹھی اسما نے بھی گفتگو میں حصہ لیا۔ تو طوبیٰ ساکت نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ اسما نے ایک نظر اس کے ساکت چہرے پر ڈالی اور پھر بولی۔ "مجھے لگتا ہے وہ تمہیں پسند کرتے ہیں طوبیٰ۔" اور طوبیٰ کا دل ایک پل کو دھڑکنا بھول گیا۔

"لگتا نہیں۔ ایسا ہی ہے۔ میں نے تو یہ چیز بہت پہلے تمہاری باتوں سے محسوس کر لی تھی۔ پتا نہیں تمہیں آج تک کیوں محسوس نہیں ہوا۔" نادیہ نے اس کی طرف دیکھا تو وہ خالی خالی نظروں سے اس کا چہرہ تکنے لگی۔

"کیا واقعی وہ سب سچ کہہ رہی تھیں؟" بے یقینی سے سوچتے ہوئے اس نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبا لیا تھا۔

ان تینوں کی باتوں نے اس پر سوچ کا ایک نیا در وا کر دیا تھا۔ وہ عجیب سی کشمکش کا شکار ہو گئی تھی۔ جس کے زیر اثر وہ اگلے دو دن صباحت آنٹی کی طرف نہیں جا سکی تھی۔ نتیجتاً" تیسرے دن ضحیٰ خود ہی اس کے سر پر آ پہنچی تھی۔ وہ اپنے کمرے میں کتابیں پھیلائے بے زار سی بیٹھی تھی' جب وہ دندناتی ہوئی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

"کہاں غائب ہو تم دو دن سے؟" کمر پہ ہاتھ رکھے اس نے طوبیٰ کو گھورا تھا۔

"میں نے کہاں جانا ہے۔ یہیں ہوں۔" اس نے پاؤں سمیٹے تو ضحیٰ اس کے مقابل بیٹھ گئی۔

"اگر یہیں ہو' تو ہماری طرف چکر کیوں نہیں لگایا؟" اس کے سوال پہ طوبیٰ بے اختیار گڑبڑا گئی۔

"وہ آج کل ہمارے ٹیسٹ ہو رہے ہیں۔ ان میں مصروف تھی۔" صد شکر کہ اس کے آگے کتابیں کھلی ہوئی تھیں۔ ورنہ ضحیٰ کو مطمئن کرنا مشکل ہو جاتا۔ وہ اور ضحیٰ میٹرک تک ایک ہی اسکول میں پڑھی تھیں۔ مگر کالج میں آنے کے بعد دونوں نے الگ الگ فیلڈ کا انتخاب کیا تھا۔ جس کے بعد انہیں علیحدہ کالجوں میں داخلہ لینا پڑا تھا۔ طوبیٰ ایف۔ ایس سی کی اسٹوڈنٹ تھی اور ضحیٰ نے کامرس لے رکھا تھا۔

"مجھے بھی یہی لگا تھا۔ مگر نوفل بھائی پریشان ہو رہے تھے۔" اس کی بات پہ طوبیٰ نے چونک کر ضحیٰ کی طرف دیکھا۔

"نوفل بھائی کیوں پریشان ہو رہے تھے؟" اس نے جھجکتے ہوئے سوال کیا۔ تو ضحیٰ مسکرا دی۔ "وہ سمجھ رہے ہیں کہ تم محب بھائی کی وجہ سے ناراض ہو۔"

"ارے نہیں یار' ایسا بالکل بھی نہیں ہے۔" وہ سرعت سے سیدھی ہوئی۔

"اگر ایسا نہیں ہے۔ تو پھر چلو ہماری طرف۔" ضحیٰ نے اس کا ہاتھ تھاما تو ناچار طوبیٰ کو اٹھنا پڑا۔

ضحیٰ کے ساتھ چلتی وہ ان کے لاؤنج میں داخل ہوئی تو کھانا کھاتے سب ہی افراد اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔

"آہا! میری بیٹی آئی ہے۔" منصور صاحب کے شفقت بھرے اظہار پہ وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھی۔

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام..... آجاؤ بھئی فٹافٹ۔ تمہاری آنٹی نے بہت مزے دار بریانی بنائی ہے۔"

"میں کھانا کھا چکی ہوں انکل۔"

"کھا چکی ہو یا ناراض ہو ہم سے؟" سامنے بیٹھے نوفل جاہ نے اچانک گفتگو میں حصہ لیا۔ تو وہ جواب تک اس کی طرف دیکھنے سے گریزاں تھی' پلکیں اٹھانے پر مجبور ہو گئی۔

"طوبیٰ ہم سے تو ناراض ہو سکتی ہے بھائی۔ مگر آپ سے کبھی نہیں۔" محب نے شرارت سے ایک نظر



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

اس پہ ڈالتے ہوئے بھائی کی طرف دیکھا۔ تو سب مسکرانے لگے۔

"کیوں طوبیٰ، محب ٹھیک کہہ رہا ہے؟" نوفل کے مسکرا کر استفسار کرنے پر طوبیٰ ناچاہتے ہوئے بھی جھینپ گئی۔

"جی نوفل بھائی۔" اس کے دھیرے سے جواب دینے پر سب ہی ہنس پڑے تھے۔

"چلو پھر اسی خوشی میں جاکر فریزر سے آئس کریم لے کر آؤ۔ میں نے تمہاری پسند کا فلیور منگوایا ہے۔" نوفل کی بات پہ طوبیٰ کے چہرے پہ خوش گوار سی حیرت پھیل گئی۔

"اور وہ بھی میری جیب سے۔" محب نے مردنی سے اضافہ کیا تو نوفل کی مسکراہٹ گہری ہوگئی۔

"جو غلط کرے گا۔ سزا بھی اسے ہی ملے گی۔ اگر یہی زیادتی طوبیٰ کی طرف سے ہوتی تو ایسی ہی کوئی سزا اسے بھی ملتی۔ کیوں طوبیٰ ملتی نا؟" نوفل نے اس کی طرف دیکھا تو اس کے لبوں پہ کھیلتی مسکراہٹ یک لخت پھیکی پڑ گئی۔

"جی بالکل۔" وہ فقط اتنا ہی کہہ پائی تھی۔

"جاؤ تم آئس کریم نکالو۔ میں پیالیاں لے کر آتی ہوں۔" ضحیٰ نے اس کا شانہ تھپتھپایا تو طوبیٰ پلٹ کر کچن کی طرف بڑھ گئی۔ فریزر کھول کے آئس کریم نکالتے ہوئے اسے اپنا چہرہ شرمندگی کے احساس سے جلتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ اپنی گزشتہ دو روز کی سوچوں پہ اسے ازحد ندامت محسوس ہو رہی تھی۔ نوفل جاہ تو سب کا ہی یکساں طور پہ خیال رکھنے کا عادی تھا۔ پھر بھلا اپنی سہیلیوں کی فضول باتوں میں آکر وہ اس کے احساس اور محبت کو کیوں غلط نظریے سے دیکھنے بیٹھ گئی تھی۔

"تمہیں کیا ہوا ہے؟" اسے لب بھینچے کھڑا دیکھ کر اندر آتی ضحیٰ چونک گئی تھی۔

"کچھ نہیں۔" وہ اک گہری سانس لیے باہر نکل گئی تھی، لیکن نجانے کیوں چند لمحے پیشتر کے برعکس اس کے دل پہ جیسے اوس سی گر گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"کیا بات ہے، تم نے کافی دنوں سے اپنے نوفل بھائی کی کوئی بات شیئر نہیں کی؟" رجا نے چپس کھاتے ہوئے شوخ نظروں سے طوبیٰ کو دیکھا۔ وہ چاروں اس وقت کنٹین سے ملحقہ لان میں کھانے پینے کا سامان لیے بیٹھی تھیں۔ رجا کی بات پہ طوبیٰ نے ایک سنجیدہ سی نظر اس کے چہرے پر ڈالی تھی۔

"اس لیے کہ ان کی کوئی بھی بات اب میں تم لوگوں سے شیئر نہیں کرنا چاہتی۔"

"وجہ؟" رجا نے ابرو اچکائے۔

"وجہ یہ کہ تم لوگوں نے نہ صرف میری باتوں کا غلط مطلب نکالا بلکہ مجھے بھی اسی تناظر میں سوچنے پر اکسایا جب کہ حقیقت میں ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ نوفل بھائی مجھ سے بالکل بھی ویسی محبت نہیں کرتے جیسا تم لوگ کہتی ہو۔"

"اچھا! اور تم یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہہ رہی ہو؟" نادیہ کی پیشانی پہ بل پڑ گئے تھے۔

"اس لیے کہ ان کا رویہ جیسا اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ ہے۔ ویسا ہی میرے ساتھ بھی ہے۔ انہوں نے کبھی ایسی کوئی غیر معمولی بات نہیں کی جسے میں کسی اور انداز میں لے سکوں۔" وہ قدرے غصے میں بولی تو نادیہ کے لبوں پہ استہزائیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"یہی تو سب سے زیادہ غیر معمولی بات ہے۔ اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ محبت سے پیش آنا ان کا فرض ہے جب کہ تم نہ تو ان کی بہن ہو اور نہ کزن۔ اور نہ ہی ان کی کوئی ہم عمر دوست۔ وہ تم سے اخلاقیات تو نبھا سکتے ہیں، لیکن تمہاری اتنی پروا کرنا کہ تمہاری کوئی بات رد نہ کرپانا۔ تمہاری چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھنا۔ تمہیں کبھی رونے نہ دینا۔ یہ سب معمول سے بہت زیادہ ہے۔ تمہارا اپنا بھائی بھی تو ہے۔ اس نے کبھی ضحیٰ کو اتنی اہمیت دی ہے کیا؟" اور طوبیٰ ایک لمحے کو کچھ بول نہیں سکی تھی۔

"مان لو طوبیٰ کہ وہ تمہیں پسند کرتے ہیں۔" اسے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

چپ دیکھ کے نادیہ نے اپنی بات مکمل کی تو وہ بے اختیار جھنجلا گئی۔
"مگر ایسی بات ہے تو انہوں نے کبھی کچھ کہا کیوں نہیں؟"
"تم خود تو کہتی ہو کہ وہ بہت ڈیسنٹ اور سمجھ دار انسان ہیں۔ پھر بھلا تم ان سے کسی سطحی حرکت کی امید کیسے کر سکتی ہو؟ ہو سکتا ہے وہ کسی مناسب وقت کا انتظار کر رہے ہوں۔" نادیہ کی بات پہ طوبیٰ سوچ میں پڑ گئی۔
"بالکل۔ مجھے بھی یہی لگتا ہے کہ وہ اپنی جاب لگنے اور اس کی پڑھائی ختم ہونے کا انتظار کر رہے ہیں۔" اسما نے نادیہ کی تائید کی تو بغور سنتی طوبیٰ نے بے قراری سے اپنا لب کاٹا۔
"اور اگر اس دوران کوئی اور آگیا تو؟" اور اگلے ہی لمحے ان تینوں کا بلند ہونے والا مشترکہ قہقہہ اسے اپنی غلطی کا احساس دلا گیا۔ آن واحد اس کا چہرہ کانوں کی لوؤں تک سرخ ہو گیا تھا۔
"اچھا جی۔ تو تمہیں بھی ان کے علاوہ کوئی اور قبول نہیں۔" رجا نے اسے ٹہوکا دیا۔ طوبیٰ کے لبوں پہ شرمیلی سی مسکان آٹھہری۔
"ظاہر سی بات ہے۔ اگر ایسا ہے تو مجھے بھی ان سے بڑھ کر بھلا اور کون ہو سکتا ہے۔" اور ان سب کی معنی خیز "او" نے اسے جھینپ کر ہنسنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس گفتگو نے طوبیٰ کے اندر سے ہر ابہام مٹا دیا تھا۔ یہ احساس کہ نوفل جاہ اسے چاہتا ہے۔ اس کے اندر پھول ہی پھول کھلا گیا تھا۔ وہ عمر کے جس حصے میں تھی، وہاں ویسے بھی آنکھوں کو خواب سجانے میں زیادہ دیر نہیں لگتی۔ نوفل کو چپکے چپکے سوچنا، اس کے تصور سے باتیں کرنا طوبیٰ کو اچھا لگنے لگا تھا۔ اسے پتا بھی نہیں چلا تھا اور محبت کی خوش رنگ تتلی نے اس کے معصوم دل پہ نوفل جاہ کی محبت کے بڑے گہرے رنگ بکھیر دیے تھے۔

✡ ✡ ✡

دن کچھ اور آگے بڑھے تھے، جب ایک روز اچانک جاہ پیلس کے مکینوں پہ ایک خبر قیامت بن کے ٹوٹی تھی۔
"کیا؟" صباحت بیگم نے دہل کے اپنے سینے پہ ہاتھ رکھا تھا۔ ان کی آنکھیں بے یقینی کے عالم میں شوہر کے چہرے پر جمی تھیں۔ جو بہت مضمحل سے صوفے پہ بیٹھے تھے۔ نوفل، محب اور ضحیٰ بھی سناٹے کی سی کیفیت میں گھرے باپ کو دیکھ رہے تھے۔
"آپ نے یہ بات ہمیں پہلے کیوں نہیں بتائی؟" نوفل اٹھ کے ان کے قریب آبیٹھا۔
"اس لیے کہ مجھے یقین تھا کہ میرا نام اس معاملے سے نکل جائے گا، لیکن فنڈز میں یہ گھپلا بہت بڑے پیمانے پہ کیا گیا ہے۔ جن کی پشت پہ بڑے بڑے ہاتھ تھے، وہ تو مکھن میں سے بال کی طرح نکل گئے ہیں اور جو آفیسرز میری طرح لینے دینے کے قائل نہیں، ان کے سر سارا گند منڈھ دیا گیا ہے۔ میں تم لوگوں کو یہ بات ابھی بھی نہیں بتاتا اگر جو صورت حال اتنی بگڑ نہ جاتی۔" دل گرفتگی سے کہتے ہوئے انہوں نے سب کی طرف دیکھا تو نوفل نے بے اختیار ان کا ہاتھ تھام لیا۔ "میرے خلاف انکوائری شروع کروا کے مجھے سسپنڈ کر دیا گیا ہے۔" چند لمحوں کے توقف کے بعد وہ دھیرے سے بولے تو صباحت بیگم بھپھک کے رو پڑیں۔ منصور جاہ نے ایک نظر ان پہ ڈالی اور اک بوجھل سانس کھینچی۔
"میرا اللہ گواہ ہے کہ میں نے ایسا کوئی کام نہیں کیا۔ میں نے تم لوگوں کے منہ میں کبھی حرام کا ایک لقمہ نہیں جانے دیا، مگر آج میں بہت بے بس ہوں، میرے پاس اپنی سچائی اور ایمان داری کو ثابت کرنے کے لیے کوئی ثبوت نہیں۔" ان کی آواز بے اختیار رندھ گئی تھی اور ان سب کو لگا تھا جیسے ان کے دل کسی نے مٹھی میں لے کر نچوڑ دیے ہوں۔
"پلیز بابا آپ کیوں ہمیں اپنی صفائی دے رہے ہیں؟" نوفل نے تڑپ کے ان کی طرف دیکھا۔ "کیا ہم نہیں جانتے کہ ہمارے ماں باپ کس کردار کے مالک ہیں؟ آپ دیکھیے گا، اللہ تعالیٰ آپ کی سچائی کیسے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سب پہ واضح کرے گا۔ آپ بس حوصلے سے کام لیں۔ ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔" اس نے ان کا ہاتھ اپنے لبوں سے لگایا تو منصور صاحب نے آگے بڑھ کے اس کا سر چوم لیا۔ محب بھی باپ کے دوسری طرف آ بیٹھا تھا۔ جب کہ ضحیٰ نے روتی ہوئی صباحت بیگم کو اپنے بازوؤں کے گھیرے میں لے لیا تھا۔

"ان شاء اللہ۔ تم سب میرے ساتھ ہو' مجھے بھلا اور کیا چاہیے۔" انہوں نے مسکرا کر محب کو اپنے ساتھ لگایا تو صباحت نے بھی اک گہری سانس کھینچتے ہوئے اپنے آنسو دوپٹے سے پونچھ ڈالے۔

☼ ☼ ☼

غبن کے الزام میں منصور جاہ کی معطلی اور ان کے خلاف شروع ہونے والی کارروائی کی یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیلی تھی۔ ارجمند بیگم' احمر' طوبیٰ سب ہی اس کڑے وقت میں ان سب کے ساتھ برابر کے شریک تھے' مگر حسن مجتبیٰ کو نئی فکروں نے آن گھیرا تھا۔ انہوں نے اگلے ہی دن اپنی کمپنی کے اہم اراکین سے مشاورت کی تھی اور منصور جاہ کو آفس بلوالیا تھا۔ جہاں کسی کی بھی موجودگی کی پروا کیے بغیر وہ سیدھا مدعے پہ آئے تھے۔

"دیکھو منصور' میں جانتا ہوں کہ تم پہ لگا الزام غلط ہے اور اللہ نے چاہا تو جلد یا بدیر تم اس سے بری بھی ہوجاؤ گے' مگر فی الحال تمہارے خلاف جو کارروائی شروع کی گئی ہے۔ اس میں تمہارے تمام اثاثوں کی چھان بین کی جائے گی۔ اس سلسلے میں تم سے جڑے ہر نام کو رگیدا جائے گا اور میں نہیں چاہتا کہ میری کمپنی کی ساکھ کو کوئی نقصان پہنچے یا میرا نام بدنام ہو۔ اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہاری بنیادی انویسٹ منٹ تمہیں لوٹا کے میں تم سے الگ ہوجاؤں۔" ان نگاہیں جمائے وہ سرد و سپاٹ لہجے میں بولے تو مقابل بیٹھے منصور جاہ کے چہرے پر زلزلے کی سی کیفیت در آئی۔ یہ کمپنی کب "تمہاری" سے صرف حسن مجتبیٰ کی بن گئی تھی' انہیں پتا نہیں چلا تھا۔ مگر وہ انہیں اپنی کوئی پچھلی نیکی جتا کر یا حالیہ مجبوری گنوا کر' اپنا بھرم نہیں کھونا چاہتے تھے' کیونکہ جو شخص آپ کی آنکھوں سے آپ کی ضرورت کو نہ سمجھ سکے اس کے آگے اپنے الفاظ بھی ضائع نہیں کرنے چاہئیں۔ سو انہوں نے بھی اپنی لب سختی سے بھینچ لیے تھے۔ ہاں لیکن وہ چہرے کی رنگت کو متغیر ہونے سے روک نہیں سکے تھے۔

"میں نے وکیل صاحب سے بات کرلی ہے۔ وہ جلد ہی کاغذی کارروائی بھی مکمل کرلیں گے۔" حسن مجتبیٰ نے بنا کسی پس و پیش کے اپنی بات جاری رکھی تھی۔ ان کی تو ویسے بھی دلی مراد بر آئی تھی۔ بیٹھے بٹھائے نا صرف منصور جاہ سے جان چھوٹ گئی تھی۔ بلکہ ان پہ کوئی بات بھی نہیں آئی تھی۔

"اور کچھ؟" اتنی دیر میں یہ واحد الفاظ تھے۔ جو ان کی زبان سے ادا ہوئے تھے۔ ان کی یہ کیفیت اور کسی کو نہ سہی لیکن منیجر صاحب کو بہت شدت سے محسوس ہوئی تھی۔ وہ آج سے نہیں بلکہ شروع سے اس کمپنی کے ساتھ منسلک تھے۔ انہیں حسن مجتبیٰ کا اپنے دوست کو یوں بیچ منجدھار میں چھوڑ دینا' بہت تکلیف پہنچا رہا تھا۔ مگر وہ اپنی جگہ بے بس تھے۔

"نہیں۔" حسن صاحب کے جواب پہ منصور جاہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک نظر اپنے اردگرد موجود لوگوں پہ ڈالی تھی۔ اور اپنے دوست کی طرف دیکھا تھا۔

"بہت شکریہ!" ان کا لہجہ ان کی نظروں کی طرح ہر گلے سے عاری تھا۔ مگر نجانے کیوں حسن مجتبیٰ ایک پل سے زیادہ ان کی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکے تھے۔ ان کا نگاہیں چرانا منصور جاہ کے لبوں پہ اک تلخ مسکراہٹ بکھیر گیا تھا۔ انہوں نے میز پر رکھی اپنی گاڑی کی چابی اٹھائی تھی۔ اور مضبوط قدموں سے چلتے ہوئے دہلیز پار کر گئے تھے۔ ان کے جانے کے کتنی ہی دیر تک کوئی کچھ بھی کہنے کے قابل نہیں رہا تھا۔ منصور جاہ کی خاموشی نے ان سب کو گونگا کر دیا تھا۔

☼ ☼ ☼



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

صباحت ظہر کی نماز پڑھ کے فارغ ہوئی تھیں۔ جب منصور صاحب نے لاؤنج میں قدم رکھا تھا۔

"السلام علیکم۔" وہ مسکرا کے آگے بڑھی تھیں مگر جوں ہی ان کی نظر ان کے چہرے سے ٹکرائی تھی وہ ٹھٹک کر رک گئی تھیں۔

"کیا بات ہے آپ کی طبیعت تو ٹھیک ہے؟"

"ہاں۔" وہ دھیرے سے کہتے صوفے پہ بیٹھ گئے تھے۔ "ایک گلاس پانی تو پلانا۔" صباحت تیز قدموں سے کچن کی طرف بڑھ گئی تھیں۔ وہ پانی لے کر آئیں تو منصور صاحب صوفے کی پشت سے سر ٹکائے نجانے کن سوچوں میں گم تھے۔

"پانی پی لیں۔" ان کے متوجہ کرنے پہ وہ اک گہری سانس لیتے سیدھے ہو بیٹھے تھے۔ انہیں پانی کا گلاس تھما کر وہ ان کے پاس بیٹھ گئی تھیں۔

"کیا بات ہے۔ اتنے پریشان کیوں لگ رہے ہیں آپ؟"

"میں نے سنا ضرور تھا صباحت کہ مشکل وقت میں سایہ بھی ساتھ چھوڑ جاتا ہے۔ مگر اس تلخ حقیقت کو جھیلنے کا تجربہ مجھے آج پہلی بار ہوا ہے۔" وہ بولے تو ان کے لہجے میں درد ہی درد تھا۔ صباحت کو لگا جیسے ان کا دل کسی نے مسل کر رکھ دیا ہو۔

"آپ کہاں گئے تھے؟" انہوں نے بے اختیار ان کا بازو چھوا۔

"میں...." وہ اپنے دھیان میں بولتے یک لخت تھم سے گئے۔ "بتاؤں گا۔ فی الحال میں کچھ دیر آرام کرنا چاہتا ہوں۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"کھانا تو کھالیں۔" صباحت نے پریشانی سے ان کی طرف دیکھا۔

"ابھی نہیں۔" وہ دھیرے سے کہتے سیڑھیوں کی جانب بڑھ گئے تو ان کی پشت پہ نگاہیں جمائے بیٹھی صباحت بیگم کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اپنے شریک حیات کے وجود سے چھلکتی شکستگی کو برداشت کرنا ان کے بس سے باہر تھا۔ وہ اپنا سر تھامے بے اختیار سسک اٹھی تھیں۔

✡ ✡ ✡

اس دوپہر منصور جاہ سوئے تھے۔ اور سوتے ہی رہ گئے تھے۔ دل کا پہلا ہی دورہ جان لیوا ثابت ہوا تھا۔ وہ کہاں گئے تھے؟ کہاں سے واپس آئے تھے؟ کوئی کچھ نہیں جانتا تھا۔ اور جو جانتا تھا وہ خاموشی کی چادر اوڑھے چپ کا چپ رہ گیا تھا۔ اپنی غلطی کا احساس کچھ گھنٹوں کے لیے جاگا ضرور تھا۔ مگر پھر اس احساس پہ مشیت ایزدی کا پردہ ڈال کے وہ مطمئن ہو گئے تھے۔ ذاتی کمزوریوں اور کوتاہیوں کے نتیجے میں ہونے والے نقصان کو اوپر والے سے منسوب کر دینا ویسے بھی انسان کے لیے سب سے آسان ہوتا آیا ہے۔ سو حسن مجتبیٰ نے بھی یہی کیا تھا۔

لیکن منصور صاحب کی اچانک موت نے ان کے اہل خانہ کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ سب سے برا حال نوفل کا تھا۔ وہ زندگی کے تھپیڑے کھانے کو بالکل تنہا رہ گیا تھا۔ لیکن اسے اف تک کرنے کی اجازت نہ تھی۔ کیونکہ وہ ایک مرد تھا۔ گھر کا بڑا بیٹا تھا۔ جو راتوں رات اپنے خاندان کا کفیل بن گیا تھا۔ اس ذمہ داری نے اسے دنوں میں گھلا دیا تھا۔ اپنی پارٹ ٹائم جاب کے علاوہ اس کے پاس آمدنی کا واحد ذریعہ منصور صاحب کی حسن مجتبیٰ کے ساتھ کی گئی انویسٹمنٹ تھی۔

منصور جاہ کی فوتگی کے پندرھویں روز حسن مجتبیٰ نے رات میں نوفل کو بلا بھیجا تھا۔ اور وہ جو ابھی کچھ دیر پیشتر سینٹر سے لوٹا تھا' بنا کچھ کھائے پیے "حسن ولا" چلا آیا تھا۔ جہاں اس کا پہلا سامنا' لاؤنج میں بیٹھی طوبیٰ سے ہوا تھا۔ طوبیٰ کا دل اسے اچانک سامنے پا کے کھل اٹھا تھا۔

"السلام علیکم نوفل بھائی۔" وہ بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھی تھی۔ نوفل کو دیکھنے کا اتفاق اسے آج تین' چار دن بعد ہوا تھا۔ طوبیٰ کو وہ پہلے کی نسبت کمزور اور مرجھایا ہوا لگا تھا۔ حلیہ بھی خاصا رف ہو رہا تھا۔ اس کا دل نوفل جاہ کے لیے دکھ سے بھر گیا تھا۔

"وعلیکم السلام۔ انکل کہاں ہیں؟" اس نے طوبیٰ کی



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

طرف دیکھا۔

"اسٹڈی میں۔" اس کے جواب پہ وہ سرہلاتا اندر کی طرف بڑھا تھا کہ معاً طوبیٰ کو ایک خیال نے آن گھیرا تھا۔

"نوفل بھائی!" اس کے پکارنے پہ آگے جاتے نوفل نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا تو وہ ایک قدم آگے بڑھ آئی۔

"آپ نے کھانا کھایا ہے؟"

"ابھی نہیں۔" وہ نفی میں جواب دیتا آگے چل دیا تو طوبیٰ تیزی سے کچن میں چلی آئی۔ آج اس نے خود اپنے ہاتھوں سے بہت مزے دار پاستا بنایا تھا۔ پاستا نکالتے ہوئے اس کا دھیان فریزر میں موجود شامی کبابوں اور مچھلی کی طرف گیا تو وہ ہاتھ روک کر فریج کی طرف چلی آئی۔ نوفل کے لیے کچھ کرنے کے احساس نے اس کے اندر پھرتی سی بھر دی تھی۔ وہ بڑے مگن انداز میں اس کے لیے ٹیبل سجانے کی تگ و دو میں لگ گئی تھی۔

نوفل قدم اٹھاتا' اسٹڈی میں چلا آیا تھا۔ جہاں حسن مجتبیٰ پہلے سے اس کے منتظر تھے۔ سلام دعا کے بعد انہوں نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ خاموشی سے ان کے مقابل بیٹھ گیا۔

"ایسا ہے نوفل بیٹا کہ آج سے تقریباً" ڈیڑھ دو ماہ پہلے' منصور نے مجھ سے اپنی بنیادی انویسٹ منٹ کی واپسی کا تقاضا کر دیا تھا۔ وہ اس پاٹنر شپ کو ختم کرنا چاہتا تھا۔" انہوں نے گلا کھنکارتے ہوئے بات شروع کی تو نوفل شاکڈ سا ان کا چہرہ تکنے لگا۔

"کیا؟" اس کی آنکھیں مارے بے یقینی کے پھیل گئی تھیں۔

"ہاں۔ میں نے تب اسے کافی سمجھایا تھا۔ یہ بھی بتایا تھا کہ بزنس میں سے ایک ساتھ اتنی بڑی رقم نکالنا میرے لیے ممکن نہیں۔ مگر اس نے میری بات ہی نہیں سنی۔ کہنے لگا کہ دبئی میں سرمایہ کاری کا کوئی موقع مل رہا ہے اور وہ یہ رقم وہاں لگانا چاہتا ہے۔"

"دبئی میں؟" نوفل پریشان سا بڑبڑایا۔ "دبئی میں بھلا کون ہے ہمارا؟"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں بیٹا۔" حسن مجتبیٰ کے لہجے میں اتری سادگی سننے سے تعلق رکھتی تھی۔ نوفل نے بے اختیار اپنا سر پکڑ لیا۔

"اب ایسا ہے کہ......"

"پلیز انکل!" اس نے تیزی سے سر اٹھاتے ہوئے ان کی طرف دیکھا۔ "میں نہیں جانتا بابا کا کیا ارادہ تھا۔ لہٰذا میں اس پاٹنر شپ کو ختم نہیں کرنا چاہتا۔" اس کی بات پہ حسن مجتبیٰ نے ایک گہری سانس لی۔

"اب ایسا ممکن نہیں ہو سکتا نوفل۔ منصور علیحدگی کے کاغذات سائن کر چکا تھا۔ اب تو صرف رقم کا ٹرانسفر رہتا ہے۔ کیونکہ میں نے اس سے ڈیڑھ ماہ کی مہلت مانگی تھی۔" اور نوفل کو لگا جیسے اس کے پیروں کے نیچے سے زمین نکل گئی ہو۔ وہ پتھرایا ہوا حسن صاحب کو میز پہ پڑی فائل اٹھاتے ہوئے دیکھنے لگا۔ جو انہوں نے کھول کر اس کی طرف بڑھا دی۔

"لو تم خود دیکھ لو۔" ناچار نوفل کو فائل تھامنی پڑی تھی۔ نچلا لب دانتوں تلے دبائے اس نے ہاتھ میں پکڑے کاغذات کی طرف دیکھا تھا جو تقریباً" پونے دو ماہ پہلے لکھے گئے تھے۔ جوں جوں اس کی نظریں سطروں پہ پھسلتی گئی تھیں اس کی رنگت فق ہوتی چلی گئی تھی اور آخر میں اپنے بابا کے دستخط پر آکر اس کی دھڑکن رک گئی تھی۔ سب ختم ہو گیا تھا۔ ان کی آمدنی کا واحد دریا بابا نے اپنے ہاتھوں بند کر دیا تھا۔ کوشش کے باوجود وہ اپنی پلکوں کو بھیگنے سے روک نہیں پایا تھا۔

"آئی ایم سوری بیٹا کہ مجھے اس کڑے وقت میں تمہیں اس حقیقت سے آگاہ کرنا پڑا ہے۔" انہوں نے اٹھ کر اس کا شانہ تھپتھپایا۔ نوفل کا چہرہ مارے ضبط کے سرخ ہو گیا۔ اس نے اپنی مٹھی سختی سے لبوں پر جما دی۔ اور نظریں جھکالیں۔

"مگر بے فکر رہو۔ میں ہر ہر لمحہ تم لوگوں کے ساتھ رہوں گا۔ تم لوگ میرے اپنے بچے ہو بیٹا۔" انہوں نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔ "میں جانتا ہوں کہ منصور کی ہر چیز کی چھان بین چل رہی ہے۔ اس لیے میں نے



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

رقم اس کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کروانے کے بجائے تمہارے نام پہ چیک کاٹ دیا ہے۔" انہوں نے جیب میں رکھا چیک نکال کر اس کی طرف بڑھایا تو نوفل کی نظریں ان کے ہاتھ میں تھمے چیک پر جا ٹھہریں۔ "تم جب دل چاہے اسے کیش کروالینا۔"

ان کی بات پہ اس کا دل احساس ممنوعیت سے بھر گیا۔ کتنا خیال تھا انہیں ان سب کا۔ اپنی آنکھوں میں چمکتے آنسو حلق میں اتارتے ہوئے وہ دھیرے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"شکریہ انکل۔" اس نے فائل کے ساتھ چیک بھی تھام لیا۔ حسن مجتبیٰ نے اسے خود سے لگالیا۔

"اللہ پاک تمہاری ہر مشکل آسان کرے بیٹا۔" انہوں نے اس کی پیٹھ تھپتھپائی۔ نوفل کے لبوں پہ ایک زخم خوردہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آمین۔" ان سے ہاتھ ملا کر وہ تیز قدموں سے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اسٹڈی کا دروازہ کھلنے کی آواز پہ لاؤنج میں منتظر بیٹھی طوبیٰ اٹھ کر کچن کی طرف بھاگی تھی۔ اور پہلے سے سجی ہوئی ٹرے اٹھا کر باہر چلی آئی تھی۔ جوں ہی نوفل راہداری عبور کر کے لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔ وہ بے اختیار اس کی طرف بڑھی تھی۔

"نوفل بھائی کھا....." اس کا جملہ منہ میں ہی رہ گیا تھا۔ نوفل اس کے پاس سے گزرتا آگے چلا گیا تھا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے دروازہ پار کر گیا تھا۔

ٹرے اٹھائے کھڑی طوبیٰ اپنی جگہ پہ ساکت رہ گئی تھی۔ نوفل جاہ اور اس کی پکار کو نظر انداز کر جائے۔ ایسا بھلا پہلے کب ہوا تھا؟ اس کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئی تھیں۔ اور اندر اپنی اسٹڈی میں موجود حسن مجتبیٰ کے لبوں پر جان دار سی فاتحانہ مسکراہٹ پھیل گئی تھی۔

"خس کم جہاں پاک!" اپنے ہاتھ جھاڑتے ہوئے وہ پرسکون سے ٹانگ پہ ٹانگ جما کے بیٹھ گئے تھے۔

☆ ☆ ☆

لمبے لمبے ڈگ بھرتا نوفل جوں ہی اپنے لاؤنج میں داخل ہوا تھا۔ اس کے انتظار میں بیٹھی صباحت نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ اس کے چہرے پہ نگاہ پڑتے ہی وہ بری طرح چونک گئی تھیں۔

"کیا ہوا ہے بیٹا؟ سب ٹھیک تو ہے نا؟" ماں کے استفسار پہ محب نے بھی بھائی کی طرف دیکھا تھا۔ مگر نوفل بنا کوئی جواب دیے تیز قدموں سے سیڑھیاں چڑھ گیا تھا۔

"انہیں کیا ہوا ہے؟" محب نے حیرانی سے صباحت بیگم کو دیکھا جو خود بھی پریشان سی اسے دیکھ رہی تھیں۔ اگلے ہی لمحے وہ اٹھ کر زینے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔ فکر مند سا محب بھی ماں کے پیچھے چل دیا تھا۔

نوفل کے کمرے کے باہر پہنچ کر صباحت نے دروازے پہ دستک دی تھی۔ اور جواب کا انتظار کیے بغیر اندر داخل ہو گئی تھیں۔ لیکن کمرے میں قدم رکھتے ہی انہیں دھچکا سا لگا تھا۔ نوفل دونوں ہاتھوں میں سر گرائے بیڈ پہ بیٹھا ہوا تھا۔ صباحت ہول کر آگے بڑھی تھیں۔

"نوفل کیا ہوا ہے بیٹا؟" ان کی آواز پہ پیچھے آتا محب گھبرا کے کمرے کی طرف بھاگا تھا۔ جوں ہی وہ اندر داخل ہوا تھا۔ اس کا دل دھک سے رہ گیا تھا۔ نوفل کا چہرہ سرخ اور آنسوؤں سے تر تھا۔

"سب ختم ہو گیا امی۔ بابا اپنے ہاتھوں سے حسن انکل کے ساتھ پاٹنر شپ ختم کر گئے ہیں۔"

"کیا!" صباحت بیگم کی رنگت فق ہو گئی تھی۔ "یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ منصور اتنا بڑا قدم ہمارے علم میں لائے بغیر نہیں اٹھا سکتے۔" انہوں نے بے یقینی سے نفی میں سر ہلایا۔

"مجھے بھی ایسا ہی لگا تھا۔ مگر دو مہینے پہلے بننے والی ان دستاویزات پہ بابا کے سائن ہیں۔ انہوں نے سب کچھ اپنی زندگی میں خود طے کیا تھا۔" اس نے پاس پڑی فائل اٹھا کے ماں کے سامنے کی تو صباحت نے تیزی سے فائل پکڑ کے کھولی۔ ان کی بے چین نظریں تحریر کے بجائے اپنے شوہر کے دستخط کی تلاش میں تھیں۔ اور انہیں وہاں پا کے ان کی سانس رک گئی تھی۔



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

انہیں بت بنا دیکھ کے محب نے بے قراری سے فائل ان کے ہاتھ سے لے لی تھی۔

"میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ بابا ہمارے ساتھ اتنا غیروں جیسا سلوک بھی کرسکتے ہیں۔ مجھے تو ان کی بے اعتباری نے توڑ کے رکھ دیا ہے۔" نوفل کے لہجے میں ٹوٹے کانچ سا دکھ بول رہا تھا۔ دل کہہ رہا تھا کہ ان کا اتنا چاہنے والا باپ انہیں اتنی بڑی ٹھیس کبھی نہیں پہنچا سکتا۔ مگر آنکھوں کے سامنے بکھری سچائی دل کی ہر بات کو جھٹلانے پر تلی تھی۔ اس کا اپنے بابا پر مان آج بکھر گیا تھا۔

"یہ آپ نے کیا کردیا منصور؟" صباحت بے اختیار سسک اٹھی تھیں۔ ان کی ہر ہر سسکی نوفل جاہ کے اندر ضرب لگا رہی تھی۔ اتنی کاری کہ اس کے لیے ان کے وار کو سہنا مشکل ہوگیا تھا۔ اگلے ہی پل وہ ایک جھٹکے سے اٹھا تھا اور تیز قدموں سے باہر نکل گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

طوبیٰ کالج سے لوٹی تو گھر میں عجیب سی خاموشی تھی۔ وہ بیگ رکھ کے بنا یونیفارم تبدیل کیے اماں جان کی تلاش میں کچن سے ہوتی ان کے کمرے میں چلی آئی تھی۔

"السلام علیکم۔" انہیں الماری کے آگے کھڑا دیکھ کے وہ اندر آگئی تھی۔

"وعلیکم السلام۔" ارجمند بیٹی کی طرف پلٹیں۔ تو ان کا ستا ہوا چہرہ دیکھ کے طوبیٰ ایک لخت پریشان ہوگئی۔

"آپ روئی ہیں؟" وہ تیزی سے ان کے قریب آئی تھی اور ارجمند خود پہ ضبط کھو بیٹھی تھیں۔

"اماں جان کیا ہوا ہے؟" طوبیٰ نے گھبرا کر ان کے ہاتھ تھامے۔

"تمہارے پاپا نے منصور بھائی کے ساتھ پارٹنر شپ ختم کردی ہے۔" وہ آنسوؤں کے درمیان بولیں۔

"کیا؟" طوبیٰ بھونچکی رہ گئی۔ "آپ کو کس نے بتایا؟"

"بھابھی نے۔ میں آج صبح ان کی طرف گئی تو مارے غم کے نڈھال پڑی تھیں وہ۔" ماں کی بات پہ طوبیٰ نے اپنا نچلا لب دانتوں تلے دبا لیا۔ ذہن میں بے اختیار کل رات کا منظر گھوم گیا جب نوفل اسے دیکھے بغیر باہر نکل گیا تھا۔ اس وقت وہ پتا نہیں کتنا پریشان تھا۔ اور وہ... اسے اپنی بدگمانی پہ شدید غصہ آیا تھا۔

"آپ نے پاپا سے پوچھا نہیں کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا؟ ان لوگوں کو ہمارے کو ہمارے ساتھ کی کتنی ضرورت ہے۔ ایسے حالات میں پاپا نوفل بھائی کے ساتھ اتنی بڑی زیادتی کیسے کرسکتے ہیں؟" طوبیٰ کے لہجے میں گلہ ہی گلہ تھا۔ باپ کے اس عمل پر اسے بہت شرمندگی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ ان سب کا سامنا کیسے کرنے والی تھی۔

"وہ آتے ہیں تو بات کرتی ہوں۔" ارجمند بیگم نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے اک گہری سانس لی تھی

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

گو کہ انہیں صباحت بیگم بتا چکی تھیں کہ یہ علیحدگی منصور جاہ کی خواہش پہ ان کی زندگی میں ہی طے پا گئی تھی۔ مگر پھر بھی گزرے تجربے کی روشنی میں ارجمند بیگم کا دل اس بات پہ یقین کرنے سے انکاری تھا۔
اور جب انہوں نے تنہائی میں اپنے اس خدشے کا اظہار حسن صاحب سے کیا تھا تو وہ بری طرح ان پہ برس پڑے تھے۔
"تمہارا دماغ خراب ہے کیا؟ تم نے کیا مجھے اتنا بے ضمیر انسان سمجھا ہوا ہے کہ میں اپنے مرے ہوئے دوست پہ اتنی بڑی تہمت لگاؤں گا۔ اس کے نام پہ جھوٹے کاغذات بناؤں گا؟"
"میں نے یہ کب کہا حسن۔ میں تو صرف یہ کہہ رہی ہوں کہ کہیں آپ نے تو اس علیحدگی کے لیے منصور بھائی سے تو نہیں کہا تھا؟" ارجمند بیگم نے گھبرا کے اپنی صفائی دی۔
"مجھے کیا ضرورت پڑی تھی اس سے ایسا کچھ کہنے کی۔ حسن مجتبیٰ نے نگاہیں چرائیں۔ "ہاں میرا ارادہ ضرور تھا علیحدگی کا۔ لیکن اسے اب اتفاق کہو یا کچھ اور کہ منصور نے خود ہی اپنے سرمائے کا تقاضا کر دیا۔" وہ قدرے دھیمے لہجے میں بولے تو ارجمند بیگم نے ایک گہری سانس لی۔ کم از کم انہیں اتنا اطمینان تو ہوا تھا کہ اس سب میں ان کے شوہر کا کوئی عمل دخل نہ تھا۔
"آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ نوفل کے ساتھ اس پارٹنر شپ کو دوبارہ کر لیں۔"
"یہ بزنس ہے کوئی بچوں کا کھیل نہیں ارجمند بیگم۔ ویسے بھی میں دوبارہ کسی پارٹنر شپ میں نہیں پھنسنا چاہتا۔"
"لیکن....."
"تم پلیز اپنے کام سے کام رکھو۔ نوفل کوئی بچہ نہیں ہے۔ اسے اپنی ذمہ داریاں سنبھالنے دو۔" وہ قطعیت سے کہتے باہر نکل گئے تھے۔ اور ارجمند بیگم ملول سی بیٹھی رہ گئی تھیں۔ مگر انہوں نے اس علیحدگی کی اصل وجہ یعنی منصور صاحب کی ذاتی خواہش سے اپنے بچوں کو ضرور آگاہ کر دیا تھا۔ ایک اچھی ماں ہونے کے ناطے وہ اپنا فرض سمجھتی تھیں کہ اپنی اولاد کے دل میں ان کے باپ کے خلاف کسی غلط فہمی کو پنپنے نہ دیں۔

☆ ☆ ☆

"کیا؟" نوفل نے حیرت سے اپنے سامنے بیٹھے احمر حسن کی طرف دیکھا۔
"اس میں اتنا چونکنے کی کیا بات ہے۔ چیک کیش کرواؤ اور میرے ساتھ چلو۔ میں وہاں پڑھوں گا اور تم اپنے اس پیسے سے کوئی کاروبار شروع کر لینا۔" احمر کے مشورے پہ نوفل ایک پل کو پلکیں جھپکنا بھول گیا۔
کیا واقعی باہر کی دنیا ہر مشکل سے نجات کا ذریعہ ہے؟ اس نے خود سے سوال کرتے ہوئے احمر حسن کی طرف دیکھا تھا۔ جو اس کے سامنے بیٹھا اس کی ہاں یا نہ کا منتظر تھا۔
"میرے لیے فکر معاش سے زیادہ اپنی ماں اور اپنے بہن بھائی کو دنیا کے سرد و گرم سے بچانا ہے۔ میں انہیں یہاں تنہا چھوڑ کے نہیں جا سکتا۔ اللہ نے میرے لیے رزق کی جو راہیں کھولنی ہوں گی وہ یہاں بھی کھول دے گا۔" اس نے رسان سے جواب دیا۔ تو احمر کے چہرے پر ناگواری کی سرخی چھا گئی۔
"تو پھر ٹھیک ہے۔ بیٹھو یہاں اور دھکے کھاؤ۔ تم جیسے جذباتی اور بے وقوف لوگوں کے لیے ترقی ویسے بھی اپنے دروازے نہیں کھولتی۔" تلخی سے کہتا وہ اٹھ کر باہر نکل گیا تھا۔
اور پیچھے نوفل لب بھینچے اس کے لفظوں کی کڑواہٹ کو اپنے اندر اتارنے کے لیے تنہا رہ گیا تھا۔ اگر ترقی کی قیمت بے حسی اور خود غرضی تھی تو اسے اپنوں کے درمیان ایک ناکام انسان بن کر رہنا ہزار بار قبول تھا۔ اور یہی نوفل جاہ کا پہلا اور آخری فیصلہ تھا۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

☆ ☆



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

صائمہ قریشی

www.paksociety.com

Download From Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"ایکسکیوزمی پلیز۔۔۔" وہ ویسٹ گیٹ شاپنگ سینٹر سے نکل رہا تھا کہ کسی لڑکی کی آواز پر رک گیا' پلٹ کر دیکھا تو لوگوں کے ہجوم میں چلتی وہ لڑکی یقیناً" اس کو آواز دے رہی تھی۔

"کیا ہوا' یار چل نا' پارکنگ ٹائم ختم ہو رہا ہے۔" اس کے رکتے ہی فائز نے جھنجلا کر کہا۔

"تو چل یار میں آتا ہوں۔" وہ ایک نظر اس کو دیکھ کر بولا تو وہ آگے بڑھ گیا۔

"پیاری جانے دے نا یار' خواہ مخواہ کیوں۔۔۔"

"چپ کرنا' اب اتنے دور آ کر میں ایسے نہیں جانے دے سکتی ہوں۔" وہ اس رش کو نظر انداز کر کے آگے بڑھ رہی تھی اور اس کا ہاتھ پکڑے اس کے ساتھ تقریباً" بھاگتی ہوئی صبا نے پھولے ہوئے سانس کے ساتھ اس کو اپنی طرف کھینچا تھا۔

"یار اگر گڑبڑ ہو گئی نا تو لینے کے دینے پڑ سکتے ہیں۔ پھر اب کے سارے ایڈونچر کی وہ بینڈ بجے گی نا کہ عقل ٹھکانے آ جائے گی۔" صبا نے ایک بار پھر اس کو باز رکھنے کی ناکام کوشش کی۔

"تو اگر چپ رہے گی نا تو کچھ نہیں ہو گا۔" اس نے چلتے چلتے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔ تو وہ فقط اس کو گھور کر رہ گئی۔

"ایکسکیوزمی۔۔۔" اب وہ اس کے قریب پہنچ گئی تھیں۔

"یس میم۔۔۔" اس نے حیران نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ ہاتھ میں پکڑے شاپنگ بیگز کو دوسرے ہاتھ میں منتقل کر کے وہ بولا۔

"اگر آپ رکشا ڈرائیور ہوتے تو اپنے رکشے کے پیچھے کیا لکھواتے؟"

"واٹ؟" وہ بے ساختہ چونک کر بولا۔ اس کو اس کی دماغی حالت پر شبہ ہوا تھا۔ پھر مسکرا کر بولا۔ "میں پنکھ لگا کر آیا۔" اس کو یوں ہی مبہوت چھوڑ کر پلٹ گیا۔

"خواہ مخواہ ایک فضول سے سوال کے لیے تم نے نہ صرف اپنا بلکہ میرا بھی وقت ضائع کیا۔" اس کے ساتھ چلتی صبا مسلسل غصے میں بولے جا رہی تھی۔

"کچھ بھی خواہ مخواہ اور فضول نہیں ہے' جواب سنا ہے ان کا۔۔۔ او مائی گاڈ۔۔۔ سو رومانٹک۔۔۔ کاش۔۔۔ کاش ان کے پاس رکشا ہوتا۔۔۔ اور وہ اس پر یہ لکھواتے میرے لیے۔۔۔ اور پھر ہم رکشے میں لونگ ڈرائیو پر جاتے۔" وہ پرجوش انداز میں چلتے بول رہی تھی۔

"بنو رانی خود تو پٹے گی اور ساتھ میرا بھی حشر نشر کروائے گی۔ اس لیے آج کے بعد میں آپ کے کسی ایڈونچر میں آپ کے ساتھ نہیں آنے والی۔" صبا نے اس کو ہری جھنڈی دکھائی اور آگے بڑھ گئی۔

"ارے سنو۔۔۔ سنو تو۔۔۔" وہ اس کے پیچھے لپکی تو بہت سارے لوگوں نے بھی پلٹ کر دیکھا۔ لیکن اس کو پروا کب تھی۔

✡ ✡ ✡

"نہیں جانا' کتنی بار کہوں کہ مجھے نہیں جانا۔" اس نے جھنجلائی آواز میں بیڈ پر پریس کیے رکھے گئے کپڑوں کو بنا کسی لحاظ و مروت کے اٹھا کر صوفہ پر پٹخا تھا۔

"لیکن بیٹا۔۔۔ عالیہ نے خاص طور پر تمہیں لانے کو کہا تھا۔" گل ناز بیگم نے ایک اور کوشش کی۔

"آپ نے عالیہ آنٹی کو بتایا نہیں کہ اس طرح شادی سے پہلے لڑکی کا سسرال کے فنکشن اٹینڈ کرنا ہمارا رواج نہیں ہے؟" اس نے شکوہ بھری نظروں سے گل ناز کو دیکھا۔

"لیکن آپی مسئلہ کیا ہے؟ لڑکیاں تو منگنی کے بعد منگیتر سے ملنے' سسرال جانے کے بہانے ڈھونڈتی ہیں' آپ کی عجیب منطق ہے۔" مبرین اس کے اکھڑے انداز پر حیران ہی تو ہو رہی تھی۔

"دیکھو میری بہن' میں ایک مخصوص وقت سے پہلے نہ تو سسرال کے کسی فنکشن میں جاؤں گی' نہ سسرال میں قدم رکھوں گی اور نہ ہی شاہ زیب سے ملوں گی۔" مومنہ نے ایک بار پھر گلا پھاڑ کر ہزار بار کی بات دہرائی تھی تو سبرین نے حیرت سے اسے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

دیکھا۔

"رئیلی! آپ سریسلی ایسا ہی کرو گی؟" سبوین کی ایک ایک لفظ میں بے یقینی جھلک رہی تھی۔

"ہاں... بالکل ایسا ہی کروں گی۔" مومنہ پراعتمادی سے بولی۔

"شاہ زیب بھائی سے بالکل بات نہیں کرو گی؟" سبوین کو کسی طرح یقین نہ آرہا تھا۔

"اگر وہ کال، ای میل یا میسج وغیرہ پر رابطہ کرنا چاہیں گے تو موسٹ ویلکم... لیکن میں ان کو اور وہ مجھے دیکھ نہیں سکتے۔" مومنہ پرجوش انداز میں بولی تو سبوین کو اس کی دماغی حالت ٹھیک نہیں لگی۔

"تو یہ کیا بات ہوئی بھلا... کال، میسج ہو سکتے ہیں، لیکن ملاقات نہیں۔ عجیب منطق ہے۔" سبوین جھنجلائی تھی۔

"میں ذرا پرانے خیالات کی ہوں۔ انگلینڈ میں رہتی ہوں تو کیا ہوا، میرے خواب، میری زندگی ہیں اور مجھے اس رشتے میں بیسویں صدی کے ٹرینڈ کو اپنانا ہے۔ سو پلیز اب مجھے مجبور نہ کیا جائے اور مجھے میرے خواب پورے کرنے کا موقع دیا جائے۔"

"بیسویں صدی کا ٹرینڈ؟" سبوین ابھی تک ہونقوں کی طرح اس کو دیکھے جارہی تھی۔

"ہاں نا... خالص ارینج میرج، وہ پردہ کرنا، چھپ چھپ کر باتیں کرنا، وہ سب میرا فیورٹ تھیم ہے۔" مومنہ کے سرمست انداز میں کمی نہ آئی تھی۔

"اف... آپی دماغ کی لسی بنادی ہے۔" سبوین نے سر پیٹ لیا اور کمرے سے باہر نکل گئی۔

☼ ☼ ☼

"میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اور آپ کیسے ہیں۔" اتھل پتھل ہوتی دھڑکنوں کے ساتھ مومنہ موبائل کان سے لگائے شاہ زیب سے باتوں میں مشغول تھی۔

"میں بھی ٹھیک ہوں اور کیا ہو رہا ہے۔" عام سے انداز میں کچھ ایسا خاص تھا کہ مومنہ مسکرائی تھی۔

"سب شادی پر جانے کی تیاری میں مصروف ہیں..."

"تو تم نہیں آرہی ہو۔" دوسرے لمحے شاہ زیب نے اس کی بات کاٹ کر پوچھا تھا۔

"ہاں... لیکن جس طرح مما اور سبوین فورس کررہی ہیں، مجھے لگتا ہے میں زیادہ دیر تک اپنے فیصلے پر قائم نہیں رہ سکوں گی۔" مومنہ نے منہ بسور کر شاہ زیب کو بتایا تو ایئر پیس سے ابھرتا اس کا قہقہہ اس کو نروس کر گیا۔

"اور پھر شاید عالیہ آنٹی نے بھی مجھے انوائٹ کیا ہے۔" وہ ایک بار پھر اسی لہجے میں بولی۔

"ہاں امی نے ذکر کیا تھا۔"

"تو آپ نے کیا کہا؟" مومنہ بے ساختہ اس کی بات کاٹ کر پوچھنے لگی۔

"میں نے تو کہا تھا کہ آپ کی مرضی ہے، میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" شاہ زیب کا مسکراتا انداز اس کو مشکوک بنا گیا تھا۔

"اپنی مرضی کہنے کی کیا ضرورت تھی، سیدھے سیدھے کہہ دیتے تاکہ نہیں بلائیں، تو اب مجھے اتنا چیخنا نہ پڑتا۔" مومنہ نے ایک بار پھر کہا تو شاہ زیب مسکرانے لگا۔

"میں کہہ تو دیتا لیکن عموماً" میں گیسٹ لسٹ میں انوالو بھی نہیں ہوتا ہوں، اس لیے خاموش رہا تھا۔" شاہ زیب نے اپنی عادت کے بارے میں بتایا تو مومنہ نے سرد آہ بھری۔

"کہیں ایسا تو نہیں کہ اب اس بے چارے ہیں کہ اس طرح آپ مجھے دیکھ لیں گے؟" یک لخت ہی مومنہ کے ذہن میں آیا تو دوسرے ہی لمحے وہ شاہ زیب سے پوچھنے لگی۔

"میڈم جی! آپ کو دیکھنے کے لیے مجھے کوئی چکر چلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ڈائریکٹ سامنے آکھڑا ہو سکتا ہوں اور آپ کے چھپنے کے سارے راستے مسدود ہو جائیں گے، لیکن میرے لیے آپ کی خواہش کا احترام مقدم ہے۔" دوسرے پل شاہ زیب کی جذبوں سے گندھی آواز نے مومنہ کو اس کا اسیر



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کردیا۔ دھک دھک کرتے دل کے ساتھ وہ بس سانس روکے اس کو سن رہی تھی۔

"اچھا آپ بتائیں، آپ نے واقعی مجھے نہیں دیکھا ہوا نا؟" مومنہ دھک دھک کرتے دل کے ساتھ متجسس انداز میں اس سے پوچھ رہی تھی۔

"نہیں۔۔۔ بہت سال پہلے دیکھا تھا، لیکن شکل و صورت ذہن میں نہیں ہے۔" شاہ زیب نے حقیقت بیان کی۔

"ویسے تمہاری شرط کچھ عجیب و غریب نہیں ہے؟" تو نہ جانے کیوں مومنہ کو محسوس ہوا کہ جیسے وہ اس سے ملنا چاہتا ہے۔

"عجیب و غریب کیا ہے اس میں۔ بہت سی لڑکیاں ہیں ایسی جن کی مکمل ارینج میرج ہوتی ہے جن کو اپنے والدین کی پسند پر اعتبار ہوتا ہے۔" مومنہ نے اس کو وضاحت بتائی۔

"ہاں معلوم ہے اور ایک ایسی لڑکی کو تو میں بھی جانتا ہوں۔" شاہ زیب نے گہری مسکراہٹ کے ساتھ کہا تو یک دم ہی مومنہ لرز گئی۔

"کیا مطلب؟ کون ہے؟"

"ہاہاہا۔۔۔" دوسرے پل شاہ زیب کے قہقہے نے اس کو خجل کردیا۔

"اتنی جلدی جلنے لگیں۔" اب وہ اس کو چھیڑنے لگا تھا۔

"جی نہیں، میں نہیں جلتی۔" وہ بحث کرنے لگی تھی۔

"ہاں تب ہی ایک دم سے فکر لاحق ہوگئی کہ کون ہے۔

مجھے اب تو بس چاند رات کا انتظار ہے۔" شاہ زیب نے گہرا سانس لیا۔

"ہاں جی انتظار فرمائیے۔ اب چاند رات کو دو، دو چاند نکلیں گے۔" مومنہ مسخرے انداز میں بولی۔

"ہا۔۔۔ اخاہ۔۔۔ عجیب زندگی ہے، لوگ شادی کا انتظار کرتے ہیں اور ہم چاند رات کا۔۔۔" شاہ زیب نے سرد آہ بھری تو مومنہ کھلکھلا کر ہنسی اور دوسرے پل "بائے" بول کر فون بند کردیا۔

☼ ☼ ☼

"پیاری فار گاڈ سیک۔۔۔ کیوں اپنا میرا وقت برباد کررہی ہو؟" وہ دونوں ایک بار پھر مشن پر نکلی تھیں، تو صبا مسلسل اسے لتاڑے جارہی تھی۔

"یار۔۔۔ تم تو چپ کرو۔ خواہ مخواہ ظالم سماج بنی پھر رہی ہو۔"

تم جانتی ہو نا چارمنگ پرسنالٹی اور دلکش انداز میری کمزوری ہیں۔ اب یہ محبت ہے یا عشق۔۔۔ معلوم نہیں۔۔۔" وہ اپنے آگے چلتی بی ایم ڈبلیو کو اوور ٹیک کرتے ہوئے بولی تو صبا نے چونک کر اسے دیکھا۔

"یار یہاں ہی پارک کردیں نا مجھ سے زیادہ چلا نہیں جائے گا۔" صبا نے گاڑی کو پارکنگ ایریا میں داخل ہوتے دیکھا تو بے بسی سے اپنی ہائی ہیل کی طرف اشارہ کیا۔ وہ کار پارک کرنے کے لیے ریسٹورنٹ سے تھوڑی دور جگہ ڈھونڈنے لگی۔

"گاڑی پارک کرنے کے لیے جگہ کی پسندیدگی نہیں، بس جگہ درکار ہونا ضروری ہوتا ہے مائی ڈیئر۔" وہ ریسٹورنٹ سے اچھے خاصے فاصلے پر گاڑی پارک کرکے بولی۔

"چلو اب۔۔۔" دوسرے پل وہ اگنیشن سے چابی نکال کر تحکم بھرے لہجے میں اس سے مخاطب ہوئی۔ تو چارو ناچار صبا کو اس کے ساتھ چلنا پڑا۔۔۔ وہ اب دھڑکتے دل کے ساتھ ریسٹورنٹ کی جانب قدم بڑھا رہی تھی، جبکہ صبا اپنی ہائی ہیل کی وجہ سے لڑکھڑاتی ہوئی اس کے پیچھے پیچھے چل رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"یہاں کی کیا خاص بات ہے؟" فائز نے دو کرسیوں والی میز کی طرف اشارہ کیا تو شاہ زیب نے طائرانہ نگاہ سے ریسٹورنٹ کو دیکھا اور فائز سے استفسار کرتے ہوئے ٹیبل کی طرف بڑھ گیا۔

"یہاں کی مسالا فش بہت مشہور ہے۔" شاہ زیب کرسی گھسیٹ کر بیٹھنے لگا تو فائز نے اسے بتایا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"تم مجھے یہاں مسالا فش کھلانے کے لیے لائے ہو؟" شاہ زیب نے متعجب نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"ویسے ہے تو چھوٹی جگہ' لیکن ماحول کافی دلکش ہے یہاں کا۔" شاہ زیب نے چھوٹے سے ریسٹورنٹ "کبابش" کی خواب ناک سیٹنگ کو دیکھا تو بے اختیار تعریفی کلمات ادا کیے۔ جبکہ فائز ویٹر کی طرف متوجہ تھا جو ٹیبل پر پانی کی بوتل' گلاسز اور پلیٹس کے ساتھ ساتھ مختلف قسم کی ساس اور سلاد کی پلیٹ رکھ رہا تھا اور دوسرے لمحے ان کے نام کے ساتھ آرڈر لینے لگا۔

"یار چل نا۔۔۔ کیا کر رہی ہے؟" وہ عجلت میں "کبابش" کے مین انٹرنس پر کھڑی تھی' جبکہ صبا اپنی ہائی ہیلز میں بمشکل چلتی اس سے کافی فاصلے پر تھی۔

"تم چلی جاؤ' میں آجاؤں گی۔" صبا نے اس کی جھنجلاہٹ پر پھولے سانس کے ساتھ کہا تو وہ جیسے اسی انتظار میں تھی' یک لخت ہی اندر داخل ہو گئی اور اب وہ کاؤنٹر سے ذرا فاصلے پر کھڑی صبا کے انتظار کے ساتھ ساتھ کھوجتی نظروں سے "کبابش" کے چھوٹے سے ہال میں لگے ٹیبلز پر بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف لوگوں کو دیکھنے لگی۔

"پیاری تم کو پورا یقین ہے نا وہ یہاں ہی آئے ہیں؟ مجھے تو کہیں نظر نہیں آرہے ہیں' خواہ مخواہ وقت ضائع اور پیٹرول بھی۔۔۔" وہ کچھ نہ بولی تو صبا اب قدرے اکتاہٹ سے اس کو سنانے لگی تھی۔

"یہاں میری جان پر بنی ہے اور تم پیٹرول کا رونا رونے لگی ہو۔" پیاری نے قہر آلود نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"جان پر خود ہی بنا رکھی ہے نا' سیدھے سیدھے سامنے جاکر کہو کہ۔۔۔ "یہ دل آپ کا ہوا" لیکن نہ جی تم نے تو ابھی ڈرامے کرنے ہیں۔ اچھی بھلی فلم کا ستیاناس کر دیا۔" اب کے صبا بھی تپ کر بولی۔ ووڈن بار (Wooden bar) کی دوسری طرف کا ماحول نہایت فسوں خیز تھا۔ ونڈو کے پاس دو کرسیوں کے ٹیبل پر ایک لڑکا بیٹھا موبائل ہاتھ میں پکڑے اس پر مصروف تھا' اس کے سامنے خالی پلیٹیں اس بات کا ثبوت تھیں کہ وہ کھانا کھا چکا ہے۔ صبا نے تاسف بھری نظروں سے پیاری کو دیکھا۔

"مجھے کیا پتا تھا کہ یہ اطلاع جھوٹی ہو گی۔۔۔" وہ بے دلی سے کرسی پر ڈھے گئی۔

"اب میں ایسے خالی پیٹ یہاں سے کہیں نہیں جاؤں گی۔۔۔" صبا نے جھک کر پاؤں میں پہنی چپل کو اتار کر سائڈ پر رکھا اور اس سے مخاطب ہوئی جو کبابش کے ماحول کو انتہائی بے دلی سے دیکھ رہی تھی اس کے چہرے پر پھیلی بے زاریت کو بھانپتے ہوئے کہا تو یک لخت ہی اس کے چہرے پر ابھرتی مسکراہٹ کو صبا نے حیرت سے دیکھا۔ پل بھر میں اس کے چہرے پر پھیلی مسکراہٹ مزید شوخ ہو چکی تھی۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں کھانا تو کھا کر ہی جائیں گے۔" دوسرے پل پیاری نے اس ٹیبل کی طرف اشارہ کیا جہاں ایک لڑکا بیٹھا موبائل پر مصروف تھا۔ اب وہاں ایک اور لڑکے کا اضافہ ہو چکا تھا۔

"اگر آج تمہاری اطلاع جھوٹی ہوتی نا تو۔۔۔" صبا اس کے آسودہ چہرے کی طرف دیکھ کر بولتے بولتے رکی تھی۔ کیونکہ ویٹر اب ان کا کھانا سرو کرنے لگا تھا۔ پیاز ٹماٹر' لیموں کے درمیان بھاپ اڑاتی مسالا فش نے اس کی بھوک میں کئی گنا اضافہ کیا تھا۔ وہ دونوں کھانے کے بعد اپنی باتوں میں مصروف تھے۔ اور صبا اور پیاری بھی مصروف ہو گئیں۔۔۔ پیاری وقتاً" فوقتاً" ان کے ٹیبل کی طرف نگاہیں جمالیتی جس پر صبا مسلسل اس کو ٹوک رہی تھی۔

"مجھے سمجھ نہیں آرہی ہم یہاں آئے کیوں ہیں۔۔۔" صبا نے آخری ٹکڑا منہ میں ڈالتے ہوئے کہا تو پیاری نے کندھے اچکائے۔

"کیا مطلب؟" اس کے ان تاثرات پر صبا نے غصیلی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"مطلب۔۔۔ کا تو مجھے مطلب نہیں پتا۔۔۔ لیکن خوشی بہت ہو رہی ہے اس کو سامنے دیکھ کر۔۔۔" وہ اس کی طرف دیکھ کر بولی۔ اور شاید اس کی نظروں کی ہی



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

تپش تھی کہ اسی لمحے شاہ زیب نے بھی اسے دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں ہلکی سی پہچان کی شائبہ۔ پیاری کی دھڑکن کو بے ترتیب کرنے کے لیے کافی تھی۔ یک لخت ہی اس نے نظریں ہٹالی تھیں اور شاہ زیب بھی پرسوچ انداز میں رخ موڑ گیا تھا۔ اور ذہن میں اس کو یاد کرنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ اور پھر اچانک ہی اسے یاد آگیا تھا کہ ویسٹ گیٹ شاپنگ سینٹر میں ٹکرانے والی لڑکی یہی تھی۔ اور اس نے اس کے رکشے والے سوال کو انجوائے کیا تھا۔ آج پھر اس کو یہاں دیکھ کر اس کو حیرت ہوئی تھی۔ لیکن اب وہ مکمل طور پر فائز کی طرف متوجہ ہو چکا تھا۔

"نہ ملاقات کی نہ بات... عجیب محبت ہے بھئی..." صبا اس کی طرف دیکھ کر بولی۔

"وہ محبت ہی کیا جو عجیب نہ ہو..." وہ ایک بار پھر شاہ زیب کو دیکھ کر بولی تو صبا نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا۔

"نہیں، نہیں یار میں بل پے کر دیتا ہوں..." دوسرے لمحے وہ شاہ زیب اور فائز کی تکرار کی طرف متوجہ ہوئی تھیں۔

"نہیں یار لایا میں ہوں یہاں تو بل بھی میں ہی پے کرتا ہوں نا..." فائز نے شاہ زیب کی آفر کو رد کرتے ہوئے والٹ نکالا۔

"ارے نہیں یار کوئی مسئلہ نہیں... میں نے پے کیے یا تم نے ایک ہی بات ہے نا۔" شاہ زیب نے ایک بار پھر اصرار کیا۔

"میم آپ کا بل۔" ویٹر کے آجانے پر وہ دونوں چونکی تھیں۔ ان کی "میں بل پے کروں گا تم رہنے دو" کی تکرار جاری تھی۔ پیاری نے اپنے بل کو دیکھا اور پھر صبا کو۔ جو بیگ اٹھانے کے لیے تیار تھی۔ دوسرے لمحے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ تو بل کا پیپر ہاتھ میں پکڑے کاؤنٹر پر جانے کے بجائے پیاری ان کے ٹیبل کی طرف بڑھی تو صبا نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"اگر اتنا ہی شوق ہے بل پے کرنے کا تو یہ بل پے کردیں..." وہ اپنا بل شاہ زیب کے سامنے ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولی۔ تو لمحہ بھر میں صبا بوکھلا گئی اور اس کی طرف بڑھی۔ لیکن وہ دونوں بھی بھونچکا ہو کر اسے دیکھنے لگے۔ لیکن بل ٹیبل پر رکھ کر وہ واپس پلٹ چکی تھی۔

"انڈیا یئے داد دے... اگر آپ کوئی سبزی ہوتے تو کون سی ہوتے؟" شاہ زیب ابھی تک نارمل نہ ہوا تھا سچویشن کو سمجھ ہی نہ پایا تھا کہ وہ دوبارہ پلٹ کر اس کی طرف دیکھ کر اس سے پوچھنے لگی تھی۔ صبا نے تو باقاعدہ اپنا سر پیٹ لیا تھا جبکہ فائز مشکوک نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیلی توری..." وہ مسکرایا تھا۔ اس نے چونک کر اسے دیکھا اور اس سے پہلے کہ وہ مزید کوئی بے وقوفی کرتی صبا نے اس کو جالیا اور دوسرے لمحے اس کو وہاں سے باہر لے آئی... جبکہ وہ اب سرشار انداز میں اس کے ساتھ چل رہی تھی... اور شاہ زیب اور فائز... یوں لگ رہا تھا جیسے کھانا تو ایک ٹیبل پر کھایا لیکن بل اپنا اپنا دیا۔

☆ ☆ ☆

"ویسے آپی آپ نے غلطی کی ہے۔ اتنے زبردست فنکشنز تھے مہندی اور شادی کے۔ بہت مزا آیا۔" سبرین ابھی ابھی شادی سے لوٹی تھی۔ اب ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی میک اپ ریموو کررہی تھی کہ مومنہ کمرے میں داخل ہوئی تو اس کے آئینے میں جھانکتے عکس کو دیکھتے ہوئے وہ پرجوش آواز میں اس کو احساس دلانے لگی تھی کہ اس نے شادی اٹینڈ نہ کر کے غلطی کی ہے۔

"میں نے کوئی غلطی نہیں کی... اور ویسے بھی اس تھوڑی سی انجوائے منٹ کے لیے میں اپنے خوابوں کی قربانی نہیں دے سکتی..." وہ اپنی بات پر قائم تھی۔

"شاہ زیب بھائی بہت پیارے لگ رہے تھے۔" سبرین نے اس کو ولیمے پر جانے کا لالچ دیا۔

"اچھا... ہم بھی تو کسی سے کم نہیں..." وہ اترائی تھی۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"اف او آپی آپ پر تو کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ پرانے وقتوں میں بھی تو چھپ چھپ کر ایک دوسرے کو دیکھ لیتے تھے نا۔" سبرین اب صحیح معنوں میں جھنجلا رہی تھی۔

"دیکھتے ہوں گے مجھے کیا پتا...." مومنہ نے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے لاپروائی سے اس کی بات کی تائید کی تھی۔

"تو کیا آپ کا دل نہیں کرتا شاہ زیب بھائی کو دیکھنے کا؟ چھپ چھپ کر۔" سبرین ابھی تک اس کی اس بات کو سمجھ نہ پائی تھی۔

"اور کیا شاہ زیب بھائی نے بھی نہیں کہا کہ وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں؟" سبرین اس کی طرف دیکھ کر اس سے پوچھنے لگی۔

"جو انسان آپ کی معمولی سی خواہش کا احترام نہیں کرسکتا وہ زندگی بھر کیا ساتھ نبھائے گا۔" مومنہ مسکرائی تھی۔

"کیا مطلب؟...." سبرین واقعی اس کی بات نہ سمجھی تھی۔

"ارے انہوں نے زندگی بھر ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ تو میں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ جب تک شادی نہیں ہو جاتی ملاقات پر پابندی ہے۔ اب اگر وہ میری یہ خواہش نہ پوری کرسکیں تو اپنا اعتبار کھو دیں گے...." مومنہ انتہائی غیر سنجیدگی سے اس کو بتا رہی تھی۔

"حد ہے آپی.... دنیا کو تو چھوڑو آپ تو خود ہی ظالم سماج کا بھرپور کردار ادا کر رہی ہیں۔"

"کچھ تو رحم کرو۔" سبرین اس کے انداز سے عاجز آچکی تھی۔

"تم فکر نہ کرو جانی.... ہم سب سنبھال لیں گے۔" مومنہ فلمی انداز میں بولی۔

"کیا میرا پوچھا تھا؟" مومنہ بیڈ پر پڑے ڈائجسٹ کو اٹھا کر اس کے صفحے پلٹتے ہوئے بظاہر انتہائی عام سے انداز میں اس سے پوچھنے لگی تھی۔ لیکن یہ وہی جانتی تھی کہ اس کے اندر کس قدر کھلبلی مچی ہوئی ہے۔

"کس نے؟" سبرین نے چونک کر اس کے مصروف انداز کو دیکھا تھا۔

"کسی نے بھی نہیں...." وہ قہر آلود نظروں سے اس کو گھور کر ڈائجسٹ کے مطالعہ میں مصروف ہو گئی اور سبرین ایک گہری نگاہ اس کے چہرے پر ڈال کر دوبارہ آئینے کی طرف مڑ گئی تھی۔

✡ ✡ ✡

"اس کے بارے میں، میں تمہیں کیا بتاؤں، کہاں سے شروع کروں؟ بس اتنا سمجھ لو اس جیسا میں نے آج تک کوئی دیکھا ہی نہیں، کبھی وہ معصوم ہے، تو کبھی شیطان، کبھی پاگل ہے تو کبھی جینئیس ہے، کبھی غصے سے بہت ڈانٹ دیتا ہے تو کبھی الٹے سیدھے چہرے بنا کر ہنسا دیتا ہے۔ کبھی کبھی بچوں سے بھی زیادہ ضدی ہے تو کبھی کبھی ایک پیارا سا ساتھی۔ وہ کیا ہے اور کیا نہیں، میں کبھی بھی شبدوں میں اسے ڈھال نہیں پاتی۔ پر پتا نہیں کیوں مجھے ایسا لگتا ہے کہ.... اب اس کے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہو جائے گی۔"

"دل تو پاگل ہے.... او مائی گاڈ.... پیاری قسم سے آئی ول کل یو...." صبا اپنے بے ساختہ قہقہے پر قابو پاتے ہوئے چیونگم چباتی اپنے ازلی الہڑپن سے اس کے ساتھ ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی مزے سے مسکرا رہی تھی۔

"تو پتا چل گیا نا وہ کیسا ہے؟" وہ فرضی کالر جھاڑ کر شاہانہ انداز میں اداب بجا لاتی، اس سے پوچھ رہی تھی۔

"اففف.... کتنی فلمی ہو نا.... اتنا سب یاد کیسے رہتا ہے؟"

"او ہیلو میڈم زیادہ ایمپریس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ آخری لائن میرے اپنے دل کی آواز ہے۔" وہ مصنوعی غصے سے اسے گھورتے ہوئے اس کو بتانے لگی تھی۔

صبا کو اپنی کزن کے لیے پھول اور گفٹ لینے تھے، اس لیے وہ دونوں گفٹ شاپ آئے تھے۔

"یار تھکا دیا تم نے تو...." تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے کی



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

مغز کھپائی کے بعد بالآخر صبا کو گفٹ پسند آہی گیا تھا۔ جو اس کے بجٹ اور اس کی کزن کی پرسنالٹی کے عین مطابق تھا۔ وہ دونوں اب گاڑی میں آکر بیٹھی تھیں۔

"سوری یار کیا کروں بہت اسپیشل اور تھوڑی ماڈرن کزن ہے میری۔ آسانی سے کوئی چیز پسند نہیں کرتی ہے اور ہمیشہ برینڈڈ چیزیں لیتی ہے۔ پہلے تو میں اس کو گفٹ واؤچر دے دیتی تھی' اب کی بار سوچا کچھ لے کر دوں اور مجھے پوری امید ہے کہ یہ بیگ اس کو پسند آئے گا۔" صبا نے اس کو اس خواری کی اصل وجہ بتائی تو وہ گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

"چلو بھئی اب جلدی سے پھول بھی سلیکٹ کرلینا۔" پیاری بصد اصرار صبا کو ہٹو ویلج لے کر آئی تھی۔

"ہاں پھول لینے میں تو اتنی دیر نہیں لگے گی۔" صبا مسکرا کر بولی اور وہ دونوں فلاور شاپ سے اندر چلی گئیں۔ صبا پھول سلیکٹ کرنے لگی۔ جبکہ وہ اس پھولوں کی وادی میں گھومنے لگی۔ رنگ برنگ پھول' بہت سی قسم کے پھولوں نے اس کی ساری توجہ سمیٹ رکھی تھی۔ خراماں خراماں چلتی وہ پھولوں کی نرم و نازک پتیوں کو چھوتی جارہی تھی۔ وائٹ للیز' سفید' گلابی' پیلا گلاب' ٹیکے۔ اک خواہش نے انگڑائی لی کہ کاش یہ پھول اس پر نچھاور کیے جائیں۔ ابھی وہ صرف ایک حصے میں ہی گھومی تھی کہ صبا ہاتھ میں مختلف قسم کے پھولوں کا ٹیکے پکڑے اس کو ڈھونڈتی ہوئی اس تک پہنچی تھی۔

"تم نے جھوٹ بولا تھا نا۔۔۔" پیاری پھولوں میں محو تھی کہ صبا کی شکایتی آواز پر چونک کر اسے دیکھا۔

"کیا مطلب' کون سا جھوٹ؟" اس نے نا سمجھ آنے والی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

"آؤ ادھر۔۔۔" صبا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو اپنے ساتھ لیے ایک دوسری رو (Row) کی طرف بڑھی' جہاں لگے پھولوں نے اس کو مزید خوشی سے دوچار کیا تھا۔ اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"وہ کون ہے؟" صبا نے رو کے آخری سرے کی طرف اشارہ کیا' جہاں باسکٹ میں گلاب کے پھولوں کے ڈھیر سارے ٹیکے' کے ساتھ اورینج للیز کا بنچ پکڑے شاہ زیب مزید پھولوں کی تلاش میں سرگرداں تھا۔ پیاری نے دونوں ہاتھوں سے اپنا دل تھاما تھا۔ اور چہرے پر دلکش مسکراہٹ اس کے دل کی کیفیت کو صاف ظاہر کررہی تھی۔ "قسم سے مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ یہاں ہیں۔" وہ صبا کی مشکوک نظروں کو دیکھتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

"مجھے یقین نہیں۔۔۔" صبا نے اس کے یک لخت تبدیل ہوتے موڈ کو گہری نظر سے دیکھا۔ "خدا کی قسم یہ ایک حسین اتفاق ہے۔" اس کا انگ انگ اس لمحے مسکراتا ہوا محسوس ہورہا تھا۔ مسکرا کر صبا کو اپنی لاعلمی کا یقین دلانے لگی۔ لیکن وہ ابھی تک بے یقین تھی۔

"کیا خیال ہے؟ مسٹر کو اپنی موجودگی کا احساس دلایا جائے؟" پیاری نے آنکھ دبا کر صبا کو دیکھا تھا۔

"مرنے کا ارادہ ہے کیا؟" وہ اسے باز رکھنے لگی۔

"محبت میں مرجانے کو ہی جینا کہتے ہیں۔" پیاری ڈائیلاگ مارتی ہوئی اس کی جانب بڑھی تو صبا نے بے اختیار اپنا سر پیٹ لیا۔

"ہیلو۔۔۔" اس نے شیلف میں لگے پھولوں میں سے سرخ پھولوں کا بنچ اٹھایا تھا اور اس کے پاس آکر رکی تھی۔

"او ہیلو۔۔۔" وہ یک دم چونک کر اس کی طرف دیکھنے لگا تھا اور پل بھر میں ہی اس کے چہرے کا احاطہ کرتی مسکراہٹ نے اس پر واضح کردیا کہ اس نے پہچان لیا ہے۔

"اگر میں اپنا ہاتھ آپ کے سامنے رکھوں اور کہوں کہ اس پر ایک لفظ لکھیں تو وہ ایک لفظ کون سا ہوگا؟" اس نے سوال کرتے ساتھ ہی اپنا ہاتھ اس کے سامنے کیا۔ تو وہ دلکش مسکراہٹ کے ساتھ اپنے کوٹ میں لگا پین نکالنے لگا۔ اس کے چہرے پر مسکراہٹ اور صبا کے چہرے پر الجھن تھی۔ دوسرے لمحے وہ اس کے پھیلائے ہاتھ پر کچھ لکھ رہا تھا۔ اس کی نظریں اس کی جھکی نظروں کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ لکھ کر اپنے پھولوں کو



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

# پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

| | | | |
|---|---|---|---|
| عُمیرہ احمد | صائمہ اکرام | عُشنا کوثر سردار | اشفاق احمد |
| نمرہ احمد | سعدیہ عابد | نبیلہ عزیز | نسیم حجازی |
| فرحت اشتیاق | عفت سحر طاہر | فائزہ افتخار | عنایتُ اللّٰہ التمش |
| قُدسیہ بانو | تنزیلہ ریاض | نبیلہ ابر راجہ | ہاشم ندیم |
| نگہت سیما | فائزہ افتخار | آمنہ ریاض | مُمتاز مُفتی |
| نگہت عبدُاللّٰہ | سباس گُل | عنیزہ سید | مُستنصر حُسین |
| رضیہ بٹ | رُخسانہ نگار عدنان | اقراء صغیر احمد | علیمُ الحق |
| رفعت سراج | اُمِ مریم | نایاب جیلانی | ایماے راحت |

# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

اٹھا کر وہاں سے چلا گیا تھا۔

"دیکھو۔ دیکھو کیا لکھا ہے؟" وہ ہپناٹائز ہو چکی تھی' صبا ان کے درمیان کے کوئی پانچ' چھ فٹ کے فاصلے کو ایک ہی جست میں پار کر کے مومنہ کے پاس آکھڑی ہوئی اور اس کے ہاتھ کو پکڑتے ہوئے اس سے پوچھنے لگی۔ جو دنیا جہان سے بے گانہ انداز میں کھڑی پھولوں کو بازو میں دبوچ کر سینے سے لگائے ہاتھ کو تھامے کھڑی تھی کہ اس کی آمد پر چونکی اور ہاتھ کی انگلیوں پر اس کے ہاتھ کے لمس کو محسوس کرتی ہتھیلی پر جگمگاتے اس لفظ کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"محبت۔" یہ وہ لفظ تھا جواب اس کو چونکا رہا تھا۔

"اہم۔ اہم۔ لگتا ہے آگ دونوں طرف برابر لگی ہے۔" صبا نے اس کے جگمگاتے چہرے پر ابھرتی چند الجھن آمیز لکیروں کو بغور دیکھ کر کہا۔

"تم گاڑی تک چلو' میں بل پے کر کے آتی ہوں۔ کیا یہ پھول لینے ہیں؟" صبا نے اس کو گاڑی کی طرف چلنے کا کہا اور اس کے ہاتھ میں پکڑے بوکے کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ پے منٹ کر دے گی۔

"لینے نہیں دینے تھے۔ لیکن اب دیر ہو گئی ہے۔" وہ پھول واپس شیلف میں رکھتے ہوئے قدرے سنجیدگی سے بولی اور ایک بار پھر اپنی ہتھیلی کو نہایت غور سے دیکھا اور مٹھی بھینچ لی۔

"جلدی آنا۔" ایک نظر صبا کو دیکھ کر وہ باہر کی جانب بڑھ گئی اور صبا پھولوں کی پے منٹ کے لیے کاؤنٹر کی طرف چلی گئی۔

☼ ☼ ☼

"کیا ہوا ہے؟" صبا واپس آئی تو وہ گم صم سی بیٹھی دونوں ہاتھ گود میں رکھے نظریں ہتھیلی پر چسپاں "محبت" پر جمی تھیں۔

"نہ جانے کیوں شک ہو رہا ہے۔" وہ اس کی طرف دیکھے بنا بولی۔

"شک؟ کیا مطلب۔ کیسا شک؟" صبا واقعتاً" حیران ہوئی تھی۔ "مجھے اس لفظ کو دیکھ کر ایسا لگا جیسے وہ جانتے تھے کہ یہ ہتھیلی کس کی ہے۔" مومنہ نے اپنی ہتھیلی پر لکھے لفظ "محبت" کو اپنی پوروں سے چھوتے ہوئے اپنے خدشات کو الفاظ دیے۔

"کیا مطلب۔ کیسے؟" صبا بھی اب چونکی تھی۔

"اگر ہم کڑیاں ملائیں نا۔" "میں پنکھ لگا کر آیا۔" "یہ میرا فیورٹ جملہ ہے تو یہ انہوں نے کسی انجان کو کیوں کہا؟" "دیسی توری" مجھے پسند نہیں ہے اور مجھے دیسی توری کہتے ہیں۔ میرے پرانے خیالات کی وجہ سے۔ ایک انجان لڑکی کو وہ یہ کیوں کہیں گے؟ مومنہ کڑیاں ملا رہی تھی اور صبا چہرے پر مسکراہٹ سجائے اسے دیکھے جا رہی تھی۔

"لگتا ہے تمہاری مکمل "ارینج میرج" "لو میرج" میں بدلنے لگی ہے۔" صبا کھلکھلا کر ہنسی تھی۔

"اور تم کو تو خوش ہونا چاہیے کہ تم نے اپنی خواہش پوری کر لی۔ اب آپ سب سے کہہ سکو گی کہ تمہاری بھی "لو میرج" ہوئی۔" صبا اب اس کو تنگ کرنے لگی تھی۔

"یار عجیب تماشا ہے۔" وہ جھنجلائی تھی۔

"کیا ہوا؟" صبا نے متعجب نظروں سے اس کی الجھن کو دیکھا تھا۔

"اچھی بھلی ارینج میرج ہو رہی تھی۔ خواہ مخواہ ہی اس محبت کے چکر میں پڑ گئی۔ شادی کے بعد پیار بھی ہو ہی جاتا ہے۔ اور۔"

"اور اگر شادی کے بعد نہ ہو تو دو' چار بچوں کے بعد تو لازمی ہو جاتا ہے۔" صبا نے اس کی بات کاٹ کر شریر انداز میں اس کو چھیڑا تھا۔

"دفع ہو جاؤ بدتمیز عورت۔" مومنہ بلش ہوئی' اس کو ڈانٹنے لگی تھی۔

"ہاہاہا۔ صبا کا قہقہہ گاڑی میں گونجا۔ "ویسے میں سوچ رہی ہوں کہ جب شاہ زیب کو پتا چلے گا کہ جگہ جگہ ان سے ٹکرانے والی اور اوٹ پٹانگ سوال پوچھنے والی درحقیقت ان کی منگیتر ہے تو ان کا ری ایکشن کیا ہو گا؟" صبا نے ایک بار پھر اس کے ہوش اڑائے تھے۔

"یار۔ مجھے بھی تو اب یہ ہی ٹینشن ہو رہی ہے۔



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

www.paksociety.com

لیکن تم تو جانتی ہو نا میرے اس طرح ان سے ٹکرانے کے پیچھے ان کو آزمانا یا کسی قسم کا افیئر چلانا نہیں تھا۔ یہ سب محض میں اپنی خواہش پوری کر رہی تھی۔" مومنہ نہ جانے کیوں گھبرا رہی تھی اور اب صبا کو گواہی کے لیے تیار کر رہی تھی۔

"ڈونٹ وری... اگر تم کو ایسی کسی بے یقینی کی سچویشن کا سامنا کرنا پڑا نا تو میں حاضر ہو جاؤں گی۔" صبا نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو تسلی دی۔ اور گاڑی سے اتر کر دونوں گھر میں داخل ہو گئیں۔

☆ ☆ ☆

رمضان کا چاند نظر آگیا تھا اور شیطان کو قید کر دیا گیا تھا۔ برکتوں، رحمتوں کا مہینہ ایک سکون کی بھی علامت ہے۔ رمضان کے مبارک مہینے کا آغاز بھی بہت سے عہد باندھ کر کیا گیا۔ وہ بھی دل لگا کر عبادتوں میں مصروف ہونے لگی تھی۔ نماز، تراویح، تسبیح اور بہت سی عبادتیں، جو اللہ تعالیٰ کو مزید مہربان کرے۔ وہ مشغول تھی۔ سحری تو گل ناز بیگم خود بناتی تھیں، لیکن افطاری کی تیاری مومنہ اور سبرین کے ذمہ تھی۔

دن گزرتے جا رہے تھے اور الحمد للہ رمضان بھی اب اپنے اختتام کی طرف گامزن تھا۔ اس سارے عرصے میں مومنہ کی شاہ زیب سے کوئی بات نہ ہوئی تھی اور یہ بھی اسی کی ایک خواہش کا حصہ تھا کہ اب چاند رات کو ہی ملاقات ہوگی۔ آخری عشرہ شروع ہو چکا تھا۔ دونوں بہنوں کو جہاں اپنی اپنی عیدی کا انتظار تھا وہاں خود بھی عید کے کپڑوں کے لیے شاپنگ کرنے کے پلان بنانے لگیں۔

"آپی جان..." مومنہ افطاری کی تیاری میں مصروف تھی۔ پکوڑوں کے لیے پالک اور پیاز کاٹ رہی تھی کہ سبرین کچن میں داخل ہوئی، تو اس کے پکارنے پر مومنہ نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"آپ کے لیے ایک بہت زبردست نیوز ہے۔" سبرین نے شریر نظروں سے اسے دیکھا۔ "کیا مطلب، کیسی نیوز..." وہ کچن ٹاول سے ہاتھ صاف کرنے لگی تھی۔

"عالیہ آنٹی کی کال آئی ہے کہ شاہ زیب بھائی کی خواہش ہے کہ چاند رات کو آپ دونوں کا نکاح کیا جائے۔" سبرین نے بالآخر نیوز بریک کر ہی دی۔

"واٹ..." سبرین کی توقع کے عین مطابق مومنہ کے ہوش اڑ گئے۔

"چاند رات پر نکاح... مطلب تین دن بعد؟" مومنہ کو یقین نہ آ رہا تھا۔

"جی بالکل... غالباً" تین دن ہی بنتے ہیں۔" سبرین ابھی تک اس کی اڑی رنگت سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

"بندہ صلاح ہی مار لیتا ہے۔" مومنہ ابھی تک یقین نہ کر پائی تھی۔

"ہو سکتا ہے شاہ زیب بھائی نے سوچا ہو، شیر کا شکار کرتے ہیں، صلاح مارنے کو چھوڑو۔"

سبرین آنکھ کا کونا دبا کر اس کو زچ کرتی ہوئی بولی۔

"بکواس مت کرو... تم ذرا یہ پکوڑے اس میں ڈالو... میں آتی ہوں۔" سبرین کا جواب سنے بغیر وہ کچن سے نکل گئی تھی تو چار و ناچار سبرین کو اب پکوڑے بنانے پڑے۔

☆ ☆ ☆

"اُفف... ایک بار اٹھا لیں... ایک بار تو اٹھا لیں... پلیز فون تو اٹھا لیں۔" وہ بار بار اس کا نمبر ڈائل کرتی، ساتھ ساتھ بڑبڑا رہی تھی، لیکن وہ تھا کہ اس تک اس کی آواز ہی نہ پہنچ رہی تھی۔

"آپ نے اچھا نہیں کیا۔ بہت بڑی ناانصافی ہے یہ..." جب کافی مرتبہ کال کرنے کے بعد وہ ناکام ہوئی تو شاہ زیب کی طرف ٹیکسٹ میسج سینڈ کر دیا۔

"ہیلو صبا... یار بڑی گڑبڑ ہو گئی ہے۔" اس کو میسج سینڈ کر کے مومنہ اب صبا سے بات کرنے لگی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟" ادھر صبا بھی افطاری میں مصروف تھی کہ اس کی متفکر آواز پر چونک کر پوچھا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"موصوف نے چاند رات کو نکاح کی فرمائش کر ڈالی ہے۔" مومنہ کو سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ اس خبر سے خوش ہے کہ پریشان۔۔۔

"تمہیں کیا؟ ریئلی۔۔۔؟" صبا کو بھی یقین نہ آیا تھا۔

"ہاں نا۔۔۔" مومنہ نے تصدیق کر دی۔

"ہائے اللہ میں نے تو عام سا سوٹ سلوایا تھا' اب کہاں ٹائم ہے مزید شاپنگ کا۔" صبا نے تو اس کی فکر اور ٹینشن کو کوئی اہمیت ہی نہ دی۔

"تمہیں اپنی شاپنگ کی فکر ہے؟" مومنہ کا خونخوار لہجے میں کیے گئے سوال پر صبا حیران ہوئی تھی۔

"ہاں تو اب اور کس چیز کی فکر ہے؟ بھئی انوائٹ تو کرو گی نا؟" صبا الماری سے گلاس نکال کر ٹیبل پر رکھتے ہوئے یک دم رک گئی تھی۔

"تمہیں میری ٹینشن کی تو کوئی پرواہی نہیں ہے نا۔" مومنہ نے دانت پیس کر کہا۔

"تم کو کس بات کی ٹینشن ہے؟" صبا کی حیران کن آواز نے مومنہ کو سٹپٹا دیا۔

"ایک عجیب سی شرمندگی نے آگھیرا ہے۔ شاہ زیب اگر سمجھ گئے ہیں تو کیا سوچ رہے ہوں گے۔" مومنہ اب الجھن کا شکار ہو رہی تھی۔

"ارے یار کوئی بات نہیں ٹی پونٹھیو۔۔۔ اور یہ تو وہ بھی جانتے ہیں نا کہ تمہارا مقصد کوئی غلط نہ تھا اور دن میں ہم کتنی بار کتنے ہی لوگوں سے ٹکرا جاتے ہیں' دو پل رک کر ان سے بات بھی کر لیتے ہیں۔ تم خواہ مخواہ ہی ٹینشن لے رہی ہو۔" صبا نے اس کو تسلی دی تھی۔

"ہوں۔۔۔ کہہ تو صحیح رہی ہو' لیکن۔۔۔" مومنہ ابھی تک تذبذب کا شکار تھی۔ "لیکن کو چھوڑو اور ملن کے گیت گاؤ۔" صبا نے اس کو چھیڑا تھا۔

"اچھا افطاری کا ٹائم ہو رہا ہے۔ تو اب تمہارے نکاح پر ملاقات ہوگی۔" صبا نے ایک بار پھر اس کو چھیڑا اور اس نے مسکرا کر اللہ حافظ بول کر فون بند کر دیا اور اب دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ اپنی ہتھیلی کو دیکھنے لگی۔ جہاں ابھی تک محبت کا لمس باقی تھا۔۔۔ بلکہ دن بہ دن گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ سبرین سے لی گئی مہندی کی کون سے تین دن وہ اس لفظ کو مزید گہرا کر دیا کرتی رہی تھی۔ ارادہ شاہ زیب سے ملاقات تک اس لمس کو برقرار رکھنے کا تھا۔ لیکن اب۔۔۔ وہ۔۔۔ اس کی طرف سے اس اعلان پر حیران تھی۔

"اب صرف چاند رات کا انتظار ہے۔۔۔ اور یہ ناانصافی نہیں محبت ہے' صرف محبت۔" وہ افطاری کے لیے کچن کی طرف بڑھی تھی کہ موبائل پر شاہ زیب کی طرف سے آنے لگے میسج نے اس کی دھڑکنوں کو منتشر کر دیا۔ وہ مسکرائی تھی۔ نہایت دلکش مسکراہٹ کے ساتھ وہ باہر نکل گئی۔ ہاں اب اس کو بھی "چاند رات" کا انتظار کرنا تھا۔

☼ ☼ ☼

انتیسواں روزہ شروع ہو چکا تھا۔ تین دن پہلے سبرین نے جو نیوز بریک کی تھی ان تین دنوں میں ہوئی ہلچل' تیاری اور چھیڑ چھاڑ نے اس کے سچ ہونے پر مہر ثبت کر دی تھی۔ وہ بے چین و مضطرب انداز میں ادھر ادھر گھوم پھر رہی تھی۔ دماغ کہتا تھا کہ ایک دن اور مل جائے اس انجانی سی شرمندگی کا سامنا کرنے کے لیے خود کو تیار کرنے کے لیے اور دل تھا کہ۔۔۔ چاند رات کے انتظار میں مسلسل دعائیں مانگ رہا تھا۔

"تم ایسا کرو یہ سمو سے تل دو' میں ابھی تیار ہو کر آتی ہوں۔" مومنہ نہ جانے کیوں جھنجلا کر بولی تو سبرین "کھی کھی" کرنے لگی۔

"بڑی جلدی ہے تیار ہونے کی۔" وہ اس کو چھیڑتے ہوئے بولی۔

"جی نہیں۔۔۔ پہلے چاند تو نظر آنے دو۔۔۔ اور افطاری تو ہونے دو۔" وہ مسکرا کر بولی۔

"آپ کا چاند تو شاہ زیب بھائی کے آنے کے بعد ہی نظر آئے گا نا۔" سبرین نے بڑی گہری نظر سے اسے دیکھا تھا۔

"ہاں ہاں تو اور کیا۔۔۔" مومنہ نے اس کو گھور کر ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"ویسے کیا خیال ہے تمہیں بھی نہ چاند دکھا دیا



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

جائے؟" اب کے مومنہ نے بھی شرارت کی تھی۔
"ارے آپا جان ہم تو چاند دیکھتے ہی رہتے ہیں نا۔ اصلی "عید کا چاند" تو آپ کا ہو گا نا۔" سبرین کہاں باز آنے والی تھی یک دم وار کیا تھا۔
"درست فرمایا۔" مومنہ نے مسکرا کر اس کی بات کی تائید کی تھی۔ اور پھر وہ رات چاند رات بن گئی۔ انتیس روزے کی افطاری کے بعد شوال کے چاند کا اعلان ہو گیا تھا۔ کل عید تھی۔ صبا بھی آگئی تھی صبا اور سبرین اس کی تیاری میں مدد کے ساتھ ساتھ اس کو مزید نروس کیے جا رہی تھیں۔
شاہ زیب اپنی فیملی کے ساتھ مومنہ کی عیدی اور مٹھائی کے ٹوکرے اور پھول لیے وارد ہو چکے تھے۔
مومنہ گرین اسٹائلش فراک زیب تن کیے' نفاست سے کیے گئے میک اپ اور جدید انداز میں بالوں کو سیٹ کیے سادگی کے باوجود نہایت دلکش لگ رہی تھی۔ دونوں کلائیاں چوڑیوں سے بھری تھیں۔ ہاتھوں پر مہندی سے خوب صورت ڈیزائن صبا کی مہارت کا منہ بولتا ثبوت پیش کر رہے تھے۔ خوب ہلا گلا تھا۔ مومنہ پر ریڈ کلر کی بڑی سے نہایت نفیس چادر ڈالی گئی' کیونکہ مولوی صاحب حاضر ہو رہے تھے۔
"نکاح کی اجازت ہے۔" مولوی صاحب نے پوچھا تو اس نے دھڑکتے دل کے ساتھ سر اثبات میں ہلایا۔ اور پھر اگلے چند لمحوں میں وہ "مومنہ شاہ زیب" بن گئی۔ ہر طرف مبارک باد کا شور بلند ہوا۔
"سنو۔۔۔ شاہ زیب نے ملاقات کا کہا ہے۔" صبا نے اس کو سرگوشی میں بتایا تو اس کا اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا تھا۔
"نہیں یار۔۔۔ رہنے دو۔" وہ اپنے ٹھنڈے ہاتھوں سے اس کا ہاتھ پکڑ کر بولی۔
"صدقے جاؤں اب انکار کی کوئی صورت نہیں ہے۔" صبا نے اپنا ہاتھ چھڑا کر اسے زچ کیا تھا۔
"مگر وہ۔۔۔" مومنہ صحیح معنوں میں اب گھبرا رہی تھی۔
"ہر لڑکی پر یہ وقت آتا ہے میری جان۔۔۔" صبا نے اس کا مذاق اڑایا۔
"دفع ہو جاؤ۔۔۔" مومنہ نے اپنی پوزیشن کا خیال کیے بنا دانت پیس کر اسے ڈانٹا تھا تو وہ کھلکھلا کر ہنس دی اور۔۔۔ پھر۔۔۔ وہ گھڑی آگئی تھی جس نے پچھلے تین دن سے اس کا خون سکھا رکھا تھا۔ وہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ شاہ زیب کمرے میں داخل ہوا۔ قدموں کی آواز پل پل اس کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اس کی دھڑکنیں شور مچائے جا رہی تھیں۔ ہاتھ ٹھنڈے یخ ہو چکے تھے۔ جسم ٹھنڈے پسینوں میں ڈوبا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔
"السلام علیکم۔۔۔" وہ بولی تو تھی' لب بھی ہلے تھے' لیکن آواز کہیں اندر ہی دب کر رہ گئی تھی۔ شاہ زیب زیر لب مسکرا رہا تھا۔ ہاتھ بڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑا۔ "اچھی لگ رہی ہو۔" اس کے جھکے سر کے باوجود شاہ زیب نے تعریف کی تو دوسرے پل یک لخت مومنہ نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ شاہ زیب کی نظر اس کے ہاتھ پر جمی تھیں۔ اس کے ماتھے پر پرسوچ لکیریں ابھریں۔۔۔ تو اس نے مومنہ کو دیکھا۔
"او۔۔۔ ہو۔۔۔" اس کی او ہو۔۔۔ خاصی معنی خیز تھی۔ اس کے ہاتھ کی ہتھیلی پر مہندی سے لکھے گئے لفظ محبت کو وہ پہچان چکا تھا۔
"تم۔۔۔ تمہیں وہ۔۔۔" وہ نظریں اس پر جمائے پوچھنے لگا تو اس کے ہاتھ میں مومنہ کا ہاتھ لرزہ تھا۔
"و۔۔۔ وہ۔۔۔ مم۔۔۔ میں۔۔۔ نہیں۔۔۔" مومنہ کا رنگ فق ہونے لگا تھا۔
"ہاہاہا۔۔۔" دوسرے پل شاہ زیب کا قہقہہ اس کو چونکا گیا۔
"آپ کو پتا تھا نا کہ میں ہوں۔" اس کے تاثرات نے مومنہ کے ڈر کو زائل کر دیا تھا۔
"نہیں۔۔۔ بس شک تھا۔۔۔" شاہ زیب صاف گوئی سے بولا۔
"مطلب میرا شک صحیح تھا۔" مومنہ ایک دم اپنی پرانی جون میں واپس پلٹی تھی۔
"کون سا شک؟" شاہ زیب نے حیرت سے اس کو



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

دیکھا۔

"یہ ہی کہ آپ کو پتا ہے کہ جو لڑکی آپ سے سوال پوچھتی ہے وہ میں ہوں۔" مومنہ نے اپنے شک کی وضاحت کی۔

"نہیں مجھے صرف ایک دفعہ خیال آیا تھا کہ شاید تم ہو... لیکن پھر... اپنے ہی خیال کو جھٹک دیا تھا۔" شاہ زیب ابھی تک اس کا ہاتھ پکڑے ہوئے اس کو وضاحت دینے لگا تھا۔

"اچھا..." شاہ زیب نے اس کی ہتھیلی پر لکھے لفظ کو اپنی پور سے چھوا تو وہ نروس ہونے لگی۔

"چاند رات پر نکاح... یہ تو طے نہیں ہوا تھا۔" مومنہ اپنا ہاتھ کھینچ کر شکایتی انداز میں بولی۔

"میں نے سوچا پہلی بار ملیں گے تو ملن ادھورا نہ ہو..." وہ گمبھیر لہجے میں اس کو نظروں کے حصار میں لے کر بولا۔

"کیا مطلب..." مومنہ نے اسے گھورا تھا۔

"ویسے میرا پہلی کا چاند تو "چودھویں کے چاند" کو بھی مات دے رہا ہے۔" شاہ زیب نے ایک بار پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کی چوڑیوں کو چھیڑا تھا۔ مومنہ یک دم ہی سرخ پڑ گئی۔

"جی نہیں..." اب کے وہ ہاتھ چھڑا نہ پائی۔

"محبت برسا دینا تو... ساون آیا ہے۔" اس سے پہلے کہ مومنہ کچھ کہتی شاہ زیب کے ہاتھ میں پکڑے موبائل سے آواز آنے لگی۔ اس نے چونک کر اسے دیکھا تو وہ مسکرا رہا تھا۔ ایک معنی خیز مسکراہٹ اس کو نروس کرنے کے لیے کافی تھی۔

"تیرے اور میرے ملنے کا موسم آیا ہے۔" وہ اپنا ہاتھ چھڑانا چاہ رہی تھی کہ گانے کے بول اس کی دھڑکنوں کو مزید بے لگام کرنے لگے۔

"سب سے چھپا کے تجھے سینے سے لگانا ہے۔" اس سے پہلے کہ یہ گانا مزید چلتا مومنہ نے دوسرے ہاتھ سے اس کا موبائل چھین لیا۔ جبکہ شاہ زیب نے اس کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا اور نظریں اس کی جھکی نظروں اور سرخ چہرے پر جمی تھیں۔

"کیا یہ تمہارا خواب نہیں تھا۔" مسکراہٹ دباتے ہوئے وہ اس سے پوچھ رہا تھا۔

"جی نہیں..." وہ انکار کر رہی تھی۔

"میری طرف دیکھ کر کہو..." وہ بضد ہوا۔

"ارے... ارے... رکو تو..." وہ اپنا ہاتھ چھڑانے میں کامیاب ہو گئی تھی۔ دوسرے پل وہاں سے بھاگی۔ شاہ زیب نے اسے پکارا، دروازے تک پہنچ کر اس نے پلٹ کر دیکھا۔

"چاند رات کی مبارک تو دینے دیتی نا۔" شاہ زیب منہ بسور کر کہہ رہا تھا۔

"مبارک پہنچ گئی آپ کی طرف سے..." وہ واپس پلٹ گئی۔

"اچھا سنو تو نا..." وہ اس کی جانب بڑھا تھا۔

"ہمت ہے تو کل رخصتی کروالیں اور سناتے رہنا پیاری غزلیں۔" وہ بے دھیانی میں بہت کچھ کہہ گئی تھی۔ شاہ زیب کے قہقہے نے اس کو احساس دلا دیا تھا کہ اس کی فرمائش کیا ہے۔

"عید مبارک جاناں... رخصتی بھی کروالیتے ہیں۔" شاہ زیب ایک ہی جست میں اس تک پہنچا تھا۔

"نہیں نہیں..." وہ چلائی تھی۔

"اب آپ کی خواہش ہماری بھی خواہش..." اس سے پہلے کہ شاہ زیب کوئی شرارت کرتا، وہ وہاں سے بھاگ گئی تھی۔

"عید مبارک" بھاگتے ہوئے زیر لب بولی... اور مسکراتی ہوئی سب کے درمیان جا بیٹھی۔

چاند رات پر ہی ان کی "عید" ہو گئی تھی۔

☆ ☆



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ناولٹ

رابعہ افتخار

# تم آؤ تو عید کریں

کوئی موسم ہو وصل و ہجر کا
ہم یاد رکھتے ہیں
تیری باتوں سے اس دل کو
بہت آباد رکھتے ہیں۔۔۔۔

ہوا کے دوش پر کھڑکی کے ساتھ رکھے میز پر دھرے کاغذ پھڑپھڑانے لگے تھے۔ اس نے کھڑکی سے آتی ہوا کے تازہ جھونکے کو گہری سانس کے ذریعے اندر اتار تھا۔

"تمہاری خوشبو اب تو مجھے آفس میں بھی مدہوش کیے رکھتی ہے۔" کوئی سرگوشی سی ابھری۔۔۔ اس کی آنکھوں سے آنسو نکلے اور کاغذوں میں جذب ہونے لگے۔

"تم جانتی ہو نمرہ' تمہارے آنسو مجھے اچھے نہیں لگتے غصہ آتا ہے خود پر۔۔۔ میری وجہ سے تمہارا دل دکھا اور اتنی پیاری آنکھوں سے آنسو نکلے۔۔۔ مرد کی بزدلی اور کمزوری ہوتی ہے۔ جب وہ عورت کے آنسوؤں کی وجہ بنتا ہے۔"

وہ گمبھیر آواز میں محبت بھری باتیں' اس کا دماغ سن سا ہو گیا تھا' ہوا میں شدت آگئی تھی۔ کھڑکی کے پٹ آپس میں ٹکرانے لگے تھے' اس نے جیسے ہوش میں آکر اردگرد کا جائزہ لیا' سارا کمرہ کاغذوں سے بھرا تھا' لان سے اکاد کا آوارہ پتے بھی آگئے تھے۔ کھڑکی کے پٹ بند کر کے وہ کمرے کا پھیلاوا سمیٹنے لگی تھی' ذرا فاصلے پر کارپٹ پر رکھے فلور کشن پیچھے دھکیلے تو وہ تصویر ہاتھ آگئی جو اب اس کے پاس "سلطان" کا متبادل تھی۔ یوں تو وہ اس کی ایک شرٹ اٹھا لائی تھی تاکہ اس کے ہونے کا احساس رہے۔۔۔ اس تصویر میں وہ اس کے شانے پر ہاتھ پھیلائے بہت محبت سے جھک کر اس کی طرف دیکھ رہا تھا اور وہ اس کی نظروں سے قطعی بے نیاز آئس کریم کھانے میں محو تھی۔

"یہ تصویر کس نے لی سلطان؟ اور آپ مجھے اتنے فلمی اسٹائل میں دیکھ رہے ہیں اور میں ہوں کہ ندیدوں کی طرح آئس کریم کھا رہی ہوں۔" وہ خفا ہوئی تھی۔

"تمہیں پتا ہے نمرہ' مجھے تمہارا یہ ہی انداز پسند ہے' تم اندر باہر سے ایک جیسی ہو اور یہ جو بچوں کی طرح تمہاری مجھ سے چھوٹی چھوٹی فرمائشیں ہوتی ہیں نا' بہت اچھی لگتی ہیں مجھے 'سلطان آئس کریم دلا دیں' سلطان شوارما کھلا دیں۔۔۔ مجھے لگتا ہے کہ میرے پاس میری کمائی کا بہترین مصرف "تم" ہو۔ اس کی تو ہر بات میں محبت تھی۔"

"اچھا تو پھر۔۔۔ رات کو آتے ہوئے گول گپے لے آیئے گا' میں اپنے کمرے میں بیٹھ کر کھاؤں گی' کسی سے شیئر نہیں کروں گی' آپ سے بھی نہیں۔" وہ منہ پھلا کر بولی' سلطان کا قہقہہ نکل گیا۔

"نہ کرنا یار۔۔۔ کوئی میری اتنی نازک سی نمرہ کو دیکھ کر یقین کرے کہ یہ بغیر شیئر کیے کھاتی ہے' کیا میٹابولزم پایا ہے تم نے۔" وہ ہنسا اور وہ بھی ہنستی چلی



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

گئی۔

"نمرہ... نمرہ دروازہ کھولو۔" وہ تصویر ہاتھ میں تھامے ماضی کے خوب صورت لمحوں کی گرفت میں تھی جب باہر سے امی کی آواز آئی۔

"جی امی۔" اپنے آنسو صاف کرکے اور تصویر کتابوں کے نیچے دبا کر اس نے دروازہ کھولا تھا۔

"نمرہ تم کیا صبح سے کمرے میں بند بیٹھی ہو' اتنا اچھا موسم ہے نمرہ آئی ہے اور سب نیچے لان میں بیٹھے موسم سے لطف اٹھا رہے ہیں' تمہاری بھابھی نے سب کے لیے پکوڑے اور چائے بنائی ہے' آجاؤ تم بھی سب پوچھ رہے ہیں تمہارا۔" امی نے محبت سے کہا' آخر وہ ماں تھیں۔

"جی امی آپ چلیے میں آتی ہوں۔" وہ زبردستی مسکراتے ہوئے بولی۔

"سلطان کو بھی اس موسم میں پکوڑے اور چائے اچھے لگتے ہیں۔ پتا نہیں گھر میں کسی نے بنائے بھی ہوں گے یا نہیں....."

"دونوں بھابھیاں خیال تو رکھ رہی ہوں گی۔" وہ پاؤں میں جوتی پہنتے خود سے مخاطب تھی "فون بھی تو نہیں کیا مجھے۔"

Download From Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"نمرہ۔۔۔ تم سے دوری کا سوچتا ہوں تو کچھ ہونے لگتا ہے' سوچتا ہوں تم سے پہلے کی جو زندگی گزاری ہے' نہ جانے کیسے گزاری ہے؟" اور پھر وہ مسکرانے لگا۔ نمرہ نے ایک امید بھری نگاہ موبائل پر ڈالی اور باہر نکل گئی۔ لان میں سب ہی موجود تھے' ثمرہ آپی اور خاقان بھائی بھی آئے تھے۔ زوہیب بھائی اور بھابھی بھی موجود تھے۔

"ارے نمرہ۔۔۔ یہ کیا حال بنا رکھا ہے تم نے' کیا ہوگیا ہے' تمہیں' میڈیسن تو لے رہی ہو نا' دکھاؤ اپنا ہاتھ۔" ثمرہ آپی نے فکر مندی سے دیکھا اور اس کا ہاتھ تھام لیا جہاں جلے کے نشان ابھی واضح تھے۔

"جی ٹھیک ہوں۔"

"سلطان کی طرف سے کوئی آیا کیا؟" انہوں نے سرگوشی کے انداز میں پوچھا۔ "بھائی نے منع کردیا ہے' مجھے وہاں جانے سے۔"

"ہاں تو ٹھیک کہتا ہے نا' آخر دیا ہی کیا ہے اس نے تمہیں سوائے آنسوؤں کے اور اب یہ۔۔۔ تمہارا ہاتھ۔۔۔ خیر بھاری نہیں ہو تم ہم پر' اتنی ہی قدر ہوتی تو آجائے گا۔" آپا کے لہجے میں سلطان کے لیے غصہ اور نفرت تھی' نمرہ سمجھ سکتی تھی کہ وہ سب سلطان سے اتنا چڑتے کیوں تھے' بظاہر مٹھاس بھرے لہجے میں بات کرتے تھے اس سے' مگر وہ جانتی تھی کہ سب دل سے اسے اچھا نہیں سمجھتے۔

"وہ میری بہت قدر کرتے ہیں آپا۔" اس نے جواب دینا ضروری سمجھا تھا۔

"ہاں بہت۔۔۔" انہوں نے طنزیہ کہا اور پکوڑے کھانے لگیں۔

☆ ☆ ☆

وہ صبح سے کئی بار سلطان کے نمبر پر ٹرائی کرچکی تھی اور اب جا کر اس نے ریسیو کیا تھا۔

"کیسی ہو یار؟" وہی گمبھیر آواز۔

"ٹھیک ہوں اور آپ؟"

"ہوں۔۔۔ تمہارے بغیر کیسا ہو سکتا ہوں۔"

"میں کیا کروں سلطان۔۔۔ امی' بھائی اور آپا ضد لگائے بیٹھے ہیں' مجھے واپس بھیجنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے اور واپس بھی کہاں آؤں سلطان۔۔۔"

"کیا کروں یار' میں تو خود عجیب الجھن میں پھنس گیا ہوں' امی نے تو حد ہی کردی ہے' ہمارے کمرے کا دروازہ لاک کردیا ہے اور چابی اپنے پاس رکھ لی ہے۔"

"تو آپ کہاں سوتے ہیں؟" اسے حیرت کا جھٹکا لگا۔

"امی کے روم میں ان کے ساتھ ہی ہوتا ہوں' برین واشنگ کررہی ہیں میری۔" وہ صاف گو تھا' اسی لیے سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔

"ہم کیا کریں گے سلطان' میں نہیں رہ سکتی آپ کے بغیر۔" وہ رو دی۔

"پلیز نمرہ رو مت یار' میں سوچ رہا ہوں کہ کیا کرنا چاہیے۔۔۔ سچ پوچھو تو میں تمہیں وہاں بھیجنے کے حق میں ہی نہیں تھا' مگر کیا کرتا۔۔۔"

"خیر جو ہوا سو ہوا۔۔۔ میں دیکھتا ہوں کہ کیا کرسکتا ہوں۔۔۔ تم اپنا خیال رکھنا اور سنو۔۔۔ رونا مت پلیز۔" وہ بہت نرمی سے سمجھا رہا تھا۔

"ہوں۔۔۔ سنیں۔"

"ہوں۔"

"آئی مس یو سلطان۔" وہ ایک بار پھر رو دی۔

"آئی مس یو ٹو۔۔۔" اس نے بوجھل دل کے ساتھ فون رکھ دیا۔

☆ ☆ ☆

ناشتے میں گھر کے سب ہی افراد موجود تھے' امی نے لمبی سی لسٹ زوہیب کے ہاتھ میں تھمائی۔

"بس رمضان کا مہینہ شروع ہونے میں چند ہی دن رہ گئے ہیں' یہ سامان لے آؤ۔۔۔ اس مرتبہ تو نمرہ بھی یہیں ہے تو سامان کچھ زیادہ لکھا ہے میں نے۔۔۔ یہ عید بھی تو یہیں کرے گی نا۔" امی نے مسکراتے ہوئے کہا' مگر اس کے دل کو دھکا سا لگا' کتنا کھالیتی ہے وہ یا کتنا اضافی خرچا ہوگیا ہے اس کے آنے سے۔۔۔ آخر وہ



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

اتنے برس اسی گھر میں رہ کر گئی ہے نا۔"

"تمہارے آنے سے میرے کام میں بہت اضافہ ہو رہا ہے نمرہ۔۔۔ تمہارا نصیب کھا رہے ہیں، ہم سب کہتے ہیں نا کہ بیوی کے نصیب میں رزق ہوتا ہے، سچی تم جو فرمائش کرو گی نا بندہ جھٹ سے پوری کرے گا، آخر کو سب کچھ تمہارا ہی تو ہے۔" سلطان کا محبت بھرا لہجہ کانوں میں گونجا۔

"جی امی۔۔۔ سلطان کو تو کوئی فکر نہیں ہے، بیوی کی عیدی کیا خاک بھیجے گا وہ۔" زوہیب بھائی کے لہجے میں تنفر تھا، بھابھی بھی زیرلب مسکرانے لگیں۔ اس کو غصہ آگیا، عجیب قانون تھا، عجیب دستور تھا، سلطان کی سچی بات بھی انہیں کڑوی لگتی تھی، اسے بدتمیز، منہ پھٹ کے خطابات دیئے گئے تھے اور بہو کے سامنے بیٹھیں وہ جب عید اور اخراجات کے بڑھنے کی بات کر رہی تھیں تو وہ طنزیہ مسکرا رہی تھی، سب دیکھ رہے تھے، مگر خاموش تھے۔

"چلو بیٹا چھوڑو، ہمارا فرض ہے، ہماری اولاد ہے۔" امی کے اس طرح کہنے پر بھابھی کی مسکراہٹ اور بھی گہری ہو گئی تھی۔

"امی بالکل ٹھیک کہہ رہی ہیں زوہیب، اچھا سا جوڑا لائیے گا نمرہ کے لیے۔۔۔ آخر کو حق ہے اس کا بھی۔"

"بھابھی آپ اس ٹاپک پر نہ ہی بولیں تو بہتر ہے اور حق کی بات بھی نہ ہی کریں تو اچھا ہے، جیسے آپ کا حق بنتا ہے نا زوہیب بھائی کے حوالے سے اسی طرح میرے حوالے سے سلطان کا بھی حق بنتا ہے۔ کچھ اور دے نہیں سکتے تو کم از کم "عزت" ہی دے دیں، اس میں کوئی ٹیکس نہیں لگتا، لوگ تو "داماد" کی خاطر مدارت کے لیے کیا کچھ نہیں کرتے یہاں خاطر مدارت تو دور کی بات، سیدھے منہ بات نہیں کی جاتی۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئی۔

"نمرہ۔ ایسا کیا کہہ دیا ہے اس نے۔" امی نے خفگی سے اسے گھورا۔

"تو سلطان نے بھی "ایسا" کچھ نہیں کہا تھا کہ آپ لوگ اس سے خار کھاتے ہیں۔ اگر گھر کی بہو خود کو گھر کا فرد سمجھ کر بات کر سکتی ہے تو داماد بھی کر سکتا ہے۔۔۔ مگر نہیں۔۔۔ وہ تو باہر کا آدمی ہے نا اور یہ۔۔۔ وارث۔۔۔ حق دار۔۔۔" اس نے پہلی مرتبہ اتنی بلند آواز میں بات کی تھی۔

"حد ہوتی ہے نمرہ۔۔۔ تمہارا شوہر بدتمیزی کر کے گیا تھا ثمرہ کے ساتھ اور پھر جان بوجھ کر زوہیب اور ثوبیہ کی برائی کرتا تھا، تمہاری بھابھی نے ایسا کچھ نہیں کہا کہ تم آگ بگولہ ہو رہی ہو۔"

"جی ہاں اسے ان کی برائی کر کے پرافٹ ملتا تھا آپ سے حد ہوتی ہے امی۔۔۔ آپ بھی جانتی ہیں کہ سلطان جھوٹ نہیں بولتے۔ اور یہ۔۔۔ یہ سب دکھاوا ہے۔" اس نے ثوبیہ کی طرف اشارہ کیا۔ "دیکھو تو "اس" کا جادو کیسا سر چڑھ کر بول رہا ہے کہ آج ماں اور بھائی، بھابھی سے بھی بدتمیزی کر رہی ہے۔" امی کے دل کی بات زبان پر آ ہی گئی۔

"جادو نہیں ہے۔۔۔ نکاح نامے پر کیے گئے وعدے کا پاس رکھ رہی ہوں میں، کسی کو کوئی حق نہیں ہے میرے شوہر کو کچھ کہنے کا۔" وہ ناشتا چھوڑ کر اپنے کمرے میں چلی گئی، وہ تو نہ سسرال کی رہی تھی اور نہ میکے کی۔۔۔ ایک لڑکی اور جائے تو جائے کہاں۔۔۔ وہ تکیے میں منہ دیے روتی رہی۔

☼ ☼ ☼

شام دھیرے دھیرے رات کے اندھیرے میں تبدیل ہو رہی تھی، وہ کرسی پر بیٹھی کھڑکی کے پار دور آسمان میں کچھ کھوجنے کی کوشش کر رہی تھی، اسے یہاں آئے چودہ، پندرہ دن ہو گئے تھے، عین ممکن تھا کہ رمضان کا چاند نظر آجائے، اس نے پچھلا رمضان بھی ایسی ہی سوچوں، دوریوں اور الجھن میں گزارا تھا۔ کسی خیال کے تحت وہ کرسی چھوڑ کر اٹھی، شاید کچھ غلطیاں انسان نادانستگی میں بھی کرتا ہے، وہ رشتوں کو خوش کرنے کے چکر میں اپنے رب کو راضی رکھنا بھول جاتا ہے۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

وضو کر کے جائے نماز بچھایا اور دو رکعات نفل کی نیت باندھ لی، وہ اپنی ایک خواہش، ایک فرمائش پوری کروانے جارہی تھی۔۔۔ دل کو عجیب سا سکون محسوس ہوا اور وہ خلوص دل سے پوری یکسوئی کے ساتھ نوافل ادا کرتی رہی۔ آنسو آنکھوں سے بہتے رہے اور دل کو سکون ملتا رہا۔

وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہوا، وہ وہیں جائے نماز پر بیٹھی بیٹھی بیڈ سے سر ٹکا کر سو گئی دور آسمان پر کوئی ستارہ جھلملایا۔۔۔ رمضان کا چاند تو نظر نہیں آیا تھا، مگر اسے اپنے درد دور کرنے کا حل ضرور مل گیا تھا۔ اس رمضان عبادت میں دل لگانے اور صرف اپنے رب کو راضی رکھنے کا وعدہ کیا تھا اس نے۔۔۔

رات کا نہ جانے کون سا پہر تھا جب عجیب سے احساس سے اس کی آنکھ کھل گئی۔

"خدا خیر کرے۔۔۔ سلطان۔۔۔" کسی خیال کے تحت اس نے سلطان کا نمبر پریس کیا تھا اور وہ تو جیسے جاگ ہی رہا تھا، پہلی ہی بیل پر اٹھا لیا تھا اس نے۔"

"آپ ٹھیک تو ہیں نا، سلطان؟"

"نہیں یار۔۔۔ بخار ہے کل سے۔۔۔ کل آفس میں ڈنر تھا، میں نے ذرا بے احتیاطی کی کھانے میں کولڈ ڈرنک وغیرہ بھی لے لی تو گلا بھی خراب ہے اور۔۔۔ مت پوچھ برا حال ہو رہا ہے۔"

"بھابھی سے کہہ کر چائے بنوا لیتے، انڈا ہاف بوائل کروا لیتے۔" وہ فکر مند ہوئی۔

"یہ سب باتیں ہوتی ہیں نمرہ۔۔۔ وہ میرا خیال رکھتی ہیں امی کے کہنے پر، مگر اس طرح نہیں جیسے تم رکھ سکتی ہو۔۔۔ کوئی کسی کی جگہ کو کبھی نہیں بھر سکتا۔"

"امی کہاں ہیں؟"

"سو رہی ہیں۔ آج پھر بحث ہو گئی۔۔۔ میں نے کہہ دیا کہ میں نمرہ کو لینے جارہا ہوں۔ امی نے کمال ایکٹنگ کی دل میں درد کی۔"

"توبہ کریں سلطان۔"

"کیوں۔۔۔ میں غلط تو نہیں کہہ رہا۔۔۔ اسی لیے تو سب مجھے منہ پھٹ کہتے ہیں کہ میں صاف اور سچی بات منہ پر کرتا ہوں، منافق اور جھوٹ گو نہیں ہوں خیر۔۔۔ ماں کے سامنے پھر خاموش ہونا پڑا۔۔۔ نہ جانے کیا دشمنی ہے انہیں تم سے۔"

"آج یہاں بھی گڑبڑ ہو گئی، میں نے آپ کی خاطر غصہ کیا سب سے۔۔۔ کبھی کبھی سوچتی ہوں کہ میں تو کہیں کی نہ رہی، نہ سسرال والوں کے دل میں گھر کر سکی نہ میکے والوں کو خوش رکھ سکی اور نہ اپنے میاں کا ساتھ نصیب ہوا۔۔۔ جی چاہتا ہے مر جاؤں۔" وہ پھر رونے لگی۔

"غلطی میری ہے نمرہ۔۔۔ مجھے تمہارے گھر کے کسی معاملے میں نہیں بولنا چاہیے تھا، میں بھول گیا تھا کہ اپنی اولاد اپنی ہی ہوتی ہے، میں تو تمہاری امی اور ثمرہ آپا کے لیے ایک غیر ہی تھا نا۔ اسی طرح تمہارا بھائی زوہیب اپنی ماں سے جھوٹ بولے یا نہ بولے مجھے کیا ضرورت تھی کچھ کہنے کی۔"

"بھاڑ میں جائیں سب۔۔۔ آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟"

"ہوں۔۔۔ سوچتا ہوں کہ اب مجھے اپنے اور تمہارے لیے کیا کرنا چاہیے پچھلے سال کی عید کتنی اچھی تھی نا۔۔۔ کم از کم ہم ساتھ تو تھے۔"

"ہوں۔۔۔ اپنا خیال رکھیے گا سلطان۔" اس نے دھیرے سے کہا۔

"تم جو ہو میرے ساتھ۔"

"کب ہوں میں آپ کے ساتھ۔۔۔؟" وہ رو دی اور دوسری طرف سے سلطان نے فون رکھ دیا۔ اس کا رونا نہیں دیکھ سکتا تھا وہ۔

✲ ✲ ✲

"کل تم نے اپنی بھابھی کے ساتھ بہت بد تمیزی کی نمرہ۔" امی نے اسے کچن میں آتا دیکھ کر بات چھیڑی۔

"تو آپ انہیں بھی منع کیا کریں نا، وہ میرے ذاتی معاملات میں ٹانگ مت اڑایا کریں۔۔۔ ان کی طنزیہ مسکراہٹ دکھائی نہیں دیتی آپ کو۔" وہ جو چائے پینے کے ارادے سے آئی تھی وہیں رک گئی۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"بس کرو نمرہ۔ اس سارے معاملے میں اسے کیوں گھسیٹ رہی ہو' وہ ہمدردی کر رہی ہے اور تم۔۔۔"

"نہیں چاہیے مجھے کسی کی ہمدردی۔" وہ خفگی سے بولی۔

"کیا سمجھاؤں میں تمہیں۔" وہ ہنڈیا بھوننے لگیں۔

"مجھے سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے امی' میں اب کسی سے کچھ نہیں کہوں گی۔"

"یہ تو تم ہر بار کہتی ہو۔۔۔ وہ سلطان کتنا دعوا کر کے گیا تھا نا' نمرہ سے جھگڑے کے ٹائم کہ اب کسی سے کچھ نہیں کہوں گا کیا ہوا کچھ دن بعد ہی زوہیب اور ثوبی کی چغلی لگانے آگیا۔۔۔ اپنے گھر میں تو مسئلے کھڑے کیے ہی ہیں میرے گھر میں بھی۔۔۔" امی غصے سے بڑبڑانے لگیں۔

"تو جھوٹ نہیں بولا تھا سلطان نے۔۔۔ خیر۔۔۔ اب واقعی میں کم از کم آپ کے بیٹے اور بہو کو کچھ نہیں کہوں گی۔" وہ اسی طرح واپس ہولی۔۔۔ دل ایک دم اچاٹ سا ہو گیا تھا۔ سلطان نے اسے ان دو سالوں میں اتنا پیار دیا تھا' اتنی توجہ دی تھی کہ اب اس کے بغیر سانس لینے کو بھی جی نہیں چاہتا تھا۔

رات کے کھانے میں نہ زوہیب نے اس سے کوئی خاص بات کی تھی اور نا ہی ثوبیہ نے۔۔۔ امی نے ایک دو مرتبہ اس کی سمت دیکھا اور پھر خاموشی سے کھانا کھانے لگیں۔ کمرے میں آئی تو سلطان کا فون آ رہا تھا۔

"رمضان مبارک ہو۔" اس کا گلا ابھی صحیح طرح ٹھیک نہیں ہوا تھا۔

"ارے۔۔۔" وہ اپنی پریشانی میں اتنی کھوئی ہوئی تھی کہ کچھ خیال ہی نہیں رہا۔

کل پہلا روزہ ہے۔ خوب دعا کرنا نمرہ خدا ہمارے حق میں بہتر کرے۔۔۔ میں بھی کچھ کر رہا ہوں تم دعا کرنا خدا میری مدد کرے اور میں اپنی بیوی کو' اپنی زندگی کو اپنے پاس لے آؤں پھر سے۔" وہ بہت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

"یاد ہے نا سلطان' پچھلے سال کا رمضان۔۔۔"

"ہاں۔۔۔ یاد ہے' جب۔۔۔"

☼ ☼ ☼

گھر میں ایک ساتھ تین بہوؤں کی آمد ہوئی تھی۔ امینہ بیگم کے تین بیٹے تھے' سب سے بڑا سلطان پھر فیضان اور پھر عمران۔۔۔ سلطان نے شادی سے انکار کیا تو امینہ بیگم فیضان اور عمران کے لیے اپنی بھانجی اور بھتیجی بیاہ کر لے آئیں' خاندان میں یہ دو ہی لڑکیاں بچی تھیں۔ امینہ بیگم سلطان کو اپنی بھانجی فروا کے لیے بہت زور دیتی رہی تھیں' مگر اس کی ایک ہی رٹ رہی کہ جب تک بزنس سیٹل نہیں ہو جاتا وہ شادی نہیں کرے گا اور پھر سلطان نے ایک عجیب ہی حرکت کی' فیضان اور عمران کے نکاح کے دو دن بعد ہی ایک ایڈریس امینہ بیگم کو تھمایا۔

"ابو کے مرحوم دوست صدیقی انکل کی بیٹی ہے' میں جب ابو کے ساتھ ان کے گھر جاتا تھا تب اکثر دیکھا تھا' ابھی کچھ دن پہلے بھی انکل کی برسی پر ختم قرآن تھا تو میں ان کے گھر گیا تھا' تب بھی آمنا سامنا ہوا' بہت اچھی لگی مجھے۔۔۔ امی آپ جایئے ان کے گھر میرے لیے۔۔۔ نمرہ نام ہے اس کا۔" اور سلطان کی اس بات نے تو جیسے ان کا دماغ ہی گھما دیا۔

"یعنی تم نے فروا سے انکار اور اس لڑکی کے لیے۔۔۔؟ یہ بزنس کا بہانہ بنا کر مجھے منع کیا۔" ان کا غصہ دیدنی تھا۔

"فروا آپ کی بہو تو بن گئی نا۔۔۔ پلیز امی اور طریقے سے بات کیجیے گا کوشش کریں کہ وہ لوگ جلدی شادی پر مان جائیں' کوئی مسئلہ نہ ہو۔"

پھر وہی ہوا' نمرہ کے گھر رشتہ لے کر گئے تو انہوں نے پہلے سوچنے کا ٹائم لیا دوسری ملاقات میں ہاں کی اور تیسری ملاقات میں جلدی شادی پر رضامندی دے دی یوں فیضان اور عمران کی مہندی والے روز اس کا بھی نکاح ہو گیا اور سب سے پہلے اسی کی بارات گئی' یوں



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ایک ساتھ گھر میں تین بہوویں آئیں جن میں رشتے میں تو نمرہ سب سے بڑی تھی 'مگر عمر میں وہ فروا اور عینی دونوں سے ہی چھوٹی تھی ادھر نمرہ کے ہاں بھی اس رشتے کو لے کر کئی مسائل ہوئے جب سلطان کا رشتہ آیا تو ایک انوکھی سی خوشی کا احساس ہوا ابو کے دوست کے بیٹے کی حیثیت سے وہ اکثر گھر آتا تھا مگر یہ خوشی اس نئے تعلق کی تھی جو اس سے بننے جا رہا تھا۔

"دیکھو نمرہ یہ ایک واحد رشتہ نہیں ہے' اور بھی دو رشتے ہیں' ایک لڑکا انجینئر ہے اور ایک لڑکا امریکہ میں سیٹل ہے ان کی نسبت سلطان کم پڑھا لکھا ہے اور ذاتی نوعیت کا بزنس ہے۔۔۔ زوہیب کو وہ کچھ خاص پسند نہیں آیا' تم سوچ لو۔" امی نے جس لہجے میں بات کی اس سے ان کی ناپسندیدگی بھی ظاہر ہو رہی تھی۔

"مجھے کچھ نہیں سوچنا امی بس آپ سلطان کے لیے ہاں کہہ دیں۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

"ہوں۔۔۔ سمجھ گئی میں۔۔۔ خیر تمہاری زندگی ہے۔۔۔ ہم تو سمجھا ہی سکتے ہیں۔" وہ اس پر گہری نظر ڈال کر باہر نکل گئیں یوں وہ بیاہ کر سلطان کے ساتھ اس کے گھر چلی گئی' مگر یہ سچ تھا کہ بظاہر ہنستے مسکراتے زوہیب کو دل سے یہ رشتہ پسند نہ آیا تھا کچھ ایسا ہی حال امی اور نمرہ آپا کا بھی تھا۔ سسرال میں پہلے ہی دن اپنی اہمیت کا اندازہ ہو گیا جب امی (ساس) نے فروا اور عینی کے ساتھ خوب تصاویر بنوائیں اور جب اس کی باری آئی تو وہ تھکاوٹ کا بہانہ کر کے اٹھ گئیں۔

☆ ☆ ☆

زندگی میں بعض اوقات چھوٹی چھوٹی باتیں تلخی اور زہر گھول دیتی ہیں' اس کی زندگی میں یہ زہر سسرال والوں کے طعنوں اور چھوٹے چھوٹے طنزیہ جملوں نے گھولا تھا اور جب بھی میکے جاتی تو وہاں بھی کچھ ایسا ہی سننے کو ملتا۔

"ویسے سلطان بزنس تو کر رہا ہے اس کا پیپر ورک کون کرتا ہے۔۔۔ میرا مطلب ہے۔" زوہیب نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔

"وہ گریجویٹ نہیں ہیں' مگر بہت ذہین اور قابل ہیں زوہیب بھائی۔" اسے دل سے برا لگا تھا۔

سلطان چونکہ گھر میں بڑا تھا' والد کی وفات کے بعد کچھ ذمہ داریاں تھیں سو اسے جلد ہی پڑھائی کو خیرباد کہنا پڑا' پہلے مختلف جگہوں پر ملازمت کی اور پھر والد کے بند کاروبار کو دوبارہ نئے سرے سے شروع کیا سچ تو یہ تھا کہ اسے سلطان سے رشتہ طے ہونے پر بے حد خوشی تھی۔

شادی ہوئی تو جیسے اس نے خود کو دنیا کی خوش قسمت ترین لڑکی مان لیا' سلطان نے اسے اتنی محبت دی تھی کہ کبھی کبھی وہ ڈرنے لگتی' کہیں کسی کی نظر نہ لگ جائے سسرال میں جلد ہی اسے احساس ہو گیا کہ امینہ بیگم اسے قطعی پسند نہیں کرتیں اور اس کی وجہ اس کا غیر برادری سے ہونا ہی کافی ہے۔

"تمہاری وجہ سے میرے بیٹے۔۔۔ نے مجھے دھوکے میں رکھا' جو بھی میں نے اس کی بات پر یقین مان کر فروا کو فیضان سے بیاہ دیا تو اس نے تمہارا نام لے لیا۔"

"میں ان سب باتوں کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتی تھی امی۔۔۔ میرا کیا قصور اور پھر جوڑے تو آسمانوں پر بنتے ہیں نا۔" اس نے تمیز سے کہا' مگر جواباً" وہ اسے گھور کر چلی گئیں۔

گھر میں جو اہمیت فروا اور عینی کی تھی وہ اسے نہ مل سکی' وہ زبردستی گھر کے کاموں میں شریک ہوتی تو کسی نہ کسی بہانے اسے وہاں سے ہٹا دیا جاتا' وہ ان کے ساتھ باتوں میں شریک ہونے کے لیے بیٹھتی تو بھی اسے یکسر نظر انداز کر کے جان بوجھ کر رشتے داروں کی باتیں چھیڑی جاتیں جنہیں وہ تینوں تو جانتی تھیں' مگر ایک وہ ہی اجنبی تھی۔

"نمرہ۔۔۔ نمرہ۔۔۔" وہ صحن میں رکھی کرسی پر بیٹھی دور آسمان پر کچھ ڈھونڈ رہی تھی جب سلطان کی آواز پر ہوش میں آئی۔

"جی۔۔۔ آپ آگئے؟"

"ہاں یار۔۔۔ وہ رمضان المبارک قریب ہے تو سوچا گھر میں اضافی سامان کی ضرورت ہوگی' سوچا تمہیں



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ساتھ لے چلوں جو چیز چاہیے ہو لے لیتے ہیں۔" وہ واش بیسن پر کھڑا منہ دھوتے ہوئے بولا۔

"جی ٹھیک ہے' میں ابھی آئی۔" وہ تیار ہونے کی غرض سے اندر بڑھ گئی۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے اسے ساتھ لے جانے کی' اسے کیا پتا کہ کیا چیز ختم ہے' کیا اور کتنی لینی ہے' ہمارے گھر کے طور طریقوں کے بارے میں فروا اور عینی بہتر سمجھتی ہیں' اس نے کبھی کسی کام کو ہاتھ لگایا ہو تو کچھ پتا بھی ہو۔" امی نہ جانے کہاں سے سن رہی تھیں۔ چادر اوڑھ کر آگئیں۔

"عینی' فروا... ارے لڑکیو وہ لسٹ دو مجھے جو صبح بنائی تھی۔" وہ آواز دینے لگیں' سلطان کیا کہتا سوائے اس کے کہ۔

"امی آپ اسے سکھائیں نا اس گھر کے طور طریقے..."

"بس کرو بیٹا' مجھ سے بحث نہ کرو۔ وہ سیکھنے والی ہو تو خود ہی دلچسپی لے۔" ان کی بات ختم ہوئی تو فروا انہیں لسٹ تھما گئی' نمرہ نے سب سن لیا تھا اسی لیے وہ دروازے میں کھڑی زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجائے سلطان کو خاموشی سے جانے کا اشارہ کررہی تھی۔ شام کو وہ واپس آیا تو اس کے لیے آئس کریم لے آیا۔

"آئی ایم سوری نمرہ... تمہیں تھوڑا برداشت کرنا پڑے گا۔ تم جانتی ہو نا کہ میں نے تم سے شادی کرنے کے لیے امی کو ناراض کیا تھا خیر میری خاطر..."

"کیسی باتیں کرتے ہیں آپ سلطان... میں سمجھتی ہوں اور مجھے اور کچھ نہیں چاہیے' آپ جو میرے ساتھ ہیں' مجھے بس آپ کی محبت اور خلوص چاہیے۔" وہ آئس کریم کھانے لگی۔

"وہ تو صرف آپ کے لیے ہی ہے نمرہ سلطان... آپ پر تو سلطان کی دنیا ختم ہوتی ہے۔" وہ اس کے شانے پر بازو پھیلائے مسکراتے ہوئے بولا۔ وہ دلجمعی سے آئس کریم کھا رہی تھی اور وہ محبت سے اس معصوم سی لڑکی کو دیکھتے ہوئے مسکرایا تھا' سامنے رکھے کیمرے نے اس منظر کو محفوظ کرلیا۔

☼ ☼ ☼

رمضان میں صرف دو دن باقی تھے' امینہ بیگم' فروا اور عینی کچن میں مصروف تھیں' اس نے بھی حصہ لینا چاہا تو امینہ بیگم نے اس کے ہاتھ سے چھری لے لی۔

"تم رہنے دو... ہمارے ہاں اس طرح کی سبزی نہیں کاٹتے... ہنڈیا میں جاکر بالکل حلوہ ہی ہوجاتی ہے اتنی باریک جو کاٹو گی تو۔"

"جی میں بڑی بڑی کاٹ دیتی ہوں۔" اس نے ان کے ہاتھ سے واپس لینی چاہی مگر وہ ٹوکری اور چھری اٹھا کر خود کام کرنے لگیں وہ باہر نکل گئی۔

رات کو وہ دونوں باہر نکلے تو گھر میں سب کا ہی موڈ آف ہوگیا۔ فروا اور عینی کو فیضان اور عمران سوائے میکے کے کہیں لے کر نہیں جاتے تھے شاید اسی لیے انہیں بھی نمرہ اور سلطان کے پیار کا یہ انداز پسند نہیں آیا تھا۔

"دیکھو... وہ زوہیب ہے نا۔" سلطان نے پیزا آرڈر کرتے ہوئے کہا' کافی فاصلے پر زوہیب اپنی بیوی ثوبیہ کے ساتھ تھا۔

"جی"

"میں مل کر آؤں؟"

"ارے نہیں بری بات ہے' دونوں باہر نکلے ہیں' انجوائے کرنے دو ہم واپسی میں چلتے ہیں تمہاری امی کی طرف' نمرہ آپا آئی ہوئی ہوں گی اسی لیے تو یہ دونوں انجوائے کررہے ہیں۔" سلطان نے منع کردیا امی کی طرف گئے تو وہ اکیلی بیٹھی تھیں' نمرہ آپا نہیں آئی تھیں۔

"وہ ثوبیہ کی والدہ کی طبیعت اچانک خراب ہوگئی تھی' زوہیب اور ثوبیہ وہاں گئے ہیں۔" انہوں نے اپنے اکیلے پن کی وضاحت دی سلطان نے اس کی سمت دیکھا اس نے شرمندگی سے سر جھکالیا' کیا سوچتا وہ اس کے بارے میں کہ اس کے میکے میں جہاں صرف ایک ساس کی ذات اضافی تھی' وہاں ایسے جھوٹ



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بولے جاتے ہیں۔

"جھوٹ کہہ کر گئے ہیں دونوں، وہ تو ڈنر کرنے اور آؤٹنگ کرنے گئے ہیں۔ ابھی ابھی ہم انہیں دیکھ کر آرہے ہیں۔" سلطان تھا ہی ایسا۔ امی کے چہرے کا رنگ اڑ گیا، ان کا بیٹا ہو ان سے جھوٹ بولتے تھے۔

"تم بھی تو نکلے ہونا گھر سے آؤٹنگ اور ڈنر کے لیے....." اگلے ہی پل بیٹے کی محبت غالب آگئی۔

"جی نکلے ہیں، مگر جھوٹ بول کر نہیں، بلکہ ہم دونوں کے یوں نکلنے سے میری امی سمیت سب کے موڈ آف ہوگئے تھے، سچ تو یہ ہے آنٹی کہ امی نمرہ کو قبول ہی نہیں کرسکیں، مگر آپ پریشان نہ ہوں یہ میری ذمہ داری ہے اور میں ہر ممکن طریقے سے اسے خوش رکھوں گا۔" اس نے بات کا رخ نمرہ کی طرف موڑ دیا، مگر امی کو اس کا اتنا صاف گو ہونا پسند نہیں آیا تھا شاید، پھر وہ جتنی دیر بیٹھے زوہیب اور ثوبیہ نہیں آئے، انہوں نے فون کیا تو ثوبیہ نے کہہ دیا کہ "امی کی طبیعت جیسے ہی سنبھلے گی وہ لوگ آجائیں گے۔"

"اچھا امی ہم لوگ چلتے ہیں، اپنا دھیان رکھیے گا۔" وہ ان سے مل کر نکل گئے۔

"آپ کو کیا ضرورت تھی بتانے کی۔" گاڑی میں بیٹھتے ہی وہ خفا ہوئی۔

"بھئی مجھ سے غلط بات برداشت نہیں ہوتی چاہے کرنے والا کوئی بھی ہو، چاہے میری ماں ہی کیوں نہ ہو، اب دیکھ لو امی نے تم سے خواہ مخواہ کی دشمنی پال رکھی ہے تو میں نے وہ بھی کہہ دیا۔" اس نے اطمینان سے کہتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کردی۔

☼ ☼ ☼

وہ دو دن بعد میکے گئی تو زوہیب اور ثوبیہ اس سے پہلے کی طرح نہیں بولے، ان کے اکھڑے مزاج سے وہ سمجھ گئی کہ امی نے ساری بات کہہ دی ہوگی، افطاری کا ٹائم ہوا تو سلطان اسے لینے آگیا۔ گھر میں خوب رونق تھی، فیضان اور عمران بھی گھر پہ ہی تھے۔ وہ بھی ہمیشہ کی طرح زبردستی کاموں میں حصہ لینے لگی، دسترخواں پر برتن رکھتے ہوئے بھی اس کا دھیان زوہیب اور ثوبیہ کے رویے کی طرف تھا جو بھی ہوا اس میں اس کا اور سلطان کا کیا قصور تھا صرف یہ کہ امی کو سچ بتایا تھا، غلطی تو خود انہوں نے کی تھی، جھوٹ بول کر گئے تھے اگر سچ بول دیتے تو کیا امی منع کردیتیں، خود امی بھی سلطان سے اکھڑے انداز میں ہی ملی تھیں، شاید انہیں اس کا ان کے گھر کے معاملے میں بولنا پسند نہیں آیا تھا۔

"فروا..... عینی بیٹا کچن صاف کرکے، برتن دھو کر اور سحری کا کچھ اہتمام کرکے سویا کرو..... تم لوگوں کو آسانی رہے گی۔" افطاری سے فارغ ہو کر انہوں نے ان دونوں کو مخاطب کیا، وہ خالی برتن سمیٹنے لگی فروا اور عینی اپنی اہمیت پر بہت نازاں تھیں اسی لیے "جی امی" کہہ کر کام میں مصروف ہوگئیں۔

"سنو تمہیں کوئی ضرورت نہیں کچھ کرنے کی..... یہ برتن دسترخوان پر لگا کر اور سمیٹ کر یہ مت سمجھ لینا کہ میرے دل میں گھر کرلوگی تم..... میرے اس بیٹے نے جس نے آج تک جھوٹ نہیں بولا تمہاری خاطر مجھ سے جھوٹ بولا کہ بزنس کی وجہ سے ابھی شادی نہیں کرنا چاہتا۔" امی نے موقع محل دیکھے بغیر اچانک سے حملہ کیا تھا، وہ جو برتن اٹھا رہی تھی وہیں رک گئی، فروا اور عینی ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے وہاں سے نکل گئیں۔

"امی..... کیا کہہ رہی ہیں آپ، میں نے کوئی جھوٹ نہیں بولا تھا..... میں نے بزنس کی وجہ سے ہی انکار کیا تھا، وہ تو مجھے پہلی ہی بار میں اتنا پرافٹ ہوا کہ جو فکر تھی کاروبار کی طرف سے وہ ختم ہوگئی ورنہ میں آپ سے صاف صاف کہہ دیتا کہ مجھے آپ کی مرضی سے شادی نہیں کرنی۔" سلطان کہاں چپ رہنے والا تھا۔

"تم تو مجھ سے بات ہی نہ کرو سلطان" وہ اٹھ گئیں۔ فیضان اور عمران بھی اس معاملے میں خاموش ہی رہے۔

رمضان کا آخری عشرہ چل رہا تھا جب اچانک ہی اس کی طبیعت خراب ہوگئی ڈاکٹر نے آرام کا مشورہ دیا مسلسل ٹینشن اور بی پی لو کی وجہ سے اس کی یہ حالت



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہوئی تھی' سلطان کو مناسب یہ ہی لگا کہ اسے میکے چھوڑ آئے۔

"بھئی برا مت ماننا سلطان.... تمہاری بیوی کوئی نواب زادی نہیں ہے' کہیں کی کہ اسے آرام چاہیے.... اپنی عینی بھی تو اسی حال میں ہے وہ تو گھر کے سارے کام کرتی ہے۔" نفرت ان کے لہجے سے عیاں تھی۔

"تو امی آپ اسے گھر کے کام کرنے ہی کب دیتی ہیں آپ نے اسے بہو کے طور پر اور اس گھر کے فرد کے طور پر قبول ہی نہیں کیا۔" اس نے صاف کہہ دیا۔

"تو پھر ٹھیک ہے اب سے گھر کے کاموں میں برابر حصہ ڈالے گی.... میں خود بتاؤں گی اسے اس کے حصے کے کام۔" ان کے لہجے کی سختی ہی سلطان کو ناپسند تھی۔

"فی الحال تو میں اسے میکے چھوڑنے جارہا ہوں' جب آئے گی تو کروالیجیے گا۔" اس نے گاڑی کی چابی اٹھائی اور کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اسے امی کی طرف چھوڑ کر وہ قدرے مطمئن ہوگیا' وہاں ثوبیہ تھی' اس کی اپنی امی تھیں اور پھر ثمرہ آپا بھی آگئیں۔ انہوں نے اس کا خوب خیال رکھا' مگر اس کے باوجود اس کی پہلی خوشی حاصل نہ ہوسکی' ڈاکٹر نے بہت امید دلائی تھی کہ جلد ہی اسے پھر خوش خبری ملے گی' مگر اس شرط پر کہ وہ اپنا خیال رکھے' تقریباً" مہینے بعد سلطان اسے لینے آگیا' ابھی وہ کاریڈور میں ہی تھا کہ ثمرہ آپا کی آواز نے اس کے قدم روک لیے۔

"خدمت کرنے کے لیے آپا یاد آگئی.... بستر پر بٹھا کر آرام کروایا ہے میں نے' اپنا گھر چھوڑ کر آئی ہوں اس کے ناز نخرے اٹھانے مجال ہے جو منہ سے شکریہ کا لفظ بھی نکالا ہو.... اپنے بہنوئی کا ہی شکریہ ادا کردیتی مگر.... میں نوکرانی نہیں ہوں کسی کی.... آئندہ مجھے بلانے کی ضرورت نہیں....." وہ غصے سے بول رہی تھیں انہیں سلطان کے اندر آنے کا احساس ہی نہیں ہوا۔

"آپ سے کسی نے کہا تھا کہ ثمرہ کی خدمت کرنے کو' میں نے تو نہیں کہا تھا' میں تو اسے اس کی ماں کے گھر چھوڑ کر گیا تھا اور اگر آنٹی نے آپ کو بلالیا تو میرا کیا قصور اور ویسے بھی' بہن بھائی ایک دوسرے کی خدمت یا مدد کرکے احسان نہیں کرتے' محتاجی کسی پر بھی آسکتی ہے' ہوسکتا ہے کل کو ثمرہ آپ کی خدمت کرنے آجائے.... آپ نے جو کیا اس کے لیے شکریہ۔"

"تمہیں تو بات کرنے کی تمیز نہیں ہے تم کسی کے احسان کا بدلہ کیا چکاؤ گے؟" ثمرہ کا غصہ ٹھنڈا کہاں ہوا تھا۔

"میں نے ایسی کیا بدتمیزی کردی' میں تو ثمرہ کو لینے آیا تھا' میں نہیں جانتا تھا کہ شادی کے بعد لڑکی کا واقعی کوئی "ٹھکانا" نہیں رہتا۔" وہ طنزیہ انداز میں کہتا ثمرہ کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

"چلو ثمرہ گھر چلیں۔"

"کیا ہوا سلطان آپ غصے میں لگ رہے ہیں۔"

"چلو تم گھر چل کر بتاتا ہوں۔" وہ خود ہی اس کی ضرورت کی چیزیں بیگ میں رکھنے لگا' وہ اس کا ہاتھ تھامے اور دوسرے ہاتھ سے بیگ گھسیٹتا باہر نکلا تو ثوبیہ سہم کر ایک طرف ہوگئی۔

"ان کی تو شکل سے ہی ڈر لگتا تھا' کسی کو نہیں بخشتے یہ تو.... اب تو اور بھی ڈر لگتا ہے....." وہ پاس کھڑی ثمرہ سے مخاطب ہوئی۔ سلطان لمحہ بھر کو اس کے قریب رکا۔

"میں بندے نہیں کھاتا.... بس سیدھی اور سچی بات کرتا ہوں.... جھوٹ کے پردے نہیں ڈالتا اور ہاں آنٹی اگر آپ لوگوں کو برا لگا تو مجھے معاف کردیں کم از کم آئندہ آپ کے گھر کے کسی معاملے میں نہیں بولوں گا' اپنی بیوی کو لینے آیا تھا' آپ کا بہت شکریہ اتنا خیال رکھنے کا۔" آخر میں وہ امی کے پاس رکا اور پھر اس کا ہاتھ تھامے دروازے سے باہر نکل گیا۔

☼ ☼ ☼

عید آئی بھی اور گزر بھی گئی' سو دکھ دے گئی' میکے کا مان ختم ہوگیا.... سسرال میں جگہ نہ مل سکی.... گود



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بھرنے سے پہلے ہی خالی ہو گئی اور سب سے بڑھ کر' اس کا سلطان سب کی ناپسندیدہ ہستی بن گیا' وہ روتی تو سلطان چڑ جاتا۔

"تم جانتی ہو' تمہارے آنسو مجھے اچھے نہیں لگتے۔" اور وہ اور بھی زیادہ رونے لگتی۔ گھر میں اس کے حصے کام لگا دیے گئے۔ سب کے کپڑے دھونا' استری کرنا اور تین ٹائم کے برتن دھونا' اسی کے ذمے آیا' وہ اسی میں خوش تھی اب وقت گزارنے کے لیے فضول میں ٹی وی نہیں دیکھنا پڑتا تھا۔ ثمرہ آپا کے ہاں ازا بیلا کی پیدائش ہوئی تو اس نے ان کے احسان کا کچھ بدلہ تو اتار ہی دیا' آپا کی خوراک اور ننھی ازابیلا کو ایک ہفتے تک سنبھالا۔ ایک روز وہ سب کے کپڑے دھو کر پھیلا کر کمرے میں آئی تو امی کا فون آرہا تھا۔ اس نے آرام سے دروازہ بند کیا اور امی کا فون لے کر بیڈ پر بیٹھ گئی' وہ چھوٹتے ہی برس پڑیں۔

"سلطان کو سمجھاؤ ثمرہ' ہمارے گھر کے معاملے سے دور رہا کرے' آج آیا تھا میری خیریت معلوم کرنے۔۔۔ کتنا دعوا کیا تھا اس روز کہ اب کوئی بات نہیں کروں گا' میں نے اتنا کہہ دیا کہ آج ثوبیہ گھر پہ نہیں ہے' اس کی دادی بیمار ہیں پھر طنزیہ انداز میں کہہ گیا کہ اس کی دادی اسپتال میں نہیں بلکہ رات کو پوتی کے ساتھ بازار میں شاپنگ کر رہی تھیں' کیا مطلب ہے ایسی بے بنیاد بات کا؟"

"امی۔۔۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ سلطان نے ثمرہ آپا سے کوئی بدتمیزی نہیں کی تھی' آپ ثمرہ آپا کو بھی تو سمجھا سکتی تھیں نا کہ گھر کے داماد سے عزت سے بات کرتے ہیں' امی برا مت مانیے گا' مگر جس طرح خاقان بھائی کی خاطر تواضع کی جاتی ہے سلطان کو دیکھ کر تو آپ کی بہو ایسے غائب ہوتی ہے جیسے۔۔۔ صحیح کہتے ہیں سلطان۔۔۔ سلطان۔۔۔ وہ ڈریکولا نہیں ہے کہ ثوبیہ ان کی شکل سے بھی ڈرتی ہے۔ دراصل ثوبیہ اپنے جھوٹ کے پکڑے جانے سے ڈرتی ہے اور آخری بات یہ کہ سلطان نے خود سے یہ بات نہیں کی ہوگی یقیناً" وہ آپ کی خیریت معلوم کرنے ہی آئے ہوں گے مجھے بھی چلنے کا کہہ رہے تھے' مگر میں نے کپڑے دھونے تھے مشین لگائی تھی سو منع کر دیا۔۔۔ آپ نے ثوبیہ کی کوئی بات کی ہوگی۔"

"ہاں۔۔۔ ثوبیہ کل سے میکے میں ہے کہہ رہی تھی دادی اسپتال میں داخل ہیں آنے نہیں دے رہیں۔"

"جی۔۔۔ تو یہ ہی میں آپ سے کہہ رہی ہوں نا کہ جب آپ نے بتایا کہ ثوبیہ میکے میں ہے تو سلطان نے آپ کو بتایا کہ وہ آپ سے جھوٹ بولتے ہیں۔۔۔ کل رات ہم دونوں نے ہی اسے اپنی دادی اور ماں کے ساتھ بازار میں شاپنگ کرتے دیکھا ہے' اب اسے اتفاق سمجھیں یا کچھ اور کہ دوسری بار بھی اس کا جھوٹ پکڑا گیا۔"

"یعنی سلطان۔۔۔ میری خیریت پوچھنے کی آڑ میں دراصل یہ خبر پہنچانے آیا تھا۔"

"افوہ امی اگر ہمارا مقصد آپ تک یہ خبر پہنچانا ہی ہوتا تو رات کو ہی آجاتے۔۔۔ وہ تو صبح ثمرہ آپا کا میسج آیا تھا کہ آپ کی طبیعت خراب ہے سو میں نے سلطان کو کہہ دیا کہ میں مشین لگانے لگی ہوں آپ پتا کر آئیے' کہنے لگے کہ تم پھر کسی دن کپڑے دھو لینا' مگر میں نے منع کر دیا آپ میری ساس کو تو جانتی ہیں نا۔"

"جو بھی ہے ثمرہ۔۔۔ تم اپنے شوہر کو منع کرو۔۔۔ آخر خاقان بھی تو ہے۔ کبھی اس گھر کے معاملے میں نہیں بولا۔ سب کی عزت کرتا ہے اور کرواتا ہے۔"

"جی امی۔۔۔ ٹھیک ہے۔" اس نے فون بند کر دیا۔ اور پھر اس نے سلطان کو کھل کر کہہ دیا۔

"آپ کچھ مت کہا کریں' آئندہ کبھی کوئی بات ہو بھی تو ان دیکھی ان سنی کر دیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو میں وہاں جا کر بیٹھنا ہی چھوڑ دوں گا' تمہیں باہر سے ہی چھوڑ دیا کروں گا' یار مجھ سے غلط بات برداشت نہیں ہوتی' یہ جھوٹ یہ منافقت کے رشتے مخلص نہیں ہوتے۔۔۔ میں تو آنٹی کے فائدے کی بات کر رہا تھا ورنہ زوہیب اور ثوبیہ کے جھوٹ کے بارے میں بتا کر مجھے کون سا پرافٹ مل رہا تھا وہ ابھی سے ان کے جھوٹ پر پردے ڈالیں گی تو



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

آگے چل کر ان کا اپنا ہی نقصان ہوگا خیر... تم چھوڑو... ادھر آؤ میرے پاس... یہاں بیٹھو۔" وہ اسے اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے جیب سے کچھ نکالنے لگا' وہ انتہائی خوب صورت بریسلیٹ تھا۔

"ہیپی اینورسری"

"ارے... اور مجھے یاد ہی نہیں رہا... دماغ میں اتنی باتیں گھوم رہی تھیں کہ یاد ہی نہیں رہا... اتنا اہم دن... اتنی اہم بات..." آنسو اس کی آنکھوں میں جھلملانے لگے' اگلے روز فیضان اور پھر عمران گھر میں کیک لے کر آئے تو امی نے شکوہ کناں نظروں سے سلطان کی سمت دیکھا۔

"ایسے کیا دیکھ رہی ہیں جس روز نمرہ کو گھر کی بہو کے طور پر قبول کرلیں گی اس روز ہم بھی ایسی خوشیاں منالیں گے۔" وہ لگی لپٹی نہیں رکھتا تھا۔

"تو پھر وہ دن تو شاید کبھی نہ آئے... سچ کہوں تو سلطان... مجھے تمہاری بیوی ایک آنکھ نہیں بھاتی' ہماری برادری میں آج تک کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ غیر برادری کی لڑکی آکر راج کرے اور پھر میرا وہ بیٹا جو اس گھر میں سب سے زیادہ کماتا ہے وہی غیر برادری کی لڑکی لے آیا... یہ بات تو میں کبھی معاف نہیں کرسکتی۔" وہ بھی اسی کی ماں تھیں۔ وہ خاموشی سے اٹھ گیا ماں تھیں ان کے ساتھ بدتمیزی تو نہیں کرسکتا تھا۔

☼ ☼ ☼

دن مہینوں کے قالب میں ڈھلتے رہے' دونوں طرف کی وہی روٹین تھی' گھر میں اسے صرف ان کاموں تک محدود کردیا گیا تھا جو اسے اس کی اوقات دلانے کے لیے کافی تھے' مگر وہ سارا دن کپڑے دھونے' استری کرنے' برتن دھونے اور صفائی کرنے کے بعد اتنا تھک جاتی تھی کہ صحیح طرح سے اسے سلطان کے ساتھ ٹی وی بھی نہیں دیکھ سکتی تھی۔ نہ باتیں کرسکتی تھی' گھر میں عینی اور فروا کا راج تھا' عینی کو خدا نے پیاری سی بیٹی سے نوازا تھا' اسے اپنی خوشی کے کھو جانے کا دکھ پھر سے ستانے لگا تھا' کبھی یہ غم غلط کرنے امی کی طرف جاتی تو وہاں بھی کوئی نہ کوئی بات دل میں چبھنے لگتی کانٹے کی طرح...

سلطان کے بزنس میں خوب ترقی ہورہی تھی۔ وہ بہت خوش تھا' اکثر رات میں آتے ہوئے اس کے لیے کچھ نہ کچھ لے آتا تھا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بہت خوش تھے' لیکن ان کے اردگرد رہنے والے لوگ انہیں خوش دیکھ کر خوش نہیں تھے' اب تو سلطان نے اس کے منع کرنے پر اس کے میکے میں فالتو بات کرنی ہی چھوڑدی تھی' نمرہ اکثر سوچتی تھی کہ امی یا زوہیب سلطان کے نمبر پر کال کرکے اس کا حال ہی دریافت کرلیا کریں' مگر انھوں نے کبھی سلطان کے موبائل پر کال نہیں کی' کبھی صرف اس کو عزت دینے کے لیے آنے کو نہیں کہا۔ وہ فیضان اور عمران کے سسرال سے فون آتے دیکھتی تو کڑھنے لگتی' خود امی بھی تو خاقان بھائی کو اکثر ہی فون کیا کرتی تھیں۔ اس نے سلطان کے سامنے اس بات کا اظہار کیا تو اس نے ڈانٹ دیا۔

"میں نے کبھی ایسی باتوں کا برا نہیں منایا نمرہ... مجھے صرف تم سے مطلب ہے' میں نے اپنا سمجھ کر اس گھر میں آنا جانا شروع کیا تھا کہ بیوی کے گھر والے بھی اپنے ہی ہوتے ہیں' مگر وہ میری باتوں کا برا مناتے ہیں اور تمہاری بھابھی تو ڈرتی بھی ہے مجھ سے... سو میں نے جانا ہی چھوڑدیا... تم ایسی باتیں مت سوچا کرو' ہر انسان کی اپنی سوچ ہے' اپنا کردار ہے' اپنی فطرت ہے اور ہمیں دوسروں کو ان ہی عادات اور سوچ و فکر کے ساتھ قبول کرنا چاہیے ہم کسی کی فطرت کو بدل نہیں سکتے کیوں کہ یہ رب نے بنائی ہے' مگر ہم رب کے بنائے ہوئے انسانوں سے ان کے مزاج کے مطابق تعلق تو قائم رکھ سکتے ہیں نا... مگر یہ بہت مشکل کام ہے' ہر کوئی نہیں کرسکتا بس تم یہ سمجھو کہ تمہارے گھر والے میرے مزاج کے مطابق مجھ سے تعلق قائم نہیں رکھ سکے اور میں ان سے... میری ان سے کوئی ناراضی نہیں ہے۔" اس نے اس کی ناک



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

چھو کر ہلکے پھلکے انداز میں سمجھایا تھا' وہ ہنس دی۔
"جیسے میرا اور آپ کے گھر والوں کا تعلق۔"
"بالکل۔۔۔ دونوں کے ساتھ ایک ہی مسئلہ ہے۔۔۔ پر یہ دنیا کا مسئلہ ہے ہم دونوں کا نہیں۔۔۔ ہم تو ایک دوسرے کے مزاج کو خوب سمجھتے ہیں۔۔۔ ہم دونوں کو اوپر والے نے ملایا ہے۔" اس نے نمرہ کو اپنے ساتھ لگا لیا' اس نے پرسکون ہو کر آنکھیں موند لیں۔

☆ ☆ ☆

کھٹی میٹھی سی زندگی آگے بڑھتی ہی جا رہی تھی' پھر رمضان المبارک کی آمد آمد تھی' شب برات کے موقع پر وہ تینوں بھائی گھر پر ہی تھے فروا اور عینی اپنے اپنے میکے گئی تھیں چونکہ امینہ بیگم کا میکا بھی وہی تھا اس لیے وہ بھی چلی گئیں' وہ تینوں چھت پر چراغاں کر رہے تھے' عمران تو آتش بازی کا سامان بھی لایا تھا مگر سلطان نے منع کر دیا۔
"امی کی غیر موجودگی کا فائدہ مت اٹھاؤ۔۔۔ اسلامی تہوار ہے طریقے سے مناؤ۔"
"اچھا بھابھی۔۔۔ حلوہ پوری تو بنا لیں۔" فیضان نے اپنی ہی رو میں کہا تھا' وہ جو دیے جلا رہی تھی اس نے حیرت سے پہلے فیضان کو اور پھر سلطان کو دیکھا تھا' سلطان نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلا دیا وہ خوشی خوشی کچن کی طرف بھاگی تھی' گھر میں پہلی مرتبہ کسی نے اس سے کچن کا کام کہا تھا' پہلی بار اسے محسوس ہوا جیسے وہ اس گھر کی ملازمہ نہیں بلکہ بہو ہے جلدی جلدی میدہ گوندھ کر وہ حلوے کی تیاری کرنے لگی' فریج میں چنے کا سالن پہلے سے رکھا تھا حلوہ بنا کر کڑاہی میں آئل ڈالا اور مائیکرو ویو میں سالن گرم کرنے کے لیے رکھ دیا' گرم گرم پوریاں نکال کر اس نے تینوں کو آواز دی۔ وہ ایک آواز پر ہی آ گئے۔
"ارے واہ بھابھی خوشبو تو بہت اچھی ہے" فیضان نے دسترخوان پر بیٹھتے ہوئے کہا۔
"آپ لوگ شروع کرو' بس دو پوریاں رہ گئی ہیں میں ابھی لائی۔" وہ دوبارہ کچن میں گھس گئی۔

"ارے واہ۔۔۔ بھابھی کے ہاتھ میں تو بہت ذائقہ ہے۔۔۔ مزہ آ گیا۔" عمران نے پہلا نوالہ لیتے ہوئے کہا' سلطان نے فخر سے کچن میں کام کرتی نمرہ کو دیکھا جس کی خوشی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔
"میرا خیال ہے ہر مہینے ان تینوں خواتین کو کسی نہ کسی بہانے میکے بھیج کر بھابھی سے فرمائشی کھانے بنوا لیے جائیں۔۔۔ یار مزا آ گیا قسم سے۔" فیضان کی بات پر خوب قہقہہ لگا تھا۔ دروازے سے اندر داخل ہوتی امینہ بیگم فروا اور عینی وہیں کھڑی رہ گئیں۔
"کیا کر رہی ہو تم یہاں کچن میں؟ کس کی اجازت سے آئی ہو؟" وہ سیدھی کچن میں گئی تھیں' ان کو اچانک سامنے دیکھ کر وہ بوکھلا گئی' دسترخوان پر بیٹھے وہ تینوں بھی اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے۔
"وہ فیضان بھائی اور عمران بھائی نے کہا تھا تو۔۔۔"
"جھوٹ بولتی ہو۔۔۔ میری غیر موجودگی کا فائدہ اٹھا رہی ہو' اپنا دل چاہ رہا ہو گا اور نام لے رہی ہو فیضان اور عمران کا۔۔۔" وہ نفرت سے بولیں۔
"نہیں امی بھابھی ٹھیک کہہ رہی ہیں۔" عمران تیزی سے آگے بڑھا تھا' نمرہ بوکھلاہٹ کا شکار ہو کر چولہے پر رکھی کڑاہی کے بے حد نزدیک کھڑی تھی۔
"یعنی تم دونوں کو بھی سلطان کی طرح اپنے قبضے میں کرنا چاہتی ہے' حد ہے بھئی۔۔۔ ہمارے خاندان کی لڑکیوں کو یہ چالاکیاں نہیں آتیں۔۔۔ اب تو ایک منٹ برداشت نہیں ہو گی تم' مجھ سے۔۔۔ میں تھوڑی دیر کے لیے گھر سے کیا گئی تم نے تو رنگ دکھا دیے اپنے۔۔۔"
"امی کیا غضب ہو گیا ایسا کہ آپ بھابھی پر اتنا برس رہی ہیں۔" فیضان نے انہیں خاموش کروانا چاہا۔
"یہ غضب کیا کم ہے کہ آج اس کی وجہ سے میرے تینوں بیٹے میرے مقابل کھڑے ہیں اس کے حمایتی بن کر۔" وہ چنگھاڑنے کے انداز میں بولیں نمرہ خوف زدہ ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹی تھی۔
"بھابھی۔۔۔" عمران تیزی سے آگے بڑھا' اس نے نمرہ کو ہاتھ سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچا' مگر اس کے باوجود کڑاہی سے گرم گرم تیل نکل کر اس کی بائیں کلائی اور



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہاتھ کو جلا گئی۔

"آف۔۔۔" ایک دردناک چیخ اس کے حلق سے نکلی تھی۔ سلطان نے آگے بڑھ کر تڑپ کر اسے سیدھا کیا تھا۔

"بھابھی۔۔۔" فیضان اور عمران اس کو دیکھ کر گھبرا گئے۔

"یہ سب ہماری وجہ سے ہوا۔۔۔ کاش ہم بھابھی سے کوئی فرمائش ہی نہ کرتے۔"

"گاڑی نکالو۔ اسے ڈاکٹر کے پاس لے چلتے ہیں۔" سلطان نے اسے بازوؤں میں اٹھاتے ہوئے کہا' وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

"اسے واپس لانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے' چھوڑ آنا اس کی ماں کے گھر۔۔۔ ذرا سا بازو ہی جلا ہے۔۔۔ ڈاکٹر کے پاس لے جا رہے ہیں۔" آمنہ بیگم نفرت کی انتہا پر پہنچ گئیں۔

"بازو تو ذرا سا جلا ہے امی' مگر اس بے چاری کا دل تو سارے کا سارا ہی جل گیا۔" فیضان نے ہمت کر کے کہہ دیا' عمران نے گاڑی نکالی اور سلطان تیزی سے باہر کی طرف بھاگا تھا۔

"اس فساد کی جڑ کو میرے گھر میں لانے کی ضرورت نہیں ہے' صبح سے صفائی کے لیے ماسی آ جائے گی۔" وہ جان بوجھ کر بلند آواز میں بولی تھیں' سلطان کو نمرہ کی اوقات یاد دلانی بھی ضروری سمجھی تھی۔

"یہ ایسا کیوں کرتی ہیں؟ انہوں نے اگر یہ ہی کچھ کرنا تھا تو اسی وقت انکار کر دیتیں جب میں نے نمرہ کا نام لیا تھا۔" ڈاکٹر کی طرف جاتے ہوئے نمرہ کے بے ہوش وجود پر ترس اور محبت بھری نظر ڈالتے وہ شکوہ کناں ہوا' ڈرائیونگ کرتے ہوئے فیضان نے شرمندگی سے برابر بیٹھے عمران کو دیکھا۔

"شاید اس وقت وہ گھر میں کوئی بدمزگی نہیں چاہتی تھیں ان کی لاڈلی بھانجی اور بھتیجی جو آ رہی تھیں۔" عمران نے ٹھیک اندازہ لگایا تھا اور پھر مارے شرمندگی کے سر جھکا لیا۔

ڈاکٹر نے دوائیاں لکھ دی تھیں۔ وہ اسے اس کے میکے لے گیا۔

"ارے یہ کیا ہو گیا میری بچی کو نمرہ۔" امی اس کا جلا بازو دیکھ کر رو پڑیں۔

"کچھ نہیں آنٹی۔ وہ شب برات کے موقع پر بھابھی ہماری فرمائش پر حلوہ پوری بنا رہی تھیں بس میری غلطی کی وجہ سے بھابھی کا بازو جل گیا۔" فیضان نے سب اپنے سر لے لیا۔ سلطان نے حیرت سے اسے دیکھا۔

"مجھے اتنا مزا آیا حلوہ پوری کھا کر' اور کی فرمائش کرنے کچن میں گیا تو میرا ہاتھ چولہے سے ٹکرا گیا اور کڑاہی بھابھی کے ہاتھ پر گر گئی۔"

"ارے۔۔۔" امی رونے لگیں۔

"پریشان مت ہوں آنٹی ٹھیک ہو جائیں گی' ڈاکٹر نے یہ ساری میڈیسن دی ہیں۔ ہم انہیں یہاں اس لیے لے آئے کہ بیماری اور تکلیف میں اپنی ماں ہی بہتر خیال رکھ سکتی ہے۔" عمران نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"ہوں۔" وہ آنسو صاف کرتے ہوئے اس کے قریب بیٹھ گئیں۔

"جھوٹ مت بولو عمران' سچ تو یہ ہے آنٹی کہ امی نے صاف صاف کہہ دیا ہے کہ نمرہ کو اس کے میکے چھوڑ دوں۔۔۔ گھر کے حالات ٹھیک نہیں ہیں آنٹی' نمرہ کے لیے جگہ بنانی بہت مشکل ہے' میں اپنی امانت آپ کے پاس چھوڑ کر جا رہا ہوں اور کوئی راستہ نہیں ہے جیسے ہی حالات بہتر ہوئے میں اسے لے جاؤں گا۔" وہ سر جھکائے کھڑا تھا۔

"ہوں۔۔۔ ٹھیک ہے۔" وہ اور کیا کہتیں۔

"ویسے مجھے کہنے کی ضرورت تو نہیں آپ ماں ہیں' مگر پھر بھی آنٹی اس کا بہت خیال رکھیے گا۔" وہ سب کی پروا کیے بغیر اس کی پیشانی پر بکھرے بال ہٹاتے ہوئے بولا۔ اسے ہوش آ رہا تھا۔ آنکھوں سے آنسو بھی رواں تھے اور وہ یہ آنسو ہی نہیں دیکھ سکتا تھا' ایک جھٹکے سے اٹھا اور کمرے سے نکل گیا۔ فیضان اور عمران بھی اس کی پیروی میں نکل گئے۔



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

☆ ☆ ☆

دو دن بعد ہی وہ عمران کو بلا کر اس کے ساتھ گھر آگئی تھی' امینہ بیگم سو رہی تھیں اس نے اپنے کمرے سے سلطان کی شرٹ اٹھائی' کچھ تصاویر اور ضروری سامان اٹھا کر واپس باہر آگئی۔

"عمران بھائی مجھے گھر چھوڑ آیئے' یہاں امی جاگ گئیں تو ہنگامہ ہو جائے گا۔" وہ گاڑی میں بیٹھتے ہوئے بولی۔ اس نے سلطان کو بتایا کہ وہ اس کی شرٹ لینے گئی تھی تو اس کا دل کٹ سا گیا' کتنی محبت کرتی تھی وہ اس سے۔ اور اب دونوں طرف ایک ضد سی چل پڑی تھی' اس کے میکے والے سلطان سے چڑتے تھے اسی لیے اسے واپس جانے سے روک رہے تھے اور سسرال کے دروازے تو ویسے ہی اس کے لیے بند ہو چکے تھے۔ فون پر سلطان نے رمضان کی مبارک دی تو بے اختیار ہی پچھلے رمضان سے اب تک بیتے واقعات یاد آگئے۔

سحری کا ٹائم ہو رہا تھا' اس نے سلطان کے موبائل پر مس کال کی تھی وہ جانتی تھی کہ اس کی نیند بہت گہری ہوتی ہے اور اسے نیند سے جگانا بہت مشکل کام ہوتا ہے۔ نمرہ روز اسے سحری کے ٹائم جگا دیتی' رات کو وہ خود اسے فون کرتا' وہ اسے لینے آیا تو باہر سے ہی ہارن دے کر بلا لیا۔ وہ ڈاکٹر سے واپسی پر بھی باہر سے ہی چلا گیا۔

"ناک دیکھ' اس لڑکے کی' بیوی خیال رکھنے کے لیے ہمارے پاس چھوڑ گیا اور خود سلام دعا کی رواداری بھی نہیں۔" امی نے باآواز بلند اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس کا دل دکھ سا گیا۔

"امی میں صرف سلطان کی بیوی ہی نہیں آپ کی بیٹی بھی ہوں اور سلطان اگر گھر کے اندر نہیں آتے تو اس کی بھی ایک وجہ ہے کسی کو ان کا اس گھر میں آنا اچھا نہیں لگتا۔" اس نے کن انکھیوں سے ثوبیہ کی طرف دیکھا۔

"حد ہے بھئی نمرہ۔ تم تو ایک بات کو لے کر بیٹھ ہی گئی ہو۔" امی کا وہی غصہ' شاید ان کا بس اسی پر چلتا تھا۔

☆ ☆ ☆

رمضان المبارک کا دوسرا عشرہ چل رہا تھا' وہ ہر نماز کے بعد رو رو کر اپنے اور سلطان کے لیے دعا کرتی تھی' نوافل پڑھتی' درود شریف پڑھ کر خدا سے اپنے لیے بہتری مانگتی۔ وہ رمضان المبارک کے روزے باقاعدگی سے رکھ رہی تھی دوسری طرف سلطان بھی بابرکت مہینے اپنے اور نمرہ کے لیے دعائیں کرتا' نمرہ اور سلطان امینہ بیگم کا دل نرم ہونے کی دعا کرتے۔

"بہت بہت مبارک ہو۔" امی زوہیب کو مبارک دے رہی تھیں۔ زوہیب کو کہیں ملازمت مل گئی تھی' رمضان کا یہ مہینہ سب کے لیے ہی بابرکت تھا۔ اسے یہ ملازمت انگلینڈ میں ملی تھی اس نے بھی مبارک دی' سلطان کا فون آیا تو اس نے خوشی سے اسے بھی بتایا۔

"بہت مبارک ہو' زوہیب کو بھی مبارک دینا' ویسے اسے یہ نوکری ملے ایک مہینہ ہو گیا ہے اور وہ ثوبیہ کو بھی باہر لے جانے کے چکر میں ہے۔" سلطان نے انکشاف کیا تھا۔

"آپ کو کیسے پتا؟"

"زوہیب کا یہ کام جس نے کروایا ہے وہی بندہ فیضان کا کام بھی کروا رہا ہے۔ میری ایک دو مرتبہ ملاقات ہوئی ہے' فیضان کے پاس اتنا پیسہ نہیں تھا میں نے رقم کا بندوبست کر دیا ہے' اسی نے فیضان سے بات کی ہے کہ اگر فیملی کو بھی (Move) موو کرنا چاہو تو کام ہو سکتا ہے' میں نے انکار کر دیا تم جانتی ہو نا ابھی اتنی رقم بھی نہیں ہے اور دوسری بات یہ کہ امی کا فروا اور عینی کے بغیر گزارا بھی کہاں ہوتا ہے' فیضان نے بھی منع کر دیا' تب ہی اس بندے نے بتایا کہ زوہیب صاحب تو اپنی مسز کے کاغذات بھی بنوا رہے ہیں۔" سلطان کی بات جھوٹ نہیں ہو سکتی تھی' امی کا احساس کر کے نمرہ کا دل تھم سا گیا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"تم گھر میں کسی سے ذکر مت کرنا' ورنہ شامت میری آجائے گی' بس تم اپنی امی کا خیال رکھنا۔"

"ہوں۔" اس نے فون رکھ دیا۔

سلطان اور ثمرہ کو بھی اپنی صاف گوئی اور خلوص کی سزا مل رہی تھی دونوں ہی اپنی اپنی جگہ مجرم سے بن گئے تھے سب کی نظروں میں۔

رمضان کا آخری عشرہ تھا' تقریباً" ایک ہفتے سے سلطان سے کوئی رابطہ نہیں تھا' آخر کب تک وہ اس طرح میکے پڑی رہے گی' کب تک وہ ایک دوسرے سے دور زندگی گزاریں گے' ستائیس رمضان کو ثمرہ آپا اور خاقان بھائی کی دعوت تھی' افطاری میں بہت کچھ بنایا گیا تھا' اس نے بھی سوچوں سے چھٹکارا پانے کے لیے ثوبیہ اور امی کی مدد کی تھی' وہ بہت چپ چپ رہنے لگی تھی' دل ہی دل میں درود شریف پڑھتی رہتی۔۔۔ افطار میں فروٹ چاٹ' دہی بڑے' چکن سموسے اور پکوڑے امی نے تیار کیے تھے' امی نے پلاؤ بنایا اور ثوبیہ نے میٹھا تیار کیا تھا سب کی موجودگی میں اسے سلطان کی بہت یاد آرہی تھی۔

"سلطان کو بھی بلا لیتی ثمرہ۔" امی نے کسی خیال کے تحت کہا' وہ پھر ماں تھیں شاید بیٹی کا احساس کر کے ہی داماد کا ذکر کیا تھا' اس نے دیکھا ثمرہ آپا اور ثوبیہ ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائی تھیں۔ یہ لوگ اسے خود سے واپس جانے بھی نہیں دے رہے تھے۔

"امی میں کل خود واپس چلی جاؤں گی' زوہیب سے کہیے گا مجھے چھوڑ آئے' سلطان فون بھی نہیں اٹھا رہے۔" اس نے ایک فیصلہ کیا' تقریباً" سب نے ہی چونک کر اس کی سمت دیکھا۔

"کوئی ضرورت نہیں' بیٹھی رہو یہاں' بوجھ نہیں ہو مجھ پر' ویسے بھی امی کے پاس رہو تم۔" زوہیب نے ڈانٹ دیا' اس کے جملے کا آخری حصہ اسے چونکانے کے لیے کافی تھا' انگلینڈ تو وہ جا رہا تھا' ثوبیہ تو یہیں تھی پھر اس نے یہ کیوں کہا کہ امی کے پاس رہو تم۔۔۔ کہیں سلطان کی بات سچ ہونے تو نہیں جا رہی تھی۔

"اسے اتنی ہی قدر ہوتی نا تو لینے آجاتا ہے'

دوسروں کے گھر تو ماں بیٹے میں جھگڑا کروانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی اس نے اور خود ماں کا پلو تھامے بیٹھا ہے۔" ثمرہ آپا نے بڑبڑاہٹ کے انداز میں کہا' اس نے سن لیا' پھر ایک حتمی فیصلہ کر کے وہ وہاں سے اٹھ گئی۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ سلطان سے بات کر کے واپس چلی جائے گی زیادہ سے زیادہ کیا کریں گی امینہ بیگم اسے جان سے مار دیں گی مار دیں' سلطان سے دور رہ کر بھی تو زندگی موت سے بدتر ہی تھی۔

☆ ☆ ☆

انتیس رمضان کی سحری کر کے فجر کی نماز ادا کر کے اس نے رو رو کر دعا مانگی تھی گھر میں عید کی تیاریاں زور و شور سے ہو رہی تھیں' زیادہ تر لوگوں کا خیال تھا کہ انتیس روزے ہی ہوں گے' گھر میں بھی عید کے حوالے سے ہر طرح کی تیاری جاری تھی' سارے گھر کے پردے تبدیل کیے گئے تھے' ثوبیہ اور امی نئی بیڈ شیٹ اور کشن کور وغیرہ بھی لائی تھیں' اس کا دل کسی بھی چیز میں نہیں لگ رہا تھا۔ سلطان نے نہ فون ریسیو کیا تھا نہ کوئی میسج کیا تھا۔

امی نے ثمرہ آپا کے لیے بھی عید کا جوڑا لیا تھا' اسے بھی جوڑا لے دیا مگر اس روز کی زوہیب کی بات دماغ میں گونج رہی تھی' اس نے بے دلی سے جوڑا ایک طرف رکھ دیا۔ رات کو ثمرہ آپا اور ثوبیہ کا ارادہ مہندی لگوانے جانے کا تھا' وہ اسے بھی تیار رہنے کا کہہ چکی تھیں' مگر وہ سارا دن جائے نماز بچھائے آنسو بہاتی رہی۔ عصر کی نماز ادا کر کے وہ وہیں بیٹھی خدا کے حضور گڑگڑا رہی تھی جب موبائل بول اٹھا۔ سلطان کا نمبر دیکھ کر جیسے جان میں جان آئی تھی۔

"سلطان کہاں تھے آپ' اتنے دن سے فون کیوں نہیں اٹھایا میرا۔۔۔ آپ ٹھیک تو ہیں نا۔۔۔ ناراض تھے مجھ سے۔۔۔" وہ چھوٹتے ہی بولی تھی۔

"ہوں۔۔۔ بس تم سے شرمندہ تھا ثمرہ۔۔۔ میں کچھ بھی نہیں کر سکا تمہارے لیے۔۔۔ امی سے جب بھی بات کرنی چاہی وہ دل پکڑ کر بیٹھ گئیں اور کل تو انہوں



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نے صاف کہہ دیا کہ اگر میں نے اب ثمرہ کا نام لیا تو وہ میری شکل نہیں دیکھیں گی... مجھے معاف کر دینا ثمرہ میں اس گھر میں تمہاری جگہ نہیں بنا سکا۔" وہ جو کچھ کہہ رہا تھا وہ غیر متوقع نہیں تھا، مگر سلطان یوں ہار جائے گا اور اس کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دے گا اس نے نہیں سوچا تھا۔

"اب... اب کیا ہو گا سلطان۔" آواز نہیں نکل رہی تھی حلق سے... یہاں رہنا تو پہلے ہی دوبھر ہو رہا تھا اب آخری امید بھی ختم ہو گئی۔ ایک امید سی تھی کہ امینہ بیگم کا دل سلطان کی حالت دیکھ کر موم ہو جائے گا۔

"اس" گھر میں تمہاری جگہ بنانے کی ہر ممکن کوشش کر لی، مگر ناکام رہا... اب کیا ہو گا... میں خود نہیں جانتا..." وہ خاموش ہو گیا۔

"آپ پریشان نہ ہوں سلطان... میں یہاں بھی نہیں رہ سکتی میرا دل نہیں لگتا یہاں... سلطان... آپ کرائے کا گھر تو افورڈ کر سکتے ہیں نا اگر آپ برا نہ منائیں تو... میں آپ کے ساتھ عید کرنا چاہتی ہوں سلطان... پلیز۔" بات کرتے کرتے وہ رو دی۔

"مہندی لگوائی؟" اس نے بات بدلی تھی، ثمرہ سمجھ گئی کہ وہ موضوع بدلنا چاہتا ہے شاید کرائے کے مکان والی بات اسے مناسب نہیں لگی تھی۔

"نہیں... دل نہیں چاہ رہا اور پھر آپ کے بغیر میں عید منا کر کیا کروں گی' آپ کے پاس ہوتی تو عید کرتی۔" اس کے حلق میں پھندا سا اٹکا۔

"چاند نظر آگیا تو کال کروں گا' گھر ہی رہنا۔" اس نے آہستگی سے کہا۔

"جی ٹھیک ہے' آپ پریشان مت ہوں سلطان' میں آپ کے نام پر ساری زندگی یہاں رہ سکتی ہوں اپنے دل کو مار کر... مگر کسی طرح... سلطان آپ امی کی بات مان لیں... چھوڑ دیں میرا پیچھا۔ ایسا نہ ہو مجھے خوش کرنے کے چکر میں اپنی جنت کو ہی ناراض کر بیٹھیں... آپ ان کی مرضی سے برادری کی کسی لڑکی سے شادی کر لیں' ویسے بھی میرے گھر میں کون آپ کو پسند کرتا ہے؟" وہ ہمت کر کے کہہ گئی۔

"چلو... رات میں بات کرتے ہیں۔" سلطان نے اسے ڈانٹے بغیر فون بند کر دیا' ایک پھانس سی رہ گئی' وہ دوبارہ جائے نماز پر جا بیٹھی۔ افطاری کے بعد وہ سب بازار جانے کے لیے تیار تھے' خاقان اور ثمرہ بھی آئے تھے۔

"تم بھی چلو ثمرہ... چل کر مہندی لگوا لو۔" ثمرہ نے باہر کی طرف نکلتے ہوئے کہا۔

"کس لیے آپا... آپ جایئے۔" اس نے سر جھکا لیا۔

وہ سب چلے گئے تو اس نے افطاری کے برتن دھوئے' اپنے اور امی کے لیے چائے بنائی' مغرب کی نماز ادا کر کے وہ وہیں امی کے پاس بیٹھ گئی۔ ٹی وی پر چاند نظر آنے کی خبر چل رہی تھی۔

"چاند نظر آگیا تو کال کروں گا' گھر ہی رہنا۔" وہ بوجھل دل اور بھیگی پلکوں کے ساتھ کمرے کی طرف بڑھی' اس کی کال آ رہی تھی۔

"سلطان..." آنسو تھے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

"ثمرہ... میں ہارن دوں گا' تم باہر آجانا۔"

"آپ..."

"ہاں تمہیں بازار لے جاؤں گا... پلیز آجاؤ یار... بہت دن ہو گئے تمہیں دیکھے۔" وہ التجا کر رہا تھا۔

"جی... میں آتی ہوں۔" اس نے فون بند کر کے ہاتھ منہ دھویا۔ بال ٹھیک کیے' ہونٹوں پر لپ اسٹک لگائی' کمرے سے باہر نکلی ہی تھی کہ ہارن کی آواز سنائی دی۔

"امی سلطان آئے ہیں' میں تھوڑی دیر تک آجاؤں گی۔" اس نے ان کے جواب کا انتظار کیے بغیر باہر کی طرف قدم بڑھا دیے۔ کتنے دن بعد وہ اس کو دیکھے گی۔ گیٹ سے باہر نکلتے ہی اسے گاڑی نظر آگئی۔

"سلطان۔" وہ گاڑی میں بیٹھتے ہی رو دی' سلطان نے اسے رونے دیا... وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا' بظاہر وہ اس کے لیے تھوڑا تیار ہو کر آئی تھیں' مگر



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

آنکھیں جو اس کے ہجر میں آنسو بہاتی رہی تھیں سارا حال بتا رہی تھیں، سلطان نے گاڑی اسٹارٹ کردی۔

"پہلے ہم عید کا جوڑا لیں گے، پھر چوڑیاں، سینڈل اور پھر مہندی بھی لگوائیں گے۔" وہ عام سے لہجے میں بولا تھا یوں جیسے کبھی کچھ نہ ہوا ہو، اس نے سر اٹھا کر دیکھا، وہ بڑے دھیان سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

"وہ دیکھو عید کا چاند۔ بس کچھ ہی دیر میں سب کو خوشیاں دے کر غائب ہو جائے گا۔" سلطان نے ایک طرف گاڑی لگاتے ہوئے افق کی جانب اشارہ کیا، نمرہ نے عید کا چاند دیکھ کر آنکھیں موند لیں، وہ ان لمحوں کو قید کرلینا چاہتی تھی جن لمحوں میں وہ سلطان کے ساتھ تھی۔

"کیا مانگا؟"

"آپ کا ساتھ ہمیشہ کے لیے۔۔۔ اور آپ نے؟"

"تمہارا ساتھ ہمیشہ کے لیے۔" اس نے اس کی نم آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"تم کیا سمجھتی ہو نمرہ کہ میں تم سے دور رہ کر مطمئن تھا، پرسکون تھا۔ تم میری بیوی ہو نمرہ۔۔۔ میری زندگی کی ساتھی، میرے دکھ سکھ، صحت اور بیماری میں میرا ساتھ دینے والی۔۔۔ تم وہ ہو نمرہ جسے اوپر والے نے میرے لیے پسند کیا ہے۔۔۔ یہ جو رشتہ ہے میرا اور تمہارا، یہ میرے لیے زندگی سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔۔۔ ہمارے ارد گرد بسنے والے لوگ ہم سے خوش ہوں یا نہ ہوں ہمیں صرف یہ سوچنا چاہیے کہ اگر رب راضی ہے، خوش ہے تو ہمیں صرف ایک دوسرے کی خوشی کے بارے میں سوچنا چاہیے۔۔۔ نمرہ۔۔۔

میں نے بہت سوچا، مگر تمہاری کمی ایسی ہی تھی جیسے کوئی جسم سے روح نکال لے۔۔۔ وہ جو ایک کاغذ کا ٹکڑا ہوتا ہے نا۔ جسے ہم نکاح نامہ کہتے ہیں۔۔۔ وہ میرا اور تمہارا معاہدہ نہیں ہے بلکہ ہم دونوں کا اپنے رب سے معاہدہ ہے۔۔۔ ہم رب سے عہد توڑنے کا گناہ کیسے کرسکتے ہیں نمرہ۔۔۔ اور تمہارا کفیل ہونے کی حیثیت سے میرا فرض زیادہ ہے۔۔۔ میں تمہیں یوں دوسروں کے در پہ باتیں سننے کے لیے نہیں چھوڑ سکتا اور یہ بھی


Art With You

Paint with Water Color & Oil Colour

First Time in Pakistan
a Complete Set of 5 Painting Books in English

Art With You
کی پانچوں کتابوں پر حیرت انگیز رعایت

Water Colour I & II
Oil Colour
Pastel Colour
Pencil Colour

فی کتاب -/150 روپے
نیا ایڈیشن بذریعہ ڈاک منگوانے پر ڈاک خرچ
-/200 روپے

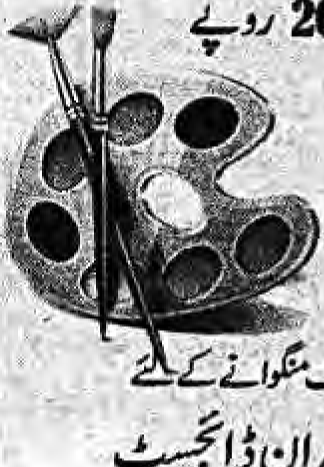

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37 اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361




WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

سچ ہے کہ وہاں اپنے گھر میں بھی تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں بنا سکا۔" وہ بہت سنجیدگی سے کہہ رہا تھا' نمرہ سنتی رہی۔

"تمہارے گھر والے مجھے پسند نہیں کرتے اور میرے گھر والے تمہیں' دونوں کی ناپسندیدگی کی وجہ بننے والی باتیں ایسی ہیں جنہیں رب پسند کرتا ہے' رب کو صاف گوئی' سچائی اور خلوص پسند ہے' جو میرا جرم بن گیا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ غیر برادری اور غیر قبیلوں میں شادیاں کرو۔ اس میں بہت گہرائی ہے' مگر ہم کم عقل لوگ سمجھیں تب نا۔۔۔ غیر برادری سے ہونا تمہارا جرم بن گیا' مگر رب کو پسند ہے کہ سب ذات پات اور برادری کے چکر سے نکل کر صرف مسلمان ہونے کے رشتے سے بندھ جائیں جب میں نے ان ساری باتوں پر غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ جب رب راضی ہے تو ہم دوسروں کی خاطر اپنا گھر کیوں برباد کریں۔" اس نے بات کے آخر میں بہت غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

"مطلب۔۔۔ گھر کہاں ہے ہمارے پاس سلطان؟" وہ پھر رونے کو تیار تھی۔

"نمرہ' میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا اب' تم نے شادی کے بعد بہت برداشت کیا ہے۔۔۔ تم نے جتنے آنسو بہائے ہیں' اللہ کی عدالت میں ان آنسوؤں کا حساب مجھ سے لیا جائے گا۔ عید خوشیوں کا تہوار ہے۔ اور میں نہیں چاہتا کہ جب سب خوشیاں منا رہے ہوں تو میری جان' میری زندگی' میری نمرہ کمرے میں بند آنسو بہاتی رہے۔" اس نے بہت محبت سے اس کے آنسو صاف کیے' نمرہ نے اس کے شانے سے سر ٹکا دیا۔

"تو پھر اب کیا کریں گے ہم؟ کہاں جائیں گے؟"

"ویسے تو اس طرح بھی مل سکتے ہیں گھر سے بھاگ کر مگر۔۔۔ ہم میاں بیوی ہیں کوئی سستی سی فلم کے ہیرو' ہیروئن نہیں۔۔۔ اسی لیے میں نے سوچا کہ اب مجھے ایک اور مضبوط قدم اٹھانا ہے اور وہ بھی دنیا کی نظر میں ناپسندیدہ ضرور ہے' مگر میرے رب کو پسند ہے۔ سو۔۔۔ میری جان کے لیے۔۔۔ عید کا تحفہ۔" اس نے بات کے آخر میں شوخ ہو کر اس کی نظروں کے سامنے چابی لہرائی' وہ سیدھی ہو بیٹھی۔

"گھر۔۔۔ کرائے کا گھر؟" اسے یقین نہ آیا وہ تو سمجھی تھی کہ اسے اچھا نہیں لگا۔

"کرائے کا کیوں؟ میں نے کہا تھا نا تمہارے نصیب سے میرا کام خوب چل نکلا ہے۔۔۔ اس رمضان کے آغاز میں ہی بہت بڑا پرافٹ ہوا ہے مجھے۔۔۔ اللہ تعالیٰ کو ہماری دوری پسند نہیں آئی اس لیے ہمارے رہنے کا بندوبست کر دیا' میں نے تمہارے لیے گھر خریدا ہے۔۔۔ بہت بڑا تو نہیں ہے۔۔۔ چھوٹا سا ہے' مگر بہت خوب صورت' ویل ڈیکوریٹڈ۔ ان فیکٹ رمضان کا آخری عشرہ میں اسی گھر کی رینوونگ وغیرہ میں مصروف تھا' تمہیں سرپرائز بھی دینا تھا اسی لیے میں تمہاری کال ریسیو نہیں کر رہا تھا۔" اس نے چابی اس کی مٹھی میں بند کی۔

"امی کیا کہیں گی سلطان۔" نئی فکر لاحق ہوئی۔ خوشی کا کوئی ٹھکانہ ہی نہیں تھا' مگر وسوسے تھے کہ ستا رہے تھے۔

"ان کا بھی پورا خیال رکھوں گا' روز کام سے واپسی پر پہلے امی کے پاس جاؤں گا' ان کو ہر ماہ مناسب خرچ دیا کروں گا' ہر طرح سے خیال رکھوں گا' رشتوں کو خوش رکھنے کے لیے توازن رکھنا پڑتا ہے۔" اس نے نمرہ کو شانے سے تھام کر اپنے ساتھ لگا لیا۔

"ہم چلیں اپنا گھر دیکھنے' کل عید وہیں کریں گے اپنے گھر۔"

"ہوں۔۔۔ پر پہلے عید کی شاپنگ۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"میں واپسی پر اپنا سامان اٹھا لوں گی اور سب کو بتا دوں گی کہ میں اپنے گھر جا رہی ہوں۔۔۔ سلطان آپ نے میرے لیے کتنا کچھ کیا۔۔۔ اتنا اچھا گفٹ۔" اس نے چابی کو مٹھی میں دبوچا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | f PAKSOCIETY

"ہوں۔۔۔ سب کو بتانا' مگر خوشی سے۔۔۔ میں نے اس سارے مسئلے میں دو باتیں سیکھی ہیں نمرہ۔۔۔ ایک تو یہ کہ کبھی بھی کسی کے ذاتی معاملے میں مداخلت نہ کرو چاہے وہ خلوص پر ہی مبنی کیوں نہ ہو' جو ہے' جیسا ہے اسے ویسا ہی رہنے دو۔۔۔ اور دوسری بات یہ کہ کبھی بھی دوسروں کی خاطر اپنی خوشیاں برباد نہ کرو۔" اس نے گاڑی اسٹارٹ کردی۔ وہ سیدھی ہو بیٹھی' سلطان نے اسے خوب شاپنگ کروائی' مہندی لگوائی واپسی پر وہ اس کے ساتھ اندر بھی گیا' سب کو سلام کیا' عید کی مبارک دی وہ سامان باندھ کر آئی تو سب حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔

"ہم لوگ اپنے گھر جارہے ہیں آنٹی' کل آپ سب آیئے گا ہمارے گھر۔۔۔ میرا مطلب ہے نمرہ کے گھر۔۔۔ میں نے شادی کے بعد اسے کچھ خاص دیا نہیں تھا تو عید کے موقع پر ایک چھوٹا سا گھر گفٹ کیا ہے اسے' کل ضرور آیئے گا آپ۔۔۔ یہاں سے زیادہ دور نہیں ہے۔" سلطان کی بات پر سب کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ سب نے ایک دوسرے کو دیکھا' ان کی کہی باتیں نمرہ کے کانوں میں گونجنے لگیں' اس نے سلطان کا ہاتھ تھام لیا۔

"بہت قدر کرتے ہیں میری اور زوہیب بھائی سب سے مہنگا جوڑا لے کردیا ہے سلطان نے مجھے۔۔۔"

"خوش رہو۔" امی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

"آیئے گا ضرور۔" وہ سب سے مل کر نکل گئے' باہر بہت رونق تھی' عید کی صبح ہونے جارہی تھی۔ اپنے گھر کے گیٹ پر کھڑی وہ اپنے رب کی مشکور ہوئی۔

"کتنا خرچہ ہوگیا نا سلطان؟"

"ہوں۔۔۔ مگر وہ ہے نا دینے والا اوپر۔۔۔" اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

"بے شک۔"

"چلو تم چل کر اپنا گھر دیکھو' کوئی کمی ہو تو بتاؤ' میں کچھ کھانے پینے کا سامان لے آؤں اور امی سے بھی کل آنے کا کہہ آؤں۔۔۔ تمہارے جہیز کا سامان اٹھوایا تھا تو انہیں پتا چل گیا تھا' غصہ ہوئیں تو میں نے کہہ دیا کہ آپ نے ہی تو کہا تھا کہ آپ نمرہ کو اپنے گھر میں برداشت نہیں کرسکتیں' اس لیے میں نے آپ کی نظروں سے دور رکھنے کے لیے الگ گھر لے دیا۔" اس نے گیٹ کھولتے ہوئے کہا۔

"وہ آئیں گی؟"

"جب غصہ ٹھنڈا ہوگا اور اپنوں سے چوٹ پہنچے گی تو آئیں گی اور اسی طرح اگلے مہینے جب زوہیب اور ثوبیہ چلے جائیں گے تو آنٹی بھی آئیں گی۔۔۔ ہمیں خود کو ثابت کرنے کے لیے کچھ کرنا نہیں پڑے گا' اوپر والا خود ہی صحیح وقت پر ہم سب کے لیے بہتر کرتا ہے' رشتوں پر پڑی دھول صاف ہوتی ہے' مگر اس وقت جب ہمیں کچھ اور رشتوں سے دکھ ملتے ہیں۔۔۔ یہ انسان کی فطرت ہے۔۔۔ تم زیادہ سوچو مت۔۔۔ اور چل کر اپنا گھر دیکھو' میں ابھی آیا۔" اس نے اسے اندر دھکا دیا۔

"سنیں۔"

"ہوں۔۔۔" وہ واپس مڑا۔

"عید مبارک کہہ کر عید تو مل لیں۔" وہ مسکرائی' یوں لگا جیسے پوری کائنات مسکرادی ہو۔

"شکر ہے خدا کا' تمہیں خیال تو آیا ورنہ میں تو سمجھ رہا تھا کہ صبح نماز کے بعد تک کا انتظار کرنا پڑے گا۔" وہ آگے بڑھا اور اپنے بازو وا کردیے۔

"عید مبارک۔" اس کے سینے میں منہ چھپاتے ہوئے وہ دھیرے سے بولی تھی۔

"میں نے خود سے وعدہ کیا تھا کہ تم آؤگی تو عید کروں گا' تو میری عید تو ہوگئی۔۔۔ عید مبارک۔" اس نے اپنی زندگی کو کسی قیمتی خزانے کی طرح سنبھالتے ہوئے آسمان کی طرف دیکھا' عید کی صبح قریب تھی۔ اس نے دل ہی دل میں رب کا شکر ادا کیا اور سکون سے آنکھیں موندھ لیں۔

☆ ☆



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

تنزیلہ ریاض

# راپنزل

مہر کو کہانیاں سننے کا بے حد شوق ہے۔ اسکول کے فینسی ڈریس شو میں وہ شہزادی راپنزل کا کردار ادا کررہی ہے' اس لیے اس نے اپنے پاپا سے خاص طور پر شہزادی راپنزل کی کہانی سنانے کی فرمائش کی۔ کہانی سناتے ہوئے اسے کوئی یاد آجاتا ہے' جسے وہ راپنزل کہا کرتا تھا۔

نینا اپنے باپ سے ناراض رہتی ہے اور ان کو سلام کرنا بھی گوارا نہیں کرتی' وہ ابا سے جتنی نالاں اور متنفر رہتی' لیکن ایک بات حتمی تھی کہ امی سے اسے بہت محبت تھی' لیکن اسے محبت کا مظاہرہ کرنا نہیں آتا تھا۔ اس کی زبان ہمیشہ کڑوی ہی رہتی۔ نینا اپنے خرچے مختلف ٹیوشن پڑھا کر پورے کرتی ہے۔ اس کی بہن زری ٹیلی فون پر کسی لڑکے سے باتیں کرتی ہے۔

سلیم کے محلے میں چھوٹی سی دکان تھی۔ چند سال پہلے میٹرک کا رزلٹ پتا کرکے وہ خوشی خوشی گھر واپس آرہا تھا کہ ایک گاڑی سے اس کا ایکسیڈنٹ ہوجاتا ہے اور وہ ایک ٹانگ سے معذور ہوجاتا ہے۔ ذہنی بیمار ہونے کی وجہ سے اس کی ماں نے مثبت قدم اٹھاتے ہوئے محلے میں ایک چھوٹی سی دکان کھلوادی' سلیم نے پرائیویٹ انٹر کرکے بی اے کا ارادہ کیا۔ سلیم کی غزل احمد علی کے نام سے ایک ادبی جریدے میں شائع ہوجاتی ہے' جو اس نے نینا کے ہاتھ بھجوائی تھی۔

صوفیہ کا تعلق ایک متوسط گھر سے تھا۔ وہ اپنی بہنوں میں قدرے دبی ہوئی رنگت کی مالک' لیکن سلیقہ شعاری میں سب سے آگے تھی۔ صوفیہ کی شادی جب کاشف نثار سے ہوئی تو پورے خاندان میں اسے خوش قسمتی کی علامتی مثال بنادیا

Download From
Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com
Download From Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

گیا۔ کاشف نہ صرف چلتے ہوئے کاروبار کا اکلوتا وارث تھا' بلکہ وجاہت کا اعلا شاہکار بھی تھا۔ کاشف خاندان کی ہر لڑکی اور دوستوں کی بیویوں سے بہت بے تکلف ہو کر ملتا' جو صوفیہ کو بہت ناگوار گزرتا تھا۔ صوفیہ کو خاص کر اس کے دوست مجید کی بیوی حبیبہ بہت بری لگتی تھی۔ جو بہت خوب صورت اور ماڈرن تھی اور اس کی خاص توجہ کاشف کی طرف رہتی۔ حبیبہ کی وجہ سے کاشف اکثر صوفیہ سے کیے ہوئے وعدے بھول جاتا تھا۔ صوفیہ کے شک کرنے پر کاشف کا کہنا تھا کہ یہ اس کا کاروباری تقاضا ہے۔

بی بی جان' صوفیہ ـــــ کو کاشف سے جھگڑا کرنے سے منع کرتی ہیں' لیکن صوفیہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور تھی اور اکثر و بیشتر کاشف سے بحث کرنے لگتی جو کاشف کو ناگوار محسوس ہوتا۔ صوفیہ پریگننٹ ہو جاتی ہے اور بی بی جان کاشف سے صوفیہ کا خیال رکھنے کو کہتی ہیں۔

شہرین نے ضد کر کے اپنے والدین کی مرضی کے خلاف جا کر سمیع سے شادی تو کر لی' لیکن پچھتاوے اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔ حالانکہ سمیع اسے بہت چاہتا ہے' اس کے باوجود اسے اپنے گھر والے بہت یاد آتے ہیں اور وہ ڈپریشن کا شکار ہو جاتی ہے اور زیادہ تر پلز لے کر اپنے بیڈ روم میں سوئی رہتی ہے۔ سمیع نے اپنی بیٹی ایمن کی دیکھ بھال کے لیے دور کی رشتہ دار اماں رضیہ کو بلا لیا جو گھر کا انتظام بھی سنبھالے ہوئے تھیں۔ سمیع اور شہرین دونوں ایمن کی طرف سے لاپروا ہیں اور ایمن اپنے والدین کی غفلت کا شکار ہو کر ملازموں کے ہاتھوں پل رہی ہے۔ اماں رضیہ کے احساس دلانے پر سمیع غصہ ہو جاتا ہے اور ان کو ڈانٹ دیتا ہے۔ شہرین کے بھائی' بہن راستے میں ملتے ہیں اور سمیع کی بہت بے عزتی کرتے ہیں۔

سلیم' نینا سے محبت کا اظہار کرتا ہے۔ نینا صاف انکار کر دیتی ہے۔ سلیم کا دل ٹوٹ جاتا ہے' لیکن وہ نینا سے ناراض نہیں ہوتا اور ان کی دوستی اسی طرح قائم رہتی ہے۔ نینا کے ابا بیوی سے سلیم سے نینا کی دوستی پر ناگواری ظاہر کرتے ہیں اور بیوی سے کہتے ہیں کہ اپنی آپا سے نینا اور سلیم کے رشتے کی بات کریں۔

زری کے نمبر پر بار بار کسی کی کال آتی ہے۔ اور زری ماں سے چھپ کر اس سے باتیں کرتی ہے۔

نینا کی اسٹوڈنٹ رانیہ اسے بتاتی ہے کہ ایک لڑکا اسے فیس بک اور واٹس اپ پر تنگ کر رہا ہے "آئی لو یو راپنزل" لکھ کر۔ نینا' سلیم کو بتا کر رانیہ کا مسئلہ حل کرنے کے لیے کہتی ہے۔

حبیبہ کے شوہر مجید کا روڈ ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو جاتا ہے۔ وہ اپنا سارا پیسہ کاشف کے کاروبار میں انویسٹ کر دیتی ہے۔ اس کے اور کاشف کے تعلقات بہت بڑھ گئے ہیں۔ کاشف صوفیہ سے چھپ کر حبیبہ سے ملنے جاتا ہے اور صوفیہ کی آنکھوں پر اپنی محبت کی ایسی پٹی باندھ دیتا ہے کہ اسے اس کے پار کچھ نظر آتا ہی بند ہو جاتا ہے۔ حبیبہ کاشف پر شادی کے لیے دباؤ ڈالتی ہے۔ کاشف کے گریز اختیار کرنے پر اپنا روپیہ واپس مانگتی ہے اور یوں پہلی دل فریب کہانی اپنے اختتام کو پہنچ جاتی ہے۔ کاشف انکار کر دیتا ہے۔ حبیبہ غصہ میں کاشف کے تھپڑ مار دیتی ہے۔

شہرین' اماں رضیہ کے توجہ دلانے پر ایمن کی سالگرہ جوش و خروش سے ارینج کرتی ہے۔ سالگرہ کا تھیم "راپنزل" رکھتی ہے۔ سالگرہ والے دن شہرین کی امی اور بہنوں کے کوسنے' طعنے اور بددعائیں سارے ماحول کو داغ دار کر دیتی ہیں۔ شہرین سر کے درد کی شدت سے بے ہوش ہو جاتی ہے۔

سلیم کی بہن نوشین باجی کا انتقال ہو جاتا ہے۔ نینا کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کی بیٹی مہر کو اپنے ساتھ گھر لے آئے' لیکن اس کی دادی ان لوگوں کو مہر سے ملنے سے منع کر دیتی ہیں۔

کاشف کے تعلقات رخشی سے بڑھنے لگتے ہیں جو ایک ناکام اداکارہ ہے۔ وہ کاشف کو فلم بنانے کے لیے آمادہ کر لیتی ہے اور اس چکر میں کاشف سے بہت سا پیسا وصول کر لیتی ہے۔ رخشی کے مزید رقم مانگنے پر کاشف کا رخشی سے بھی جھگڑا ہو جاتا ہے رخشی اخبار میں بیان دیتی ہے اور اس کی فوری گرفتاری کی اپیل کرتی ہے۔ اس خبر کو پڑھ کر صوفیہ کا بلڈ پریشر شوٹ کر جاتا ہے اور وہ ایک مردہ بچے کو جنم دیتی ہے۔

شہرین کو برین ٹیومر ہو جاتا ہے اور سمیع اس کی بیماری سے بہت پریشان ہے۔

اب آگے پڑھیے۔

## بارہویں قسط

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف
ایڈ فری لنکس
ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ
ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر
کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety
پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1
پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بُک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بُک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

وہ اور زری ایک ساتھ ابا کی طرف بڑھی تھیں۔ ان کے چہرے پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ نینا نے اپنے دل میں بھی ایک الوہی سی خوشی کو محسوس کیا تھا۔ ان دونوں نے بہت خوب صورت کپڑے پہن رکھے تھے۔ یہ کپڑے ابا نے عید کے لیے انہیں دلوائے تھے۔ نینا کو یاد تھا اس نے ان کپڑوں کے لیے ذرا سی بھی پسندیدگی ظاہر نہیں کی تھی، لیکن امی نے زبردستی اسے یہ کپڑے پہنائے تھے۔ جس پر وہ زیادہ خوش نہیں تھی لیکن پھر بھی جب ابا آئے تو وہ بھی زری کی طرح اسی شدت کے ساتھ آگے بڑھ کر ان کے گلے لگنے کی خواہش لیے سامنے آئی تھی، لیکن ابا نے اس کی جانب دیکھا بھی نہیں تھا۔ انہوں نے زری کو سینے سے لگالیا تھا۔ نینا کا دل ٹوٹ گیا تھا۔ اسے لگا اس کی آنکھیں بھیگ رہی ہیں۔ ایک ساتھ چند آنسو آنکھوں لڑھک کر گالوں تک آگئے تھے۔ اس نے امی کی جانب دیکھا لیکن وہ بھی زری اور ابا کی طرف دیکھ رہی تھیں۔

نینا کو ایک بار پھر محسوس ہوا کہ سب اسے نظر انداز کر رہے ہیں۔ اس کا دل بھر آیا تھا۔ اس نے دیکھا زری ابا کے ساتھ جارہی تھی۔ ان کے کندھے سے کندھا ملائے وہ آگے کی جانب جارہی تھی۔ وہ زری کو پکارنا چاہتی تھی۔ وہ چاہتی تھی زری ابا کے ساتھ نا جائے۔ وہ اسے کہنا چاہتی تھی کہ یہ گھاٹے کا سودا ہے۔ زری اس کی جانب دیکھ رہی بھی نا اس کی بات سن رہی تھی۔ وہ بہت زیادہ خوش تھی۔ نینا اسے آواز دینے لگی تھی لیکن اس کے اندر ہمت نہیں تھی۔ آواز حلق سے نکلتی ہی نہیں تھی۔ اس نے ساری ہمت مجتمع کی اور آواز دے ڈالی پھر وہ رکی نہیں تھی۔ وہ اسے مسلسل آوازیں دے رہی تھی۔ اسے لگا زری نے آگے بڑھ کر اسے ہلاڈالا ہے۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھی۔

"کیا ہوا ہے..... کیوں چلا رہی ہوں۔" زری اس کے سر پر کھڑی تھی۔ نینا کی آنکھیں پوری طرح کھل گئی تھیں۔

"کتنی بار کہا ہے رات کو کم کھایا کرو۔ ورنہ اسی طرح ڈراؤنے خواب آتے ہیں۔" زری ناگواری سے بولی تھی۔ نینا اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ اس نے اپنا چہرہ صاف کیا نجانے کیوں اسے لگا کہ وہ آنسو جو اس نے نیند میں خواب کے زیر اثر بہائے تھے ان کی نمی ابھی بھی اس کے گالوں پر کہیں چمک رہی ہوگی۔ زری واپس اپنے بستر پر چلی گئی تھی۔ نینا نے اس کی جانب دیکھا اور پھر ایک نظر گھڑی پر ڈالی۔ دو بج رہے تھے لیکن زری کا چہرہ دیکھ کر یہ نہیں لگتا تھا کہ وہ سوئی ہوئی تھی اور نینا کو نیند میں بڑبڑاتا سن کر اٹھی ہے۔ نینا دوبارہ سے بستر پر لیٹ گئی۔

خواب ڈراؤنا تو نہیں تھا جو اس نے دیکھا تھا لیکن پھر بھی اس کا اثر نینا کے دماغ پر تھا۔ اس نے دوبارہ سے بستر پر لیٹ کر قرآنی آیات کا ورد کرتے ہوئے دوبارہ سونے کی کوشش کی لیکن اسے نیند بھی نہیں آرہی تھی۔ زری کے سیل کی مدھم سی روشنی سارے کمرے میں پھیلی تھی۔ وہ اپنے بستر پر لیٹی بالکل بے خبر مسلسل انگلیاں چلانے میں مصروف تھی۔ میسجز کا تبادلہ وقت کی رفتار کو بھی پیچھے چھوڑتے ہوئے تیزی سے جاری تھا۔ نینا نے محسوس کیا تھا کہ زری نے جب سے اسے اظفر کا بتایا تھا تب سے وہ اپنے رویے میں بے دھڑک ہوگئی تھی ورنہ وہ پہلے نینا کے سامنے اتنی رات گئے تک میسجز نہیں کرتی تھی۔ اب تو جیسے ساری جھجک ختم ہو کر رہ گئی تھی۔

نینا نے ناگوار سا منہ بنا کر ایک اور کروٹ بدلی تھی۔ اس کے ذہن میں کہیں پھر وہی تصویر جگمگانے لگی تھی جو زری نے اسے دکھائی تھی۔ سوتے وقت بھی اس کے ذہن میں مسلسل کھلبلی مچی تھی۔ زری نے جو تصویریں اسے دکھائی تھیں انہوں نے اسے کسی انوکھی سی جستجو میں مبتلا کر رکھا تھا۔ اسے لگتا تھا اس نے اس تصویر میں موجود لڑکے کو پہلے کہیں دیکھ رکھا ہے..... لیکن کہاں کب جیسے کسی سوال کا جواب۔ بہت سوچ بچار کے بعد بھی اس کے ذہن میں نہیں جگمگا رہا تھا۔ وہ اسی سوچ کے غلبے میں سوئی تھی اور جب آنکھ کھلی تھی تب بھی دوسرا ایسا خیال ذہن میں آیا تھا کہ اس لڑکے کو کہاں دیکھا تھا۔ وہ دوبارہ اٹھ کر بیٹھی تھی۔

"زری..... بات سنو..... مجھے ایک بار پھر وہ پکچرز دکھانا....." اس نے اسے پکارا تھا۔ زری اپنے دھیان میں مگن



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

تھی۔ نینا کو اسے دوبارہ پکارنا پڑا۔

"کون سی پکچرز۔۔۔" زری حیران ہوئی تھی۔ وہ اسے پہلے بھی فیس بک اور انسٹاگرام کی محفوظ کی ہوئی اداکاروں وغیرہ کی تصاویر دکھاتی رہتی تھی۔

"وہی۔۔۔ اسی لڑکے کی۔۔۔" نینا کو اس کا نام یاد تھا لیکن نینا نے جان بوجھ کر اس کا نام نہیں لیا تھا۔ یہ اس بات کی نشاندہی تھی کہ وہ اس کا نام یاد رکھ کر ابھی اس کی عزت افزائی کے موڈ میں نہیں تھی۔

"اس لڑکے کا نام اظفر ہے۔۔۔" زری نے جتا کر اتنا ہی کہا تھا کہ نینا چڑ کر بولی۔

"ہاں پتا ہے کہ اس لڑکے کا نام اظفر ہے اور یہ بھی پتا ہے کہ مزید معلومات کے لیے ڈبے کے اندر دی گئی پرچی ملاحظہ کریں۔۔۔ نام تو سن لیا ہے، ہم نے کئی بار بی بی۔۔۔ اب کوئی اور بات کرو۔" زری نے کروٹ بدلی اور اس کی جانب دیکھا۔

"نینا تمہارا مسئلہ کیا ہے۔" وہ ناراض ہو رہی تھی۔

"مجھے کیوں یاد نہیں آ رہا کہ میں نے اس لڑکے کو کہیں دیکھا ہے۔۔۔ کہیں دیکھا ہوا ہے۔۔۔ ایسے ہی۔۔۔ اسی طرح کا امیج میرے ذہن میں بنتا ہے۔۔۔ مگر یاد نہیں آ رہا۔" وہ لاچاری سے بولی۔

"اظفر کا چہرہ بڑا کامن سا ہے۔۔۔ پھر جو تصویریں تم نے دیکھیں اس میں اس نے داڑھی رکھی ہوئی ہے۔۔۔ آج کل داڑھی فیشن میں ہے تو ہر لڑکا ہی ایک جیسا لگتا ہے۔۔۔ اس لیے تمہیں لگ رہا ہوگا۔۔۔" زری ابھی بھی چڑ چڑے سے انداز میں بولی تھی۔ نینا چپ رہی۔ اسی زری کو وہ کل تک بالکل کسی خاطر میں نہیں لاتی تھی اور ہر بات میں اس کی بڑی بہن بننے کو تیار رہتی تھی لیکن اب زری کا رویہ اس طرح کا ہو رہا تھا کہ وہ چاہتے ہوئے بھی اسے اس طرح ٹوک نہیں پا رہی تھی جیسا کہ اس کا دل چاہ رہا تھا یا جیسے وہ پہلے ہر بات میں ٹوکتی آئی تھی۔ وہ پھر سے اپنے لحاف میں گھس گئی۔ چاہتے ہوئے بھی اس کا ذہن ان پکچرز کی جستجو سے آزاد نہیں ہو پا رہا تھا۔ وہ گہری سانس بھر کر دیوار کی جانب منہ کر کے لیٹ گئی تھی۔

یونیورسٹی کے کلاس فیلوز۔۔۔ روز بس اسٹاپ پر نظر آنے والے چہرے۔۔۔ آتے جاتے لوگ۔۔۔ محلے دار۔۔۔ نجانے اس کا ذہن کس کس چہرے کو کھوج رہا تھا۔ وہ لاشعور میں کہیں دور دور تک ڈبکیاں لگا کر اس شخص کے چہرے کو کھوجنے کی کوشش میں لگی تھی، لیکن اسے وہ یاد نہیں آیا تھا مگر نیند دوبارہ آنے لگی تھی۔ اس نے ہر خیال کو ذہن سے جھٹک دیا تھا۔ وہ کب تک یہی سب سوچتی رہتی۔ اس نے لحاف درست کیا تھا اور سونے کے لیے تیار ہوگئی تھی۔ صبح جلدی اٹھنا تھا۔۔۔ یونیورسٹی تھی۔۔۔ ٹیوشن تھی۔۔۔ اسے تو کتنے ہی کام نبٹانے ہوتے تھے۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور تب ہی اس کے لاشعور سے ایک چہرہ کہیں شعور کی سطح پر جگمگایا تھا۔ پہلے وہ تصویر جو دھندلی سی کہیں موجود تھی اب جیسے اسکرین پر مکمل واضح ہوگئی تھی۔ اس نے آنکھیں کھول ڈالی تھیں۔ وہ پہیلی جو الجھی ہوئی تھی یک دم سلجھ گئی تھی۔ اسے یاد آگیا تھا اور یہ اچھا نہیں ہوا تھا۔

✡ ✡ ✡

"یہ اسکول نہیں جاتی۔۔۔؟" بھابھی نے سادہ سے لہجے میں ایمن کی جانب دیکھتے ہوئے شہرین سے سوال کیا تھا۔ وہ رات کو منور بھائی کے گھر لاہور پہنچے تھے کیونکہ اس کی شام کی شوکت خانم میں اپائنٹمنٹ تھی تو وہ ایک دن پہلے لاہور پہنچ گئے تھے۔ اماں رضیہ اور سمیع دونوں یہی چاہتے تھے کہ ایمن ساتھ نا جائے لیکن شہرین اسے زبردستی اپنے ساتھ لائی تھی۔ اسے نجانے کیوں یہ خدشہ ستا رہا تھا کہ سمیع اس عرصے میں ایمن کو اس کی دادی کے گھر نا چھوڑ دے۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ ایمن دادی کے گھر جائے۔ وہ اپنی سی کوشش کر رہی تھی کہ ایمن اس کے ساتھ



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

رہے۔ جب کہ ایمن کی اس سے کہیں زیادہ اماں رضیہ اور رانی کے ساتھ وابستگی تھی۔ اماں رضیہ جب ڈرائیور کے ساتھ گھر کا سامان لینے کے لیے جاتی تھیں تو بھی ایمن ان کے ساتھ ہی جاتی تھی۔ اس لیے ایمن اب اپنے ماں باپ کے ساتھ آکر کچھ زیادہ خوش نہیں تھی۔ وہ بڑی سنجیدہ سی سپاٹ سے چہرے والی بچی تھی۔ وہ ہر ایک ساتھ بے تکلف نہیں ہوتی جب ہی اسے یہاں کافی مشکل ہو رہی تھی۔ منور بھائی کی مسز اور ان کی بیٹی کے بلانے پر وہ بہت ہی کم جواب دیتی تھی۔ شہرین کو اچھا تو محسوس نہیں ہو رہا تھا لیکن وہ بے بس سی تھی۔ ایمن کا رویہ شہرین کے ساتھ بھی ایسا ہی تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ اماں رضیہ اور رانی کی کمی کو بہت شدت سے محسوس کر رہی تھی۔

"ابھی ایڈمیشن نہیں کروایا بھابھی۔۔۔ اب ان شاء اللہ کرواؤں گی۔" اس نے وضاحت کی تھی۔

"ہاں اچھا ہے ڈائریکٹ پو کے جی (اپر کنڈر گارٹن) میں کروا دینا۔۔۔ پڑھی لکھی مائیں تو آج کل بچوں کو گھر میں ہی کتنا کچھ پڑھا لیتی ہیں۔۔۔ تم نے بھی تو ماشاء اللہ کافی پڑھا ہوا ہے نا۔۔۔" وہ ابھی بھی سادہ سے انداز میں کہہ رہی تھیں۔ شہرین کو دل ہی دل میں بڑی شرمندگی ہوئی۔ اس نے تو کبھی ایمن کو ایک لفظ بھی نہیں سکھایا تھا۔ وہ فقط سر ہی ہلا سکی۔

"رانیہ۔۔۔ بچے۔۔۔ یہاں آؤ۔۔۔ ایمن کو کلر پنسلز اور کوئی پیپر دو۔۔۔ اتنی عمر میں تو بچوں کو بس کلرز کے ساتھ کھیلنے کا شوق ہوتا ہے۔" وہ شہرین کو چپ دیکھ کر بولی تھیں۔ شہرین کو وہ اچھی لگی تھیں۔ ٹوہ لیتی تھیں نا طنز کرتی تھیں۔ انہوں نے اس سے اس کی بیماری کے متعلق پر تجسس سوال نہیں کیے تھے نا ہی تسلی دلاسے کے نام پر بیماریوں کے لمبے لمبے قصے سنائے تھے۔ سمیع تو منصور بھائی کے ساتھ ناشتے کے بعد ہی گھر سے چلا گیا تھا تب سے وہ بھابھی کے ساتھ تھی اور اسے اچھا ہی لگا تھا لیکن ایمن کا سپاٹ چہرہ اسے الجھا رہا تھا۔ وہ یقیناً اماں رضیہ کے بغیر اداس تھی اور یہ بات ایمن کسی باہر والے کے سامنے تسلیم کرتے ہوئے کترا رہی تھی۔

"آئی ایم سوری ایمن بیٹے لیکن ہمارے گھر میں آپ کے کھیلنے کے لیے کچھ بھی نہیں ملے گا۔۔۔ میں شام کو آپ کے لیے کچھ کھلونے منگواؤں گی۔" بھابھی اسے پیار سے دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"دراصل میرے بچے بڑے ہو گئے ہیں۔۔۔ تو ان کے سب کھلونے وغیرہ میں نے اپنے بھانجے بھانجیوں کو دے دیے ہیں۔۔۔ اب بے چاری بچی کھیلے تو کس سے کھیلے۔۔۔ دیکھو تو کیسے منہ لٹکا کر بیٹھی ہے۔" وہ شرمندہ ہوتے ہوئے بولی تھیں۔ شہرین نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"بھابھی آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں۔۔۔ غلطی میری ہی ہے۔۔۔ مجھے اپنے ساتھ اس کی ڈول وغیرہ لانی چاہیے تھیں۔۔۔ دراصل پہلے ایمن کو لانے کا ارادہ نہیں تھا۔ پھر عین وقت پر ہم نے سوچا کہ اسے ساتھ لے جاتے ہیں۔۔۔ پتا نہیں میرے پاس کتنا وقت بچا ہے۔۔۔ اب بس دل چاہتا ہے کہ اپنی بچی کو اپنے پاس رکھوں۔" وہ بجھے ہوئے انداز میں بولی تھی۔ بھابھی نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔

"اللہ کریم ہے شہرین۔۔۔ حوصلہ رکھو۔۔۔ اللہ پاک اپنے بندوں پر ان کے ظرف سے زیادہ آزمائش کا بوجھ نہیں ڈالتا۔۔۔ تم کب سے تکلیف میں ہو۔۔۔ اب اللہ پاک ان تکالیف سے آسانی دے گا۔ ان شاء اللہ۔۔۔ اب تو میڈیکل فیلڈ میں بہت ترقی کر لی ہے۔۔۔ ہر بیماری کا علاج ہے۔۔۔ پریشان مت ہو۔"

"پریشان تو نہیں ہوں بھابھی۔۔۔ اللہ پر بھروسا ہے وہ میرے لیے مجھ سے بہتر سوچ سکتا ہے۔۔۔ بس اپنی کوتاہیوں کا احساس رہتا ہے۔ ان بیماریوں نے مجھے بڑا لاچار رکھا ہے۔۔۔ ایمن کو بھی ٹھیک سے وقت نہیں دے پائی۔۔۔ مجھ سے زیادہ تو اماں رضیہ سمجھتی ہیں اس کا مزاج۔۔۔ وہی خیال بھی رکھتی ہیں۔۔۔" شہرین کے انداز پر شرمندگی غالب تھی۔

"اچھی بات ہے۔۔۔ اماں رضیہ سے زیادہ میل ملاقات تو نہیں رہی کبھی میری۔ مگر ان کی تعریف سن رکھی ہے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کافی۔۔۔ اچھی خاتون ہیں۔۔۔ یہ بھی بڑا احسان ہوتا ہے اللہ کا کہ آپ کے بچے کو کوئی اچھا خیال رکھنے والا مل جائے۔۔۔" وہ کہہ رہی تھیں۔ شہرین نے سرہلایا۔

"بالکل۔۔۔ اور آپ یقین کریں اماں رضیہ اس عمر میں بھی مجھ سے زیادہ ایکٹو ہیں۔۔۔ اور ایمن میں تو جان ہے ان کی۔۔۔ بہت پیار کرتی ہیں۔۔۔ ایمن کو بھی وہ بہت عزیز ہیں۔۔۔ سارا دن ان کے آگے پیچھے پھرتی رہے گی۔ ان سے ہی باتیں کرتی رہتی ہے۔۔۔ بہت آسرا ہے مجھے ان کا۔۔۔ ان کی ہمارے یہاں موجودگی اللہ کا بہت بڑا احسان ہے بھابھی۔" شہرین دل کھول کر اماں رضیہ کو سراہ رہی تھی۔

"میں سمجھ سکتی ہوں تمہاری اس بات کو شہرین۔۔۔ ایمن تو چھوٹی ہے ابھی۔۔۔ میں اپنی رانیہ کے لیے کتنا پریشان رہتی ہوں۔۔۔ یہ ماشاء اللہ حافظ قرآن ہے۔۔۔ بہت ذہین ہے لیکن اسکول کی پڑھائی شروع ہوئی تب سے کوئی اچھی ٹیوٹر نہیں ملتی تھی تو اچھے گریڈز نہیں آتے تھے حالانکہ بہت کوشش کرتی تھی۔۔۔ پھر ایک بہت اچھی ٹیچر ملی مجھے۔۔۔ جیسے تم اماں رضیہ کو اللہ کا احسان مانتی ہو نا۔۔۔ یقین کرو وہ بچی میری رانیہ کے معاملے میں اللہ کا احسان ہے۔۔۔ یہاں گھر آکر پڑھاتی تھی رانیہ کو۔۔۔ بہت ہی ذہین اور ذمہ دار بچی ہے وہ۔۔۔ آج کل ایگزام ختم ہوگئے ہیں رانیہ کے۔۔۔ اس لیے نہیں آتی۔۔۔ اس کی کلاسز شروع ہوں گی تو دوبارہ کال کروں گی اس کو۔۔۔ تو میں بتا یہ رہی تھی کہ کوئی ایسا مل جائے جو آپ کے بچوں کا آپ کی طرح خیال رکھ سکے تو اس سے بڑی نعمت کوئی نہیں ہوتی۔"

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔" شہرین نے پھر ہاں میں ہاں ملائی تھی۔ اس کا ذہن ہر پریشانی کو بھول کر اب مستقبل کی پلاننگ کر رہا تھا۔ اس کو یکدم جیسے یاد آگیا تھا کہ ایمن کی اسکول شروع ہونے والی عمر آگئی تھی۔ وہ بھابھی سے باتیں کرتے ہوئے دل ہی دل میں سوچ رہی تھی کہ واپس جا کر ایمن کے لیے کوئی اچھی ٹیوٹر تلاش کرے گی۔ کون سا کینسر۔۔۔ کہاں کا کینسر۔۔۔ اسے فی الوقت سب بھول گیا تھا۔

✡ ✡ ✡

"صوفیہ گائے کا کھونٹا بھی بدل دو تو وہ پرانے کھونٹے کی جانب بیٹھ کر کے نہیں بیٹھتی۔ اسے اپنی جگہ کی اتنی قدر اور پہچان ہوتی ہے، لیکن تم تو گائے سے بھی گئی گزری ہو جو ذرا سی امیر کیا ہوئیں اپنی اوقات ہی بھول گئیں" یہ اس کی چھوٹی بھابھی تھیں جو انتہائی ناگواری سے بول رہی تھیں صوفیہ نے انہیں گھور کر دیکھا۔

"یہی تو ساری بات ہے۔ یہی تو تمہارے اندر کا احساس کمتری ہے، جو ہر بات میں ابل ابل کر باہر آنے لگتا ہے۔۔۔ یہی تو تمہاری ضد ہے، مجھ سے کہ صوفیہ کیوں امیر ہوگئی۔۔۔ یہی جلاپا تو کھائے جا رہا ہے تمہیں۔۔۔" وہ بھی بنا کوئی لحاظ رکھے بولی تھی۔

بات کچھ بھی نہیں تھی۔ سب بچے ایک ہی جگہ بیٹھے ایک ہی تھال میں آم کھا رہے تھے لیکن صوفیہ نے زرمین کو سب کے ساتھ بٹھانے کی بجائے الگ پلیٹ میں آم کے سلائس دے کر بٹھا دیا۔ اس کی دیکھا دیکھی باقی سب بچے بھی یہی فرمائش کرنے لگے کہ انہیں بھی الگ پلیٹ میں کھانا ہے۔ صوفیہ کی بھابھی کو اس بات پر غصہ آگیا کہ اب سب الگ الگ پلیٹ میں کھائیں گے تو دھونے کے لیے کتنے برتن جمع ہو جائیں گے۔ اس لیے اس نے صوفیہ کو ٹوک دیا کہ اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا جہاں سب بچے بیٹھے کھا رہے تھے وہ زرمین کو بھی وہیں سب کے ساتھ بٹھا دیتی، جس پر صوفیہ نے بھی طعنہ دے دیا کہ باقی سب بچے تو تمیز سے بے بہرہ گنوار ہیں۔۔۔ اس کی بیٹی ایسے بیٹھ کر ایک ہی تھال میں نہیں کھا سکتی۔ اسے عادت نہیں ہے۔۔۔ بس پھر اسی بات پر جھگڑا شروع ہوگیا۔ صوفیہ کی بھابھی نے اسے طعنہ دے ہی دیا کہ وہ اپنی اوقات بھول گئی ہے۔ وہ بھی کم نہیں تھی خوب چیخنے چلانے لگی۔ وہ جب سے دبئی سے آئی تھی تب سے اس کی بھابھیوں کا رویہ بالکل ہی ناقابل قبول ہو گیا تھا ، گرچہ اس کی



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بھابھیوں کا رویہ اس کی واپسی کے بعد ابتدائی کچھ دن تک کافی اچھا رہا کیونکہ وہ واپسی پر سب کے لیے مہنگے تحائف لائی تھی امپورٹڈ بیگز۔۔۔ پرفیومز بچوں کے لیے الیکٹرک کھلونے۔۔۔ کچھ دن تو ان چیزوں کی چکا چوند کی وجہ سے سب اس کو برداشت کرتے رہے پھر آہستہ آہستہ پہلے کی طرح سب کے انداز بدلنے لگے۔

دبئی جانے سے پہلے جو صورت حال تھی اب کی بار وہ مزید شدت اختیار کر گئی تھی اگر غیر جانبداری سے غور کیا جاتا تو اس میں زیادہ قصور صوفیہ کا ہی تھا۔ وہ ان سب کے درمیان خود کو بہت بلند مرتبہ خیال کرتی تھی۔ شادی کے بعد سے کاشف نثار کے نام کے لاحقے نے اسے اپنی نظروں میں بہت اعلا مرتبہ دلا دیا تھا۔ وہ خود کو اپنی بہنوں بھابھیوں سے کہیں بہتر خیال کرتی تھی۔ اسے اپنے بھانجے بھانجیاں زرمین سے کمتر نظر آتے تھے۔ زرمین کو کوئی ذرا سی بات بھی کہہ دیتا تھا تو اسے بہت برا لگتا تھا ایسے میں جب یہ خیال آجاتا کہ کاشف حبیبہ کے ساتھ وہاں اکیلا تھا تو اس کی جان جلنے لگتی۔ وہ پریگننٹ بھی تھی۔ موڈ سوئنگز الگ بے حال رکھتے۔۔۔ بلڈ پریشر۔ اٹھنے بیٹھنے کی لاچاری۔۔۔ وہ سب کے ساتھ جھگڑتی رہتی اور جب اکیلی ہوتی تو روتی رہتی۔ ذہن پر ہر وقت یہ احساس غالب رہتا کہ اس کا شوہر کسی خوب صورت جادوگرنی کی قید میں ہے۔ کبھی خود کو کوستی کہ کاش کچھ زیادہ پڑھی لکھی ہوتی تو کوئی جاب کر لیتی جس سے کاشف کو مالی معاونت مل سکتی۔ کبھی سوچتی کہ وہ گھر بیچ دے۔ جو بی بی جان نے اس کے نام کیا تھا اور سارا سرمایہ کاشف کو بھجوا دے' تاکہ وہ حبیبہ کا سرمایہ اسے لوٹا کر اس کے چنگل سے آزاد ہو سکے۔ جب کچھ سمجھ نا آتا تو اپنی قسمت پر شاکی رہتی کہ کاش اس کے والد بہت مالدار ہوتے تو وہ ان سے جائیداد میں حصہ مانگ لیتی۔ وہ بہت مشکل دور تھا جس سے وہ گزر رہی تھی اور اس کی وجہ سے اس کے ارد گرد رہنے والے بھی بہت مشکل میں تھے۔ بھابھیاں برداشت کرنے کی کوشش کرتیں لیکن جب نا ہوتا تو صاف اس کے منہ پر ہی کہہ دیتیں۔ چھوٹی بھابھی زیادہ ہی نک چڑھی تھیں۔ وہ بھی غصہ آنے پر سنا دیتی تھیں۔

''صوفیہ اس گردن کے سریے کو ذرا نرم کر لو۔۔۔ بیٹی والی ہو۔۔۔ کل کو اس کو بیاہنا بھی ہے۔۔۔ اگر تمہارے یہی رنگ ڈھنگ رہے تو کوئی اسے بیاہنے بھی نہ آئے گا۔'' صوفیہ ان سب باتوں کے جواب میں ان سب کو جلی کٹی سناتی۔۔۔ غصے سے چلاتی اور جب چلا چلا کر تھک جاتی تو رونے لگتی۔ کاشف فون کرتا تو بس رو رو کر یہی کہتی رہتی کہ واپس آجاؤ جس سے وہ چڑ جاتا اور اپنی ناراضی ظاہر کرتا۔ اور پھر کئی دن فون نا کرتا تو صوفیہ مزید بے حال ہو جاتی۔

یہ ایسے ہی ایک دن کی بات تھی۔ اس کے سات سالہ بھتیجے نے کسی بات پر ناراض ہو کر زرمین کو دھکا دے دیا جس پر وہ رونے لگی۔ صوفیہ کو جب پتا چلا تو اس نے بنا اصل بات پوچھے بھتیجے کو مار مار کر ادھ موا کر دیا۔ بھابھی بھی میدان میں آگئی۔ بچوں کی لڑائی گھمسان کی جنگ میں بدل گئی۔ بھابھی نے کہہ دیا کہ اب اس گھر میں تب ہی رہوں گی جب صوفیہ یہاں سے جائے گی۔ صوفیہ کے میکے میں سب اس سے ناراض ہو گئے تھے۔ اس کے والد نے کاشف کو فون کیا تھا کہ وہ یا تو اپنی اہلیہ کو اپنے ساتھ وہاں دبئی میں رکھے یا پھر خود واپس آجائے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ کاشف اسے فون کر کے تسلی دلاسا دیتا لیکن اس نے بھی فون کر کے اسے ہی ڈانٹا تھا۔ ان سب باتوں نے صوفیہ کو ذہنی طور پر توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ انہیں دنوں اس کی بڑی بہن بھی میکے میں رہنے کی غرض سے آئی ہوئی تھیں۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر وہ اسے اپنے ساتھ لاہور لے آئی تھیں۔

☆ ☆ ☆

''کچھ چاہیے۔۔۔؟'' سلیم نے اسے دیکھ کر ببل گم تو دے دی تھیں لیکن وہ پھر بھی کاؤنٹر کے قریب سے ہلی نہیں تھی' اسی لیے اس نے دوبارہ سوال کیا تھا۔ وہ کچھ الجھی ہوئی سی لگتی تھیں۔ آنکھیں بھی سوجی ہوئی لگتی تھیں جیسے



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

روتی رہی ہو۔ سلیم کے سوال کے جواب میں بھی وہ چپ رہی تھی۔

"تمہارا جھگڑا ہوا ہے خالو سے؟" سلیم نے ایک اور سوال کیا تھا۔ نینا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا پھر ببل گم کا ریپر کھولنے لگی تھی۔

"تمہارا بس چلے تو تم میرا نام ہی لڑاکا طیارہ رکھ دو" وہ عادت کے مطابق چڑ کر بولی۔ سلیم کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔ اس نے دونوں ہاتھ دعا مانگنے کے سے انداز میں چہرے پر پھیرے۔

"الحمدللہ... شکر ہے وہی پرانی والی ہو... ورنہ تمہارا انداز دیکھ کر لگ رہا تھا کچھ بدل سی گئی ہو" وہ اسے چڑانا چاہ رہا تھا۔ نینا نے ببل گم منہ میں رکھ لی تھی مگر سلیم کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔

"کیا بات ہے... روئی ہو...؟" وہ ہمدردی کیے بنا رہ بھی نہیں پایا تھا حالانکہ پتا تھا وہ مزید چڑ جائے گی۔

"تمہیں پتا ہے میں روتی دھوتی نہیں ہوں... پھر کیوں احمقانہ سوال پوچھ رہے ہو؟" جواب سلیم کے اندازے کے عین مطابق آیا تھا۔ اس نے بھی مصنوعی ناگواری سے اسے دیکھا۔

"اچھا تو پھر بی بی یہ بتا دو کہ یہاں کیوں کھڑی ہو گئی ہو... اور اگر کھڑے ہی ہونا ہے تو سائڈ پر ہو کر کھڑی ہو... دیہاڑی کا وقت کیوں خراب کرتی ہو۔"

"او ہو... کتنی باتیں آ گئی ہیں نا تمہیں بھی... ابھی اللہ نے تمہیں تمہاری اوقات میں رکھا ہوا ہے... ذرا سی اچھی شکل و صورت دی ہوئی ہوتی تو پتا نہیں کیا کرتے۔

تم... اونہہ جا رہی ہوں میں... اب اپنے ولیمے پر بھی بلاؤ گے نا تب بھی نہیں آؤں گی۔" وہ بھی اسی انداز میں مصنوعی ناراضی بھرے لہجے میں بولی تھی لیکن اپنی جگہ سے ٹس سے مس بھی نہیں ہوئی تھی۔

"ہائے یہ ظلم مت کرنا... تمہارے بغیر مجھ غریب کا ولیمہ کیسے ہو گا..." وہ مزید بھی کچھ کہنا چاہ رہا تھا لیکن نینا نے اس کی بات کاٹ دی۔

"او ہو... بند کرو یہ بک بک... صبح صبح پہلے ہی میرا دماغ خراب ہے... اوپر سے تم نے یہ اسٹار پلس کا ڈرامہ شروع کر دیا۔"

"یہی تو پوچھا تھا میں نے کہ کیا ہوا ہے... مگر سادہ طریقے سے پوچھی گئی باتیں تمہیں سمجھ کب آتی ہیں۔" سلیم جتا کر کہہ رہا تھا۔ نینا دو قدم چل کر کاؤنٹر کے قریب آئی۔

"سلیم تمہیں یاد ہے میں نے ایک لڑکے کے متعلق بتایا تھا جو میری ایک اسٹوڈنٹ کو فون پر تنگ کرتا تھا اور فیس بک پر بھی... یاد ہے نا۔" وہ آہستگی سے کہہ رہی تھی۔ سلیم نے اس کی جانب دیکھا۔

"اس نے پھر سے تنگ کرنا شروع کر دیا... یار تم اپنی اسٹوڈنٹ سے کہو نا کہ وہ اس لڑکے سے بات وات مت کرے۔"

"سلیم تم اس لڑکے کے فون نمبر کے ذریعے اس کے متعلق کچھ معلومات حاصل کر سکتے ہو... وہ کہاں رہتا ہے... کون ہے... تعلق کہاں سے ہے...؟" نینا نے اس کی بات جیسے سنی ان سنی کر دی تھی۔

"جی نہیں... مجھے کوئی شوق نہیں پرائے پھڈوں میں ٹانگیں اڑانے کا... اور تم بھی اس سارے معاملے سے دور رہو بس... تمہیں کہا تھا اس لڑکی کو بولو کہ اس سے رابطہ ختم کر دے لیکن دیکھ لو اس نے نہیں سنی تمہاری... مجھے تو لگتا ہے اس سارے معاملے میں وہ لڑکی بھی برابر کی شریک ہے جب وہ ایک دفعہ سمجھانے سے باز نہیں آئی تو تم جتنی مرضی کوشش کر لو وہ باز نہیں آئے گی..." سلیم اپنی ناگواری چھپائے بنا کہہ رہا تھا۔ نینا کو بے وقت کی نصیحتیں تو ویسے ہی پسند نا آتی تھیں۔ وہ پھر چڑ گئی۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"اچھا جی... شکریہ آپ کے مشورے اور معاونت کا... چلتی ہوں میں خدا حافظ" وہ کاؤنٹر سے اتری تھی اور دو قدم چلی تھی۔ سلیم نے مسکراتے ہوئے اس کے نک چڑھے انداز کو دیکھا۔

"بات تو سنو... اچھا کرتا ہوں کچھ... رکو تو سہی" اس نے آواز دی تھی لیکن نینا رکی نہیں تھی۔

"جی نہیں شکریہ... تم بنے رہو بس... زبیدہ آپا کا میل ورژن... ٹوکوں کی دوکان نا ہو تو... بندہ پوچھے تم سے کسی نے کہا کہ صبح صبح مشورے دو..." وہ رکی نہیں تھی بلکہ بڑبڑاتی ہوئی آگے بڑھ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ چت لیٹا تھا۔ اس کی نگاہیں گھومتے ہوئے پنکھے کے ساتھ ساتھ گھوم رہی تھیں۔ وہ سونے کی کوشش کر رہا تھا لیکن نینداس کی آنکھوں سے جیسے ناراض تھی۔ ذہن تھکا ہوا تھا' سر میں بھی درد تھا لیکن آنکھیں بند نہیں ہو رہی تھیں۔ وہ آنکھیں بند کرتا تھا تو شہرین کا چہرہ آنکھوں کے سامنے آجاتا تھا اور پھر اسے اس چہرے کے علاوہ سب بھول جاتا تھا۔ شوکت خانم میں شہرین کے ٹیسٹ شروع ہو گئے تھے۔ وہ سوچ کر آیا تھا کہ ویک اینڈ پر سب ٹیسٹ ختم کر کے وہ سوموار کو واپس چلے جائیں گے لیکن ایم آر آئی کی اپائنٹمنٹ ہی سوموار کی ملی تھی۔ ہر چیز اس کی توقع کے بر عکس آہستہ آہستہ ہو رہی تھی۔ اس نے ایک دوست کے کہنے پر شہرین کی سب رپورٹس دبئی بھی بھجوائی تھیں لیکن تاحال وہاں سے بھی کوئی مثبت جواب نہیں آیا تھا۔

دوسری جانب فنانسز کا مسئلہ بھی کسی عفریت کی طرح منہ کھولے کھڑا تھا۔ اسے احساس تھا کہ آنے والے دنوں میں اسے بہت سے روپے چاہیے ہوں گے اور ابھی تک کوئی ایسی تنگی تو نہیں تھی لیکن اگر علاج لاہور میں ہونا تھا تو اسے ایک گھر کی ضرورت تھی گھر کی دوسری اشیاء کی ضرورت تھی پھر کار بمع ڈرائیور... ایمن کا اسکول... دوسرا بڑا مسئلہ تھا کہ اسے اگر شہرین کا علاج لاہور میں کروانا تھا تو کراچی والے کاروبار کو کس طرح یہاں شفٹ کرنا تھا اور اگر دبئی سے مثبت جواب آجاتا تو پھر ایمن کو اماں رضیہ کے پاس چھوڑنا تھا یا اپنے ساتھ لے جانا تھا۔ شہرین کی پریشانی کے ساتھ ساتھ یہ سب سوالات بھی اس کے دماغ میں مسلسل گھومتے رہتے تھے۔ لاہور میں اسے پانچواں دن تھا اور ان پانچ دنوں میں منور بھائی اور ان کی اہلیہ نے بہت اچھی طرح سے ان کا خیال رکھا تھا لیکن پھر بھی اسے احساس تھا کہ اسے ایک الگ رہائش درکار تھی وہ زیادہ دن تک تو ان کے گھر میں نہیں رہ سکتا تھا۔ ذہن میں ایسے ہی کئی سوالات جیسے میراتھن میں مصروف تھے۔ وہ کیا کیا سوچتا، کیا کیا کرتا اور پھر سب سے بڑھ کر وہ ان سب کے لیے مشورہ کس سے کرتا... کوئی بھی تو نہیں تھا جس سے وہ دکھ کہہ کر ہلکا پھلکا ہو جاتا۔ اس نے یہی سب سوچتے ہوئے کروٹ بدل لی تھی۔ ایمن جو اپنے گھر میں الگ کمرے میں اماں رضیہ کے ساتھ سوتی تھی یہاں پرائے گھر میں اس کے ساتھ لیٹی ہوئی تھی اور اس کے ساتھ شہرین گہری غنودگی میں تھی۔ اس کو بھی سر درد کی مسلسل شکایت تھی جس کی بنا پر اسے ٹرنکیولائزر دیا گیا تھا سو وہ تو سکون سے سو گئی تھی لیکن سمیع کی راتیں ایسے ہی کٹ رہی تھیں... مسلسل پریشانی... مختلف سوچیں... نیند کی کمی... وہ ٹوٹ رہا تھا۔

"آپ کو نیند نہیں آرہی؟" وہ اپنے ہی دھیان میں تھا جب ننھی ایمن نے یکدم آنکھیں کھول کر سوال کیا۔ سمیع چونک گیا۔ وہ تو اسے سویا ہوا سمجھ رہا تھا لیکن وہ تو جاگ رہی تھی۔ یہ ایمن کی پیدائش کے بعد پہلی مرتبہ ہوا تھا کہ وہ اس کے ساتھ اس طرح سے ایک ہی بستر پر لیٹنے لگی تھی۔

"نہیں..." اس نے فقط یہی جواب دیا تھا اور پھر اس کی جانب دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں کہیں نیند کا شائبہ تک نا تھا شاید وہ کافی دیر سے سمیع کی کروٹوں کا بغور جائزہ لے رہی تھی جبکہ سمیع کو تو خبر بھی نا تھی۔

"آپ کو سو جانا چاہیے... بہت رات ہو گئی ہے... اماں رضیہ کہتی ہیں لیٹ سونے والے بچے موٹے ہو جاتے



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہیں۔۔۔ ایسے۔" اس نے بیٹے لیٹے ہی بازو پھیلا کر موٹاپے کو ظاہر کرنے کی کوشش کی تھی۔ سمیع کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیلی۔ اتنی پریشان کن سوچوں میں ایک معصوم سا جملہ کس قدر روح پرور ہو سکتا تھا یہ سمیع کو پہلی بار اپنی ہی بچی سے بات کر کے پتا چلا تھا۔

"میں کوشش کر رہا ہوں۔۔۔ لیکن۔" وہ لاچاری بھرے سے لہجے میں یہی کہہ پایا۔ ایمن اٹھ کر بیٹھ گئی اور پھر آلتی پالتی بنالی۔

"آپ کو درد ہے۔۔۔ چوٹ لگی ہے" وہ پہلے سے بھی زیادہ معصومیت بھرے لہجے میں بولی تھی۔

سمیع نے سرہلایا۔

"ہاں۔۔۔ چوٹ تو لگی ہے۔۔۔"

"آپ روئے تھے" سمیع کے چہرے پر مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔ ایمن اتنی باتیں بھی کرنے لگی تھی اسے تو پتا ہی نا چلا تھا۔ اس نے اثبات میں سرہلا دیا۔

"بڑے بچے روتے نہیں ہیں۔۔۔ رونے سے درد تو واقعی ختم نہیں ہوتا۔" وہ اس کی ہاں میں ہاں ملا رہا تھا۔

"لیکن سوال یہ ہے کہ پھر درد کیسے ختم ہوتا ہے" سمیع مسکراتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ پریشانیاں تو اپنی ہی جگہ تھیں، لیکن اسے ایمن سے بات کرنے سے اتنا سکون ملا تھا کہ وہ لمحہ بھر کے لیے ہی سہی اس پریشانی سے نکل آیا تھا۔

"آپ کو پتا ہے درد کیسے ختم ہوتا ہے؟" ایمن نے اسی کا سوال دہرا کر پوچھا تھا۔ سمیع نے نفی میں سرہلایا۔

"درد کو بھول جانے سے درد ختم ہو جاتا ہے۔۔۔" وہ اسی معصومیت سے بولا اور سمیع اس کے جواب پر ششدر رہ گیا۔ اس کی چھوٹی سی بچی اتنی مشکل مشکل باتیں اتنے آرام سے کر جاتی تھی اور اسے کچھ خبر ہی نا تھی۔ اس نے تو کبھی اتنا وقت ہی نا نکالا تھا کہ دو منٹ اس سے بات کرتا اور محظوظ ہو لیتا۔ اس کی انرجی ڈرنک تو اس کے اپنے ہی گھر میں بنا کوئی دھیلا خرچے موجود تھی اور اسے قدر ہی نا تھی۔ اس کا دل چاہا ایمن کو سینے سے لگا لے لیکن اسے جھجک محسوس ہوئی۔ اس نے پہلے کبھی اپنی ہی بیٹی کو ایسے بے ساختہ پیار کیا ہی نا تھا۔

"آپ کو کس نے بتادی اتنی بڑی بات کہ درد اتنی آسانی سے بھی ختم ہو سکتا ہے" وہ دل ہی دل میں شرمندگی محسوس کرتے ہوئے سوال کر رہا تھا۔

"آسانی سے ختم نہیں ہوتا۔۔۔ آپ کو نہیں پتا آسانی سے ختم نہیں ہوتا۔۔۔ درد کو بھولنا آسان تو نہیں ہوتا" وہ اپنے ہی دھیان میں مگن بول رہی تھی اور ایک ایک لفظ پر زور دے دے کر بول رہی تھی جبکہ سمیع کے دھیان گم ہوئے جاتے تھے۔ یہ اس کی ننھی منی سی بیٹی تھی یا مشکل فلسفے کا آسان سا ورژن۔۔۔ اس نے یکدم ہی اپنا ہاتھ بڑھایا اور اسے اپنے قریب کر لیا۔ یہ ایک میکانکی سا عمل تھا دوسری جانب ایمن کے لیے بھی یہ ایک نیا تجربہ تھا۔ وہ اپنے سامنے موجود اس شخص کو پاپا کہتی تھی لیکن اسے پاپا کی محبت کا یا محبت بھرے لمس کا کوئی تجربہ پہلے کب ہوا تھا۔ وہ اس لمحے اس سے اس لیے باتیں کرنے لگ گئی تھی کہ اتنے دنوں سے باتیں کرنے والا کوئی ملا ہی نا تھا۔ اماں رضیہ کی موجودگی میں تو وہ کسی دوسرے کی جانب دیکھتی ہی نا تھی اور اب یہ شخص اس کے لیے اسی قدر واقف کار تھا کہ وہ دونوں ایک ہی گھر میں رہتے تھے۔ اسے سمیع کے لمس سے اپنائیت کے بجائے جھجک محسوس ہوئی تھی۔ ایک لمحے کے لیے تو وہ دونوں باپ بیٹی ہی حیران ہوئے پھر شاید خون نے جوش مارا تھا۔ سمیع نے اسے اپنی بازو پر لٹا لیا اور وہ بھی آرام سے لیٹ گئی۔

"میں آپ کو بتا رہی تھی درد بھولتا نہیں ہے۔۔۔ جب میرے پاؤں پر چوٹ لگی تھی نا۔۔۔ تو اماں رضیہ نے بینڈیج لگا دی تھی مگر میں بہت روتی تھی۔۔۔ بہت درد تھا نا۔۔۔ اماں بولیں۔۔۔ درد کو بھول جاؤ۔۔۔ لیکن مجھ سے بھولا نہیں جاتا



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

تھا۔۔۔" وہ بہت مگن انداز میں بات کرنے لگی تھی۔

"اچھا تو پھر درد کو کیسے بھلایا آپ نے۔۔۔" اب سمیع بھی پرسکون ہو چکا تھا اور بیٹی کی ساری گفتگو سے حظ اٹھا رہا تھا۔

"میں کارٹون جو دیکھنے لگ گئی تھی۔ ڈورا کے کارٹون۔۔۔ بس پھر مجھے بھول گیا تھا کہ مجھے چوٹ لگی ہے۔" وہ اتنے اطمینان سے بتا رہی تھی۔ سمیع کے ہونٹوں پر مسلسل مسکراہٹ چمک رہی تھی۔

"آپ کو کارٹون اچھے نہیں لگتے۔۔۔ آپ کارٹون دیکھ لیں۔۔۔ پھر آپ کو بھی درد بھول جائے گا۔" ایمن نے اسے مشورہ دیا تھا۔ سمیع اب کی بار مسکرایا نہیں تھا بلکہ ہنسا تھا اور شاید کئی دن کے بعد ہنسا تھا۔ ایمن کو اسے ہنستا دیکھنا اچھا لگا۔ وہ یکدم پھر اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"آپ کا درد کم ہو گیا؟" وہ پوچھ رہی تھی۔ سمیع نے اثبات میں سر ہلایا۔ ایمن اب کی بار مسکرائی۔

"میں نے کہا تھا نا درد کو بھول جائیں" وہ واقعی اس بات کا مکمل کریڈٹ لینے کی حق دار تھی۔

"جی۔۔۔ آپ نے ٹھیک کہا تھا۔۔۔ درد تو واقعی بھولنے سے ختم ہو جاتا ہے۔۔۔ بس تھوڑا سا باقی ہے" سمیع نے اسی انداز میں مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔

"ایک اور طریقہ بتاؤں درد کو بھولنے کا۔۔۔" اس سے پہلے کہ سمیع کچھ اور کہتا اس نے ایک اور سوال کر ڈالا تھا۔ سمیع نے پر تجسس انداز اپناتے ہوئے سر ہلایا۔ ایمن اس کے قریب ہوئی پھر رازدارانہ انداز میں آنکھیں مٹکاتے ہوئے بولی۔

"آئس کریم کھالیں۔۔۔" سمیع کے منہ سے قہقہہ ابلا تھا۔ درد کو بھولنے کا کتنا سادہ سا طریقہ تھا۔ اس نے سامنے لگے وال کلاک کی جانب دیکھا۔ ساڑھے گیارہ ہی تو ہوئے تھے۔

"آؤ ایمن درد کو بھول کر آتے ہیں۔" شہرین کا لحاف درست کرتے ہوئے اس نے ایمن سے کہا تھا۔ وہ بھی شاید دن میں سو چکی تھی اس لیے بہت ایکٹو انداز میں اٹھ کر بیٹھ گئی۔ سمیع نے اسے گود میں اٹھا لیا تھا۔ بیس منٹ بعد وہ ایک آئسکریم پارلر میں بیٹھے تھے۔

☆ ☆ ☆

"صوفیہ کچھ کھانے کا دل چاہ رہا ہے۔۔۔؟" باجی نے اس سے پوچھا تھا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔ وہ نا ٹھیک سے کھاتی تھی نا ہی اپنا خیال رکھتی تھی لیکن باجی کے گھر میں اس کا کسی سے جھگڑا ابھی نا ہوتا تھا۔ وہاں تھا بھی کون جو اس سے جھگڑتا' اسے طعنے دیتا لیکن اس کا دل نا لگتا تھا۔ باجی کے تین بیٹے تھے۔ ان کے معاشی حالات بھی صوفیہ کے بھائیوں کی طرح بس ٹھیک ہی تھے لیکن وہ بڑی شاکر عورت تھیں۔ وہ بھی حاملہ تھیں لیکن صوفیہ کی نسبت وہ سارا گھر بھی سنبھالتی تھیں اپنے بچوں کے ساتھ ساتھ زرمین کی دیکھ بھال بھی کرتی تھیں لیکن صوفیہ نے ان کی زبان سے کبھی کوئی شکوہ نا سنا تھا۔ سارا دن ہنستے کھیلتے کاموں میں لگی رہتیں۔ صوفیہ کو ان پر بھی رشک آتا۔ وہ سارا دن اٹوانی کھٹوانی لیے پڑی رہتی۔ باجی اسے سمجھاتی رہتی تھیں لیکن اس کا دل کسی چیز میں نا لگتا تھا۔ وہ کسی کو یہ بھی نہیں بتا سکتی تھی کہ وہ اپنے شوہر کے رویے سے خائف ہے۔ یہ بڑا المیہ تھا کہ شوہر کا پردہ رکھنے میں بھی تکلیف تھی اور نا رکھنے میں بھی عزت پر حرف آتا تھا۔

"یہ لو صوفیہ۔۔۔ دیکھو میں کیا لائی ہوں" باجی گھنٹا بھر پہلے بازار کے لیے نکلی تھیں۔ اب واپسی پر وہ یقیناً" اس کے لیے کوئی پھل لائی تھیں تب ہی اسے اتنی محبت سے جگانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ وہ بڑی مشکل سے پلنگ سے اتر کر باہر برآمدے میں اٹھ آئی۔ باجی نے پلیٹ میں کچھ کاٹ کر تپائی پر رکھا ہوا تھا۔ وہ ان کے قریب چارپائی پر



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

آبیٹھی۔
"میٹھے (موسمی پھل) آئے ہوئے ہیں آج کل۔۔۔ وہ میٹھے جو کڑوے ہوتے ہیں" باجی ہنستے ہوئے کہہ رہی تھیں۔
"تمہیں تو بہت پسند ہیں نا یہ۔۔۔ آجاؤ شاباش۔۔۔ بڑے اچھے میٹھے آئے ہوئے ہیں۔۔۔ سارا بازار بھرا پڑا تھا۔۔۔ میں تمہارے لیے لے آئی۔۔۔ یہی دن ہیں بس میٹھے چوسنے کے۔۔۔ ہفتہ دو ہفتہ رہیں گے یہ۔۔۔ پھر تو سارا سال نظر نا آئیں گے۔ کونین ہوتی ہے ان میں۔۔۔ کڑوی تو ہوتی ہے لیکن چیز زبردست ہے۔۔۔ ملیریا اور کئی ایک بیماریوں سے بچاتی ہے۔"
باجی اسے کھانے کی تحریک دیتے ہوئے وہی باتیں دہرا رہی تھیں جو انہوں نے بڑے بوڑھوں سے سن رکھی تھیں۔ اس نے بے دلی سے ایک پیس اٹھالیا۔ باجی نے ان کے چار چار ٹکڑے کرکے پلیٹ میں برف کے ساتھ رکھے ہوئے تھے۔ وہ کافی ٹھنڈا اور اچھا لگا۔ اس نے ایک کے بعد ایک وہ سارے میٹھے چوس ڈالے تھے۔ اسے اس دن وہ میٹھے کھا کر بڑا مزا آیا پھر اس دن کے بعد سے اس کی روٹین بن گئی۔ وہ باجی سے فرمائش کرکر کے میٹھے منگواتی اور کھاتی رہتی۔ باجی نالاتیں تو خود ہی بھانجے کو پیسے دے کر منگوالیتی۔ یہ پھل اسے پہلے بھی پسند تھا لیکن یہ حال بھی نا تھا کہ درجن درجن بھر ایک ہی نشست میں کھا جاتی اور پھر مزید کی خواہش کرنے لگتی۔
"تم بھی عجیب ہو صوفیہ۔۔۔ لوگ اس حالت میں لیموں املیاں چاٹتے رہتے ہیں اور تم یہ میٹھے کھاتی رہتی ہو۔۔۔"
باجی مذاق میں کہتی رہتیں لیکن وہ بے پروا میٹھے چوسنے میں مگن رہتی حالانکہ اس کے بعد اس کا منہ کتنی ہی دیر کڑوا رہتا لیکن وہ پروا نہیں کرتی تھی شاید اسے لگتا تھا کہ دل کی کڑواہٹ سے منہ کی کڑواہٹ اچھی ہے۔ وہ کڑوے میٹھے چوستے ہوئے دل ہی دل میں اپنے شوہر اور حبیبہ کو کوستی رہتی۔

☆ ☆ ☆

"تمہیں یہاں آکر اچھا تو لگ رہا ہے نا شہرین۔۔۔؟" سمیع نے ایسے پوچھا تھا جیسے کوئی بڑا کسی بچے سے اس کے نئے کھلونے کے متعلق دریافت کرتا ہے۔ شہرین نے مسکرا کر اسے دیکھا۔ پہلے وہ اس کے چہرے کو دیکھ کر مسکراتی تھی اور اب پہلے مسکراتی تھی اور پھر اس کی جانب دیکھتی تھی۔ اس کی پوری کوشش رہتی تھی کہ اپنے انداز سے سمیع کو یہ بالکل نا محسوس ہونے دے کہ وہ اپنی بیماری سے پریشان ہے۔
"ہاں۔۔۔ بہت اچھا لگ رہا ہے۔۔۔ بھابھی ان کے بچے بہت ہی سلجھے ہوئے ہیں۔۔۔ بچے اتنے تمیزدار ہیں کہ بالکل شور شرابا نہیں کرتے جبکہ بھابھی میرا بہت خیال رکھتی ہیں" وہ ان سب کی تعریف کررہی تھی۔ سمیع کے خاندان میں یہ پہلے لوگ تھے جو اس سے اتنے اچھے انداز میں ملے تھے ورنہ بہت سے رشتے دار تو فقط اس لیے شہرین سے بے تکلف نہیں ہوتے تھے کہ کہیں سمیع کی امی برا نا مان جائیں۔
"ہاں یہ لوگ مجھے اسی لیے پسند ہیں۔۔۔ ویل مینرڈ اور مہذب لوگ ہیں۔۔۔"
"بے شک بہت ہی اچھے لوگ ہیں۔۔۔ بھابھی ایمن کا اتنا خیال رکھتی ہیں۔ ایمن خود ہی زیادہ بے تکلف نہیں ہوتی ان کے بچوں سے ورنہ وہ تو بہت پیار کرتی ہیں" شہرین کہہ رہی تھی۔
"ایمن زیادہ سوشل نہیں ہے نا۔۔۔ آہستہ آہستہ ٹھیک ہوجائے گی۔۔۔ تم فکر مت کرو۔۔۔ وہ بہت اچھی بچی ہے" سمیع نے جواب دیا تھا۔ اس دن رات کو اپنی ہی بیٹی کے ساتھ کی گئی طویل گفتگو ذہن کے پردے پر فلم کی طرح چلنے لگی تھی۔
"بھابھی کسی ٹیوٹر کا بتا رہی تھیں کہ رانیہ کو پڑھانے آتی ہے۔ مجھے کہہ رہی تھیں کہ ایمن کے لیے اس سے



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

بات کریں گی۔۔۔ تم بتاؤ ان کو کیا جواب دوں۔" شہرین نے استفسار کیا تھا۔ سمیع نے ایک بار کہا تھا کہ وہ ایمن کو بورڈنگ بھیجنے کا ارادہ رکھتا ہے اس لیے شہرین کسی بھی اسکول یا ٹیوٹر کا فیصلہ خود کرتے ہچکچاتی تھی۔

"یہ تو اچھی بات ہے تم ان کو بولو کر لیں اپنی ٹیوٹر سے بات۔۔۔ لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ پہلے یہاں جوہر ٹاؤن میں کوئی مناسب سا گھر رینٹ پر دیکھ لوں۔۔۔ اتنے دن اس طرح سے کسی کے گھر رہنا بھی تو اچھا نہیں لگتا۔۔۔ ایک ہفتہ ہو گیا ہے ہمیں یہاں۔۔۔ باقی معاملات اس کے بعد دیکھیں گے۔ کیوں کہ۔۔۔" سمیع نے بات مکمل بھی نہیں کی تھی کہ شہرین نے بات کاٹ دی۔

"ہمیں اندازہ بھی تو نہیں کہ ہمیں کتنے دن یہاں رہنا ہے۔ جانے میرے علاج میں کتنے دن لگ جائیں" وہ یاسیت کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔ اس کی سرجری کی ڈیٹ دے دی تھی ڈاکٹر نے اور دل ہی دل وہ کافی خوف زدہ تھی۔

"تم پریشان مت ہو۔۔۔ میں یہاں ڈاکٹرز سے مل کر بہت پر امید ہو گیا ہوں۔۔۔ ان شاء اللہ سب کچھ جلدی جلدی ہو گا اور تم دیکھنا تم دنوں میں اچھی بھلی ہو جاؤ گی" وہ اسے تسلی دے رہا تھا لیکن ایسے جیسے خود کو تسلی کی اشد ضرورت ہو۔ شہرین نے بھی سر ہلایا۔ وہ آج کل ایک دوسرے سے ایسے بات کرتے تھے جیسے ایک دوسرے کے مزاج سے باخبر ہوں۔ سمیع اسے تسلیاں دیتا رہتا اور وہ بلاوجہ مصنوعی مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے خوش اور مطمئن نظر آنے کی اداکاری کرتی رہتی۔

"ان شاء اللہ۔۔۔ لیکن دیکھو جب میرے بال جھڑ جائیں گے اور میں گنجی ہو جاؤں گی تو وعدہ کرو تم بالکل نہیں ہنسو گے۔۔۔ اور خبردار تم نے میری اجازت کے بغیر میری کوئی تصویر لینے کی کوشش کی تو۔" وہ ہنسنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی تھی۔ سمیع کا دل جیسے کسی نے مسلا مگر اس نے بھی ضبط کا دامن ہاتھ سے جانے نہیں دیا تھا۔

"ایک تصویر تو ضرور لوں گا۔ جب تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گی تو اس تصویر کو تمہیں بلیک میل کرنے کے لیے استعمال کیا کروں گا نا" وہ اس کی جانب دیکھے بنا اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔ سمیع سے شہرین کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات نہیں کی جاتی تھی اب۔۔۔ نجانے کیوں اسے لگتا تھا وہ اس کے دل کی حالت جان لے گی اور پھر اس کے منہ پر ہی اسے جھوٹا کہہ دے گی۔

"مجھے بلیک میل کرو گے تم۔۔۔؟" شہرین ہنسی تھی۔

"ہاں نا۔۔۔ جب تم کوئی بات نہیں مانا کرو گی تو پھر ایسا کرنا پڑے گا" سمیع کا انداز پہلے کی طرح ہی تھا۔ بیمار شہرین تھی لیکن ٹمٹماتی موم بتی کی طرح وہ ہو کر رہ گیا تھا۔

"میں تو تمہاری ہر بات ویسے ہی مان لیتی ہوں۔۔۔ تمہیں ایسے ہتھکنڈے اپنانے کی ضرورت کیا ہے۔" شہرین نے پھر سوال پوچھا تھا۔

"اچھا تم پریشان مت ہو۔۔۔ میں مذاق کر رہا تھا۔۔۔ میں کوئی تصویر نہیں لوں گا۔۔۔ تم جلدی سے ٹھیک ہو جاؤ۔۔۔ میں تو اس سارے عرصے کو کبھی یاد بھی نا کروں گا۔۔۔ یہ چند مہینے اور دن میں ہمیشہ کے لیے بھول جاؤں گا بس۔۔۔" تسلی دیتے ہوئے وہ بجھے دل سے کہتا چلا گیا تھا۔ شہرین نے اس کی جانب دیکھا۔

"سمیع کیا کیموتھراپی میں بہت درد ہوتا ہے؟" شہرین نے یکدم سوال کیا تھا اور یہ وہ سوال تھا جو وہ کب سے پوچھنا چاہ رہی تھی لیکن ہمت نا ہوتی تھی۔

"ارے بالکل بھی نہیں۔۔۔ درد کہاں ہوتا ہے۔۔۔ بس ذرا سائیڈ افیکٹس زیادہ ہیں۔۔۔ بال وال اسی لیے تو جھڑتے ہیں۔۔۔ امیون پاور کم ہو جائے گی نا۔۔۔ اور بس ذرا سی گرمی زیادہ لگے گی لیکن تم فکر مت کرو۔۔۔ ہم مری چلے جائیں گے۔ یا ہنزہ وغیرہ۔۔۔ تم پریشان مت ہو میں نے سب پلان کیا ہوا ہے" وہ اسے پھر تسلی دے رہا تھا لیکن لہجہ



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

آنکھوں کا ساتھ نا دیتا تھا۔ آج صبح ہی تو اس نے ڈاکٹرز کے ایک پینل سے ملاقات کر کے سب کچھ پوچھا تھا۔ کیموتھراپی کے متعلق گوگل کیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ آئندہ آنے والے دن شہرین کے لیے جسمانی لحاظ سے بہت تکلیف دہ ہونے والے تھے وہ یہ بات اسے نہیں بتا سکتا تھا۔ شہرین چپ ہی ہوگئی تھی۔

"میں ذرا نماز ادا کرلوں۔۔۔ عصر کی نماز رہتی ہے ابھی میری۔۔۔" سمیع سے جب کوئی تسلی بھرا جملہ ادا نا کیا گیا تو وہ بولا تھا۔

"تم آج کل نمازیں بھی پڑھنے لگے ہو سمیع۔۔۔؟" شہرین کو حیرت ہوئی تھی۔ وہ دونوں ہی نماز وغیرہ سے تو دور رہی تھے۔ سمیع نے ایک لمبی گہری سانس بھری۔

"ہاں۔۔۔ میں نے سوچا میں دنیا والوں سے ہی مانگتا رہا ہوں آج تک۔۔۔ اور دنیا والوں نے مجھے کچھ نہیں دیا۔۔۔ اپنی امی سے تم سے شادی کی اجازت مانگی انہوں نے اجازت نہیں دی۔ تمہاری امی سے تمہارا ہاتھ مانگا انہوں نے انکار کر دیا تم سے صرف خوش رہنے کی درخواست کی۔۔۔ تم نے بھی انکار کر دیا۔۔۔ اب سوچا بس اللہ سے مانگتا ہوں۔ آخر ساری دنیا کو بھی تو دے دیتا ہے نا وہ۔۔۔ میں نے ایسا کیا کر دیا ہے کہ مجھے نا دے گا۔" اس کے لہجے میں بے پناہ لاچاری تھی۔

"تم کیا مانگتے ہو اللہ سے۔۔۔؟" شہرین کے منہ سے میکانکی انداز میں جملہ پھسلا تھا۔ سمیع اس کی جانب مڑا اور پھر اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"صرف خوشی۔۔۔ سکون لیکن تمہارے لیے' اللہ تمہیں تمہارے دل کا سکون دے دے۔۔۔ تمہیں تاحیات کوئی تکلیف نا دے۔ مجھے اس کے سوا کچھ نہیں چاہیے میں بڑا خود غرض ہوں شہرین۔۔۔ میں نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ میرا ساتھ تمہیں اس مقام تک لے آئے گا" وہ اس کے ہاتھوں کو تھامے ہوئے لاچاری سے بول رہا تھا۔

"سمیع یہ تمہاری وجہ سے نہیں ہوا۔۔۔ ایسا کیوں سوچتے ہو تم۔۔۔ کچھ نہیں ہوا تمہاری وجہ سے۔۔۔ بیماریاں تو اللہ کی جانب سے آجایا کرتی ہیں۔۔۔ اور شفا بھی اللہ ہی کی جانب سے ہوتی ہے۔" شہرین نے آنکھوں کو بھیگنے سے بچاتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں۔۔۔ بس اسی لیے اللہ کو راضی کرنا چاہتا ہوں۔۔۔ سنا ہے نماز سے اللہ راضی ہو جاتا ہے۔۔۔ تم ایمن کو دیکھو وہ کہاں ہے۔۔۔ بھابھی سے کرنا ٹیوٹر والی بات۔ ایمن بہت اکیلا فیل کرتی ہے خود کو۔۔۔ وہ اماں رضیہ کو بہت مس کرتی ہے۔۔۔ میں نے فون کیا ہے ان کو بھی۔۔۔ گھر کا انتظام ہو جائے تو بلوالوں گا ان کو بھی ادھر۔۔۔ ایمن کو تو سنبھال لیں گی نا وہ۔۔۔ اگر ہم نے لاہور میں عارضی طور پر گھر لیا تو اس کی اسکولنگ کا ایشو بھی ہوگا۔۔۔ چار سال کی ہو چکی ہے۔۔۔ اسکول بھی دیکھنا چاہیے اب اس کا۔" سمیع اپنے دھیان میں مگن کہہ رہا تھا۔ ایمن نے اس کی جانب دیکھا۔ وہ کتنا بدل سا گیا تھا۔ ایسی باتیں وہ پہلے کب کرتا تھا۔ اس نے تو ایمن کو بورڈنگ بھجوانے کی پلاننگ کر رکھی تھی لیکن چیزیں بدل رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"باجی میٹھے نہیں لائیں۔" باجی روزانہ پکانے کی سبزی لینے نکلی تھیں۔ صوفیہ نے انہیں میٹھے لانے کے لیے کہا تھا لیکن وہ واپس آئیں تو ہاتھ میں پھل والا کوئی لفافہ نظر نا آتا تھا۔ اس کا منہ بن گیا۔

"سارا بازار پھر کر آئی ہوں صوفی۔۔۔ کہیں نہیں نظر آئے۔۔۔ ختم ہوگئے اب۔۔۔ یہ زیادہ دن کب رہتے ہیں۔۔۔ لیچی لائی ہوں۔۔۔ ٹھنڈی کر کے دیتی ہوں۔" وہ اسے بہلا رہی تھیں لیکن اسے بالکل اچھا نا لگا۔

"باجی آپ نے دیکھنا تھا نا اچھی طرح۔۔۔ اتنا دل چاہ رہا تھا میرا۔۔۔ آپ ذرا آگے تک چلی جاتیں۔۔۔" وہ چڑ کر بولی



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

تھی۔ وہ بہت عجیب سی ہو گئی تھی۔ ایک تو ہمہ وقت بیٹھے رہنے کے باعث وزن بہت بڑھ گیا تھا۔ ہروقت کی جلی کٹی سوچیں اس کے چہرے کو کملا چکی تھیں۔ وہ پہلے سے زیادہ سانولی لگنے لگی تھی پھر چہرے پر ہروقت ناگواری پھیلائے رکھتی۔ خدشات شوہر کی جانب سے تھے لیکن ناراضی سارے جہان سے تھی۔ یہ بھی نا سوچتی تھی کہ باجی بھی تو اسی کیفیت سے گزر رہی ہیں جس سے وہ گزر رہی ہے۔ اسے بس خود سے زیادہ مظلوم سارے جہان میں کوئی نظر نا آتا تھا۔ اس کے نزدیک سب سے لاچار اور بے چاری وہ تھی کہ جس کا شوہر ایک بری عورت کے چنگل میں قید تھا۔ اس کے لیے مسئلہ بس یہ تھا کہ ایک عورت رقم خرچ کرکے اس کے شوہر پر ڈورے ڈال رہی تھی۔ اس کے علاوہ اگر کوئی مسائل تھے پریشانیاں تھیں تو اس کی جانب سے وہ سب بھاڑ میں جاتے۔

"میں آگے تک سے ہو کر آئی ہوں۔۔۔ یہ پیچی بھی نزدیک سے نہیں ملی۔ وہ سڑک کے اس پار سے لائی ہوں۔۔۔ تم کھاؤ تو سہی۔۔۔ تمہیں اچھی لگے گی" باجی اسے پچکار کر بولی تھیں۔

"چھوڑیں باجی۔۔۔ جس چیز کو کھانے کا دل چاہ رہا ہو۔ جب وہ نا ملے تو جو بھی ملے وہ اچھا نہیں لگتا۔۔۔ خیر رہنے دیں آپ۔۔۔ میرا کون سا شوہر یہاں میرے گھٹنے سے لگ کر بیٹھا ہے۔ جو میری فرمائشیں پوری کرے گا۔۔۔ زرمین کی دفعہ تو بی جان میرے منہ سے نکلی بات کو پورا کرنا اپنا فرض سمجھتی تھیں۔۔۔ یہ پتا نہیں کون سا منحوس بچہ پیدا کرنے جا رہی ہوں میں۔۔۔ جس کی نا اس کے باپ کو فکر ہے۔۔۔ نا کسی اور کو۔" وہ مزید چڑ کر بولی تھی۔

"آئے ہائے صوفیہ ایسے کیوں کہہ رہی ہے میری بہن۔۔۔ بچے تو سب ہی قیمتی ہوتے ہیں۔۔۔ یہ جاہلوں والی باتیں کیوں کر رہی ہو" باجی کو اچھا نہیں لگا تھا۔

"چھوڑیں باجی۔۔۔ پتا نہیں کیا قیمتی ہوتا ہے کیا نہیں۔۔۔ مجھے تو بس اب کچھ اچھا نہیں لگتا۔۔۔ آپ دیکھیں نا میری حالت۔۔۔ کیسی بھدی ہو گئی ہوں میں۔۔۔ منہ جیسے فٹبال منہ بن گیا ہے۔ پورے چہرے پر مل مہاسے نظر آ رہے ہیں۔۔۔ زرمین کی دفعہ تو ایسا نہیں تھا۔۔۔ یقین کریں اب کی بار یہ صورت حال ہے کہ جس دن سے پتا چلا ہے میں ماں بننے والی ہوں۔۔۔ اس دن سے کچھ نا کچھ برا ہی ہو رہا ہے۔۔۔ بڑا ہی کوئی منحوس بچہ پیدا کروں گی میں اس بار" وہ انتہائی برے لہجے میں بول رہی تھی۔ باجی کو بہت برا لگا۔

"صوفیہ یہ میٹھے کھا کھا کر اتنی کڑواہٹ بھر گئی ہے تمہارے اندر۔۔۔ اناپ شناپ بولتی جا رہی ہو۔۔۔ اس طرح نہیں کہتے۔۔۔ یہ منحوس و نحوس کچھ نہیں ہوتا۔۔۔ دعا کیا کرو اللہ خیر خیریت سے فراغت دے تمہیں۔۔۔" باجی نے ناراضی بھرے لہجے میں کہا تھا اور کچن کی طرف بڑھی تھیں۔

میں نہیں کروں گی کوئی دعا شعاع۔۔۔ بس دل بھر گیا ہے دعاؤں سے بھی۔۔۔ اتنا ہی اثر ہوتا دعاؤں میں بھلا یہاں بیٹھی ہوتی میں۔۔۔" صوفیہ کا لہجہ اگرچہ باجی کو نہایت ناگوار گزرا لیکن وہ چپ رہی تھیں۔ ایک تو وہ بہن تھی دوسرا حاملہ تھی تیسرا انہیں احساس بھی تھا کہ شوہر کا رویہ اور کردار ان کی بہن کے لیے بہت بڑی پریشانی کا باعث تھے سو وہ بھابھی نہیں تھیں اس کی کہ اسے طعنے دینے لگتیں اسی لیے بے چاری چپ رہتی تھیں۔

"آپ بتائیں میٹھے منگوائیں گی یا نہیں؟" وہ اسی انداز میں سوال کر رہی تھی۔ باجی نے کوئی جواب نہیں دیا تھا لیکن انہوں نے اپنے بیٹے کو بڑے بازار بھیج کر بڑی مشکل سے اسے میٹھے منگوا دیے تھے۔ یہ اتفاق کی بات تھی کہ اس رات صوفیہ کی طبیعت خراب ہو گئی۔ اسے اسپتال لے جایا گیا اور توقع کے بالکل برعکس اس نے پری میچور بچی کو جنم دیا تھا۔

اس کا دل بالکل ہی ٹوٹ گیا۔ ایک تو اسے بیٹے کی خواہش تھی۔۔۔ اللہ نے اسے بیٹی دے دی تھی اور بیٹی بھی کیسی۔۔۔ کالی سیاہ۔۔۔ بلی کے بچے کی طرح کی۔۔۔ نرم نرم سی۔۔۔ اس کی بھنویں بھی پوری طرح نمودار نا ہوئی تھیں ابھی۔۔۔ اسے اپنی ہی اولاد کو دیکھ کر سخت مایوسی ہوئی۔ اس نے ایک کے بعد دوسری نگاہ بھی نا ڈالی تھی جبکہ نرس سر



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

پرکھڑی بچی کا تجویز کردہ نام پوچھ رہی تھی۔ باجی کے شوہر نے اس بچی کو گود میں اٹھالیا۔ چند لمحے اس ننھے منے وجود کو دیکھتے رہے، سوچتے رہے، پھر بولے۔

"کونین۔۔۔ اس بچی کا نام کونین ہے۔۔۔ کونین کاشف نثار" انہوں نے نجانے کیا سوچ کر یہ نام اس کے لیے تجویز کردیا تھا۔

☆ ☆ ☆

"تم نے امی سے بات کی" یہ دو دن کی بات تھی جب زری نے اس سے پوچھا۔ امی کی جانب سے اسے مسلسل سرد جنگ کا سامنا تھا تب ہی وہ نیہنا سے پوچھ رہی تھی۔ نیہنا نے کتاب سے سر اٹھا کر اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ کئی دن سے سوچ رہی تھی کہ زری سے بات کی ابتدا کرے تو کیسے کرے۔ اسے ڈر تھا وہ بدگمان ہوجائے گی۔

"زری۔۔۔ مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے یہاں بیٹھو۔۔۔" وہ بہت محبت بھرے انداز میں بولی۔ یہ انداز اس کی طبیعت کا حصہ کبھی نا رہا تھا۔ زری نے مشکوک نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"امی نے اظفر کے لیے انکار کردیا۔۔۔ سچ سچ بتا دو۔۔۔ پلیز بہانے مت بنانا۔۔۔ میں صاف بتا رہی ہوں۔۔۔ اظفر نہیں تو کوئی بھی نہیں۔" وہ جو بڑی پرسکون ہوا کرتی تھی یکدم ہتھے سے اکھڑ کر بولی تھی۔ نیہنا نے نفی میں سرہلایا۔

"نہیں زری۔۔۔ امی نے کچھ نہیں کہا۔۔۔ انہیں تو بس میں نے سرسری سا بتایا تھا۔۔۔ میں خود ہی اظفر کی جانب سے مطمئن نہیں ہوں زری۔۔۔ وہ تو۔۔۔" اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ زری نے اس کی بات کاٹ دی۔

"دیکھو نیہنا۔۔۔ تمہیں اس سے شادی نہیں کرنی۔۔۔ مجھے کرنی ہے۔۔۔ اور میں بے حد مطمئن ہوں۔۔۔ مجھے اپنے دل کی گواہی سے بڑی کوئی گواہی نہیں لگتی۔۔۔ اور میرا دل اظفر کے معاملے میں سو فیصد مطمئن ہے۔" وہ سپاٹ انداز میں کہہ رہی تھی۔

"اوہ نشو بیگم۔۔۔ تم آرام سے بیٹھ کر ایک دفعہ میری بات تو سن لو۔۔۔ پتا تمہیں کچھ ہے نہیں۔۔۔ ڈائیلاگ پہلے ہی بولنا شروع ہوگئی ہو" نیہنا نے انداز سخت نہیں اپنایا تھا لیکن جملہ عادت کے مطابق سخت ہی تھا۔

"پتا تو تمہیں بھی کچھ نہیں ہے نیہنا۔۔۔ لیکن تمہیں عادت پڑ گئی ہے کہ ہمارے گھر میں جب بھی کوئی کام سکون سے ہونے لگے گا تم اسے خراب کرکے ہی چھوڑو گی۔۔۔ تمہیں یہ سب کرکے مزا آتا ہے نا" وہ کافی تپ گئی تھی۔ برا نیہنا کو بھی لگا لیکن اس نے گھورنے کے سوا کچھ نہ کیا تھا۔

"زری زیادہ اوور ایکٹنگ کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔ مجھے پتا ہے تم کم پڑھی لکھی ہو۔۔۔ لیکن کم عقل بھی ہو یہ مجھے بالکل نہیں پتا تھا" نیہنا یہ طعنہ مذاق مذاق میں پہلے بھی اسے دیتی رہتی تھی لیکن اسے پتا نہیں تھا کہ فی الوقت زری کو یہ بے ضرر سا طعنہ بہت بری طرح چبھ جائے گا۔

"اوہ جاؤ معاف کرو مجھے۔۔۔ میں کم پڑھی لکھی بھی ہوں، کم عقل بھی ہوں۔۔۔ مجھے اچار ڈالنا ہے ایسی پڑھائی اور ایسی عقل کا جس سے مجھے اپنے ماں باپ کی عزت کرنا ہی بھول جائے۔۔۔ تمہاری سب نصیحتیں فقط دوسروں کے لیے ہوتی ہیں۔۔۔ خود تم جو مرضی کرتی پھرو۔۔۔ عجیب سی بات ہے میں نے جس دن سے تمہیں اظفر کا بتایا، اسی دن سے تم بس اس کے خلاف زہر اگل رہی ہو۔ حالانکہ تم اسے جانتی تک نہیں ہو۔ کبھی کہتی ہو اس کی شکل کسی سے ملتی ہے۔ کبھی کہتی ہو کہ اسے پہلے کہیں دیکھ رکھا ہے۔۔۔ اور اب تو بالکل ہی حد کردی۔۔۔ یعنی تم اظفر کی جانب سے مطمئن نہیں ہو۔۔۔ لو بتاؤ۔۔۔ بندہ پوچھے تم نے شادی کرنی ہے اس سے۔۔۔" زری تو بالکل ہی آپے سے باہر ہوگئی تھی۔ نیہنا کو بڑا دکھ ہوا لیکن اس نے تحمل کا مظاہرہ کیا تھا۔

"دیکھو زری یہ زندگی بھر کا معاملہ ہے۔۔۔ اسے ایسی جذباتیت سے حل مت کرو۔۔۔ یہ بے وقوفی ہے" وہ زری کا



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یہ روپ دیکھ کر دل ہی دل میں کافی پریشان ہو گئی تھی۔
"تو پھر کرنے دو مجھے بے وقوفی تم سب لوگ مجھے بے وقوف ہی تو سمجھتے ہو۔۔۔ ایک پورے خاندان میں تم ہی ذہین ہو جسے انسانوں سے ملے بنا انہیں جج کرنے کا مرض لاحق ہے" زری اپنے بستر پر بیٹھ گئی تھی۔ نینا اٹھ کر اس کے پاس آ گئی۔
"تم ایسے ری ایکٹ کیوں کر رہی ہو۔۔۔ میں نے کہا نا میں تمہارا ساتھ دوں گی۔۔۔ لیکن پلیز تھوڑی سی انکوائری تو کرنے دو۔۔۔ شادی بیاہ کا معاملہ ایسی عجلت میں نہیں نبٹایا جاتا زری۔۔۔ بعد میں رونے سے بہتر ہے کہ انسان سمندر میں اترنے سے پہلے اس کا ظرف ماپ لے۔۔۔ میں واقعی اظفر سے نہیں ملی۔۔۔ لیکن زری یہ لڑکا لڑکیوں کو انٹرنیٹ پر بلیک میل کرتا ہے۔۔۔ میری ایک اسٹوڈنٹ کو بہت خوار کیا تھا اس نے۔۔۔" یہاں تک پہنچنے پر زری نے پھر اس کی بات کاٹ دی۔
"نینا۔۔۔ تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔۔۔ اظفر ایسا نہیں ہے۔" وہ زچ سی ہو کر بولی تھی۔ نینا نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا۔
"میں تمہاری بہن ہوں زری۔۔۔ تمہارا برا کبھی نہیں چاہوں گی۔۔۔ مجھے بس تھوڑا سا وقت دو۔۔۔ میں تمہیں اس لڑکے کے متعلق سب کچھ بتا دوں گی" وہ اسے سمجھا رہی تھی۔ زری نے ہاتھ چھڑوایا اور ٹانگیں بیڈ کے اوپر کر لی تھیں۔
"بہنیں تمہارے جیسی نہیں ہوتیں نینا۔۔۔" زری نے لحاف گردن تک چڑھانے سے پہلے انتہائی ناراضی بھرے لہجے میں کہا تھا اور کروٹ بدل لی تھی۔ نینا اسے دیکھتی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

یہ کونین کی پیدائش سے ڈیڑھ ماہ بعد کی بات تھی جب صوفیہ کے ابو بالخصوص اس سے ملنے کے لیے اور اسے اپنے ساتھ لے جانے کے آ گئے حالانکہ وہ سب کونین کی پیدائش پر بھی آئے تھے لیکن صوفیہ نے کسی بھائی سے بات کی تھی نا بھابھی سے حتیٰ کہ ان کے بچوں کی جانب بھی محبت بھری نظر نا ڈالی تھی۔ یہی بچے شادی سے پہلے اس کے راج دلارے ہوا کرتے تھے۔ بھائیوں اور بھابھیوں نے اس بات پر اس کے خلاف دلوں میں بہت زیادہ عناد پال لیا تھا۔ اس کے باوجود ابو چاہتے تھے کہ صوفیہ انہی کے ساتھ چل کر رہے۔
"آپ کے بیٹوں نے آپ کو اجازت دے دی صوفیہ سے ملنے کی۔۔۔" وہ ابو کا لحاظ کیے بغیر ناراضی بھرے لہجے میں شکوہ کر رہی تھی۔ ابو نے تاسف سے اسے دیکھا۔ وہ ان کی سب سے زیادہ سمجھ دار اور فرماں بردار بیٹی ہوا کرتی تھی۔
"میری بچی وہ تمہارے بھائی ہیں۔ محبت کرتے ہیں تم سے۔۔۔ لیکن ایک بات یاد رکھو۔۔۔ گھٹنے پیٹ سے زیادہ اہم نہیں ہوتے۔۔۔ جس طرح تمہیں اپنا شوہر بھائیوں سے زیادہ عزیز ہے۔۔۔ اسی طرح انہیں بھی اپنی بیویاں بہن سے زیادہ پیاری ہیں۔۔۔ اگر تم ان سے لڑائی جھگڑے کرو گی تو وہ بھی تمہاری عزت نہیں کریں گے" وہ اسے سمجھا رہے تھے۔ صوفیہ نے ناک چڑھائی۔
"ابو آپ کو کچھ نہیں پتا۔ وہ سب بات بے بات میری بے عزتی کرتی ہیں۔۔۔ میرے شوہر کے خلاف الٹی سیدھی باتیں کرتی ہیں۔۔۔ وہ سب حسد کرتی ہیں مجھ سے۔۔۔" صوفیہ اسی انداز میں بولی تھی۔ دل ہی دل میں اسے بہت اچھا لگا تھا کہ ابو اسے لینے آ گئے تھے۔ باجی کے گھر کتنی دیر رہ لیتی وہ۔ جبکہ کاشف تو واپس آنے کا نام ہی نا لے رہا تھا۔


WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"وہ حسد نہیں کرتیں میری بچی۔ خود ہی احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتی ہو۔ جب ان سب کو خوش دیکھتی ہو تو یہ انسانی فطرت ہے۔ لیکن تمہیں اپنا ظرف بڑھانا ہو گا۔ اگر تمہیں انہی کے ساتھ ایک گھر میں رہنا ہے تو تمہیں یہ سب برداشت کرنا پڑے گا" ابو ہمیشہ سے گھر کے کسی معاملے میں نہیں بولتے تھے۔ یہ امی کا ڈیپارٹمنٹ تھا لیکن جس معاملے میں وہ بولتے تھے اس معاملے کی سنجیدگی اور سنگینی بلاشبہ بہت زیادہ ہوتی تھی۔

"میں کیوں رہوں گی ان کے گھر 'ان کے ساتھ۔ یہ تو مجبوری آن پڑی مجھے۔ ورنہ میں تو ان میں سے کسی کو منہ بھی نہ لگاؤں" وہ ناک چڑھا کر بولی تھی۔ وہ دل کی بری نہیں تھی لیکن نجانے اسے کیا ہوتا جا رہا تھا۔ ہر وقت سب سے ناراض 'اکتائی ہوئی۔ پہلے پریگنینسی کے سائیڈ ایفیکٹس تھے اور اب پوسٹ نیٹل ڈپریشن (بچے کی پیدائش کے بعد والا ذہنی تناؤ) شروع ہو گیا تھا۔

"اچھی بات ہے" ابو نے سر ہلایا۔ انہیں بلاشبہ اس کی بات اور انداز برا لگا تھا۔

"میں زیادہ بحث نہیں کرنا چاہتا۔ تم اگر اپنے رویے کو ٹھیک نہیں کر سکتی تو تو کاشف کو بولو کہ تمہیں وہاں بلوا لے" ابو نے چند مہینے پہلے بھی اس مسئلے کا یہی حل نکالا تھا اور اب بھی وہ یہی کہہ رہے تھے۔ صوفیہ کے دل پر بڑی کاری ضرب لگی۔

"وہ تو کب کا بلوا لیں ابو۔ ان کا دل بھی تو نہیں لگتا وہاں۔ لیکن دبئی ہے۔ میاں چنوں یا چیچوں کی ملیاں نہیں ہے۔ گھر بار سیٹ کرتے وقت لگ جاتا ہے۔ اتنا مہنگا شہر ہے۔ شکر ہے کاشف کا کاروبار بہت اچھا ہے لیکن سوچ سمجھ کر چلنا پڑتا ہے۔ ابھی تو انہیں خود بھی گئے دو سال بھی نہیں ہوئے۔ کہہ رہے تھے اس سال کے آخر میں بلوا لیں گے ہمیں وہاں" وہ لہجے کو ذرا سا بھی معتدل کیے بغیر بولی تھی۔ ابو نے پھر سر ہلایا۔

"وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن اگر ابھی تم وہاں نہیں جا رہیں تو ہمارے ساتھ چل کر رہو۔ سارے خاندان میں اس بات کا چرچا ہے کہ صوفیہ ماں باپ کے گھر کے بجائے بہن کے گھر رہ رہی ہے۔ تمہیں احساس ہے کہ تمہارے بھائیوں کی کتنی بے عزتی ہوتی ہے ایسی باتوں سے۔ اتنے کم ظرف نہیں ہیں وہ کہ بہن کو چند مہینے اپنے ساتھ بھی نہ رکھ سکیں" ابو دو ٹوک لہجے میں بولے تھے۔

"میں کب کہہ رہی ہوں کہ بھائی کم ظرف ہیں۔ لیکن وہ اپنی بیویوں کے بے دام غلام ہیں۔ اور ان کی بیویاں انتہائی کم ظرف ہیں۔ سب کی سب حاسد اور جل ککڑیاں۔" صوفیہ کے لہجے کی حقارت کم ہو کر نہ دیتی تھی۔

ابو چند لمحے اس کی جانب دیکھتے رہے پھر تاسف سے سر ہلایا۔

"ایک بات یاد رکھنا صوفیہ۔ جب سوراخ اپنے برتن میں ہو تو اس میں سے پانی ٹپکنے پر گالیاں دوسروں کو بکنا بے وقوفی ہوتی ہے" ابو کا یہ جملہ بہت بڑی بات تھی اور صوفیہ سمجھ بھی گئی تھی کہ وہ کیا کہنا چاہ رہے تھے۔ اس سے مزید کچھ کہا نہیں گیا لیکن اس کے بعد سے اس نے کاشف کو مزید شدت سے کہنا شروع کر دیا کہ وہ اسے بلوا لے۔

✡ ✡ ✡

"یا اللہ میری زندگی میں مزید کتنی مشکلیں باقی ہیں۔ جتنی بھی مشکلیں باقی ہیں وہ سب کی سب ایک ساتھ مجھے دے دے۔ میں شکایت نہیں کروں گا۔ لیکن وہ مجھے بہت عزیز ہے۔ اسے ہر مشکل سے بچا لے۔ اسے تکلیف نہ دے یا اللہ۔ وہ تو بہت نازک ہے اسے تو میری سنگت نے تکلیفوں کے سوا پہلے ہی کچھ نہیں دیا۔ اور اب یہ اتنی خوف ناک بیماری۔ نہیں یا اللہ نہیں۔"

نیناں کاؤچ کی پشت سے ٹیک لگائے رانیہ کا انتظار کر رہی تھی جب دھیمی دھیمی آنے والی آوازوں نے اسے



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

اپنی جانب متوجہ کرلیا۔ وہ ایک مردانہ آواز تھی۔ آواز تو شاید اسے متوجہ نا کرتی لیکن وہ جو بھی شخص تھا دعا مانگتا ہوا محسوس ہو رہا تھا اور اس کے لہجے کا بھیگاپن 'اس کی التجائیہ ہلکی ہلکی سی آوازیں بھی فضا میں پھیلے سکوت کو توڑتی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔ نینا نے رانیہ کے پاپا سے پہلے کبھی ملاقات نہیں کی تھی۔ اس نے ان کی آواز بھی نہیں سن رکھی تھی۔ اس نے سوچا شاید وہ رانیہ کے والد کی آواز تھی لیکن وہ کس کی زندگی کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ کیا رانیہ کے گھر میں کوئی پریشانی چل رہی تھی۔ نینا کو کچھ عجیب سا لگا۔

زری کے رویے نے اسے بڑا خائف کردیا تھا۔ یہ معاملہ اب توجہ طلب ہو گیا تھا۔ اسی لیے وہ وہ یونیورسٹی سے سیدھی رانیہ کی طرف آئی تھی۔ اظفر کی تصویریں دراصل اس نے سب سے پہلے رانیہ کے لیپ ٹاپ پر ہی دیکھی تھیں۔ یہ وہی لڑکا تھا جو رانیہ کو کافی تنگ کر رہا تھا لیکن یہ بات زری کو سمجھانا کافی مشکل لگ رہا تھا۔ رانیہ کے ایگزامز کے بعد سے اس کی امی کی درخواست کے باوجود وہ ان کے گھر نہیں جا پائی تھی لیکن اب اس کا جانا ضروری ہو گیا تھا۔ اس نے رانیہ کو واٹس ایپ بھی کیا تھا لیکن وہاں سے کوئی جواب نہیں آیا تھا۔ وہ پہلے بھی آتی تھی تو ملازم اسے ڈرائنگ روم کے ساتھ ملحقہ ڈائننگ ایریا میں بٹھا دیا کرتا تھا 'اب بھی وہ وہیں آکر بیٹھ گئی تھی اور اب اسے عجیب لگ رہا تھا کہ نہ جانے کون سسکیاں لیتے ہوئے دعائیں مانگ رہا تھا۔ اس نے سوچا وہ وہاں سے اٹھ جائے اور باہر برآمدے میں جاکر بیٹھ جائے۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھی تھی لیکن اسی دوران ڈائننگ ایریا اور ڈرائنگ روم کے درمیان لگا نیٹ کا پردہ سرکا تھا۔ غیرارادی طور پر اس کی نگاہ اسی جانب گئی تھی۔ ایک شخص جانماز بچھائے بیٹھا تھا اور ایسے بیٹھا تھا کہ اسے اردگرد کا کوئی ہوش نا تھا۔ نینا فوراً پیچھے کی جانب ہٹ گئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ اس شخص کی نگاہ بھی اس پر پڑے۔ وہ اللہ کے ساتھ کسی گہرے تعلق میں گم تھا۔ اسے اچھا نا لگتا اگر وہ اس کی موجودگی سے ڈسٹرب ہو جاتا۔ وہ بالکل پیچھے کی جانب ہٹ کر کرسی پر سمٹ کر بیٹھ گئی۔ اسے ایک دم سے فیصلہ کرنا مشکل ہو گیا تھا کہ اسے یہاں ٹھہرنا چاہیے یا چلے جانا چاہیے۔

"تیرے کرم کا منتظر ہوں یا اللہ۔۔۔ اور میرے کرموں کو دیکھ کر مجھ پر کرم نا کرمالک۔۔۔ تب تو میں خالی ہاتھ ہی رہ جاؤں گا یا اللہ۔۔۔ مجھے خالی ہاتھ نا رکھ یا اللہ۔۔۔ مجھے خالی ہاتھ نا رکھ۔" وہ شخص دھیمی دھیمی آوازوں میں مسلسل دعائیں کرنے میں مگن تھا۔ نینا اپنی جگہ سے ایک بار پھر اٹھی تھی اور دبے قدموں باہر آگئی تھی۔ اسی لمحے رانیہ کی امی اس جانب آئی تھیں۔

"ارے نینا۔۔۔ کیسی ہو۔۔۔ کتنا یاد کر رہی تھی میں تمہیں۔۔۔ اور کتنی بے مروت ہو جیسے ہی ایگزامز ختم ہوئے تم نے تو جیسے ہم سے کنارہ ہی کرلیا۔" وہ آتے ہی شکوے کرنے لگی تھیں۔ نینا کو لمحہ لگا تھا اس کیفیت سے نکلنے میں جس کے تحت وہ کمرے سے نکلی تھی۔

"آپ کو تو پتا ہی ہے یونی ورسٹی کی کتنی مصروفیت ہوتی ہے۔ ابھی تک میرا تھیسس اٹکا ہوا ہے۔ اس سے جان چھوٹے تو کوئی اور کام کروں۔" اس نے وضاحت دی تھی۔ رانیہ کی امی کے خلوص کے آگے وہ بڑی مجبور پاتی تھی خود کو۔ وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے واپس ڈرائنگ روم میں لے آئیں۔

"اچھا بھائی۔۔۔ ہمیں نا سناؤ یہ پرانے قصے۔۔۔ یونی ورسٹی ہو۔۔۔ یا جاب۔۔۔ یا پھر تمہاری شادی بھی ہو جائے۔ میرے بچوں کو تم ہی پڑھاؤ گی۔۔۔ اور رانیہ کو تو یونی ورسٹی تک لے کر جانا ہے تم نے۔" وہ باآواز بلند کہہ رہی تھیں۔ وہ شخص بھی جیسے محتاط ہو گیا تھا۔ کیونکہ دعا کی آواز آنی بند ہو گئی تھیں۔

"مجھے بس یونی ورسٹی سے جان چھڑوا لینے دیں۔۔۔ پھر اس بارے میں بات کریں گے۔ ابھی تو میں رانیہ سے ملنے آئی تھی۔ کچھ نوٹس چاہیے تھے۔ کہاں ہے وہ۔" اس نے بعجلت سوال کیا تھا۔

"بہت اچھا کیا جو تم آگئیں۔۔۔ میں خود تم سے ملنا چاہ رہی تھی۔۔۔ رانیہ تو گھر نہیں ہے ابھی۔۔۔ دراصل ہمارے



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

یہاں مہمان آئے ہوئے ہیں کراچی سے۔۔۔ میں اسی سلسلے میں بات کرنا چاہ رہی تھی تم سے۔۔۔ ان کی بیٹی ہے چار ساڑھے سال کی ہے۔ بہت اچھی بچی ہے۔ اسے پڑھا دیا کرو گی۔۔۔ اس کا کنڈر گارٹن شروع کرنا ہے۔" وہ اس سے بھی زیادہ عجلت بھرے انداز میں اپنی ہی بات کر رہی تھیں۔ نیناں کا منہ سا بن گیا' یہ سن کر کہ رانیہ گھر موجود نہیں تھی۔

"میں کہاں پڑھا سکتی ہوں اتنے چھوٹے بچوں کو۔۔۔ آپ کو تو پتا ہے میں رانیہ کے لیے کتنی مشکل سے وقت نکال رہی تھی۔ گریڈ تھری یا فور کا بچہ ہو تو میں پڑھا بھی دوں لیکن یہ نرسری ورسری ہینڈل نہیں ہوتی مجھ سے۔۔۔ معذرت۔۔۔" اس نے سبھاؤ سے بات کی تھی۔ رانیہ کی امی نے سرہلایا۔

"وہ تو ٹھیک ہے' لیکن تم ایک بار اس بچی سے مل تو لو۔۔۔ بڑی پیاری بچی ہے۔ دراصل یہ لوگ کراچی سے یہاں آئے ہوئے ہیں۔ چند ایک مہینے یہیں رہیں گے۔ تمہیں بتایا تھا نا کہ ہمارے ایک جاننے والوں میں ایک لڑکی کو کینسر ہو گیا۔ اب علاج یہاں سے ہو گا تو بچی کو ایڈمیشن نہیں کروانا ہے۔ کیونکہ ان کی زندگی میں بہت کچھ ڈسٹرب ہو کر رہ گیا ہے۔ بس اس لیے ہوم اسکولنگ ہو گی۔ تو اگر تم کچھ مدد کرو تو۔۔۔ وہ بہت اچھی اماؤنٹ پے کریں گے۔" وہ اسے آمادہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن نیناں نے پھر نفی میں سرہلایا۔

"آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔۔۔ لیکن یقین کریں میں مجبور ہوں۔ ہاں یونی ورسٹی ختم ہونے کے بعد کچھ مینج کر سکی تو ضرور بتاؤں گی آپ کو۔" اس نے سہولت سے انکار کیا تھا۔ رانیہ کی امی کو مایوسی ہوئی۔

"چلو ٹھیک ہے۔ میں تمہیں مزید مجبور نہیں کروں گی۔ لیکن پلیز رانیہ کے لیے وقت ضرور نکالنا۔"

"جی جی ضرور۔۔۔ آپ رانیہ کو کہیے گا مجھے واٹس ایپ کرے۔ مجھے اس سے کچھ نوٹس چاہئیں ارجنٹ۔" اس نے سرہلاتے ہوئے کہا تھا اور اپنی جگہ سے اٹھ گئی تھی۔ دعا کی آوازیں اب بالکل تھم چکی تھیں۔ اس نے نکلنے سے پہلے غیر ارادی طور پر کن انکھیوں سے اسی جانب دیکھا تھا لیکن اسے کچھ نظر نہیں آیا تھا۔ وہ باہر نکل آئی تھی۔

☼ ☼ ☼

"یہ تو بالکل تمہارے جیسی ہے صوفیہ۔۔۔ جبکہ یہ زرمین تو بالکل اپنے باپ کی کاپی ہوا کرتی تھی۔ کونین نے تو ایک نقش بھی نہیں لیا باپ سے۔۔۔" باجی کی نند آئی ہوئی تھیں۔ انہوں نے کونین کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ زرمین بھی ساتھ ہی کھڑی تھی۔ سرخ رنگ کا فراک پہنے دو پونیاں بنائے وہ کتنی پیاری لگ رہی تھی۔ صوفیہ نے دل مسوستے ہوئے کاٹ میں پڑی اپنی ہی بچی کی جانب دیکھا۔ وہ بہت دبلی پتلی سانولی سی بچی تھی۔ ستوانسی تھی' اس لیے صحت تو بالکل ہی نہیں بنی تھی اس کی' ہر ایک ہفتے بعد اسے چیسٹ انفیکشن ہو جاتا تھا۔ ڈبے کا دودھ پینے کے باعث پیٹ بھی خراب رہتا تھا۔ وہ ایک ہفتہ گھر اور ایک ہفتہ اسپتال میں گزارتی تھی۔ جو بھی اسے دیکھتا تھا یہی کہتا تھا کہ وہ بالکل صوفیہ جیسی ہے اور صوفیہ اس بات سے بڑا چڑتی تھی لیکن کہہ کچھ نہیں سکتی تھی لیکن یہ بات بھی سچ تھی کہ اسے اپنی ہی بیٹی پر ذرا پیار نہ آتا تھا۔ وہ اسے ایک چھوٹا سا بلی کا بچہ لگتی تھی جسے گود میں لینے کا بھی اس کا دل نہ چاہتا تھا۔ اس کے زیادہ تر کام باجی ہی کر دیتی تھیں۔

"ہو جائے گی یہ ٹھیک۔۔۔ دراصل ستوانسی ہے تو دبلی پتلی ہے۔۔۔ چھ مہینے بعد یہ بھی زرمین جیسی لگنے لگے گی۔" نند کی بات کا جواب باجی نے دیا تھا اور ساتھ ہی کونین کو گود میں بھی اٹھا لیا تھا۔ صوفیہ نے اس بات کے اقرار یا انکار میں کچھ نہیں کہا تھا۔

"ہاں جی اکثر بچے چھ مہینے کے بعد ہی صحت مند ہوتے ہیں۔ ویسے بھی یہ جب دبئی اپنے باپ کے پاس جائے گی



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

تو ٹھیک ہو جائے گی۔۔۔ کب جا رہی ہو واپس۔۔۔" نند کا دوسرا سوال پہلے سے بھی زیادہ مہلک تھا۔ صوفیہ چپ رہی تھی یہ ایک نیا ہی مسئلہ شروع ہو گیا تھا۔ پہلے جو سوال صرف گھر والے کرتے تھے 'اب رشتہ داروں اور دوست احباب نے بھی وہی سوال پوچھنے شروع کر دیے تھے' جبکہ کاشف مسلسل اسے ٹالنے کے چکر میں رہتا تھا۔ کاشف سے جب جب وہ اصرار کرتی تھی کہ مجھے بلوالو۔۔۔ وہ ناراض ہونے لگتا تھا۔ ابو' امی الگ اسے کہہ رہے تھے کہ ہمارے ساتھ آکر رہو' جبکہ وہ اس امید پر تھی کہ شاید امی' ابو کے اصرار کے متعلق بار بار کاشف کو بتا کر وہ اسے پریشرائز کرلے (دباؤ ڈالے) گی اور وہ اسے بلوالے گا۔ اس کے لیے دبئی جانے سے بڑا کوئی مسئلہ تھا ہی نہیں۔ ویسے بھی باجی کے یہاں بھی جلد ہی ڈیلیوری متوقع تھی۔ ان کے یہاں اکثر مہمان آتے رہتے تھے۔ وہ سب صوفیہ کو دیکھتے ہی پہلا سوال یہ کرتے تھے کہ وہ کب شوہر کے پاس جا رہی ہے۔ اس نے خود ہی سارے خاندان میں یہ مشہور کر رکھا تھا کہ وہ ڈیلیوری کے لیے پاکستان آئی تھی اور اب جب ڈیلیوری کو بھی دو مہینے گزر چکے تھے تو سب کا یہ ہی سوال ہوتا تھا کہ واپس کب جا رہی ہو۔

"اس کو دودھ پلاؤ صوفیہ۔۔۔ بھوکی ہے۔" باجی جانتی تھیں کہ رشتے داروں کی جانب سے کونین اور زرمین کے ایسے تقابلی جائزے اور واپسی کے سوال صوفیہ کو جھنجلاہٹ میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے بات بدلی تھی۔

"میں کوئی نہیں پلا رہی دودھ ودھ۔۔۔ یہ پیتی ہی نہیں۔۔۔ رونا الگ ڈال دیتی ہے۔" وہ چڑ کر بولی۔

"او ہو۔۔۔ بچی ہی تو ہے ابھی۔۔۔ وہ بھی صرف دو مہینے کی۔۔۔ اپنی اولاد سے بھی چڑتا ہے کوئی بھلا۔" باجی اسے ڈانٹتے ہوئے بولی تھیں۔ اپنے سسرالی رشتے داروں کی موجودگی میں وہ صوفیہ کو برا بھلا بھی نا کہہ سکتی تھیں لیکن وہ دیکھ رہی تھی کہ صوفیہ کا رویہ بچی کے ساتھ بالکل بھی اچھا نہ تھا۔

"ہاں صوفیہ اسے دودھ پلاتی رہو۔۔۔ کچھ بچے ابتدا میں ماں کا دودھ نہیں پیتے لیکن پھر آہستہ آہستہ عادی ہو جاتے ہیں۔ مستقبل ڈبے کے دودھ پر لگاؤ گی تو اس کی صحت خاک بنے گی۔" باجی کی نند نے بھی کہا تھا۔

"نہیں بنتی صحت تو نا بنے۔۔۔ مجھ سے نہیں کی جاتی یہ مشقت۔" وہ اسی انداز میں بولی تھی۔ کاشف نے بھی کونین کے لیے زیادہ پیار ظاہر نہیں کیا تھا۔ اسے بیٹے کی ہی خواہش تھی۔ اس نے جھوٹے منہ بھی ابھی تک یہ نہیں کہا تھا کہ کونین کی تصویریں ہی بھجوا دو' جبکہ زرمین کی تصویریں تو وہ اکثر فرمائش کر کے منگواتا رہتا تھا۔

"ماں تو نام ہی مشقت کا ہے لگی۔۔۔ بچے مشقت سے ہی پلتے ہیں۔" باجی نے کہا تھا۔ وہ مسلسل کونین کو گود میں لے کر بیٹھی تھیں۔

"آئے ہائے۔۔۔ اب اس بلی کے بچے کے لیے بھی مشقت کروں میں۔۔۔ لائیں دیں۔" وہ انتہائی حقارت بھرے لہجے میں کہہ رہی تھی اور ساتھ ہی اس نے کونین کو ان کی گود سے لیا تھا۔ وہ کونین کو دودھ پلانا چاہتی تھی لیکن اس نے ماں کی ہر کوشش ناکام بنادی تھی۔ اسے ماں کے دودھ میں کوئی دلچسپی نہ تھی۔ وہ ماں کی گود میں بے چین سی ہونے لگتی تھی۔ صوفیہ نے چڑ کر اسے دوبارہ باجی کی گود میں دے دیا۔

اور بس یہیں سے شروع ہو گئی تھی کونین اور عرف نینا کی اپنی ماں سے وہ چپقلش جس نے پھر بعد کے کئی سالوں میں ایک سنگین شکل اختیار کرلی تھی۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

Download From Paksociety.com



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ناولٹ

بشریٰ گوندل

# میری عید تم سے ہو

Download From
Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

چاند رات حسب معمول' حسب روایت اپنی تمام خوب صورتیوں سمیت آئی تھی اور دل کی سطح پر شادمانی بھر گئی۔۔۔ ہنستی، مسکراتی گنگناتی ہوئی رات۔۔۔ ہر لمحہ دل میں خوشیوں کی برسات ہوئی رات۔۔۔ کہ وقت کے ہمیشگی ٹھہر جانے کی دعائیں مانگی گئیں۔

شام کی وہ عجب سہانی گھڑی تھی کہ نئے نویلے' انوکھے اور ان چھوئے جذبوں سے سرشار کر گئی دل یکبارگی دھڑک اٹھا اور دھڑکنوں کا کیسا نیا انداز تھا کہ عید کی مسرتیں دوبالا ہو گئیں بیٹھے بٹھائے یہ کیسی خبر ملی تھی کہ دل تو اس بے پایاں اور بے اندازہ مسرت کو سمیٹ ہی نہیں پا رہا تھا۔ دل ایک دم بادشاہ ہو گیا تھا جیسے کل کائنات اس کی دسترس میں ہو۔۔۔ جیسے چمکتے روپہلے ستاروں کو چھو لیا ہو۔۔۔ جیسے چودھویں کا پورا چاند اپنی مٹھی میں ہو' ناممکن جیسے ایک دم ممکن ہو جائے۔۔۔!

چاروں اور جشن کا سا سماں تھا
دل کے اندر بھی اور باہر بھی

سارے ستارے میری آنکھوں میں بس چکے تھے۔ اسی لیے تو آسمان کتنا خالی نظر آ رہا تھا اس شام۔۔۔

سب لوگ ایک دوسرے کو عید کی مبارک باد دے رہے تھے پھر عید کے لیے خصوصی پروگرام ترتیب دیے جانے لگے۔ میں تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا چھت پر چلا آیا۔

ایک بھرپور سانس چھت کی کھلی کھلی فضا کے حوالے کی تو جیسے سارے جذبے آزاد ہو گئے۔ شور مچاتی ہوئی دل کی دھڑکنیں تال سے تال ملانے لگیں۔ ہونٹوں میں بڑی دیر کی ٹھہری مسکراہٹ نے قہقہے کی شکل اختیار کر لی۔ آنکھوں کی چمک بڑھی تو ہر چیز جیسے خیرہ ہو گئی خوابوں اور خواہشوں سے لبریز جذبے ایسے شور کرنے لگے جیسے کلاس روم سے استاد کے نکلتے ہی طلبا شور مچانے لگتے ہیں۔

جاگتی آنکھوں دیکھا گیا کوئی خواب تھا۔۔۔ بے حد سندر خواب۔۔۔ جس کو سچی تعبیر کا پروانہ ملا' جس کو حقیقت کا رنگ پہنا دیا گیا۔ یہ سب ہوا کیسے آخر۔۔۔ میں نے کب سوچا تھا کہ سچ مچ میں یوں ہو جائے گا ہاں۔۔۔ واقعی آج کا انوکھا واقعہ تھا یہ تب ہی تو حواس گم ہو گئے تھے۔ خواب کے مرمریں پردے پر لہراتا وہ خوابوں جیسا عکس۔۔۔ میں بے یقین سا تھا۔

مجھے شام کی ان مبارک ساعتوں میں اوروں کی زبانی علم ہوا کہ گھر والوں کی مشترکہ رائے اور باہمی مشاورت کے ذریعے سے جنت کا نام' ولید کے نام کے ساتھ منسوب کر دیا گیا ہے۔ میں نے سنا' کانوں نے یقین کرنے سے انکار کر دیا' مجھے ساعتوں کا دھوکا لگی تھی یہ خبر۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے' یہ کیونکر ممکن ہے بھلا۔ جنت۔۔۔ میری کزن' میری چچازاد اور ولید۔۔۔ ولید ظاہر ہے میرا ہی نام ہے اور جنت کا نام میرے نام کے ساتھ منسوب ہو جانے کی خبر نے ہی مجھے اتنا شاک زدہ کیا ہے کہ میں حواسوں میں نہیں آ رہا۔ میں یقین ہی نہیں کر پا رہا اس خبر کی سو فیصد صداقت پر یقین آئے بھی تو کیسے؟ یہ نام ابھی تو میں نے جی بھر کے خیالوں میں بھی نہیں سوچا تھا ابھی تو دل نے بڑا ڈرتے ڈرتے تقاضا کیا تھا مگر میں نہ مانا تھا اس نے ضد بھی کی تھی قسمیں بھی کھائی تھیں ایڑیاں بھی رگڑیں تھیں اور رویا بھی تھا مگر میں ٹال رہا تھا دل کو سمجھا رہا تھا روک رہا تھا کوئی وقتی جذبہ' گھڑی بھر کی کشش قرار دے رہا تھا۔

پھر گھر والوں کو کیسے علم ہو گیا دل کی اس واردات کا جو میں ابھی خود سے بھی پوشیدہ رکھ رہا تھا۔

ابھی تو محبت کی اس کہانی میں کئی مشکل اور کٹھن مراحل سے گزرنا تھا۔ مگر یہ کیا۔۔۔ نہ حال دل بتایا گیا' نہ ساتھ جینے اور مرنے کے عہد و پیمان ہوئے' اور نہ محبت کے رستے میں ظالم سماج کی دیوار آئی۔۔۔ بس ملن کا سندیسہ باندھ دیا۔ شکر ادا کرنے کے بجائے میں شاید ناشکری کا مرتکب ہو رہا تھا یا شاید مجھے سمجھ ہی نہ آ رہی تھی ان لمحوں میں کہ میں کس طرح کے جذبات کا اظہار کروں۔۔۔ میں یقینی طور پر غیر یقینی صورت حال کا شکار ہو رہا تھا۔

کمان صورت چاند کو جس کے بہت قریب ایک ننھا سا ستارہ موجود تھا میں دیر تک دیکھتا رہا جب تک کہ



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

چاند نگاہوں سے اوجھل نہ ہو گیا میں دیکھتا رہا اور نگاہوں کے رنگوں سے ایک بہت جانی پہچانی دل کو بہت اپنی سی لگتی صورت کے نقوش بناتا رہا۔

چاند تو اہل زمین کو اپنی نئی نویلی صورت دکھا کر' خوشیوں کی سوغات دے کر دعامیں سمیٹتا آکاش کے وسیع سینے میں چھپ گیا مگر ننھا ستارہ ہنوز موجود تھا۔

میں اپنے خیالوں میں ایسا الجھا ہوا تھا کہ مجھے کچھ فاصلے پر منڈیر کے ساتھ کسی کی موجودگی کا احساس تک نہ ہوا معاً "چوڑیوں کی جلترنگ بجاتی آواز پر میں نے ذرا کی ذرا گردن موڑ کر دیکھا تو نگاہ وہیں ٹھہر گئی... جنت' منڈیر کے پاس آسمان کی طرف دونوں ہتھیلیاں کھولے میری موجودگی سے قطعی انجان نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ' دعائیں مانگنے میں مصروف تھی میں دھیرے سے مسکرایا اور اس کے قریب چلا آیا۔

"جن لوگوں کی بن مانگے دل کی مرادیں پوری ہو جاتی ہیں' وہ لوگ دعاؤں میں خدا جانے کیا مانگتے ہیں۔ تم نے یقیناً" اس وقت دعا میں مجھے مانگا ہو گا اور دیکھ لو میں پورے کا پورا تمہارے سامنے کھڑا ہوں۔"

میری آواز میں اس وقت دنیا بھر کی شوخی اور شرارت تھی اور لہجے میں آسودہ چاہتوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر... زندگی کے اس لمحے میں میں اتنا خوش تھا کہ دنیا کی ساری خوشیاں میری خوشی کے سامنے صفر ہو جاتیں۔

میری آواز پر وہ ایک دم چونک کر بے ساختہ پلٹی اور دعا کے لیے اٹھے ہوئے ہاتھ جو گرے تو چھن چھن شور مچاتی چوڑیوں کی آواز مجھے بے حد بھلی لگی اور میری دھڑکنوں کا تال میل لگی۔

"چاند رات مبارک ہو جنت... اور آنے والی عید بھی۔"

دنیا جہان کی محبتیں اس وقت خود بہ خود میرے لہجے میں امڈ آئیں... اور اس لمحے میرے دل میں خواہش ابھری کہ وقت کو میں کہیں ٹھہر جانے کا اذن مل جائے اور میں ایک گھٹنا زمین پہ ٹیک کر سامنے استادہ محبوب ترین ہستی کا ہاتھ تھام لوں ہمیشہ کے لیے اور دل میں جمع ہونے والی ساری باتیں کہہ دوں اور اسی کیفیت میں زندگی کی شام کر دوں۔ اس سے قبل کہ میں اس خواہش پر عمل در آمد کرتے ہوئے اس کا ہاتھ پکڑتا... اس نے میرا بڑھا ہوا ہاتھ ایک جھٹکے سے جھٹک دیا اور ایک خاموش نگاہ مجھ پر ڈال کر تیز تیز قدم اٹھاتی سیڑھیاں اتر گئی بڑھا ہوا میرا ہاتھ جوں کا توں معلق تھا اور میں ہک دک۔

"ارے...!" اس کے رویے نے مجھے حیرت زدہ ہی تو کر دیا تھا۔ رہ رہ کر مجھے جنت کی آنکھوں کا قدرے نامہربان سا تاثر یاد آرہا تھا ایک لمحے کو تو مجھے لگا جیسے اس کی آنکھوں کی سطح نم ناک سی تھی اور متورم بھی جیسے وہ کچھ دیر قبل روئی ہو۔

"نہیں..." پھر میں نے خود ہی اپنی سوچ کو جھٹلایا۔ اس کی آنکھیں ہی اس قدر روشن اور جگمگاتی سی ہیں یہ میرا وہم ہی ہے یقیناً" "لیکن اس کا گریز...؟ دل پھر اٹکا۔

ہو سکتا ہے شرما گئی ہو... ارے یار اب ایسا بھی کیا شرمانا اور پھر ہمارا کوئی دقیانوسی قسم کا خاندان تو ہے نہیں کہ ہمیں ایک دوسرے سے پردے کا حکم صادر فرما دیا جاتا اور ہم ایک دوسرے کے ساتھ چھپن چھپائی کا کھیل کھیلتے رہتے... ویسے بھی ایک گھر میں رہتے ہوئے یہ ممکن بھی نہیں۔ ہاں اگر بزرگ ایسا کچھ سوچیں گے تب بھی میں بھرپور احتجاج کروں گا اس آوٹ آف فیشن رسم کے خلاف۔

رات گہری ہونے تک میں وہیں منڈیر پہ ٹھوڑی ٹکائے جنت کے متعلق سوچتا رہا اور اس کے متعلق سوچنا بھی کتنا خوب صورت اور دلنشین تھا جیسے بائیں پہلو میں کوئی میٹھا میٹھا احساس ابھی کچھ روز قبل ہی تو میرے دل میں یہ احساس جاگا تھا... ورنہ اس سے قبل تو مجھے خبر بھی نہیں تھی کہ چاہتیں کیا ہوتی ہیں...؟ محبت کیا ہوتی ہے اور محبت میں بے قراریوں کا تناسب کتنے فیصد ہوتا ہے... بے چینیاں کیوں لگ جاتی ہیں اور کسی کو دیکھ کر ایک دم قرار کہاں سے آجاتا ہے۔

آپس کی بات ہے میری پارہ صفت فطرت میں ان



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

چیزوں کا گزر کہیں نہیں تھا۔ نت نئی دوستیاں ' ایڈونچرز ' معقول اور نامعقول مشاغل۔۔۔ ہربات کو کھیل سمجھنا ' ہرچیز کو چٹکیوں میں اڑا دینا۔۔۔ لڑکیوں کے ساتھ دوستی ' لڑکیوں کے دلوں میں گھر کرنا فقط بائیں ہاتھ کا کھیل ' صرف ایک نشست کی بات۔۔۔ اور اگلے کو چاہے روگ لگ جائے ' کوئی جان سے جائے میں قطعی غیر سنجیدہ ہوتا ' مجھے کوئی پروا نہ ہوتی۔۔۔ اگرچہ دل کی صورت حال بیان کر رہا ہوتا اور دل کو قطعی خبر نہ ہوتی کہ یہ لفظ لفظ سنائی جانے والی متاثر کن واردات خود اسی دل کے ساتھ ہو چکی ہے۔ میں خود اپنی جگہ سے ایک انچ نہ ہلتا اور دوسروں کا اپنے سامنے ہار جانے کا اقرار مجھے مسرور کرتا تھا۔

اب میں خود جو ہارا تھا تو ساری بازیاں ہار آیا تھا اور خود اپنے ہار جانے پر حیرت سے دنگ رہ گیا تھا۔

میں پہلی نظر میں کسی کو دیکھ کر دل ہار جاتا تو کوئی بات بھی تھی لیکن ہم تو بچپن سے ایک ساتھ تھے ایک ہی گھر میں کھیل کود کے بڑے ہوئے تھے پھر لڑکپن اور پھر جوانی آئی مگر محسوسات میں کوئی فرق نہیں آیا تھا مگر۔۔۔ یہ ضروری نہیں کہ ہم جو سوچتے ہوں کہ ایسا نہیں ہوا تو ایسا کبھی ہوگا بھی نہیں ' بعض اوقات اس طرح کی صورت حال پیش آجاتی ہے کہ آدمی حیران ہی ہوتا رہ جاتا ہے۔ صرف ایک پل میں ' فقط ایک لمحہ میں زندگی کا فلسفہ بھول جاتا ہے اور وہ ایک لمحہ زندگی کا حاصل ہوجاتا ہے۔

☆ ☆ ☆

دس رمضان المبارک کی اس شام افطار سے ذرا پہلے میں وضو کرکے یونہی ٹہلتا ہوا چچا جان کے پورشن میں جا گھسا جنت پسینے میں شرابور چولھے کے سامنے کھڑی کچھ تلنے میں مگن تھی اور کھانے کے مختلف چیزوں کی خوشبو کچن سے نکل کر پورے گھر میں پھیل کر مزید اشتہا بڑھا رہی تھی۔ یہ سبھی جانتے تھے کہ جنت کے ہاتھ میں ذائقہ بہت ہے اور دوسرے اس نے وقتاً "فوقتاً" مختلف کوکنگ کورسز کر رکھے تھے پھر وہ اکثر نوٹ بک لے کر ٹی وی کے سامنے بیٹھ کر کوکنگ پروگراموں سے استفادہ کرتے ہوئے کھانے کی ترکیبیں نوٹ کر رہی ہوتی تھی۔

"سنو۔۔۔ آج میری افطاری بھی تم لوگوں کی طرف ہے۔" میں نے بلند آواز میں کہا۔

"جی نہیں۔" وہ مڑ کر دیکھے بغیر بولی۔

"خدا کا خوف کرو جنت۔۔۔ گھر میں آئی رحمت کو ٹھکرا کر کفران رحمت کر رہی ہو۔"

"رحمت۔۔۔ کہاں!" اس نے میرے عقب میں کچن کے دروازے کے پار جھانکا "کہاں آئی ہیں رحمت بوا۔۔۔ دو دن سے چھٹی پر تھیں اور آج آئی ہیں۔ ایک تو یہ آج کل چھٹیاں بھی بہت کرنے لگی ہیں اور کام کر کر کے میرا حشر ہوجاتا ہے امی نے ہی بگاڑا ہے ان کو ورنہ۔۔۔"

"میں رحمت بوا کی بات نہیں کر رہا۔" میں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

"پھر۔۔۔ پھر کس کی بات کر رہے ہو۔۔۔؟"

"میں اپنی بات کر رہا ہوں ' یہ رحمت تمہارے سامنے کھڑی ہے۔" میں نے انگوٹھے سے اپنے سینے کی طرف اشارہ کیا۔

"پھر اتنا گھما پھرا کر بات کرنے کی کیا ضرورت ہے کیا۔۔۔ تم۔۔۔ رحمت۔۔۔ وہ بولتے بولتے ایک دم میری طرف پلٹی اس کی آنکھیں پھیل چکی تھیں۔

"کیا۔۔۔ تمہاری جنس تبدیل ہو گئی ہے ولید۔۔۔ او مائی گاڈ اور نام۔۔۔ تم نے رحمت رکھ لیا اتنا آؤٹ آف فیشن نیم ' ہم سوچ کے کوئی اچھا سا نام رکھتے تمہارا۔۔۔"

"شٹ اپ۔۔۔ جسٹ شٹ اپ۔" وہ بنا رکے بول رہی تھی اور میرا خون کھول رہا تھا میں نے سختی سے مٹھیاں بھینچ رکھی تھیں۔۔۔ میری دھاڑ سے مشابہ آواز نے اس کی بولتی بند کردی۔

"میں کیا کہہ رہا ہوں اور تم پتا نہیں کیا اول فول بک رہی ہو ' روزہ شاید تمہارے سر کو چڑھ گیا ہے اور تمہارا دماغ اپنی جگہ سے کھسک گیا ہے۔۔۔ آئندہ میرے



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

سامنے مت آنا ورنہ..... تمہیں شوٹ کردوں گا۔"
غصے سے میرا برا حال تھا جی چاہ رہا تھا اس کا گلا دبادوں۔ ایک قہر برساتی بھرپور سلگتی ہوئی نگاہ اس پر ڈال کر میں نے باہر کی طرف قدم بڑھادیے۔
"اف....." ابھی میں نے کچن کا دروازہ بھی عبور نہیں کیا تھا کہ اس کی سسکاری نے میرے قدم روک لیے میں نے مڑ کے دیکھا وہ اپنے ایک ہاتھ سے دوسرے کو پکڑے کچن کے فرش پر بیٹھ چکی تھی۔ اس کے چہرے پر بے پناہ تکلیف اور اذیت کے آثار تھے۔ میں بے ساختہ پلٹ آیا۔ پین میں گھی جل جل کے کوئلہ ہو رہا تھا۔ صورت حال پوری طرح واضح تھی وہ میرے ساتھ لڑنے میں چولھے کی آنچ ہلکی کرنا بھول گئی تھی اور پھر یاد آنے پر اپنی احمقانہ برق رفتاری سے چولھا بند کرنے لگی ہوگی کہ گرما گرم تیل کا چھینٹا اس کے ہاتھ پہ آگرا۔
"اچھا ہوا ہے۔" میں ابھی دل ہی دل میں کمینی سی خوشی بھی پوری طرح محسوس نہ کرپایا تھا کہ میری نگاہ اس کے جلے ہوئے ہاتھ پر گئی۔ اس کا سفید دودھیا ہاتھ نہایت تیزی سے سرخ ہو رہا تھا اور آبلے بننے لگے تھے۔
"ارے..... تمہارا تو ہاتھ بہت جل گیا ہے' دیکھ کر نہیں کام کرسکتی ہو اللہ تعالیٰ نے آنکھیں استعمال کے لیے دے رکھی ہیں۔ ابھی ایک منٹ ٹھہرو۔"
میں تھوڑی دیر پہلے کی ساری ناراضی اور غصہ بھول بھال کر الماری سے برنال نکال کر اس کے ہاتھ پر لگانے لگا۔ مجھے یاد بھی نہیں رہا کہ ابھی کچھ دیر قبل ہمارے درمیان زبردست قسم کا معرکہ ہوچکا ہے۔ ہم سب کزنز دن میں کئی کئی بار لڑتے جھگڑتے' نوبت ہاتھا پائی تک بھی پہنچ جاتی اور دیکھنے والے سمجھتے کہ اب ہم عمر بھر نہ بولنے کی قسم بس کھانے ہی والے ہیں مگر اگلے ہی پل ہم آپس میں یوں ہو جاتے جیسے ہمارے درمیان بڑی مثالی محبت ہو اور یہ بزرگوں کے آپس میں اخلاص بھرے تعلقات اور خاندان کے دوستانہ رویے ہی ہوتے ہیں' جو بچے چاہتے ہوئے بھی ایک دوسرے سے نفرت کا رشتہ نہیں رکھ سکتے بلکہ باہمی اخوت و محبت ہمیشہ قائم رہتی ہے..... اور کوئی ایسا ہی جذبہ ابھی میں جنت کا ہاتھ پکڑ کے محسوس کر رہا تھا۔
"دیکھ لیا مجھ سے لڑنے کا انجام؟" میں اگرچہ یہ کہنا چاہتا تھا مگر پھر اس کی آنکھوں کی سنہری زمین پر ڈھیروں ڈھیر پانی جمع ہوتا دیکھ کر چپ رہا۔
"اس میں رونے کی کیا بات ہے؟ ویسے تو بڑی بہادر بنتی ہو اور اب رونے کو تیار ہو۔" میرے یہ کہنے کی دیر تھی کہ اس کی آنکھوں میں کافی دیر کا ٹھہرا گرم گرم پانی نکل کر میرے ہاتھ بھگونے لگا۔
"ارے....." میرے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ میں سرزنش بھول کر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے ساکت و ششدر رہ گیا۔
میں اسے چپ کرانا بھول گیا۔
مجھے لگ رہا تھا جیسے اس کی آنکھوں سے گرنے والا یہ کھارا نمکین پانی ٹپ ٹپ میرے دل پر گر رہا ہو اور دل کی سطح آنسوؤں کی گرمی سے سکڑتی اور سمٹتی جارہی ہو..... مجھے اپنے پہلو میں تپش سی محسوس ہوئی۔ دل کے اندر جیسے کوئی چنگاری سی بھڑک اٹھی ہو اور مجھے اپنا آپ جلتا ہوا محسوس ہوا' دھڑ دھڑ دھڑ..... یہ کیسی اگن تھی جس نے میرے اندر گھٹن بھر دی بے انتہا گھٹن کا احساس میری سانس روک رہا تھا..... اس سے قبل کہ ان سنہری..... زمینوں پر تیرتے شفاف پانی میں میری کائنات ڈوب جاتی میں فوراً" اس کا ہاتھ چھوڑ کر کچن سے باہر نکل گیا اور دو تین بھرپور سانسیں فضا میں لیتے ہوئے خود کو ریلیکس کرنے لگا۔ یہ کیا ہو گیا تھا مجھے ..... یہ کیسی انوکھی سی کیفیت سے دوچار ہوا تھا میں..... اپنی حالت پر میں خود حیرت زدہ تھا۔ میں خود پر نفرین بھیجنے لگا۔
"لعنت ہو مجھ پر....." یہ میں پتا نہیں کیا سوچنے لگا تھا اچانک۔ میں چاہ کر بھی ان فسوں خیز لمحوں کے حصار سے باہر نہ آپا رہا تھا میں سونے کو لیٹتا تو رات گہری سے گہری ہو جاتی اور نیند آنکھوں سے دور..... پھر وہی مانوس سی گرمی کی تپش جو پہلو میں بھڑکتی تو



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

سانس گھٹنے لگتی۔ ہر بات کو چٹکیوں میں اڑانے والا' جسٹ فار انجوائے منٹ کہہ کر آگے بڑھ جانے والا خود اپنی کیفیت سے ڈر کے ایک جگہ پہ ٹھہر گیا تھا۔

اس واقعہ کے بعد مجھے لگتا میرا کچھ کھو گیا ہے' کوئی بہت انمول چیز۔۔۔ بڑی قیمتی شے۔۔۔ میں اپنا آپ گم کر بیٹھا تھا اور خود کو ڈھونڈنے کے لیے میں کئی کئی بار چچا کے گھر کی باڑھ پھلانگتا اور مایوس ہو کے ہی لوٹتا۔

"اس باڑھ کے پار تمہارا کچھ کھو گیا ہے کیا۔۔۔؟" رضا پوچھتا۔

"کیا مطلب۔۔۔؟" میں چونک جاتا۔

"بھئی ظاہر ہے جتنے چکر تم وہاں کے لگاتے ہو اس سے تو یہی لگتا ہے جیسے کوئی قیمتی چیز وہیں کہیں رکھ کے بھول آئے ہو۔۔۔ جس کو ڈھونڈنے تمہیں بار بار جانا پڑتا ہے۔"

ہلکی سی شرارت کے ساتھ رضا کا انداز اگرچہ نارمل ہوتا مگر میں ابنارمل ہونے لگتا اور چونک کر دیکھتا' کہیں اس کو میرے حال دل کی خبر تو نہیں ہو گئی۔ دل کا چور دل کے کونے کھدروں میں چھپنے لگتا۔

"رضا میرا دل کرتا ہے یہ باڑھ درمیان سے ہٹا دیں۔۔۔!"

میں نے درمیان میں اگی ہوئی اس بلند قامت باڑھ کی طرف اشارہ کیا جس نے ایک گھر کو تین حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ یہ حویلی اچھے وقتوں میں تعمیر کی گئی تھی جس کو بعد میں سہولت کے مطابق تین حصوں میں تبدیل کر دیا گیا۔

"جی نہیں' میرا تو کوئی نہیں اس طرح دل کرتا۔" رضا بے پروائی سے کہتا۔

"دیکھو نا اس طرح سے پھر سے ایک گھر ہو جائے گا تو کتنا اچھا لگے گا۔ یہ تبدیلی ہیں نا؟"

"ہاہا۔۔۔ تبدیلی تو بہت آئے گی۔" رضا ہنس دیا۔ "تم اور جنت ایک ہی دن میں فوت ہو جاؤ گے لڑ لڑ کے اور میں بے چارہ تم دونوں کے درمیان خواہ مخواہ میں ضائع ہو جاؤں گا۔۔۔ نہ بابا نہ۔۔۔ گھر کی یہی لوکیشن ٹھیک ہے۔"

میں خاموش ہو جاتا اور اپنے آپ کو تسلیاں دینے لگتا کہ نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے جیسا میں سمجھ رہا ہوں۔۔۔ ہاں موسم اچانک تبدیل ہوا ہے نا اس لیے ہو سکتا ہے بے قراری سی محسوس ہوتی ہو۔۔۔

سنہری آنکھیں ہر وقت میرے احساس کے پردے پر چھائی رہتیں۔ میں آنکھیں موندتا تو پھر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھتا اور پھر رات کا بہت سا حصہ کروٹیں بدلتے گزر جاتا۔ جانے یہ کون سا احساس تھا جس نے مجھے بے چین کر کے میری نیندیں لوٹ لی تھیں۔

پہلی بار۔۔۔ ہاں پہلی بار ہی تو ایسا ہوا تھا اور نہ اس سے قبل تو۔۔۔۔

اب میری اکثر افطاریاں چچا لوگوں کے پورشن میں ہونے لگیں۔ چچی واری صدقے ہوتیں۔ ثنا اور عثمان خوشی سے اور خوش دلی سے مجھے خوش آمدید کہتے جبکہ جنت ہر وقت لڑنے بھڑنے کو تیار۔

"یہ تم روز روز نمکین چیزیں کیوں بناتی ہو۔ منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے کبھی کوئی اور چیز بھی بنا لیا کرو۔" میں ٹیبل پر انواع و اقسام چیزیں دیکھ کر اسے چھیڑتا۔

"تم بھی تو روز روز آ جاتے ہو ہماری طرف افطاری کرنے۔۔۔ کبھی منہ کا ذائقہ بدلنے کے لیے ہی اپنے گھر میں افطاری کر لیا کرو۔"

"جنت۔۔۔" وہ اگرچہ دھیمی آواز میں کہتی مگر پھر بھی چچی سن لیتیں اور اسے تنبیہہ کرتیں۔

"میرے لیے تم کچھ اور بنانا کل سے۔" چچی کی حمایت پر میں نخرے دکھانے لگا۔

"تم مت کھانا۔۔۔ کوئی تمہاری منت نہیں کرے گا' کھجور کے ساتھ افطار کر لینا سنت کے مطابق۔"

"میرے لیے تم میٹھا بناؤ گی۔۔۔ انڈر اسٹینڈ۔" میں نے زعم کے ساتھ رعب جمایا۔

"جی نہیں' میں کوئی تمہاری نوکر نہیں لگی ہوئی۔" وہ میرے رعب کو کسی خاطر میں نہ لاتی۔ چھوٹی موٹی نوک جھوک کے ساتھ وہ میرے دل کے اور قریب ہو گئی تھی مگر اس راز کا علم تو صرف میرے دل تک محدود تھا پھر گھر والوں کو خبر کیسے ہو گئی۔۔۔ دل کی دھڑکنیں سن



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

لی گئیں یا بولتی آنکھوں کا فسانہ پڑھ لیا گیا تھا کہ مجھ سے رائے بھی نہ مانگی گئی، پوچھا بھی نہ گیا اور فیصلہ سنا دیا گیا۔

ابھی تو میں خود اپنی کیفیت سے مکمل طور پر آگاہ نہ ہوا تھا اور دل کے بے قراریوں کو کوئی نام دیتے دیتے بھی ڈر جاتا تھا کہ۔

ابھی کچھ دیر قبل... انتیس رمضان المبارک کی مقدس شام کو رضا کی زبانی یہ خبر مجھے ملی تھی کہ بزرگوں نے مل بیٹھ کر جنت کو میرے ساتھ منسوب کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور باقاعدہ اعلان اور رسم وغیرہ عید کے بعد کی جائے گی۔

"کیا...؟" یہ کیسا مژدہ سنا تھا کہ دل جھوم جھوم اٹھا... خوشی کا سامان مکمل ہوا۔ بے اختیار میرا دل چاہا کہ اٹھ کر ناچنا شروع کر دوں۔

"اوہ... اتنی دیر ہو گئی ہے۔" دور نزدیک کی تمام چھتیں تقریباً خالی ہو چکی تھیں... میں سیدھا ہوا تو مجھے احساس ہوا کہ اتنی دیر کھڑے کھڑے میری ٹانگیں شل ہو گئی تھیں اور تھوڑی کے نیچے رکھا بازو سن ہو چکا تھا۔ خود کو ہلا جلا کر بمشکل کچھ دیر بعد نارمل پوزیشن میں واپس لے آیا تو نیچے چلا آیا۔

نیچے آیا تو وہی گہما گہمی اور جوش و جذبہ تھا جو چاند رات کا خاصہ ہوا کرتی ہے۔

"یہ تم کہاں سے تشریف لا رہے ہو...؟" رضا نے اچھی خاصی مشکوک نظروں سے مجھے دیکھا "ہم یہاں ڈھونڈ رہے تھے اور موصوف چھت پر چاند سے باتیں کر رہے تھے۔"

"وہ میں یار..." میں نے ہتھیلیاں ایک دوسرے کے ساتھ رگڑیں۔

"جھوٹ بول کے گناہ گار ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج ہر چھت پہ چاند نظر آ رہے ہوں گے تو چاند کو دیکھنا تو حق بنتا ہے بلکہ عین ثواب بھی۔" رضا کہاں چوکتا تھا بھلا۔

رضا نے چابی میرے سامنے لہراتے ہوئے کہا۔

"چلو ذرا ایک چکر بازار کا لگا آئیں۔ آصف بھائی نے سو منتیں کیں ہیں تب کہیں جا کر حاتم طائی کی سخاوت پر لات مارتے ہوئے چابی دی ہے وہ بھی ہزار نصیحتوں کے ساتھ۔"

"بازار... لیکن یہ کون سا وقت ہے بازار جانے کا...؟" میں نے تعجب سے کہا۔

"لگتا ہے تمہاری عقل تو گھاس پر منہ ماری کرنے چلی گئی ہے۔ یار آج چاند رات ہے اور چاند رات کو لوگ کیوں باہر نکلتے ہیں ہم بھی ذرا شو شا دیکھ آئیں گے۔"

"میرا موڈ نہیں ہے یار تم لوگ جاؤ۔" میں نے صوفے کی طرف بڑھنا چاہا تو اس نے مجھے بازو سے دبوچ لیا۔

"تمہارے موڈ کی ایسی کم تیسی۔" اس نے زبردستی مجھے کھینچا تو میں کھنچا چلا آیا۔

"ولید تم کہاں تھے شام سے... ہم لوگ کب سے تیار ہو کے بیٹھے ہیں۔" مریم بھی بیگ کاندھے پہ ڈالتے ہوئے ایک کمرے سے نمودار ہوئی۔

"یہ چاند دیکھنے گیا تھا۔" رضا نے بتیسی کی نمائش کرتے ہوئے کہا۔

"رویت ہلال کمیٹی کے ہمراہ...؟" مریم بھی شرارت پہ آمادہ تھی۔

"رویت ہلال کمیٹی والوں کو خود آج تک نظر نہیں آیا یہاں وہاں سے شہادتیں جمع کر کے عید کا اعلان کر دیتے ہیں کیونکہ ان کو پتا ہوتا ہے کہ تیسواں روزہ عوام کو پھانسی کے پھندے کی طرح لگتا ہے۔" رضا نے پھلجھڑی چھوڑی تو سب کی ہنسی نکل گئی۔

"ویسے ہے بھی سچی بات جو خوشی انتیس روزوں کے بعد عید کی ہوتی ہے وہ تیس روزوں کی نہیں ہوتی۔" مریم نے سچائی بیان کی۔

"وہ اس لیے مائی ڈیئر کہ ہم لوگ اتنے ہی سچے اور پکے مسلمان ہیں۔" رضا نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"اب ولید کو ہی دیکھو چاند دیکھنے چھت پر گیا تھا دو گھنٹے چھت پہ لگا کر آیا ہے اور کیسا نڈھال سا لگ رہا ہے لگتا ہے چاند نے لفٹ نہیں کرائی تبھی تو یہ حالت



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہو رہی ہے چہ چہ بے چارہ۔"
"اچھا۔۔۔ لیکن چاند تو کب کا۔۔۔"
"تم اپنے دماغ پر زیادہ زور مت دو خرچ ہو جائے گا' او کے تیار ہو سب لوگ۔۔۔؟" میں نے رضا سے کی چین چھینتے ہوئے ادھر ادھر دیکھا جنت کہیں نظر نہیں آرہی تھی۔
"ہم بھی ریڈی ہیں۔" فہد اور ثنا نے بھی انٹری دی۔
"تم لوگ ریڈی نہیں' ریڈی میڈ ہو۔" رضا نے ایک ایک چپت ان کے سر پہ لگاتے ہوئے اعلان کیا۔ "بچے کہیں نہیں جا رہے۔"
"رضا بھائی ہم بچے نہیں ہیں' دیکھیں تو آپ کے قد کے برابر آگئے ہیں ہم۔۔۔" ثنا میٹرک کی اسٹوڈنٹس تھی اور فہد فرسٹ ایئر کا لیکن حرکتیں بچوں جیسی کرتے تھے۔
"اور یہ جنت کہاں رہ گئی ہے؟"
"آپی نہیں آرہی' کہہ رہی تھیں موڈ نہیں ہے اس وقت کہیں جانے کا۔" عثمان نے اطلاع دی۔
"اچھا اب اس کی دیکھا دیکھی تم انکار مت کر دینا۔" اس سے قبل کہ میں اپنی خواہش پر عمل درآمد کرتا رضا نے میرا ارادہ بھانپ کر مجھے اپنے ساتھ گھسیٹ لیا۔
بازار لوگوں سے بھرے ہوئے تھے اتنی رات ہو جانے کے باوجود بھی اور لوگوں کے جوش و جذبے میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔
"کیا تھا جو اگر جنت بھی آجاتی۔" میں نے سوچا تھا اسے چوڑیاں دلاؤں گا۔ اف کتنی بور ہے وہ میں سخت بددل ہو رہا تھا اور بار بار دھیان بھٹک کر اسی کی طرف جا رہا تھا پھر میں نے اس کے لیے مہندی اور چوڑیاں خرید لیں اور مریم کو تھمائیں تو وہ بولی۔
"اسے معلوم تھا شاید کہ تم اس کے لیے چوڑیاں خریدو گے تبھی تو اس نے شام میں دونوں کلائیوں کی چوڑیاں اتار دی تھیں۔"
میرا دل خوش ہوا کہ ہو سکتا ہے ایسا ہی ہوا ہو۔
مطلب اس نے اسی غرض سے چوڑیاں اتاری ہوں۔ ہر جگہ لوگوں کی دھکم پیل تھی۔
میں بے زار سا ایک طرف کھڑا تھا' کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا۔
تبھی رضا آیا اور دانت نکالتے ہوئے ہاتھ میرے سامنے کیا جس پر مہندی کے دلکش بیل بوٹے بنے ہوئے تھے۔
"شرم تو نہیں آتی نا۔۔۔" میں نے اسے شرمندہ کرنا چاہا۔
"شرم کیسی۔۔۔ لڑکیوں کے ہاتھوں میں اپنا ہاتھ دینے کا اس سے اچھا موقع اور کوئی نہیں تھا وہ رومال سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولا۔ ویسے تم آج اس مولانا کے گیٹ اپ میں کچھ جچ نہیں رہے ہو۔۔۔ بڑے عجیب سے اور اجنبی اجنبی لگ رہے ہو۔۔۔ بائی دا وے اتنی بڑی تبدیلی کی وجہ صرف وہ خبر ہے جو میں نے تمہیں دی ہے۔۔۔ اگر ایسا ہے تو میں بزرگوں تک تمہارا پیغام انکار پہنچا دوں گا' تمہیں اتنا اداس ہونے کی ضرورت نہیں ہے تمہارے ساتھ کوئی زبردستی نہیں ہوگی۔ ویسے گھر والوں کو تم سے مشورہ کر لینا چاہیے تھا۔۔۔" رضا کے لہجے میں کرید کے ساتھ مایوسی بھی تھی۔
میں محض کندھے اچکا کر رہ گیا۔ میری خود اس وقت کی اپنی کیفیات سمجھ سے بالاتر تھی۔۔۔ شام سے پہلے کی سرخوشی اور دیوانگی نامحسوس طور پر پریشانی میں ڈھل رہی تھی۔
اگلی صبح نماز عید سے فارغ ہو کر اور چھوٹے بچوں میں عیدی تقسیم کرنے کے بعد میرے قدم ایک بار پھر تھنی باڑھ کی جانب اٹھنے لگے۔ سفید کاٹن کے کلف لگے کڑکڑاتے شلوار قمیص میں گو کہ میں ان ایزی فیل کر رہا تھا مگر بقول رضا کے میں اس لباس میں خاصا ہینڈسم لگ رہا تھا اور جب بندہ ہینڈسم لگ رہا ہوتا ہے تو پھر دل کرتا ہے کہ نگاہ محبوب میں اپنا عکس دیکھا جائے چنانچہ میں چینج وغیرہ کا ارادہ ترک کر کے پہلے بڑے چچا کے پورشن میں گھڑی بھر کے لیے گیا۔ رضا' مریم اور فہد اپنی خالہ کی طرف عید ملنے جا چکے تھے۔ ہمارے



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

والے پورشن میں بھی عید کی گہما گہمی معدوم ہو چکی تھی کیونکہ آصف بھائی بھابھی کو ساتھ لے کر اپنی سسرال روانہ ہو گئے تھے۔ امی دیگر کام نمٹانے میں مصروف تھیں میں نے کچھ دیر ٹی وی دیکھا پھر بور ہو کر ادھر چلا آیا جنت بالکل عام اور سادہ سے حلیے میں گھوم رہی تھی۔ چوڑیوں سے بے نیاز اس کی سونی اور خالی کلائیاں دیکھ کر میں چونک گیا۔ میں نے اکثر اس کی کلائیوں میں کپڑوں سے میچنگ چوڑیاں دیکھی تھیں اور پچھلے کچھ دنوں سے تو مجھے ان چوڑیوں کی کھنک سوتے سے جگا دیتی تھی اور عید کے روز تو لڑکیاں ضرور ہی چوڑیاں پہنتی ہیں۔

"سنا ہے عید کے ساتھ لڑکیاں اور چوڑیاں لازم و ملزوم ہیں پھر۔۔۔ یہ روز عید کچھ کلائیاں خالی کیوں ہیں ثنا!۔۔۔؟" میں نے جنت پر ذومعنی نگاہ ڈال کر ثنا کو مخاطب کیا تو وہ ہنس دی۔

"جی ولید بھائی یہ تو ہے۔۔۔ مگر کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ عید ایک مذہبی تہوار ہے چنانچہ بجنا سنورنا غیر ضروری ہے۔" ثنا کی شرارت بھری وضاحت پر میرا قہقہہ نکل گیا اور جنت۔۔۔ صوفے میں دھنسی اپنے نیل فائل کرتے ہوئے خود کو اتنی مگن اور لاپروا ظاہر کر رہی تھی جیسے دنیا میں آج کے دن اس کے علاوہ کوئی کام ہی نہ رہ گیا ہو اور اس کے آس پاس کوئی ذی روح موجود نہ ہو۔۔۔ پہلے اس کا حلیہ اور اب اس کی گریز بھری لاپروائی مجھے بری طرح کھٹک رہی تھی۔ تبھی اس کی کچھ سہیلیاں آگئیں تو وہ ان کے ساتھ مصروف ہو گئی۔

"عثمان کہاں گیا ہے۔۔۔؟" میں نے اٹھتے ہوئے پوچھا کیونکہ اب میرا وہاں بیٹھنا غیر ضروری تھا۔

"بھائی اپنے دوستوں کے ساتھ کہیں نکل گئے ہیں۔ آپ بیٹھیں ابھی آتے ہی ہوں گے۔" ثنا نے بھی اور پھر چچی نے بھی مجھے روکا مگر میں اٹھ آیا۔

ابھی میں ان کی باڑھ عبور بھی نہیں کر پایا تھا کہ پیچھے سے ثنا کی پکار پہ میں پلٹا اور وہ ایک پیکٹ مجھے تھما کر بھاگ گئی۔ میں وہیں لان کے کنارے باڑھ کے جھنڈ میں بیٹھ گیا اور پیکٹ کھولا پیکٹ میں وہی رات والی مہندی اور چوڑیاں تھیں جو میں نے رات جنت کے لیے خریدی تھیں جو جنت بی بی نے واپس لوٹا دی تھیں مگر کیوں۔۔۔؟ میں ہونٹ بھینچ کر رہ گیا۔

کیوں۔۔۔ میرا پہلا پہلا گفٹ اس نے واپس کر دیا اور اس نے کیوں قبول نہیں کیا۔۔۔ کیا میں بھی اسے قبول نہیں۔۔۔ میرا عمر بھر کا ساتھ؟ میں الجھ رہا تھا' پریشان ہو رہا تھا۔

شاید اسے پسند نہ آئی ہوں۔۔۔ یہ ہو سکتا ہے پہلا پہلا تحفہ اور اتنا معمولی سا۔۔۔ لیکن کہتے ہیں کہ تحفہ نہیں دیکھنا چاہیے' دینے والے کا خلوص دیکھنا چاہیے۔۔۔ اور اس نے میرا خلوص شاید نہیں پرکھا۔۔۔ کوئی وہم تھے جو دل کی دیواروں سے لپٹ رہے تھے۔

میں وہیں انار کے چھدرے سائے میں دیر تک بیٹھا رہا اور ریپر پھاڑ کر ایک ایک چوڑی توڑتا رہا اور ٹوٹی چوڑیوں کے ٹکڑوں سے اس کے اور اپنے درمیان پیار کا تناسب ناپتا رہا اور جذبوں کی پیمائش کرتا رہا۔۔۔ کہتے ہیں کبھی چوڑیوں کے یہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہی محبت ناپنے کا بہترین آلہ ہوا کرتے تھے۔۔۔ میں جب وہاں سے اٹھا تو میرے قدموں میں کئی درجن چوڑیاں ٹکڑوں کے ڈھیر میں تبدیل ہو چکی تھیں۔۔۔ چھوٹے بڑے رنگ بہ رنگ ٹکڑے جو دھوپ سے چمک رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

زندگی میں جب تبدیلیاں آتی ہیں تو آدمی مکمل طور پر بدل جاتا ہے۔۔۔ پھر نہ پرانے رستوں پر چلنے کی چاہ رہتی ہے اور نہ پرانے لوگوں کی پروا۔

میں ان دنوں بے زار سا رہنے لگا تھا اور خود سے قدرے بے پروا بھی رضا سمیت یار دوست پوچھ پوچھ کر تھک گئے مگر۔۔۔ میں کس کس کو کون کون سی وجوہات کی تفصیل بتاتا۔۔۔ جبکہ مجھے خود خبر نہ تھی کہ میری پارہ صفت طبیعت میں اچانک ٹھہراؤ کیوں آگیا ہے اور میں ایک جگہ ٹھہر کیوں گیا ہے۔۔۔ جبکہ رضا ہنستا اور میرا مذاق اڑاتا کہ میری عقل داڑھ نکل آئی ہے۔۔۔ ورنہ میں کہاں ٹھہرتا تھا بھلا ایک جگہ۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

تحریم عادل... کیفے میں میری منتظر کئی گھنٹے بھوکی بیٹھی رہ جاتی اور مجھے یاد بھی نہ رہتا کہ میں نے اسے کھانے پر بلایا تھا' رات کو کال کرکے لنچ کی آفر کی تھی اور وہ پہلی ہی کال پر راضی ہو گئی تھی... اور اب اس کے میسجز اور کالز سے میرا سائلنٹ فون لبالب ہو رہا ہوتا اور اگلے دن میری طرف سے فقط ایک لفظ "سوری" کہہ دینے سے وہ پہلے جیسی ہو جاتی۔

اور کبھی کبھی تو سیہ رحمن میرے وعدے کی آس پر مجھ سے ملنے کے لیے نہر کنارے بیٹھی سوکھتی رہتی اور میں ہر آدھے گھنٹے کے بعد "بس پانچ منٹس" کا لارا لگا کر بھول بھال جاتا اور لان کے انتہائی پرسکون گوشے میں انگلش ڈیپارٹمنٹ کی سب سے ذہین و خوب صورت اور امیر باپ کی اکلوتی ولاڈلی بیٹی ماریہ خان کے ساتھ جانے کہاں کہاں کی گپیں ہانک رہا ہوتا... اور دل میں سوچ رہا ہوتا کہ لڑکیاں کتنی معصوم ہوتی ہیں ...!

اور بھی کئی تھیں میری پرسنالٹی پر دل و جان سے فدا ... جو میری ایک نگاہ کرم پر دل و جاں فدا کرنے کو تیار اور میں ان سب کے درمیان خود کو کسی دور دیس' کسی ریاست کا شہزادہ تصور کرتا... مجھے فخر تھا کہ میں لڑکیوں کے دلوں پر حکومت کرتا ہوں۔ لڑکیوں کو پٹانا میرے بائیں ہاتھ کی صرف ایک چٹکی کا کام تھا مگر... اب کے میری ساری بساط خود مجھ پر الٹ گئی تھی میں خود پٹ گیا تھا اور بہت بری طرح پٹا تھا۔

مجھے معلوم تھا کہ اب میرے چہرے پر ہر وقت نولفٹ کا بورڈ چسپاں ہوتا ہے مگر میں بھی کیا کرتا میں خود کو بہت بے بس محسوس کرتا۔ میری بے اعتنائی اور سرد مہری کو سب سے زیادہ ماریہ خان نے محسوس کیا کیونکہ میرا جھکاؤ بھی سب سے زیادہ ماریہ کی طرف تھا اور وہ سمجھتی تھی کہ اس کے ساتھ تو میں واقعی سیریس ہوں اور دل و جان سے اس میں انٹرسٹڈ ہوں اور اس کے خیال میں اس کو ریجیکٹ (مسترد) کرنے کا تو میں سوچ بھی نہیں سکتا... میں نے بتایا نا کہ لڑکیاں بظاہر جتنی بھی چالاک بنیں مگر اندر سے بہت معصوم ہوتی ہیں۔ جب رضا کی زبانی اسے میری منگنی کا علم ہوا تو وہ دوڑی چلی آئی۔

"ولید... یہ میں کیا سن رہی ہوں... جو کچھ رضا نے کہا ہے کیا وہ سچ ہے...؟" اسے شاید سو فیصد یقین تھا کہ میں رضا کی پھیلائی خبر کی مکمل تردید کروں گا اور اس کے ساتھ پیار و محبت کے ڈائیلاگ بول کے سابقہ رشتہ وہیں سے استوار کرلوں گا' جہاں سے ٹوٹنے کا اندیشہ تھا۔

"ہاں... یہی سچ ہے۔" میرے اقرار کرنے کی دیر تھی کہ اس کے اندر جیسے بارود پھٹ پڑا۔ نت نئے فیشن ڈیزائننگ' ٹاپ اسٹائل اور میک اپ جیسے آتشیں ہتھیاروں سے قتل کرنے والی... پہلی بار زبان سے بارود اگل رہی تھی اور آنکھوں سے شعلے نکال رہی تھی مگر مجھ پر اثر کیا ہوتا میں تو بھسم ہو چکا تھا۔

"تم نے مجھے ریجیکٹ کر دیا ولید... اپنی کسی کزن کے مقابلے میں ماریہ خان کو ریجیکٹ کر دیا..."

"اف...! یہ لڑکیوں کے دماغ میں نہ جانے کون ساخناس بھرا ہوتا ہے۔ میں زچ ہوا۔

"ایسی بھی کیا خوبی ہے تمہاری کزن میں ولید کہ تم نے اسے مجھ جیسی لڑکی پر اہمیت دی...؟" خود اس کی طرح اس کا سوال بھی بڑا تیکھا تھا۔ میں نے ایک بھرپور نگاہ اس کے سراپے پر ڈالی بلاشبہ وہ بے حد حسین تھی اس کے دلکش سراپا اور مغرور انداز میں ایک شاہانہ پن تھا اس کی آنکھوں کے نیلے سمندر کسی کے بھی ہوش و حواس لوٹ کے اسے اپنے اندر سمیٹ لینے کو کافی تھے۔ وہ یقیناً "ایسی تھی کہ راہ چلتے راستے بھول جائیں اور کئی اس کے ایک جنبش ابرو کے منتظر' اس کے رستے میں آہیں بھرتے تھے' مگر جانے کیسے وہ میرے ساتھ انوالو ہو گئی اور مجھ سے امیدیں بھی وابستہ کر بیٹھی۔

پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسا کر بائٹل برش کے تناور درخت سے ٹیک لگاتے ہوئے میں نے براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"تم نے میری کزن کو دیکھا نہیں ہے ماریہ خان...



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM

http://paksociety.com

# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

تبھی ایسا کر رہی ہو' اس کو میری نظر سے دیکھو اس جیسا کوئی بھی روئے زمین پر نہیں ہے... وہ جب چلتی ہے تو ہوائیں ٹھہر ٹھہر کر اسے دیکھتی ہیں ستارے جھک کر اس کے حسن کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور... اور چاند اس کے سامنے اپنی اوقات بھولنے لگتا ہے...."

"اونہہ... مائی فٹ!" احساس توہین اور غیظ و غضب سے ماریہ کا چہرہ سرخ ہو چکا تھا۔ میں ابھی اور بھی کچھ کہتا شاید لفظوں کے انبار لگا دیتا لیکن وہ پاؤں پٹختے ہوئے وہاں سے چل دی۔ جو اپنی تعریف سننے کی عادی ہوں وہ دوسروں کی کہاں سن پاتے ہیں۔

وہ اپسرا تھی' پری اور نہ آسمان سے اتری ہوئی کوئی مخلوق... ہاں مگر جنت کے لیے ہی تو میں نے سب کچھ چھوڑ دیا تھا... ساری دوستیاں' مشغلے' ایڈونچر انجوائے منٹ... کیا کچھ نہیں چھوڑا تھا میں نے... حتیٰ کہ ہنسنا بولنا بھی اور سونا بھی چھوڑ چکا تھا میں مگر اسے جیسے پروا ہی نہ تھی میرے اندر کیسے بے چینیوں کے جنگل اگے ہوئے ہیں اسے خبر ہی نہ تھی... اور ان جنگلوں میں کوئی چنگاری آگ پکڑ چکی ہے اور اس آگ میں میں دن رات جل رہا ہوں... وہ جیسے قطعی انجان تھی اور اس کا یہ اجنبی انداز مجھے اندر سے مار رہا تھا۔ گو کہ ہماری باقاعدہ منگنی نہیں ہوئی تھی مگر بڑوں کے نزدیک زبان ہی بڑی بات تھی اور زبانی نسبت ٹھہرا دی گئی تھی۔ کچھ لوگوں نے فرمائش کی کہ چھوٹے پیمانے پر ہی سہی بڑا فنکشن نہ سہی لیکن منگنی کی رسم ہونی چاہیے لیکن بہت مذہبی ہونے کی بنا پر چھوٹے چچا نے اس رسم کو قطعی غیر اہم قرار دیا تو سب خاموش ہوگئے۔ مگر امی نے میرے نام کی انگوٹھی اس کی انگلی میں ڈال دی تھی۔

اس رات کے بعد سے جنت نے مجھ سے بات کرنا یا میری بات کا جواب دینا تو در کنار میری طرف دیکھنا بھی ترک کر دیا تھا وہ سب کے درمیان میں بیٹھی ہوتی' محفل میں اچھے خاصے قہقہے بکھیر رہی ہوتی کہ میرے آنے پر وہاں سے چلی جاتی۔

ایک روز لان میں اسے اکیلا بیٹھا دیکھ کر میں اس کے قریب چلا آیا مجھے دیکھ کر وہ فوراً"اٹھ کھڑی ہوئی تو میں نے فوراً" کہا۔

"اچھا تو تمہیں مشرقی لڑکیوں کی طرح شرمانا بھی آتا ہے' امیزنگ... ارے یار... اب ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے کیا شرمانا اور کترانا... تم نے تو لگتا ہے باقاعدہ مجھ سے پردہ شروع کر دیا ہے گویا میں تمہارے لیے نامحرم ہوگیا ہوں۔ اٹس ویری فنی...!"

"میری خاموشی کو اگر تم نے شرم و حیا سمجھ لیا ہے تو یہ تمہاری بھول ہے ولید..." چند لمحے میری آنکھوں میں دیکھتے رہنے کے بعد وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتی وہاں سے چل دی اور میں کئی لمحے ششدر سا اس کے الفاظ اور لہجے پر غور کرتا اس کے قدموں کے نشان دیکھتا رہا اور ان الفاظ کے معنی و مفہوم سوچتا رہا... پھر سر جھٹک کر اس بات کو بھی اس کی ایک ادا جان کر دھیرے سے مسکرا دیا۔

کب تک روٹھے گی' چیخے گی' چلائے گی
دل کہتا ہے اک دن حسینہ مان جائے گی

سیٹی پر کافی دیر تک یہ دھن بجاتا رہا۔

وہ یقیناً"نخرہ کرتی ہے جبکہ دل سے تو مرتی ہوگی مجھ پر۔ میں نے خوش فہمی کی ردا اوڑھی خود پر... ہاں' مجھ جیسا ہینڈسم اور اسمارٹ بندہ اسے بیٹھے بٹھائے اور بن مانگے مل گیا ہے پھر اتنا مغرور ہونا تو اس کا حق بنتا ہے نا...!

میرا دل کرتا تھا کہ میں اس سے باتیں کروں' بہت نا سہی مگر تھوڑی بہت... اپنے جذبات اس کے ساتھ شیئر کروں' اسے بتاؤں کہ میں اس کو کتنا سوچتا ہوں اور اس سے پوچھوں کہ وہ بھی میرے بارے میں سوچتی ہے یا نہیں...؟

میں بہت روز تک اس کی سنہری آنکھوں میں اترتے رنگوں کا منتظر رہا مگر وہاں تو ہنوز وہی سرد مہری تھی اور عجیب سرد سا اس کا مزاج... سمجھ سے بالاتر... اور میں شکوک و شبہات کا شکار ہو جاتا۔ وسوسوں کے ناگ ڈنک مارنے لگتے۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

میں موقع بہ موقع بہانے بہانے میں اپنے جذبوں کو اس کے ساتھ شیئر کرتا' اسے اپنی محبت کا یقین دلاتا... اس کے سامنے لفظوں کے انبار لگا دیتا... سچے' کھرے اور موتیوں جیسے الفاظ... مگر وہ یقین ہی نہ کرتی۔

"اونہہ... برتے ہوئے الفاظ۔" وہ بہت گہری اور شاکی نگاہ مجھ پر ڈال کر منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی آگے بڑھ جاتی اور میرے کان اس کی بڑبڑاہٹ سنتے ہوئے بھی ان سنی کر جاتے... میرے دل کو پھر پتا نہیں کون کون سے اندیشے گھیر لیتے۔

کیا پتا وہ کسی اور کے لیے ایسا سوچتی ہو۔

کیا پتا زبردستی یا کسی کے مجبور کرنے پر اس نے میرے ساتھ کو قبول کیا ہو۔ میرے دل پر سوالوں کی برچھیاں چلتی رہتیں۔

میں نے بالآخر جب روداد غم رضا کو سنائی تو اسے پانی پیتے پیتے اچھو لگ گیا پھر جو وہ ہنسا تو بڑی دیر تک ہنستا رہا۔

"اس بار تم کیا واقعی سیریس ہو ولید...؟"

"تو تم کیا سمجھ رہے ہو میں مذاق کر رہا ہوں یا بکواس... یہ واقعہ میری اور اس کی بات طے ہونے سے پہلے کا ہے میں ایک دن اچانک مر مٹا تھا۔"

"ہاہاہا... رضا کو پھر ہنسی کا دورہ پڑا۔ "مرا ان کے لیے جاتا ہے میرے دوست جن کو آپ کی زندگی عزیز ہو... ایسے لوگوں کے لیے کیا مرنا جن کو آپ کے جینے یا مرنے سے کوئی سروکار ہی نہ ہو' آپ کل کے مرتے آج مر جائیں نو پرابلم۔"

وہ میرے دل کا خون خون کر دیتا اور حوصلوں کو بکھیر دیتا مگر میں ٹوٹتے حوصلے کو سمیٹتا۔

"مگر وہ مانتی ہی نہیں ہے... میں دل کی بات بتانے لگتا ہوں تو وہ یقین ہی نہیں کرتی' جانے کیوں جھوٹ اور دھوکے باز سمجھتی ہے مجھے۔"

"ٹھیک کرتی ہے' کیونکہ وہ تمہارے سارے کالے کرتوتوں سے واقف جو ہے۔" میں نے اسے گھورا۔

"تم نے ہی اس کے سامنے کچھ بکا ہو گا۔"

"جی نہیں' سارا زمانہ جانتا ہے محبت کرنے والے سمجھتے ہیں کہ پڑوسی تو اندھے ہیں ان کو تو کچھ نظر ہی نہیں آ رہا جبکہ نظر پر پٹی خود ان کی بندھی ہوتی ہے دوسرے تو سب دیکھ اور سمجھ رہے ہوتے ہیں۔ اور پھر تم نے انتہائی بے وقوفی کا ثبوت دیتے ہوئے گھر کا لینڈ لائن نمبر دے دیا ہوا تھا اور خاموش کالیں سب کو پتا تھا کہ تمہارے لیے ہی آتی ہیں۔ پھر جنت کیسے بے خبر رہ سکتی تھی۔"

"میں بے ساختہ پچھتاوے بھری ایک ٹھنڈی سانس لے کر رہ گیا۔ اپنی غلطیوں اور نادانیوں پر پچھتاوا ہمیں بعض اوقات اسی صورت ہوتا ہے' جب پانی سر سے اونچا ہو جائے۔

"کیا بات ہے ولید... آج کل تم فون پر شٹ اپ کے سوا کچھ نہیں کہتے ورنہ تو گھنٹوں فون کو نہیں چھوڑتے تھے تم۔" مریم تشویش بھری شوخی سے بولی۔

"وقت وقت کی بات ہے آج کل فون اسے نہیں چھوڑ رہا اس محاورے کے مطابق کہ میں تو کمبل کو چھوڑتا ہوں کمبل مجھے نہیں چھوڑ رہا۔" رضا ہر بات کی وضاحت دینا ضروری سمجھتا جبکہ پاس بیٹھی جنت اس لمحے ایسی ہو جاتی جیسے وہاں موجود ہی نہ ہو۔ اور یہ سچ بھی تھا کہ آج کل میرا سیل زیادہ تر آف ہوتا یا سائلنٹ پر ہوتا اور میں آج کل نئی سم لینے کے بارے میں سنجیدگی سے سوچ رہا تھا۔

"یہ کوریئر سے آئے ہیں تمہارے نام۔" میں سیڑھیاں اتر رہا تھا کہ جنت نے کئی پیکٹ بنڈل کی صورت مجھے پکڑائے اور میں چکرا کے رہ گیا۔

"کیا ہے...؟" ڈرتے ڈرتے میں وہیں کھولنے بیٹھ گیا۔

کاش جنت اس لمحے وہاں موجود نہ ہوتی لیکن وہ نہ صرف موجود تھی بلکہ کڑی نگاہ سے برآمدات کو دیکھ بھی رہی تھی۔ وہ میرے مختلف اوقات میں مختلف لڑکیوں کو دیے گئے گفٹس تھے عید اور سالگرہ کے کارڈز' پرفیوم' جیولری' ڈائریاں' سیل فون اور جانے کیا



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کیا۔۔۔

"تمہارا اعمال نامہ ہے۔" مجھ پر گھڑوں پانی پڑ گیا۔ ٹھنڈا ٹھار لہجہ اور سرد ترین آواز۔۔۔ میں نے اگرچہ سر اٹھا کر نہیں دیکھا تھا لیکن میں اندازہ کر سکتا تھا کہ جنت کی مجھ پر گڑی آنکھیں اس وقت کیسے شعلے اگل رہی ہوں گی۔

میں نے کہا نا کہ لڑکیاں بہت معصوم ہوتی ہیں بھئی جو چیزیں ان کو "تحفتاً" دی جاتی ہیں وہ ان کو استعمال کریں اور پھر ضائع کر دیں نہ کہ سنبھال کر رکھیں کسی بھی برے وقت میں ثبوت کے طور پر پیش کرنے کے لیے۔

میں نے وہ سب چیزیں فہد، ثنا اور عثمان میں تقسیم کر دیں۔

اس کے بعد جنت کی آنکھوں میں میرے لیے نفرتوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر موجزن رہتا۔

☆ ☆ ☆

ماریہ خان اب بھی جانے کیوں اس آس میں تھی کہ میں منگنی والی افواہ کی تردید کر کے جنت نام کی کسی لڑکی کے وجود کو ہی جھٹلاتے ہوئے یہ سب مذاق اور محض بکواس کہہ کر قہقہہ لگا دوں گا اور اس کے ساتھ پھر سے روابط استوار کر لوں گا جہاں سے ٹوٹے تھے حالانکہ میں اس پر واضح کر چکا تھا کہ یہ اب ممکن نہیں ہے۔

"تم کتنے بدل گئے ہو ولید۔۔۔!" وہ میرے روبرو کھڑی تھی آنکھوں کی نیلی جھیلیں پانیوں سے لبالب تھیں اور لہجے میں ٹوٹے شیشوں کی چبھن واضح تھی۔

میں اسے کیا بتاتا کہ میں کتنا بدل گیا ہوں میری سوچیں، میرے خیالات، میری صبح و شام کے اوقات، میری پوری زندگی بدل گئی ہے، کل کائنات بدل گئی ہے۔ میں ڈھونگ نہیں کر رہا میں کسی کو دھوکا یا فریب نہیں دے رہا۔۔۔ میں سچ مچ کا بدل گیا ہوں۔

میری طویل خاموشی سے اکتا کر ماریہ وہاں سے جانے لگی تھی کہ رضا نے اسے روک لیا۔

"ارے ماریہ بی بی۔۔۔ کس پتھر سے سر پھوڑ رہی ہو تم۔۔۔ یہ تو کلی کلی منڈلانے والا بھنورا تھا یہ کب کسی ایک جگہ زیادہ دیر ٹھہر سکا ہے۔۔۔ ہاں آج کل ایک پھول پر ٹک گیا ہے کیا پتا ٹھکانا عارضی ثابت ہو تم انتظار کر سکتی ہو تو کر دیکھو۔۔۔ ہو سکتا ہے جب لوٹے تو واپس تمہارے پاس ہی آئے 'پروین شاکر کے اس شعر کی طرح۔

وہ کہیں بھی گیا لوٹا تو میرے پاس آیا
بس یہی بات اچھی ہے میرے ہر جائی کی

ہاں۔۔۔ یہ اگر نہ لوٹا تو یقین کرو اس کی جگہ میں قربانی دینے کو تیار ہوں۔"

"یو شٹ اپ۔۔۔!" ماریہ چلائی۔ غیظ و غضب یا شاید احساس توہین سے وہ مٹھیاں بھینچ رہی تھی۔ مجھے اس لمحے اس جاتی ہوئی لڑکی پر "حقیقتاً" ترس آیا تھا مگر میں اس دل کا کیا کرتا۔۔۔ کیا ترس یا ہمدردی جیسے کسی جذبے کے عوض میں جنت کی محبت اور طلب سے دستبردار ہو سکتا تھا۔

دل کو تو اب جنت کے سوا کوئی بھاتا ہی نہیں تھا اس کی تمام بے اعتنائی اور سرد مہری کے باوجود آنکھیں بے قرار ہو ہو کر اسی کی جانب اٹھا کرتیں اور پھر واپسی کی راہ بھول جاتیں۔۔۔ مگر میرے جذبوں کا، میری بے قراریوں اور میری چاہتوں کا اسے ذرا بھی احساس نہیں تھا اور نہ ہی پروا اور نہ یقین۔۔۔ تبھی ایک موقع دیکھ کر میں نے اس سے پوچھا۔

"جنت۔۔۔ تم اس رشتے پر خوش نہیں ہو کیا۔۔۔؟" میں نے اگرچہ دیکھا نہیں تھا لیکن مجھے یقین تھا کہ اس وقت میری صورت پر مسکینی برس رہی تھی اور اس کے چہرے کے ہر نقش میں استہزا۔۔۔

"تمہارے خیال میں مجھے خوش ہونا چاہیے۔۔۔؟" میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس نے جب سوال کیا تو میں ہڑبڑا کے رہ گیا۔۔۔ اس کی یہی خود اعتمادی ہی تو میرے اعتماد کا بیڑا غرق کر دیتی تھی۔

"کیا مجھ میں کوئی کمی ہے۔۔۔؟" دنیا کے ہر موضوع پر بے تکان بولنے اور سامنے والوں کی بولتی بند کر دینے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

والے نے بمشکل تھوک نگل کر اپنی ذات میں موجود خامی کا محبوب ہستی سے پوچھا۔

"جی نہیں کمی تو کوئی بھی نہیں ہے بلکہ کچھ زیادتی ہی ہو گی۔" اس کے لہجے میں بے اندازہ تمسخر تھا۔ وہ وہاں سے جانے لگی تو میں نے ایک ہاتھ درخت کے تنے سے ہاتھ ٹکا کر اس کا راستہ روک دیا اب اس کے اور میرے بیچ صرف چند انچ کا فاصلہ تھا اتنا کہ میں اس کی سانسیں بھی شمار کر سکتا تھا۔ اس کی خوشبو بھری سانسوں کی دھیمی دھیمی لو دیتی گرمی میرے اندر دہکتی آنچ کو سلگا رہی تھی وہ بے بس سی ہو کر دیوار سے لگی کھڑی تھی بچ نکلنے کا راستہ نہ تھا وہ گھبرا رہی تھی۔

"ہٹو... راستہ چھوڑو۔"

"کہاں کہاں سے ہٹاؤ گی... جبکہ میں تمہیں ہر راستے میں ملوں گا میرے سارے رستے اب تم ہی تک آتے ہیں تم مانو چاہے نہ مانو..."

میں نے اس کے تنے تنے مغرور نقوش پر ایک جانچتی بھرپور نگاہ ڈال کر ایک دم بازو گرا دیا اس واقعہ کے بعد تو اس کی مجھ سے نفرت میں کئی سو گنا اضافہ ہو گیا۔

وہ مجھ سے ایسے ہی بھاگتی تھی جیسے میں سچ مچ کا آدم خور ہوں اور اسے مجھ سے سخت خطرہ لاحق ہو۔

کبھی کبھی میں سخت جھنجلا جاتا... اور غم و غصے سے بھرا اس کے سامنے جا ٹھہرتا... یہ اور بات کہ اس کے سامنے جاتے ہی غصہ بھاگ جاتا فقط غم رہ جاتا۔

"تم کیوں اس طرح بھاگتی ہو مجھ سے... کوئی کھا نہیں جاؤں گا میں تمہیں۔ کزن ہوں میں تمہارا، سگے چچا کا سگا بیٹا... اور پھر آج کل منگیتر بھی ہوتا ہوں تمہارا..." میرے لہجے میں نرمی اور شوخی تھی۔ "پلیز میرا یقین کرو... تمہیں احساس ہی نہیں ہے کہ میں تم سے کتنا پیار کرتا ہوں۔"

"مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ تم مجھ سے کتنا پیار کرتے ہو!" وہ چیخی "مجھے سیکنڈ ہینڈ چیزیں کبھی اٹریکٹ نہیں کرتیں خواہ وہ محبت ہی کیوں نہ ہو۔"

"تم میری انسلٹ (توہین) کر رہی ہو۔" میری آواز اب بھی مدھم اور نرم تھی۔

"اچھا تو آپ کی انسلٹ بھی ہوتی ہے۔" وہ ہولے سے ہنسی تو اس کے ہونٹوں کے کناروں میں ہلکی سی طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ ابھی میں اس کے رویے پر پوری طرح حیران بھی نہیں ہو پایا تھا کہ وہ پلٹ آئی اور میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی "تمہاری گرل فرینڈز... مجھے فون کرتی ہیں دھمکیاں دیتی ہیں کہ میں نے تمہیں ان سے چھین لیا ہے حالانکہ میں نے ان پر واضح کر دیا ہے کہ میرا تم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔"

میں نے آہستہ آواز میں کہا۔

"جبکہ تم جانتی ہو جنت کہ میں تمہارا کون ہوں۔"

"ہاں... میں جانتی ہوں کہ تم میرے کوئی نہیں ہو۔" وہ قطعیت سے بولی۔

"تم اپنا اور میرا نیا رشتہ بھول رہی ہو۔"

"اچھا... یاددہانی کا بہت شکریہ۔ تم بھی ایک بات بھول رہے ہو ولید کہ کبھی کبھی نام ایک دوسرے کے ساتھ جڑ جانے کے بعد بھی فاصلے برقرار رہتے ہیں۔ رشتہ تو وہی پائیدار ہوتا ہے جو پورے دل کے ساتھ جوڑا جائے۔ ایسے تعلق کا کیا فائدہ جس میں دل کی رضا مندی شامل نہ ہو۔"

میں کئی لمحے دم بہ خود اس کے ہموار لہجے پر غور کرتا اس کی آنکھوں کی سنہری زمینوں پر اپنی محبت کی فصل ڈھونڈتا رہا مگر وہاں نفرت کے ببول اگے تھے۔

دل کی کتنی خواہش ہوتی ہے کہ دل جسے چاہتا ہے وہ بھی جواباً چاہے اور اسی شدت کے ساتھ چاہے۔ میں حسرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

اور جب سارے جسم کی قوت زبان میں منتقل کرتے ہوئے میں نے ایک بار پھر اپنے محبتوں کا یقین دلانے کی کوشش کی تو وہ بھڑک اٹھی۔

"مت کرو برتے ہوئے لفظوں کا استعمال میرے سامنے... انہی لفظوں سے تم نے جانے کس کس کو بہلایا ہو گا۔ کتنی آنکھوں میں خواب سجائے ہوں گے... کتنے ظالم ہو تم اور میں تو استعمال شدہ چیزیں استعمال نہیں کرتی اور تم ہو کہ لفظوں کی اترن مجھے پہنانے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

آئے ہو۔ جس طرح تم لوگ چاہتے ہو کہ تمہاری زندگی میں آنے والی لڑکی پارسا ہو اور تم سے پہلے کسی کو نہ سوچا ہو۔۔۔ کسی اور کا تمہارے سوا اس کی زندگی سے گزر نہ ہوا ہو' وہ خواب دیکھے تو پہلا پہلا خواب تم ہو۔۔۔ اسی طرح لڑکیاں بھی چاہتی ہیں کہ ان کے شریک سفر کا دل آئینے کی طرح شفاف ہو اور اس آئینے پر پہلا اور آخری عکس صرف ہمارا ہو۔۔۔ لڑکیوں کو بھی یہ گوارا نہیں ہوتا کہ ان کے حصے کی محبتیں کوئی دوسروں پر لٹا آئے۔۔۔ اور خالی لوٹنے والوں کو کون قبول کرتا ہے۔۔۔؟"

یہ اگرچہ سچ تھا اور سچ ہی ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے۔۔۔ احساس توہین سے میں سلگ اٹھا تھا مگر ضبط کر گیا کہ سامنے پیش کیے گئے آئینے میں میری تصویر اتنی ہی کریہہ اور بدصورت تھی۔

میں اس کے سامنے الفاظ بھولے کھڑا تھا میں اگرچہ چاہتا تھا کہ اپنی صفائی میں کچھ کہوں اس کی کسی بات کو جھٹلا دوں' جھوٹ' پروپیگنڈا' اسکینڈل۔۔۔ اور سب رائی کا پہاڑ قرار دوں مگر مجھ میں حوصلہ نہیں تھا جنت کے سامنے جھوٹ بولنے کا۔۔۔ کیونکہ میرے دل میں اس کے لیے پیدا ہونے والے جذبات میں سو فیصد صداقت تھی دل میں کوئی کھوٹ یا میل نہیں تھا پھر میں کیوں تردید کرتا ان قصوں کی جو افواہیں بہرحال نہیں تھیں بلکہ وہ یقیناً "ایسے بدنما داغ تھے جو ساری عمر میرے کردار پر لگے رہنے تھے۔ میں نے پھر بھی ہمت نہیں ہاری تھی۔

"باقی سب کچھ بھی سچ پر مبنی ہے' جھوٹ کچھ بھی نہیں ہے مگر۔۔۔ یہ بھی سچ ہے میری زندگی کا سب سے بڑا سچ کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔" وہ ہنس دی۔

"خدا کے لیے اب آگے یہ مت کہہ دینا کہ میں تمہاری پہلی اور آخری محبت ہوں۔"

"ہاں ہاں یہی سچ ہے۔" میری آواز قدرے بلند ہو گئی۔ "اور تم دیکھ لینا کہ ایک دن میری محبت کی سچائی کے سامنے بالآخر تمہیں ہارنا پڑے گا جنت۔"

میں اگر ہار بھی گئی تو جیت تمہارے حصے میں نہیں آئے گی۔" اس کی آنکھوں کے سنہری کانچ لو دینے لگے۔

"میں تو پہلے ہی ہار چکا ہوں سب کچھ۔۔۔ اور یہ ہار تو میرے ہی حصے میں آئی ہے۔" وہ چل دی تو میں نے خود سے کہا اور میں جو جیت جانے کا عادی تھا زندگی کے ہر میدان میں جیت میری ہوا کرتی تھی ہار کے معنی و مفہوم سے قطعی نابلد میں جانے کیسے جنت کے سامنے ہار گیا تھا۔ پیار محبت میرے نزدیک ایک کھیل اور دلچسپ مشغلہ تھا لفظوں کی جادوگری دکھا کر فلموں سے سنے ہوئے مکالمے اور کہانیوں سے پڑھے ہوئے ڈائیلاگز بول کر لڑکیوں کے دل جیت لینا مجھے اچھا لگتا۔ میں نے کب سوچا تھا کہ میں اپنی کزن جنت کے ساتھ اس حد تک انوالو ہو جاؤں گا کہ خود کو بھی کہیں رکھ کے بھول جاؤں گا۔

مجھے تو ان دنوں یہ بھی خبر نہ تھی کہ میرا لباس شکن آلود اور ملگجا رہتا ہے میں جو اپنا بہت زیادہ خیال رکھتا تھا ہمیشہ نک سک سے تیار رہتا تھا اب کئی کئی روز ایک ہی لباس میں نظر آتا۔ شیو بڑھتے بڑھتے داڑھی کی شکل اختیار کر گئی تھی۔ مجھے اس بات کی بھی قطعی پروانہ تھی کہ لوگ میرے اس خستہ حال اور تباہ کن حلیے کو بھی لڑکیوں کو متاثر کرنے اور اپنی طرف متوجہ کرنے کا کوئی نیا حربہ سمجھ رہے تھے اور خاصی مشکوک نگاہوں سے مجھے دیکھتے تھے۔ رضا کے خیالات بھی مختلف نہ تھے۔ رضا نے میرے حلیے پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا۔

"سنو۔۔۔ رانجھا اور فرہاد کا زمانہ گزر گیا ہے اب رومیو اور مجنوں کو بھی کوئی نہیں پوچھتا اگر تم سمجھتے ہو کہ یہ قصے کہانیوں والا بھیس اپنا کر تم کسی کے دل میں گھر کر لو گے تو یہ بھول ہے تمہاری۔۔۔ اس سے قبل کہ لوگ بھکاری سمجھ کر تمہیں بھیک دینا شروع کر دیں یا۔۔۔ نشئی سمجھ کر اندر کرا دیں اپنی اصلی حالت میں واپس آجاؤ بیٹا۔" میں محض اسے دیکھ کر رہ گیا۔

پھر یونہی بہت سارے دن گزر گئے۔۔۔ ایک جیسی شامیں' ایک جیسی صبحیں۔

اس روز رضا' مریم اور عثمان نے داتا دربار جانے کا


WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

پروگرام بنایا شام نسبتاً" ٹھنڈی تھی اور بہت دن ہو گئے تھے ہم سب اپنی اپنی مصروفیت میں مصروف تھے اور اکٹھے کہیں بھی باہر نہیں نکلے تھے ورنہ تو اکثر تفریح کا پروگرام ترتیب دیا جاتا اور ہم اکٹھے دو گاڑیوں میں ٹھنس ٹھنس جاتے ہمیں ایک دوسرے کی کچھ اس طرح سے عادت تھی کہ کوئی ایک فریق بھی مس ہوتا تو اس کی عدم موجودگی بری طرح محسوس ہوتی۔۔۔ جنت نے جو پچھلے کچھ عرصے سے ہمارے ساتھ مل بیٹھنے کا بھی بائیکاٹ کر رکھا تھا اب اسے تیار دیکھ کر مجھے خوشگوار سی حیرت ہوئی۔

ہزاروں بار کی دیکھی ہوئی داتا دربار کی عمارت میں مجھے نہ جانے کیوں نیا پن محسوس ہو رہا تھا اونچے ستونوں والے طویل برآمدے۔۔۔ اونچی دیواروں پہ لکھی محبت کی داستانیں، اشعار، اقوال زریں، یادگار جملے۔۔۔ من جلے اور محبت کے متوالے دیواروں پر جابہ جا حال دل لکھ گئے تھے۔ کئی جگہ یہ دل کی تصویر بنائی گئی جس کے عین وسط میں ترازو تیر اور نیچے گرتے خون کے ننھے ننھے قطرے۔۔۔ کئی جگہ آنسو بہاتی آنکھوں کو پورٹریٹ کیا گیا۔ میں دیر تک کھڑا جذبوں کے بے ساختہ اور ذو معنی اظہار کو دیکھتا رہا جذبہ ایک تھا مگر اظہار جدا جدا۔۔۔ دلوں پر چوٹ یکساں پڑتی ہے مگر کیفیات مختلف ہوتی ہیں۔۔۔ بے اختیار میرا دل چاہا کہ میں بھی کسی دیوار کے کسی گوشے میں کچھ لکھوں کوئی پیغام چھوڑ جاؤں۔۔۔ میں نے پاکٹ سے بال پوائنٹ نکال کے دیوار کے نسبتاً" صاف کونے میں یہ شعر تحریر کر دیا اور نیچے اپنے سائن کر دیے۔

ہم نے جس جس کو بھی چاہا تیری فرقت میں فراز
سب آتے جاتے ہوئے موسم تھے، زمانہ تو تھا۔۔۔

میں نے اپنے اس کارنامے پر خود کو شاباش دیتے ہوئے پیچھے پلٹ کے دیکھا تو جنت میرے بہت قریب کھڑی بہت کڑی نگاہوں سے میرے لکھے پیغام کو دیکھ رہی تھی میں کھسیا گیا۔

"کہاں تک جاؤ گے۔۔۔ ہر برے آدمی کی کوئی نہ کوئی حد ہوتی ہے۔" وہ نخوت سے کہہ رہی تھی۔ مجھ پر کسی نے ٹھنڈا ٹھار پانی انڈیل دیا۔

میں نے تو یونہی لکھ دیا تھا اور اب شرمندگی سے سر جھکائے کھڑا تھا۔ میں نے کہیں پڑھا تھا انسان اپنے عمل میں کتنا ہی کھرا کیوں نہ ہو کہیں نہ کہیں وہ اتنا پست ضرور ہو جاتا ہے کہ خود سے بھی نظریں نہیں ملا پاتا۔ میں ایسی ہی کیفیت سے دوچار تھا اور یہ میرا اپنا ہی کھوٹا عمل تھا جو مجھے "بد" کے کٹہرے میں کھڑا کر چکا تھا۔

میں چپ چاپ وہاں سے ہٹ گیا۔

دعا وغیرہ سے فارغ ہو کر اور لنگر کھا کر جب ہم لوگ احاطہ میں کھڑے تھے تو فہد نے کہا۔

"ولید بھائی دعا مانگتے ہوئے آپ تو بالکل مولانا لگ رہے تھے۔" اس نے مجھے یقیناً" نہایت خشوع خضوع سے دعائیں مانگتے ہوئے دیکھا ہو گا۔

"کچھ لوگ پیدائشی اداکار ہوتے ہیں کوئی موقع ہاتھ سے نہیں گنواتے اور مقدس مقامات پر بھی اپنی اداکاری کے جوہر دکھانے سے نہیں چوکتے۔" میں ابھی فہد کی بات پر مسکرانے ہی لگا تھا کہ جنت کی کاٹ دار آواز سے میری ہنسی کو فی الفور بریک لگ گئے۔ میں چپ سا ہو گیا۔

"ولید۔۔۔ تم نے کیا دعا مانگی۔۔۔؟" مریم نے شاید ماحول کے تناؤ کو کم کرنے کو پوچھا تھا۔

"ہوں۔۔۔!" میں چونک گیا۔ "میں نے دعا مانگی ہے کہ یا اللہ میں مانتا ہوں کہ میری غلطیاں اور میرے گناہ بے حساب ہیں مگر تو اپنے رحمٰن ہونے کے صدقے میری سزا میں کچھ کمی کر دے۔" میں نے گہری نظر جنت پر جما رکھی تھی اس نے بے اختیار چونک کر مجھے دیکھا اور نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا لیا اور۔۔۔ نہ جانے یہ میرے احساس کی خوش فہمی تھی وہم یا حقیقت کہ اس روز مجھے لگا کہ جنت کے دل کے گرد تنی فصیلوں میں ہلکی سی دراڑ پڑی ہو اور میرا ماننا تھا کہ اکثر اوقات کسی ہلکی سی ضرب سے دراڑ پڑ جاتی ہے اور ایک معمولی سی دراڑ بھی مضبوط قلعوں کی بند فصیلوں کو زمیں بوس کرنے کا سبب بن جاتی ہے۔ پتھر میں ایک



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

قطرہ بھی جونک لگا سکتا ہے۔

میرے دل میں امید کی کرن چمکی تھی اور میں نے اس کرن کو ہاتھ میں تھام لیا۔

اس کے بعد تو میں اس خود ساختہ دراڑ میں ضرب لگانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتا میں نے دیکھا کہ ان دنوں وہ اکثر کھوئی کھوئی رہتی ہے۔ میری بے حد عام سی بات پر بھی چونک جاتی ہے کوئی رنگ سا اس کے چہرے پہ آکے گزر جاتا تھا اگرچہ اس رنگ کا کوئی نام نہیں تھا مگر میں کافی دیر تک مبہوت ہو کر اسے دیکھے جاتا۔ اس کے چہرے کے ہر خدوخال سے واضح ہو تا کہ اس کے اندر کوئی جنگ چھڑ چکی ہے۔۔۔ میں پھر لفظوں کے ہتھیار سنبھال کے بیٹھ جاتا کہ اس جنگ میں مجھے ہار قبول نہ تھی۔

"جنت تمہیں مجھ سے یہی شکایت تھی نا کہ میں فلرٹ ہوں۔۔۔ تمہاری ناراضی کی اور مجھ سے جھگڑے کی اور میرے جذبات کی پروا نہ کرنے کی یہی وجہ تھی نا کہ میں کچھ لڑکیوں کے ساتھ انوالو ہوں یا۔۔۔ مہذب الفاظ میں میری دوستی ہے ان کے ساتھ۔۔۔ تو یقین کرو میں نے ان سب سے تعلق قطع کر لیا ہے۔"

"تم جس سے بھی چاہو تعلق استوار رکھو یا قطع کر لو۔۔۔ مجھے اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا اور میرا تم سے کوئی جھگڑا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی تعلق۔"

بہت آرام سے وہ میرے دل پر پاؤں رکھ کے آگے بڑھ گئی۔

میں ایک بار پھر تیزی سے اس کے سامنے آگیا میں کیونکہ اسے کسی صورت بھی کھونا نہیں چاہتا تھا۔

"تمہیں یقین کیوں نہیں ہے مجھ پر۔۔۔ تم ایک بار یقین کر لو میں اپنی ساری چاہتیں تمہیں سونپ دوں گا۔۔۔ میں محبتوں کے دلفریب موسم صرف تمہارے نام کر دوں گا۔۔۔ کسی اور سمت دیکھوں گا بھی نہیں۔" میں جو غور سے اس کے چہرے کی ایک ایک جنبش کو دیکھ رہا تھا اس لمحے مجھے لگا کہ اس کی گھنیری پلکوں پر ہلکا سا ارتعاش تھا اور آنکھوں کی سطح پر نمی کی لکیر۔ میرا دل یکبارگی دھڑکا۔ محبت کی یہ بڑی پرانی عادت ہے کہ جس کو چاہے اس کی آنکھوں میں اپنے لیے آنسو دیکھے۔ میں دل ہی دل میں سخت شرمندہ ہو گیا۔ وہ باتیں جن پر میں فخر سے گردن اکڑا لیا کرتا تھا اب وہی باتیں میرے لیے باعث ندامت تھیں۔ میں اگرچہ اپنے ماضی پر نادم ہو کر تمام حرکتیں ترک کر دینے کا دل سے عہد کر چکا تھا مگر جنت میری اس تبدیلی کو بھی میری بہترین پرفارمنس قرار دے رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

رضا۔۔۔ اسے سمجھاؤ نا تم، تمہاری بات تو مانتی ہے وہ۔" میں نے گلاب کے پھول کو پتی پتی کر کے بکھیرتے ہوئے رضا سے کہا۔ "دیکھو ایک سال ہونے کو ہے اور اس تمام عرصے میں اس نے میری ذات کو تکلیف اور اذیت کے سوا کچھ نہیں دیا۔ اس ایک سال میں اس نے ہر ہر لمحہ، ہر بات پر میری توہین و تذلیل کی ہے۔ اس کی آنکھوں میں میرے لیے طنز و تمسخر کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔" رضا بہت توجہ اور خاموشی سے میری بات سن رہا تھا۔ میرے لہجے کی تھکن نمایاں تھی۔

"اوئے میرے یار۔۔۔" رضا نے میری روداد سن کر ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "اتنا دکھی اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں ہے شادی سے پہلے لڑکیاں یونہی اکڑتی ہیں نخرے دکھاتی ہیں۔۔۔ شادی کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"نہیں یار۔۔۔" میں نے فوراً کہا۔ "ایسی شادی کا کیا فائدہ جس میں ایک فریق کی رضامندی نہ ہو، گھر والے جو شادی کا پروگرام بنائے بیٹھے ہیں تم پلیز میری طرف سے منع کر دو میں نہیں چاہتا کہ جنت کسی دباؤ میں آکر کسی مجبوری کے تحت میرا ساتھ قبول کرے اور پھر تمام عمر سمجھوتے کے پل صراط پہ گزار دے۔ میں چاہتا ہوں کہ۔۔۔" میں ابھی اور بھی کچھ کہتا کہ جنت باڑھ کے عقب سے نمودار ہو کر اچانک سامنے آئی تھی۔

"ارے۔۔۔" رضا نے خوش دلی سے کہا "ابھی ہم تمہارا ہی ذکر کر رہے تھے کہ تم آگئیں۔۔۔ لگتا ہے دل کو



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

"واقعی دل سے راہ ہوتی ہے۔"

"اونہہ... خوش فہمی ہے۔"

"مگر غلط فہمی تو نہیں ہے نا۔" میں نے نگاہ محبوبیت سے اسے دیکھا۔

وہ ہنس دی مجھے اس کے ہونٹوں کی مسکراہٹ قدرے مہربان لگی یا شاید یہ میری نظر کی خود فریبی تھی۔

☆ ☆ ☆

آج پھر چاند رات ہے...!

لیکن کتنا فرق ہے گزشتہ چاند رات میں اور اس میں... تب میں خوشی سے کیسے نہال ہوا جا رہا تھا کہ خوشیاں پھوہار کی صورت آسمان سے برستی محسوس ہوتی تھیں... اور آج مایوسی کی گہری دھند ہے، جو دل کو جکڑ چکی ہے۔

پورا ایک سال ہو گیا ہے ہماری منگنی کو اور... پورا ایک سال ہو گیا ہے مجھے یک طرفہ محبت کی اس آگ میں جلتے ہوئے اور اپنے جذبوں کی ناقدری پر آنسو بہاتے ہوئے... میں اس وقت چھت کے اسی مخصوص کونے میں کھڑا چاند پہ نگاہ جمائے سال گزشتہ کے واقعات سوچ رہا تھا۔ 365 دنوں کی آہ و زاریاں میری سوچ کے ہم قدم تھیں... وہ کیسی سہانی گھڑی تھی جب میں نے خود کو قسمت کا دھنی تصور کرتے اپنے آپ کو دنیا کا خوش قسمت ترین شخص کہا تھا جسے دل میں ابھی سوچا ہی تھا وہ بن مانگے ہی میرے نصیب میں لکھ دی گئی۔ وہ مجھے مل گئی تھی جس کی چاہ دل نے بہت چپکے سے کی تھی۔

مگر وہ مجھے ملی کہاں تھی...؟ ہاں فقط ایک موہوم سی امید کا بہت ننھا سا جگنو اب بھی میرے دل کے اندھیروں میں ٹمٹما رہا تھا کہ اگر اس کو میرا ساتھ قبول نہیں تھا تو وہ بہت آرام سے منگنی توڑنے کی کوشش کر سکتی تھی جبکہ بقول مریم کے یہ رشتہ جنت کی رضا مندی سے طے پایا تھا اور میری حیرت بجا تھی کہ مجھ سے اتنی نفرت رکھنے کے باوجود کیسے راضی ہو گئی تھی وہ... پھر وہ اس رشتے کو بہت سہولت سے ختم کر سکتی تھی اور اگر... ایسا نہیں کیا تو پھر میرے ساتھ ایسا ہتک آمیز رویہ اپنانے کی کیا ضرورت تھی اسے۔

معاً چوڑیوں کی بے ساختہ کھنک پر میں نے چونک کر دیکھا جنت منڈیر پہ کہنیاں ٹکائے... رخصت ہوتے کمان صورت چاند کو یک ٹک دیکھ رہی تھی۔

میری نگاہ میں گزشتہ سال کا منظر گھوم گیا۔ میرے حلق میں تلخی سی گھل گئی اور کڑواہٹ اندر اترنے لگی تبھی میرے قدم خود بہ خود اس کی طرف اٹھتے گئے۔

"جنت... میری بات سنو۔" میرا لہجہ رقت آمیز ہو گیا۔ الفاظ میرے اندر دم توڑنے لگے۔ لفظ ترتیب دیتا حوصلوں کو جمع کرتا میں سوچ رہا تھا کہ آج آر یا پار بات ہو گی، اس کے بعد اس کہانی کا انجام ہو جائے گا... اور ضروری نہیں ہوتا کہ ہر کہانی کا انجام خوشگوار ہی ہو۔ میں نے آنکھیں میچ کے کھولیں۔ میری زندگی میں کرب کا وہ لمحہ شاید آ گیا تھا جس کے بعد دائمی جدائی لکھی جاتی ہے۔

"کہو... میں سن رہی ہوں۔" وہ میرے روبرو کھڑی تھی نہ صرف اس کا لہجہ پرسکون تھا بلکہ اس کی آنکھوں میں بھی سکون کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا۔

"وہ..." میں نے حلق تر کیا۔ "وہ گھر والے عید کے بعد شادی کا پروگرام بنا رہے ہیں۔"

"تو... اچھا ہے وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو جائیں گے، اس میں اتنا سوگ منانے کی کیا بات ہے۔" وہ ازلی اطمینان سے کہہ رہی تھی اور میرا اطمینان رخصت کے سفر پہ تھا۔

"میری اور تمہاری شادی جنت... میں اس شادی کی بات کر رہا ہوں۔"

"ہاں... مجھے پتا ہے۔" اس کے اطمینان اور انداز میں کوئی فرق نہ آیا۔ میں نے دل پہ ہاتھ رکھتے ہوئے وہ بات کہی جس کے کہنے کے لیے مجھے بہت حوصلہ درکار تھا۔

"دیکھو جنت... میں جانتا ہوں کہ تم خوش نہیں ہو اس رشتے پر اور نہ ہی دل سے رضامند ہو اس لیے میں



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نہیں چاہتا کہ تم کسی مجبوری یا سمجھوتے کے تحت میرے ساتھ زندگی گزارنے کی ہامی بھرلو۔ مجھے پتا ہے کہ تم میرے ساتھ ایڈجسٹ نہیں کر سکو گی۔ ویسے بھی اس شادی کا کیا فائدہ جس میں ایک فریق کی رضا مندی نہ ہو۔" میں نیچے جھکا تیزی سے پھیلتا اندھیرا دیکھ رہا تھا۔

"بڑی جلدی خیال آگیا اس بات کا۔!"

"تم شادی سے انکار کردو' ابھی بھی دیر نہیں ہوئی ہے۔" میں نے خود اپنے دل پہ پاؤں رکھا۔

"اگر تم چاہتے ہو کہ میں انکار کردوں تو ٹھیک ہے' کردوں گی۔"

"میرا چاہنا تم نے دیکھا ہی کب ہے۔" میری آواز بہت مدھم اور شکستہ تھی۔۔۔ "میں نہیں چاہتا جنت کہ تم گھر والوں کے دباؤ میں آکر اپنی خوشیوں کی قربانی دے دو۔"

"یہ میرا حصہ ہے اور میرے حصے کا مت سوچو۔ اپنے لیے مجھے پتا ہے کہ مجھے کیا کرنا ہے اور کزن۔۔۔" بات کرتے کرتے وہ پلٹی اور میرے روبرو آکر میری آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ "یہ تو تم جانتے ہی ہو کہ مجھ پر میری مرضی کے بغیر کوئی اپنا فیصلہ مسلط نہیں کر سکتا۔۔۔ کوئی بھی۔۔۔ ہاں اگر تم اس رشتے کو توڑنا چاہتے ہو تو تمہاری خوشی۔۔۔ خود انگوٹھی اتارلو۔" اس نے بے حد آرام سے ہاتھ میرے آگے کردیا اور میں ہونقوں کی طرح اس کے مرمریں حنائی ہاتھ کی تیسری انگلی میں دمکتی ڈائمنڈ کی رنگ دیکھنے لگا۔۔۔ پھر نگاہ اٹھا کر شام کے ملگجے سے اندھیرے کو روشن کرتی دل کو بہت اپنی سی لگتی جنت کو دیکھنے لگا۔۔۔ شرارت جس کی سنہری آنکھوں میں قہقہے لگارہی تھی۔

"یہ سب کیا ہے۔۔۔؟" میری سرسراتی ہوئی آواز سرگوشی سے بلند نہ تھی۔

"میں تمہارا دل دیکھ رہی تھی۔" نچلے ہونٹ کو دانتوں میں دبا کر وہ کوئی بچپن کی یاد لگ رہی تھی۔ ہم کزنز میں اکثر ایسا ہوتا تھا جب کوئی ایک دوسرے سے چیز مانگتا اور اگلا نہ دیتا تو وہ کہتا۔

"میں نے ویسے بھی نہیں لینی تھی میں تو تمہارا دل دیکھ رہا تھا۔ تمہارے اندر تو دل ہی نہیں ہے۔" میرا دل کر رہا تھا کہ میں دھاڑیں مار مار کے قہقہے لگاؤں اور پورے گھر کو اکٹھا کرلوں۔

"پھر تم نے میرا دل دیکھ لیا نا۔۔۔؟"

"نہیں ہم سب نے تمہارا دل دیکھ لیا ہے۔" تبھی سیڑھیوں سے رضا کے ساتھ مریم نمودار ہو رہی تھی۔

"تمہارا دل تو اتنا سا ہے۔۔۔ بالکل چیونٹی جتنا۔" رضا نے چٹکی سے اشارہ کیا۔

"کیا۔۔۔! تو یہ تم سب کی ملی بھگت ہے۔" اب مجھ میں توانائی واپس آگئی تھی اور میں رضا کی گردن دبوچ سکتا تھا مگر وہ چکمادے گیا۔

"ہم تمہیں ستا رہے تھے۔" مریم نے کہا۔

"اور اس ستانے کے چکر میں میں دنیا ہی چھوڑ جاتا تو۔۔۔؟" میں نے براہ راست جنت کی آنکھیں میں دیکھا جن میں ستاروں کی چمک تھی۔

"میں نے ہی اس ڈرامے کا ڈراپ سین کروایا ہے ورنہ یہ جنت بی بی تو کہتی تھیں کہ ٹی وی کے سوپ کی طرح لمبا کھینچتے ہیں۔" رضا نے بتایا۔ "اور میں نے کہا کہ "بندہ سیریس ہے جان سے چلا جائے گا۔"

"اور میں نے سچ مچ کا چلے بھی جانا تھا۔" میں نے سرد آہ جنت کے کان کے قریب چھوڑی "کتنی ظالم ہو تم"

"کیا تم اس قابل نہیں تھے۔۔۔ ابھی تو بہت تھوڑا سزا ملی ہے تمہیں وعدہ کرنا ہو گا آئندہ کے لیے۔" جنت کے لہجے میں کھنک لوٹ آئی تھی اور میں نے بے ساختہ کانوں کو ہاتھ لگائے۔

"اب کبھی بھی رستے سے نہیں بھٹکوں گا تمہاری ان حسین آنکھوں کی قسم۔۔۔!" میں نے کچھ اس انداز سے ہاتھ جوڑ کر حلف اٹھایا کہ وہ کھلکھلانے لگی اور میں دلفریب خوشی کے ساتھ محبت کے نکھرے احساس سے اسے دیکھتا رہا اور فضا میں عید مبارک کا شور گونج اٹھا۔۔۔!

☆ ☆



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بشریٰ ماہا

# خواب، خواہش اور زندگی

"سب کی شادیاں ہو رہی ہیں شازی، ہمارا نمبر کب آئے گا۔؟" رابعہ نے اپنی خالہ زاد حسنہ کی شادی کا کارڈ پڑھتے ہوئے بلند آواز میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اور یہ جملہ اس نے پہلی بار نہیں کہا تھا اور نہ ہی شازیہ نے اس کے منہ سے پہلی بار سنا تھا۔ اسے شادی کا بے حد شوق تھا۔ اور یہ شوق حد سے بڑھ جاتا تھا جب کسی کزن کی شادی کا کارڈ یا خبر ان دونوں تک پہنچتی تھی۔

"رابی۔۔۔ تم تو کبھی کبھی حد کر جاتی ہو۔ شادی کوئی فینٹسی ورلڈ نہیں جسے دیکھنے کا تمہیں اتنا شوق ہے۔ شادی کا دوسرا نام ذمہ داری، سمجھ داری اور برداشت ہے بیٹا! ابھی بہ مشکل ہی تم نے بی ایس سی پاس کیا ہے اور اس عمر میں لڑکیاں گھرداری سیکھتی ہیں لیکن بس تمہیں تو خوابوں کی دنیا سے فرصت ملے تو گھر میں کچھ سیکھو نا۔" رابعہ کی حسرت بھری آواز ماما کے کانوں تک پہنچ گئی تھی اور حسب توقع انہوں نے اسے سمجھایا تھا۔ وہ بھی کبھی کبھی بالکل عاجز آجاتی تھیں رابعہ کی باتوں سے۔

"اف۔۔۔ ماما جان مجھے جب ضرورت پڑے گی سیکھ جاؤں گی میں۔ پلیز ہر وقت لیکچر تو نہ دیا کریں۔" رابعہ نے بے زاری سے کہا تھا۔ اس کے انداز میں بدتمیزی کا عنصر بے حد نمایاں تھا۔ شازیہ جو کہ اس کی بڑی بہن ہونے کے ساتھ ساتھ اس کی سہیلی بھی تھی۔ اور عمر میں رابعہ سے ایک سال ہی بڑی تھی۔ اسے رابعہ کا انداز بے حد ناگوار لگا تھا۔

"رابی۔۔۔ ماما سمجھا رہی ہیں۔ تم خاموشی سے بھی سن سکتی ہو۔" اس نے رابعہ کو سمجھایا۔

"اچھا بس۔۔۔ اب تم نہ شروع ہو جانا۔ چلو اچھی اچھی باتیں کرتے ہیں۔" اس نے بہن کا ہاتھ تھام کر فرمائش کی۔

اسے باتیں کرنے کا بے حد شوق تھا۔ خوابوں کی باتیں، خواہشوں کی باتیں۔ باتیں کرنے میں جس طرح رابی کا کوئی ثانی نہیں تھا اسی طرح باتیں سننے میں شازی کا بھی کوئی ثانی نہیں تھا۔ اسے رابعہ سے لاکھ اختلاف سہی لیکن رنگوں سے بھری اس کی شوخ باتیں وہ بھی بڑے شوق سے سنتی تھی۔ اور یہی وجہ تھی کہ تمام اختلافات کے باوجود اس ایک بات کے سبب دونوں میں خوب بنتی تھی۔ اور مما کا کہنا تھا کہ۔۔۔ خیالی پلاؤ پکانے سے بہتر ہے رابی کچھ کر کے دکھاؤ۔ اور رابعہ کا کہنا تھا کہ جو انسان سوچتا ہے حقیقت میں اسے وہی ہی ملتا ہے۔ اس لیے ہمیں اپنی سوچ خوب صورت رکھنی چاہیے۔

✡ ✡ ✡

شازیہ اور رابعہ ثروت بیگم اور ہاشم صاحب کی لاڈلی بیٹیاں ہیں۔ جن کی پرورش انہوں نے بے حد ناز و نعم سے کی تھی۔ شازیہ کی شادی ہاشم صاحب کی اکلوتی بہن نرمین کے بیٹے ابرار سے طے تھی جو کہ انجینئرنگ کے لاسٹ ایئر میں تھا۔ ابرار تیکھے نقوش کا ایک بے حد خوبرو نوجوان تھا۔ اور شازیہ اس رشتے سے بے حد



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

خوش تھی۔ جبکہ رابعہ کیونکہ ابھی وہ چھوٹی تھی اس لیے انہوں نے اس کا رشتہ اب تک طے نہیں کیا تھا۔ مگر اب وہ اس کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے لگے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ دونوں بہنوں کی ایک ساتھ شادی کروی جائے۔ اور ان کی یہ مشکل بھی حسنہ کی شادی میں حل ہو گئی تھی۔

معصوم سی صورت خوب صورت اور تیکھے نقوش کی مالک دراز قد رابعہ نفاست سے تیار ہوئی۔ اپنی شرارتی اور شوخ طبیعت کے سبب وہ پہلی ہی نظر میں سائرہ بیگم کے دل میں گھر کر گئی تھی۔ وہ ایک بے حد اونچے گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ اور آج کل اپنے لاڈلے بیٹے اشعر کے لیے لڑکی ڈھونڈ رہی تھیں۔ اور ہر ماں کی طرح ان کی بھی خواہش تھی کہ وہ اپنے بیٹے کے لیے چاند سی دلہن لائیں۔ اور ان کی یہ خواہش رابعہ کو دیکھتے ہی پوری ہوتی نظر آ رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

"بس بہن آپ کسی چیز کی فکر نہ کریں۔ آپ ہمیں بس اپنی چاند سی بچی دے دیں یہ ہمارے لیے اور

Download From Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کسی بھی خزانے سے بڑھ کر ہے۔ اور پھر اللہ کا دیا سب کچھ تو ہے ہمارے گھر میں، بس اسی ایک گوہر نایاب کی کمی ہے۔" سائرہ بیگم نے خلوص دل سے کہا۔ وہ ایک ہفتے بعد ہی حسنہ کی امی کو لے کر ثروت بیگم کے گھر پہنچ گئی تھیں۔ دل تو رابعہ پر پہلے ہی آچکا تھا۔ لیکن گھر میں داخل ہوتے۔ چم چم کرتے گھر کو دیکھ کر اور سونے پہ سہاگا کچن میں رابعہ شازیہ کو دلجمعی سے کام کرتا دیکھ کر وہ دل ہی دل میں پکا ارادہ کر چکی تھیں کہ بہو بنائیں گی تو صرف رابعہ کو۔

"یہ تو آپ کا بڑا پن ہے بہن۔ پھر بھی بیٹی کا معاملہ ہے ہمیں سوچنے کا ٹائم دیں۔" ثروت بیگم جو سائرہ بیگم کی شخصیت سے پہلے ہی متاثر ہو چکی تھیں انکساری سے بولیں۔

"بے شک جتنا وقت لے لیں آپ کی مرضی ہے۔ ہم بھی بیٹیوں والے ہیں سمجھ سکتے ہیں۔ آپ کی بات کو۔ آپ یہ تصویر رکھ لیں اور یہ کارڈ بھی۔ یہاں اشعر کے آفس کا ایڈریس بھی ہے۔ آپ اپنی پوری تسلی کر کے ہمیں جواب بھیجیے گا۔" انہوں نے اپنے ہینڈ بیگ سے اشعر کی فوٹو اور آفس کا کارڈ نکال کر سامنے ٹیبل پر رکھا اور مسکرا دی تھیں۔

☆ ☆ ☆

"اللہ کتنا ڈیشنگ بندہ ہے شازی۔ مجھے تو یقین نہیں آرہا اپنی قسمت پر۔ یہ تو بالکل شہزادہ لگ رہا ہے۔" پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ اشعر کی تصویر کو دیکھ کر یوں ہی رسپانس دے رہی تھی۔ خوشی کے مارے اس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی مانند چمک رہا تھا۔ انہوں نے پوری طرح چھان پھٹک کر کے جب اطمینان کر لیا تھا تب ہی اس کی رضامندی معلوم کرنے کے لیے اسے اس پرپوزل سے آگاہ کیا تھا اور ساتھ ہی اشعر کی تصویر بھی دکھائی تھی۔

"میری پیاری بہن اگر اشعر ڈیشنگ بندہ ہے تو میری بہن کسی شہزادی سے کم نہیں ہے۔ اس لیے ہی تو آنٹی نے اپنے شہزادے جیسے بیٹے کے لیے ہماری شہزادی کو مانگا ہے۔" شازی محبت اور خلوص سے بولی تھی۔

"ساری بات... پتا ہے کیا ہے...؟ جو خواب دیکھتا ہے اسے تعبیر بھی ملتی ہے۔ اس لیے یہ شخص میرے سہانے سپنوں کا انعام بن کر ملا ہے۔ چاہے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا، دیکھ لو... میں نے جو چاہا تھا شازی وہ مجھے آج مل ہی گیا ہے۔" وہ خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھی۔

"ماشاءاللہ... اللہ میری بہن کو یوں ہی ہمیشہ خوش رکھے۔ زندگی ہمیشہ تم پر مہربان رہے۔ تم ہمیشہ یوں ہی پھولوں سی مسکراتی رہو۔" شازیہ نے خلوص دل سے دعا دی۔

"ویسے کاش... تم بھی کچھ حسین خواب دیکھ لیتیں، اور یوں کنویں کی مینڈک بن کر نہ رہتیں تو آج ابرار بھائی سے اچھا رشتہ مل ہی جاتا تمہیں بھی، میرے جیسی نہ سہی خوب صورت تو تم بھی ہو۔ اشعر جیسا نہ سہی اس سے کم مل ہی جاتا تمہیں بھی۔" وہ پر غرور لہجے میں بولی تھی۔ اسے ابرار شروع سے ہی پسند نہیں تھا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ ایک مڈل کلاس سے تعلق رکھتا تھا اور خالو کے بعد خالہ نے اسے رات دن محنت کر کے انجینئرنگ کی تعلیم دلوائی تھی۔

"بکو مت۔ ابرار جیسے بھی ہیں مجھے بے حد پسند ہیں۔ محبت سے بڑھ کر اور کوئی دولت نہیں ہوتی۔ اور وہ اس دولت سے مالا مال ہیں۔ باقی رہی پیسے کی بات تو وہ تو آنی جانی چیز ہے، رشتوں کو کبھی پیسے کے ترازو میں مت تولنا رابعہ، ورنہ آخر میں اکیلی رہ جاؤ گی۔ محبت سے جو سکون ملتا ہے وہ دولت سے کوئی نہیں خرید سکتا۔" وہ دکھی دل سے بولی تھی۔ رابعہ کی اس طرح کی باتیں اکثر حساس دل شازیہ کا دل زخمی کر دیتی تھیں، لیکن رابعہ کو پروا ہی کب تھی۔

"اُف... ایک تو یہ تمہارے لیکچر... تم پتا ہے شازی مجھے کب اچھی لگتی ہو... جب خاموش رہتی ہو۔ اس لیے مائی ڈیئر سسٹر تم صرف مجھے سنا کرو۔" وہ طنز اور بے زاری بھرے لہجے میں کہتی کمرے سے نکل



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

گئی۔ جبکہ شازیہ تاسف سے اسے جاتا دیکھتی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

بلڈ ریڈ کلر کے ڈیزائنر لہنگے میں وہ اشعر کی دلہن بنی اس کے بیڈ روم میں بیٹھی اس کا انتظار کررہی تھی۔ سامنے لگا قدم آدم آئینہ اس کی خوب صورتی کی تعریف کرتے نہیں تھک رہا تھا۔ غرور سے اس کی گردن تن گئی تھی۔ وہ اپنی خوب صورتی اور اپنے نصیب' دونوں پر رشک کررہی تھی۔ تب ہی کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی اور وہ سنبھل کر بیٹھ گئی۔ دروازہ کھلا تو اشعر اندر داخل ہوا تھا۔ اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہی رابعہ کی دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی چلی گئیں۔

"السلام علیکم۔" وہ بیڈ پر اس کے برابر بیٹھا تھا۔ نگاہیں اس کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ رابعہ نے دل ہی دل میں اس کے سلام کا جواب دیا۔ اس کی نگاہیں کچھ اور جھک گئی تھیں۔ جتنا وہ خوب صورت تھا' اس کی آواز اس سے بھی زیادہ خوب صورت تھی۔

"آپ میری ماما جان کی پسند ہیں۔ اور مجھے ان کی پسند دل و جان سے پسند ہے' آپ کو زندگی میں کبھی مجھ سے کوئی شکایت نہ ہوگی۔ میں پوری کوشش کروں گا رابعہ آپ کا خیال رکھوں گا۔ بدلے میں' میں صرف یہ چاہوں گا کہ آپ میرے پیرنٹس اور بہن بھائیوں کی عزت کریں۔ اور خیال رکھیں۔" وہ اس کی انگلی میں نازک سی ڈائمنڈ رنگ پہناتے ہوئے بول رہا تھا۔

"آپ کچھ کہیں گی....." اب وہ اس سے سوال کررہا تھا۔ رابعہ نے دھیرے سے نفی سے سر ہلا دیا۔

"اچھا ایک نظر دیکھ تو لیں۔ آپ کے جتنا خوب صورت تو نہیں ہوں میں لیکن یقین مانئے اتنا برا بھی نہیں ہوں کہ آپ دیکھیں ہی نا مجھے۔" وہ شرارت سے اسے دیکھتے ہوئے بولا۔

تب ہی رابعہ نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اشعر کی ڈارک براؤن آنکھیں رابعہ کی ہیزل گرین آنکھوں سے ملی تھیں' اشعر کے دل نے ایک ہارٹ بیٹ مس کی تھی۔ اور..... محبت نے اشعر کے دل پر خاموشی سے دستک دے دی۔

☼ ☼ ☼

"واؤ..... کتنی پیاری رنگ ہے۔" شازیہ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر ستائشی انداز میں اسے دیکھا تھا۔ وہ دونوں بہنیں شادی کے بعد پہلی بار اپنے گھر آئی تھیں۔ رابعہ کی باتیں تھیں کہ ختم ہونے میں نہ آتی تھیں۔

"اشعر نے دی ہے۔ ویڈنگ گفٹ ہے میرا۔" وہ محبت سے مسکرا کر بولی۔

"تمہیں کیا دیا ابرار بھائی نے گفٹ میں؟"

"مجھے انہوں نے ساری زندگی کا ساتھ' محبت اور اپنا مان سونپا ہے۔ اس کے علاوہ یہ رنگ۔" اس نے رابعہ کے آگے اپنا ہاتھ کیا۔ جس میں ایک نازک سی ہلکی پھلکی لیکن ایک پیاری سی انگوٹھی اس نے پہن رکھی تھی۔

"ہاہاہا..... مجھے پتا تھا ابرار بھائی تمہیں اس سے زیادہ کچھ اور دے بھی نہیں سکتے۔" وہ تمسخر سے مسکراتی ان دونوں کا مذاق اڑاتی چلی گئی۔

"رابعہ خدا کے لیے..... اب تو اس طرح کی باتیں نہ کیا کرو۔ میں تمہیں ایک ہی صلاح دوں گی' اگر تم چاہتی ہو اشعر ہمیشہ تم سے یوں ہی محبت کرے تو تم اس سے جڑے ہر رشتے کو عزت اور پیار دینا۔ ایک شوہر اپنی بیوی سے یہ ہی چاہتا ہے کہ اس کی شریک حیات اس سے جڑے رشتوں کو مان دے۔ تم اس گھر میں سب کے لیے نئی ہو' اب تمہیں اس گھر میں اپنا مقام بنانا ہوگا۔ کوئی کچھ کہہ دے تو پلیز برداشت کرنا۔ ایک برداشت سو جھگڑوں کو ختم کرتی ہے میری جان۔" وہ پیار سے چھوٹی بہن کو نصیحت کررہی تھی۔ جب کہ رابعہ یہ سب بہت بے زاری سے سن رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

آج رابعہ کی شادی کو دو ماہ گزر گئے تھے۔ وہ ایک ہفتے پہلے ہی ترکی کے ٹور سے لوٹی تھی زندگی اب تک اس کے لیے ایک سہانا خواب ثابت ہوئی تھی۔ اشعر



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کی محبت نے اس کے حسن کو اور نکھار بخشا تھا۔ وہ پہلے سے زیادہ حسین ہو گئی تھی۔ اور بے حد خوش تھی۔

"بیٹا... آج شزا بھی آئی ہوئی ہے اور سب گھر میں ہیں۔ دو دن بعد زبیر بھی اسپتال چلا جائے گا۔ میں سوچ رہی تھی کل تمہاری' کھیر پکانے کی رسم بھی ادا کر دی جائے۔" سائرہ بیگم مسکراتے ہوئے اسے کہہ رہی تھیں۔ جبکہ یہ خبر سن کر تو اس کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔

وہ پریشان سی دودھ کا گلاس لیے اندر چلی آئی۔

"کیا ہوا؟ تم اچانک پریشان نظر آ رہی ہو۔ سب خیر ہے نا؟" اشعر نے دودھ کا گلاس پکڑتے ہوئے تشویش سے پوچھا۔ جبکہ اس کا چہرہ ایسا ہو رہا تھا کہ کوئی کچھ بھی بولے گا تو رو پڑے گی۔

"اشعر شزا آپی آئی ہوئی ہیں اس لیے مما نے کہا ہے کہ کل میں کھیر بناؤں۔" اس نے مدد طلب نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"تو بنالو یار... اس ہی بہانے ہمیں کچھ تمہارے ہاتھ کا بھی کھانے کو مل جائے گا۔" وہ خوشی سے چہکتے ہوئے بولا۔

"اشعر۔" وہ بے بسی سے بولی۔

"جی۔ اشعر کی جان۔"

"مجھے کھیر بنانی نہیں آتی۔" اتنا کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

"بس کرو رابی۔ اتنی سی بات پر اپنی ان حسین آنکھوں پر ظلم کیوں کر رہی ہو؟" اس کے رونے پر وہ فوراً" پریشان ہو گیا۔

"اچھا بس کرو۔ ہم ماما کو بتا دیں گے کہ تمہیں کھیر بنانی نہیں آتی۔ سمپل۔ اس میں رونے کی کیا بات ہے...؟ وہ تمہاری جان تھوڑی لے لیں گی۔" اس نے رابعہ کے آنسو صاف کرتے ہوئے اسے پچکارا تھا۔

☼ ☼ ☼

"ماما... رابعہ کو کھیر بنانا نہیں آتی۔" ناشتے کی ٹیبل پر اشعر نے اطلاع دی جب کہ سب نے باری باری نظر اٹھا کے رابعہ کو دیکھا۔

"اچھا کوئی بات نہیں بیٹا... تم ٹرائفل بنالو۔" سائرہ بیگم نے پیار سے بولا۔

"یہ تو رسم ہوتی ہے کہ کچھ بھی میٹھا بنالو۔"

"مجھے ٹرائفل بھی بنانا نہیں آتا مما۔" وہ بے بسی سے بولی تو زبیر اور شزا نے بمشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔

"پھر کچھ بھی میٹھا بنالو بیٹا۔" سائرہ بیگم نے زبیر اور شزا کو گھورتے ہوئے کہا۔

"ماما... مجھے کچھ بھی بنانا نہیں آتا۔" اب کہ اس نے صاف بولا تھا۔ حیران ہونے کی باری اب سائرہ بیگم کی تھی۔

"بیٹا ہم جب آپ کے گھر گئے تھے تو تب آپ کچن میں کیا کر رہی تھیں؟"

"وہ تو شازیہ باجی سے باتیں کر رہی تھیں۔ دراصل میں گھر میں سب سے چھوٹی تھی تو کسی کام میں دلچسپی ہی نہ رکھ سکی۔ ماما نے تو پوری کوشش کی تھی لیکن میں ہی نہ سیکھ سکی۔ لیکن آنٹی... آئی پرامس۔ اگر آپ سکھائیں گی تو میں سب سیکھ لوں گی۔" وہ سچائی سے بولتی' ان کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ جبکہ اس کے انداز پہ زبیر' اشعر اور شزا اپنی ہنسی روک نہیں پائے تھے۔

"خبردار... اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے۔" سائرہ بیگم نے ان تینوں کو ٹوکا۔

"رابعہ کوئی بات نہیں بیٹا' آپ بہت جلد سب سیکھ جاؤ گی۔" وہ محبت سے بولتی اسے پرسکون کر رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

ابرار کی کمپنی اسے سعودیہ بھیج رہی تھی۔ اس نے شازیہ کے بھی ڈاکومنٹس بنوا لیے تھے اور وہ دونوں کل رات کی فلائٹ سے سعودیہ جا رہے تھے۔ جبکہ خالہ' ثروت بیگم کے اصرار پر ان کے گھر شفٹ ہو گئی تھیں۔ آج شازیہ اور ابرار کھانے پر انوائیٹڈ تھے۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY

ثروت بیگم نے رابعہ اور اشعر کو بھی انوائٹ کیا تھا۔ سب کے آجانے سے گھر میں خوب رونق سی تھی۔ جبکہ شازیہ کی آنکھیں بار بار نم ہورہی تھیں۔ وہ پہلی بار فیملی سے اتنی دور جارہی تھی۔ کمپنی کی طرف سے پانچ سال کا کنٹریکٹ تھا۔

"تم بھی پاگل ہو یار..... خوشی کے موقع پر آنسو بہارہی ہو۔ فائنلی تمہارے دن بھی بدلنے والے ہیں۔ خالہ کی طرف سے فکر نہ کرنا۔ امی کے پاس ان کا بھی دل لگا رہے گا۔" رابعہ ان کے لیے دل سے خوش تھی۔ وہ شازیہ کے آنسو صاف کرتے ہوئے محبت سے بولی تھی۔ شازیہ بنا کچھ کہے بہن کے گلے لگ گئی۔ رابعہ اس کی صرف بہن ہی نہیں بلکہ بہت اچھی سہیلی بھی تھی۔ دونوں کے مزاجوں میں لاکھ تضاد سہی لیکن یہ حقیقت تھی کہ دونوں ایک دوسرے سے بے حد محبت کرتی تھیں۔

☼ ☼ ☼

اشعر کا بزنس مسلسل گھاٹے کا شکار تھا۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ اس مشکل صورت حال کو کیسے سنبھالے۔ وہ کچھ دنوں سے بہت پریشان تھا لیکن گھر والوں کو بتا کر انہیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"اشعر..... مجھے پچاس ہزار روپے چاہئیں۔" وہ اپنی وارڈروب ٹھیک کرتے ہوئے بولی تھی۔

"کس لیے۔" اشعر نے حیرانی سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"کیا مطلب ہے کس لیے..... مجھے ضرورت ہے۔" اشعر سے زیادہ حیرت رابعہ کو ہوئی تھی۔ کیونکہ ان کی شادی کو ایک سال ہونے کو آیا تھا۔ اس دوران اشعر نے کبھی کسی بھی چیز کی فرمائش پر سوال نہیں اٹھایا تھا۔

"اتنے پیسوں کا کیا کروگی یار.....؟" اشعر اس کے انداز پر جھنجلا اٹھا۔

"گرمیاں آرہی ہیں۔ مجھے شاپنگ کرنی ہے اشعر۔"

"دیکھو رابعہ..... ان دنوں بزنس کی کنڈیشن کچھ اچھی نہیں کہ تمہارے یہ اخراجات پورے کرسکوں۔ تم کچھ دنوں کے لیے اپنی شاپنگ ڈیلے (موقوف) کردو۔ بزنس آج کل اپس اینڈ ڈاؤن (اتار چڑھاؤ) کا شکار ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ تم میری پریشانی سمجھوگی۔" اشعر نے اسے محبت سے سمجھایا تو وہ اس کا چہرہ دیکھتی رہ گئی۔

☼ ☼ ☼

رابعہ کی طبیعت کچھ دنوں سے بار بار خراب ہورہی تھی۔ اور کچھ کھایا بھی نہیں جارہا تھا۔ سردرد کی بھی شکایت رہنے لگی۔ اسی وجہ سے وہ آج اشعر کے ساتھ ڈاکٹر کے پاس آئی تھی۔ اور اب جو نیوز ڈاکٹر اسے سنارہی تھی وہ اسے پریشان کرگئی تھی۔ جبکہ اشعر کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔

"اشعر..... میں اتنی جلدی..... میرا مطلب ہے ابھی میں یہ ذمہ داری نہیں اٹھا سکتی۔"

"کیا مطلب؟ تم کہنا کیا چاہتی ہو۔" وہ ٹھٹکا تھا۔

"میرا مطلب ہے۔ یہ ابھی بہت جلدی ہے۔ اور پھر تمہارا بزنس بھی آج کل ٹھیک نہیں چل رہا۔"

"سو واٹ.....؟" وہ غصہ سے بولا۔

"آنے والا مہمان اپنا نصیب ساتھ لائے گا۔ مجھے یقین نہیں آرہا تم ایسی بے وقوفی کی بات بھی کرسکتی ہو۔" وہ پہلی بار غصہ ہوا تھا۔

"بے وقوفی کی بات میں کررہی ہوں یا آپ کررہے ہیں.....؟ جب آپ میرے ایکسپینسز (اخراجات) برداشت نہیں کرسکتے تو ہمارے بچے کے کیسے کریں گے؟" وہ بھی غصے سے چیخی تھی۔

"مجھے نہیں پتا تھا کہ تم اتنی مادہ پرست ہو۔ اللہ ہمیں اتنی بڑی نعمت سے نواز رہا ہے اور تم ناشکری ہورہی ہو۔ لیکن ایک بات کان کھول کر سن لو تم نے میری آنے والی اولاد کے ساتھ کچھ بھی غلط کرنے کا سوچا تو وہ دن تمہارا میری زندگی میں آخری دن ہوگا۔" اشعر نے اسی سختی سے وارن کیا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں؟"

"میں تمہیں حقیقت بتا رہا ہوں۔" وہ غصے سے کہتا باہر چلا گیا۔

✡ ✡ ✡

"رابعہ... شزا آرہی ہے کافی دنوں بعد... تم ڈنر میں بریانی اور کسٹرڈ بنالو۔" وہ کچن میں کھڑی اپنے لیے چائے بنا رہی تھی جب سائرہ بیگم نے اسے مینو بتایا تھا۔ دو دن سے ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لیے وہ کچن میں رابعہ کی مدد کرنے سے قاصر تھیں۔

"ماما میرا موڈ نہیں آج' آج آپ پلیز کھانا باہر سے منگوالیں۔" وہ خشک انداز میں بولتی صاف انکار کر گئی۔

"شزا بہت دنوں بعد آرہی ہے بیٹا۔ اچھا نہیں لگتا۔"

"تو میں کیا کروں...؟ میرا دل نہیں کر رہا تو نہیں کر رہا۔" وہ بدتمیزی سے بولتی اپنی چائے کا کپ لے کر باہر چلی آئی۔

"ماما بھابھی نظر نہیں آرہیں... طبیعت تو ٹھیک ہے نا...؟" شزا نے فکرمندی سے پوچھا۔

"ہاں بیٹا... طبیعت ہی ٹھیک نہیں ہے اس کی۔ آرام کر رہی ہے۔ ابھی آتی ہوگی۔" وہ مسکرا کر بولی تھیں لیکن اندر سے رابعہ کے رویے کی وجہ سے بہت دکھی تھیں۔

"او کے... میں مل کر آتی ہوں بھابھی سے۔" وہ ناک کر کے جب رابعہ کے کمرے میں آئی تو حیران ہی رہ گئی۔ وہ مزے سے چپس کھاتی فلم دیکھنے میں مصروف تھی۔ اس کو دیکھ کر بھی رابعہ کے انداز میں کوئی تبدیلی نہ آئی۔ شزا بمشکل اپنی حیرانی چھپائے اس سے گرم جوشی سے ملی۔

"ماما بتا رہی تھیں تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ اب کیسا فیل کر رہی ہو؟" اس نے تشویش سے پوچھا لیکن رابعہ کو یوں محسوس ہوا جیسا وہ اس پر طنز کر رہی ہو۔

"شزا آپی میں ایکسپیکٹ (امید) کر رہی ہوں۔ بڑے نصیب والوں کو ملتا ہے یہ رتبہ پر آپ تو اتنے سال گزرنے کے باوجود اس خوش نصیبی کو اپنا مقدر بنا نہیں پائیں پھر آپ کیسے میری کنڈیشن کو سمجھ سکتی ہیں؟" وہ کھلے لہجے میں بولی۔ اپنی طرف سے اس نے حساب بے باق کیا تھا۔ اس بات سے بے خبر تھی کہ اس نے شزا کا کتنا دل دکھایا تھا۔

شزا کی شادی کو تین سال ہو گئے تھے لیکن اب تک وہ ماں نہیں بن سکی تھی۔ یوں تو تین سال کوئی زیادہ عرصہ نہیں ہوتا... لیکن رابعہ نے اس کی کمی کو ہی اس کا دل دکھانے کا ذریعہ بنایا تھا۔ اس بات سے بے خبر کہ ہم جب کسی کا دل دکھاتے ہیں تو اللہ کتنا ناراض ہوتا ہے۔ اور اس کی سزا بھی ہمیں ضرور ملتی ہے۔

"کیا بدتمیزی ہے رابعہ... تم شزا سے کس طرح بات کر رہی ہو۔" اشعر جو کچھ دیر پہلے ہی روم میں آیا تھا۔ اور اس نے رابعہ کے آخری الفاظ سن لیے تھے۔ بہن کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر اسے شدید غصہ آیا تھا۔

"سچ ہی تو کہہ رہی ہوں۔ اس میں غلط کیا ہے...؟" وہ بے خوفی سے بولی' بنا اشعر کے غصے کی پروا کیے' جبکہ شزا... جو بھائی کے غصے سے واقف تھی فوراً" گھبرا گئی۔

"چھوڑیں بھائی جانے دیں۔" شزا نے بات ختم کرنے کی کوشش کی۔

"پہلے آگ لگاتی ہیں... اور پھر کہتی ہیں جانے دیں۔" رابعہ نے نفرت سے شزا کو دیکھا تھا۔ جبکہ اشعر کی برداشت جواب دے گئی تھی۔ اس کا ہاتھ اٹھا اور رابعہ کے گالوں پر نشان چھوڑ گیا تھا۔

"میں نے تمہیں پہلے دن ہی سمجھا دیا تھا رابعہ... میں صرف اتنا ہی چاہتا ہوں کہ تم میرے گھر والوں کی عزت کرو۔ انہیں مقام دو' محبت دو' لیکن تمہارے جیسی لڑکیاں پیار کی زبان سمجھتی ہی نہیں۔" وہ غصے سے ایک ایک لفظ پر زور دیتا بولا تھا۔ اور شزا کا ہاتھ پکڑ کر باہر لے آیا۔ جبکہ رابعہ وہیں گال پر ہاتھ رکھے بے یقین سی کھڑی تھی۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY

۞ ۞ ۞

"مجھے میرے گھر چھوڑ آئیں۔ ابھی اسی وقت۔"
شہزا کے جانے کے بعد جب وہ روم میں آیا تو وہ فیصلہ کر چکی تھی۔ اشعر نے ایک نظر اسے اور سامنے رکھے سوٹ کیس کو دیکھا تھا۔

"او کے۔ مجھے بھی لگتا ہے یہ ضروری ہے تمہارے لیے۔" وہ طنز سے کہتا سوٹ کیس اٹھائے باہر آگیا۔ اور رابعہ کو اگر ذرا بھی امید تھی کہ وہ اسے روک لے گا۔ تو وہ ٹوٹ چکی تھی۔ وہ بھی دل مضبوط کر کے غصے سے کار میں آکر بیٹھ گئی۔

۞ ۞ ۞

"بیٹا ہوا کیا ہے، کچھ تو بتاؤ' دو دن ہو گئے تمہیں آئے ہوئے اور اتنی رات گئے جو اشعر تمہیں چھوڑ گیا ہے۔ مجھے اور تمہارے بابا کو تو مسلسل ہول اٹھ رہے ہیں۔" ثروت بیگم نے پریشانی سے ایک بار پھر پوچھا تھا۔

"تم بتا رہی ہو یا میں اشعر کو کال کر کے اس سے پوچھوں....؟" انہوں نے آخری حربہ آزماتے ہوئے اسے دھمکایا۔

"آپ ایسا کچھ نہیں کریں گی۔ آپ کی اطلاع کے لیے بتاتی چلوں، میں اب اس گھر میں نہیں جاؤں گی' جہاں میری کوئی عزت نہیں ہے۔ اور اگر اشعر چاہتا ہے کہ اس کی زندگی میں رہوں تو اسے مجھ سے معافی مانگ کر ایک الگ گھر میں رہنے کے لیے گھر لینا ہو گا۔" وہ دو ٹوک لہجے میں بولتی سلیپر پہن کر اپنے روم میں بند ہو گئی۔ جبکہ ثروت بیگم اس کی بے وقوفی پر سر پکڑ کر رہ گئیں۔

۞ ۞ ۞

آج اسے ایک مہینہ ہو گیا تھا گھر آئے۔ مما کا کہنا تھا، غلطی تمہاری ہے وہ اسے سمجھا سمجھا کے تھک چکی تھیں کہ مرد کو اپنے سامنے اونچا بولنے والی عورت اچھی نہیں لگتی۔

"تو کیا عورت کو اپنے سامنے اونچا بولنے والا مرد اچھا لگتا ہے مما....؟ نہیں کبھی نہیں.... عورت کو بھی وہ مرد زہر لگتا ہے جو اس پر چیخے' اس پر ہاتھ اٹھائے۔ اسے اپنے گھر والوں کے سامنے بے عزت کرے۔" اس کے ہر لفظ میں غصہ تھا۔

"بیٹا عورت کو قربانی دینا پڑتی ہے گھر بنانے کے لیے۔ اگر عورت ضد کرے تو گھر ٹوٹ جاتے ہیں۔ اور اس سے اثر انداز بھی عورت ہی ہوتی ہے۔ مرد سے کوئی سوال نہیں کرتا اور پھر یہاں تو غلطی بھی تمہاری ہے۔ بیٹا ہر مرد چاہتا ہے کہ اس کی بیوی اس کے گھر


ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

| کتاب کا نام | مصنفہ | قیمت |
|---|---|---|
| بساط دل | آمنہ ریاض | 500/- |
| زرد موسم | راحت جبیں | 750/- |
| زندگی اک روشنی | رخسانہ نگار عدنان | 500/- |
| خوشبو کا کوئی گھر نہیں | رخسانہ نگار عدنان | 200/- |
| شہر دل کے دروازے | شازیہ چودھری | 500/- |
| تیرے نام کی شہرت | شازیہ چودھری | 250/- |
| دل ایک شہر جنوں | آسیہ مرزا | 450/- |
| آئینوں کا شہر | فائزہ افتخار | 500/- |
| بھول بھلیاں تیری گلیاں | فائزہ افتخار | 600/- |
| پھلاں دے رنگ کالے | فائزہ افتخار | 250/- |
| یہ گلیاں یہ چوبارے | فائزہ افتخار | 300/- |
| مین سے عورت | غزالہ عزیز | 200/- |
| دل اسے ڈھونڈ لایا | آسیہ رزاقی | 350/- |
| بکھرنا جائیں خواب | آسیہ رزاقی | 200/- |
| زخم کو ضد تھی مسیحائی سے | فوزیہ یاسمین | 250/- |

[illegible]
[illegible]
[illegible] ۳۷ - [illegible]
فون نمبر: 32216361





WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

والوں سے اچھا سلوک کرے۔ اتنے اچھے لوگ ہیں وہ' انہوں نے کبھی بھی تمہاری کسی کمی کی شکایت نہیں کی بیٹی کی طرح رکھا ہے تمہیں۔ اور تم نے ان سے اتنی بدتمیزی کی۔ میں بتا نہیں سکتی میں کتنا شرمندہ ہوئی ہوں تمہاری اس حرکت سے۔" وہ دکھ سے بولی تھیں۔

"مما۔۔۔ آئی ایم سوری۔ مجھے غصہ آگیا تھا۔" وہ نادم ہو گئی۔

"بیٹا اس لیے ہی تو غصے کو حرام قرار دیا ہے۔ غصے میں انسان کا دماغ کام نہیں کرتا۔ اور اچھے برے کی تمیز نہیں رہتی۔ اشعر کو ابھی تمہارے ساتھ کی ضرورت تھی۔ اسے تم نے سہارا دینا تھا لیکن تم نے اس کی پریشانی میں ہی اضافہ کیا۔ میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہوتے ہیں۔ ان دونوں کو ایک دوسرے کی خامیوں کو نظرانداز کرنا پڑتا ہے نہ کہ بیچ چوراہے پہ تماشا بنانا ہوتا ہے۔ مجھے لگا اب تم بڑی ہو گئی ہو شادی کو سمجھ گئی ہو گی لیکن تم نے مجھے مایوس کیا ہے۔" وہ اسے سمجھا کر سوچنے کے لیے اسے تنہا چھوڑ گئیں۔ جب کہ یہ باتیں اس کے ذہن میں نئی کھڑکیاں کھول رہی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"شازی تم ٹھیک کہتی تھیں۔ دیر سے سہی مجھے سمجھ آگیا ہے۔ رشتے اور محبت دولت سے زیادہ اہم ہوتے ہیں۔ دولت محبت کی کمی پوری نہیں کر سکتی اور پھر ایک لڑکی کو اپنا گھر بسانے کے لیے بڑی برداشت کی ضرورت ہوتی ہے۔ سسرال کتنا بھی اچھا ہو۔ سسرال ہی رہتا ہے۔ ساس نندیں' ساس نندیں ہی رہتی ہیں۔ آپ اپنی بہن کی طرح اپنی نند سے بلاوجہ موڈ خراب ہونے کے سبب لڑ نہیں سکتے۔ ساس کو نخرے نہیں دکھا سکتے۔ اگر یہ سب آپ کی ساس نندیں برداشت کر بھی لیں تو آپ کا شوہر برداشت نہیں کر سکتا۔ میں نے شادی کو ہمیشہ ایک خوابوں کا محل سمجھا۔ جہاں جو چاہو' ملے گا۔ لیکن میں غلط تھی۔

شادی تو ایک ایسا رشتہ ہے جہاں آپ کو ہر پل امتحان سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ عورت پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ اس میں سرخرو ہوتی ہے یا ناکام۔" آج کافی دنوں بعد شازی کی کال آئی تھی' اس نے جب سنا کہ رانی بھی آئی ہوئی ہے تو بہت خوش ہوئی۔ اور اداس بھی کہ وہ کتنی دور ہے۔

"واہ یار۔۔۔ سب خیر تو ہے۔ تم تو بہت سمجھ دار بن گئی ہو؟"

"وقت سب کو سمجھ دار بنا دیتا ہے۔ پھر اب تم بھی تو نہیں ہو میرے ساتھ۔"

"رانی تم بھی ٹھیک ہی کہتی تھیں۔ شادی ایک بے حد حسین رشتہ ہے جو آپ کو بہت سے حسین رشتوں کا ساتھ دیتا ہے۔ شوہر کے روپ میں ایک ایسا دوست دیتا ہے جو آپ سے بے حد محبت کرتا ہے۔ آپ کا خیال رکھتا ہے۔ جس کے لیے آپ کی ہنسی سب سے اہم ہوتی ہے' جسے آپ کے آنسو بے چین کر دیتے ہیں۔ جس کا ساتھ زندگی کے سفر کو بے حد حسین بنا دیتا ہے۔" شازی کے لہجے سے محبت ہی محبت جھلک رہی تھی۔ اس کا دل چاہا کہ آج وہ شازی کو سنتی چلی جائے۔

"کہاں کھو گئی ہو رانی۔۔۔؟"

"کہیں نہیں۔ بس تمہیں سن رہی ہوں۔ کتنا اچھا بولنے لگی ہو تم۔ ماشاء اللہ۔ اللہ تمہیں اور تمہاری خوشیوں کو ہمیشہ آباد رکھے۔" اس نے خلوص دل سے بہن کو دعا دی۔

"آمین۔ تمہیں پتا ہے۔۔۔ اس سال ہمیں حج کی پرمیشن ملی ہے۔ میں تمہیں بتا نہیں سکتی میں کتنی خوش ہوں۔ میری کتنی بڑی خواہش پوری ہو رہی ہے۔" بعض دفعہ جو بات ہم لفظوں میں بتا نہیں پا رہے ہوتے وہ بات ہمارے لہجے اور انداز سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ "شازی میں بھی جان چکی ہوں تم کتنی خوش ہو۔" وہ مسکرا دی۔



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

مشہور مزاح نگار اور شاعر

# انشاء جی کی خوبصورت تحریریں،

کارٹونوں سے مزین

آفسٹ طباعت، مضبوط جلد، خوبصورت گرد پوش

| کتاب کا نام | | قیمت |
|---|---|---|
| آوارہ گرد کی ڈائری | سفرنامہ | 450/- |
| دنیا گول ہے | سفرنامہ | 450/- |
| ابن بطوطہ کے تعاقب میں | سفرنامہ | 450/- |
| چلتے ہو تو چین کو چلیے | سفرنامہ | 275/- |
| نگری نگری پھرا مسافر | سفرنامہ | 225/- |
| خمار گندم | طنز و مزاح | 225/- |
| اُردو کی آخری کتاب | طنز و مزاح | 225/- |
| اس بستی کے کوچے میں | مجموعہ کلام | 300/- |
| چاند نگر | مجموعہ کلام | 225/- |
| دل وحشی | مجموعہ کلام | 225/- |
| اندھا کنواں | ایڈگر ایلن پو / ابن انشاء | 200/- |
| لاکھوں کا شہر | او ہنری / ابن انشاء | 120/- |
| باتیں انشاء جی کی | طنز و مزاح | 400/- |
| آپ سے کیا پردہ | طنز و مزاح | 400/- |

## مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

# Art With You

**Paint with Water Color & Oil Colour**

First Time in Pakistan
a Complete Set of
**5** Painting Books
in English

Water Colour I & II
Oil Colour
Pastel Colour
Pencil Colour

آپ آرٹ کے طالب علم ہیں یا پروفیشنل آرٹسٹ
برش پکڑنے سے، مکمل پینٹنگ تک آپ بن سکتے
ہیں ایک مکمل آرٹسٹ

اب پینٹنگ سیکھنا بہت آسان ایک ایسی کتاب
جس میں پینٹنگ سے متعلق ساری معلومات

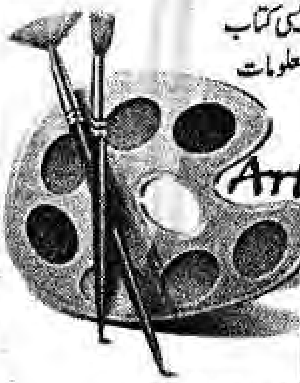

Art With You
شائع ہوگئی ہے

**قیمت -/350 روپے**

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37 اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

# پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

| | | | |
|---|---|---|---|
| عُمیرہ احمد | صائمہ اکرام | عُشنا کوثر سردار | اشفاق احمد |
| نمرہ احمد | سعدیہ عابد | نبیلہ عزیز | نسیم حجازی |
| فرحت اشتیاق | عفت سحر طاہر | فائزہ افتخار | عنایتُ اللّٰہ التمش |
| قُدسیہ بانو | تنزیلہ ریاض | نبیلہ ابر راجہ | ہاشم ندیم |
| نگہت سیما | فائزہ افتخار | آمنہ ریاض | مُمتاز مُفتی |
| نگہت عبدُاللّٰہ | سباس گُل | عنیزہ سید | مُستنصر حُسین |
| رضیہ بٹ | رُخسانہ نگار عدنان | اقراء صغیر احمد | علیمُ الحق |
| رفعت سراج | اُمِ مریم | نایاب جیلانی | ایماے راحت |

# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دستر خوان، مصالحہ میگزین

# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

www.paksociety.com

Download From
Paksociety.com

# دست مسیحا

نگہت سیما

"پاپا یہ کڑاہی لیں ماما نے خود بنائی ہے۔"
ہشام نے چکن کڑاہی کا ڈونگا عبدالرحمٰن ملک کی طرف بڑھایا۔

"ارے واہ۔" ڈونگا پکڑتے ہوئے عبدالرحمٰن ملک کے لبوں سے بے اختیار نکلا۔

"تمہاری ماما کے ہاتھوں کا کھانا کھائے سالوں ہی گزر گئے۔"

ہشام نے مسکرا کر ماما کی طرف دیکھا جو آج لائٹ گرین کلر کے سوٹ میں بے حد فریش لگ رہی تھیں۔ نیچرل لک دیتا میک اپ اور نیچرل کلر کی ہی لپ اسٹک۔ ہشام نے طویل عرصہ بعد انہیں لائٹ سے میک اپ میں دیکھا تھا۔

عبدالرحمٰن ملک خلاف توقع ایک رات حویلی رہ کر واپس آگئے تھے اور کلفٹن جانے کے بجائے سیدھے ملک ہاؤس آئے تھے۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"تمہاری ماما کے ہاتھ میں بہت ذائقہ ہے یار۔"
انہوں نے پلیٹ میں سالن ڈالتے ہوئے ہشام کی طرف دیکھا تو وہ بھی ماما کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔ وہ بھی دھیمے سے مسکرادی تھیں۔

"آج ہم تینوں اس طرح بڑے عرصے بعد ایک ساتھ ٹیبل پر بیٹھ کر کھانا کھا رہے ہیں تو بہت اچھا لگ رہا ہے۔"

ہشام نے ہاٹ پاٹ سے روٹی نکال کر پلیٹ میں رکھی۔

"مجھے بھی بہت اچھا لگ رہا ہے۔"

عبدالرحمن ملک نے ہشام پر ایک نظر ڈالی۔ اور پھر ان کی نظریں نگاہیں جھکائے لبوں پر دھیمی سی

مکمل ناول

## تیسری قسط

مسکراہٹ لیے بیٹھی اپنی بیگم پر ٹھہر گئیں۔ انہوں نے کتنی چاہ سے اور کتنی کوششوں سے انہیں اپنی زندگی میں شامل کیا تھا۔ بہت محبت کرتے تھے وہ ان سے لیکن پھر دو ابنارمل بچوں نے انہیں ان سے دور کر دیا۔

"یہ عجو کہاں ہے۔" انہوں نے پوچھا۔

"میں دیکھتا ہوں۔ اپنے کمرے میں ہی ہو گی۔" ہشام نے جواب دیا اور فوراً" ہی اٹھ کر ڈرائنگ روم



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

سے باہر نکل گیا۔ اسے عبدالرحمٰن ملک کا عجو کے متعلق پوچھنا اچھا لگا تھا۔

"رینا۔" عبدالرحمٰن ملک نے ہاتھ ٹیبل پر ٹکا کر تھوڑا سا جھک کر ان کی طرف دیکھا۔

"بہت اچھی لگ رہی ہو بہت پیاری سیدھی دل میں اتر رہی ہو۔"

"جو لوگ دل سے نکل جائیں کیا وہ پھر دوبارہ دل میں اتر سکتے ہیں۔" انہوں نے ذرا کی ذرا نگاہیں اٹھا کر عبدالرحمٰن کی طرف دیکھا۔

"تم میرے دل سے کبھی گئی ہی نہیں تھیں۔ ہاں تم نے خود کو عفان اور عجو کے لیے وقف کر دیا تھا۔ یہ بھول ہی گئی تھیں کہ مجھے بھی تمہاری توجہ کی ضرورت ہے۔"

عبدالرحمٰن ملک کے لہجے میں ہلکا سا شکوہ انہوں نے محسوس کیا تو آنکھیں نم ہو گئیں۔

"انہیں میری توجہ کی زیادہ ضرورت تھی۔ مجھے لگتا تھا میں اگر ان سے غافل ہوئی۔ ان کا خیال نہ رکھا تو کچھ ہو جائے گا۔ اللہ مجھ سے آپ کو اور شامی کو چھین لے گا میں نے تو اپنا ماں ہونے کا فرض نبھایا ملک صاحب۔"

"رینی۔۔۔" عبدالرحمٰن کی آواز جذبات سے بوجھل ہو رہی تھی۔ "تم نے تو فرض نبھایا لیکن مجھے اکیلا اور تنہا کر دیا۔"

"آپ نے اپنی تنہائی دور کرنے کا سامان کر تو لیا ہے۔" بے اختیار ان کے لبوں سے نکلا اور عبدالرحمٰن یک دم چپ کر گئے۔ بہت سارے پچھتاوں اور ندامتوں نے انہیں گھیر لیا۔

"سوری۔" وہ شرمندہ ہوئے تھے۔

"کوئی بات نہیں ملک صاحب میں نے اسے بھی اللہ کی رضا سمجھ کر قبول کر لیا تھا۔"

"رینا دراصل۔۔۔" وہ کچھ کہنا ہی چاہتے تھے کہ ہشام واپس پلٹ آیا۔

"وہ سو رہی ہے ڈیڈی۔" ہشام نے بیٹھتے ہوئے بتایا۔

"کیسی ہے وہ عفان کو تو اب یاد نہیں کرتی۔" انہوں نے پوچھا۔

"پہلے کی طرح شدت سے تو نہیں لیکن کبھی کبھار اسے بلاتی ہے اور ادھر ادھر کمروں میں ڈھونڈتی ہے۔"

ہشام نے پانی کا گلاس اٹھاتے ہوئے عبدالرحمٰن کی طرف دیکھا۔

"برسوں اولاد کے لیے ترسنے کے بعد اللہ نے اولاد بھی دی تو۔۔۔"

"نہیں۔۔۔ نہیں۔" رینا نے بے چینی سے ان کی بات کاٹی۔

"پلیز کچھ مت کہیے گا۔ گلہ مت کیجیے گا۔ اس کی مرضی ہے وہ جو عنایت کر دے۔ ایسی اولاد تو آزمائش ہوتی ہے ملک صاحب۔ اللہ ہمارے شامی کی عمر دراز کرے اور ہمیں اس آزمائش میں پورا اترنے کی ہمت عطا کرے۔ آپ گلہ نہ کیا کریں شکر ادا کیا کریں اللہ نے ہمیں شامی دیا۔ صحت مند ذہین فرماں بردار یہ بھی نہ دیتا تو ہم کیا کر لیتے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو۔ شامی بھی نہ ہوتا تو ہم کیا کر لیتے۔ لیکن تمہارے جیسا صبر اور حوصلہ نہیں ہے مجھ میں۔ میں نے تو بہت شکوے کیے بہت گلے کیے کہ اللہ نے مجھے عفان اور عجو کیوں دیے۔ مجھے شکوہ کرتے ہوئے کبھی یاد ہی نہیں رہا کہ اس نے مجھے ہشام کو بھی تو دیا ہے۔ شکر ہے اس کا۔" انہوں نے ہشام کی طرف دیکھا اور مسکرائے۔

"تمہاری ماں نے مجھے ہمیشہ حیران کیا جب پہلی بار میں نے اسے دیکھا تو مبہوت ہو گیا تھا۔"

"مبہوت تو آج بھی آپ ہو گئے تھے۔" ہشام ہولے سے ہنسا۔ وہ عبدالرحمٰن سے خاصا بے تکلف تھا۔

"ہاں آج بھی۔" وہ بھی ہنسے۔

"آج تمہاری ماں مجھے ایسے ہی لگیں۔ جیسے پہلی بار دیکھنے پر لگی تھیں۔"

"پھر کب حیران کیا آپ کو ماما نے۔" ہشام نے



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

پوچھا۔

"پھر جب تم اور عفان ہوئے تو تمہاری ماں کی مستقل مزاجی اور عفان کے لیے ان کی محبت، شفقت اور کیئر دیکھ کر میں حیران ہوتا تھا کہ یہ اس قدر ماڈ لڑکی کیسے اپنے ابنارمل بچے کے لیے خود کو رول رہی ہے۔"

"ماں تو ماں ہوتی ہے ڈیڈ۔ چاہے وہ ماڈ ہو، چاہے دقیانوسی ہو۔ ماں کے اندر سے مامتا کے جو جذبے پھوٹتے ہیں اور جو خوشبو آتی ہے وہ تو ایک جیسی ہوتی ہے نا ہر بچے کے لیے، چاہے وہ نارمل ہو چاہے ابنارمل۔" ہشام نے عقیدت بھری نظر ان پر ڈالی۔

"اور میری ماما تو دنیا کی سب سے عظیم ماں ہیں۔"

"بلاشبہ۔" عبدالرحمن نے پھر مسکرا کر انہیں دیکھا۔

"آپ نے یہ میٹھا تو لیا ہی نہیں۔" انہوں نے موضوع بدلا۔

"تم نے بنایا ہے؟" انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم بادام کا جو حلوہ بناتی تھیں۔ کبھی بنا کر کھلاؤ۔ ایسا حلوہ میں نے کہیں نہیں کھایا۔"

"ہاں وہ...." وہ کچھ کہتے کہتے رک گئیں۔ "بادام کا حلوہ میرے ڈیڈی کو بھی پسند تھا۔ ممی بناتی تھیں میں نے انہی سے سیکھا تھا۔" بات کر کے وہ ایک دم ہی کھڑی ہو گئیں۔ "ذرا عجو کو دیکھوں۔ مجھے اس کے رونے کی آواز آ رہی ہے۔" وہ جھلملاتی آنکھوں کے ساتھ تیزی سے باہر نکل گئیں۔

"ماما اگر عجو جاگ گئی ہو تو اسے ادھر ہی لے آئیں۔ کتنا اچھا لگ رہا ہے آپ کے ساتھ۔" ہشام نے آواز دے کر کہا اور پھر یکدم جیسے کچھ یاد کرتے ہوئے عبدالرحمن سے پوچھا۔

"ڈیڈی آپ نے ایک خوش خبری کا ذکر کیا تھا۔ وہ کیا خوش خبری ہے؟"

"ارے ہاں تمہاری ماما کو اتنی مدت بعد اس طرح فریش دیکھ کر بھول ہی گیا۔"

"ہاں ماما نے عفان کی ڈیتھ کو قبول کر لیا ہے ورنہ


پیارے بچوں کے لئے

پیاری پیاری کہانیاں

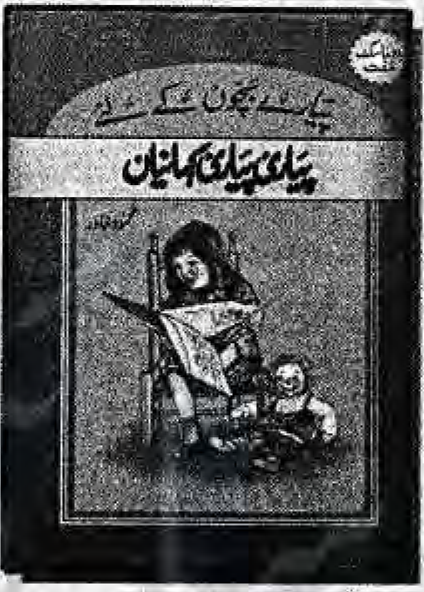

بچوں کے مشہور مصنف

محمود خاور

کی لکھی ہوئی بہترین کہانیوں پر مشتمل ایک ایسی خوبصورت کتاب جسے آپ اپنے بچوں کو تحفہ دینا چاہیں گے۔

ہر کتاب کے ساتھ 2 ماسک مفت

قیمت -/300 روپے

ڈاک خرچ -/50 روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37 اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361




WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

پہلے تو ساری ساری رات جاگ کر روتی تھیں۔"
"میں بہت خوش ہوں شامی کہ وہ سنبھل گئی ہے۔ ورنہ میں ڈر رہا تھا کہ کہیں کچھ ہو نہ جائے اسے اور خوشخبری یہ ہے کہ بائیس تئیس سالوں بعد تمہارے چاچو کے متعلق خبر ملی ہے کہ وہ انگلینڈ میں ہیں۔ میرا بھائی مجھے مل گیا ہے شامی۔"
"کس نے بتایا اور انگلینڈ میں کہاں ہیں وہ پوری بات بتائیں نا۔"
ہشام نے خوش ہو کر پوچھا۔ عبدالرحمٰن نے اسے بہت پہلے بتایا تھا کہ اس کے چاچو ایک روز اچانک ہی اپنی بیوی کے ساتھ کہیں چلے گئے تھے۔ وہ ڈاکٹر تھے اور انہوں نے اپنے ساتھ ہی پڑھنے والی ایک لڑکی سے شادی کی تھی۔ ان کے ہاں تب خاندان سے باہر شادیاں نہیں ہوتی تھیں لیکن وہ اماں ابا کے بہت لاڈلے تھے۔ اپنی بات منوالی اور اپنی پسند سے شادی کی۔ ان کی اپنی شادی خاندان میں تایا کی بیٹی سے ہوئی تھی۔ جو عمر میں ان سے خاصی بڑی تھیں اور ان کی اولاد نہیں تھی جبکہ چھوٹے بھائی کی بھی اولاد نہیں ہوئی تو شادی کے سات سال بعد اماں ابا کی طرف سے انہیں مجبور کیا جانے لگا کہ خاندان کے وارث کے لیے وہ شادی کرلیں۔ کیونکہ ان کی بیوی غیر خاندان سے تھی اور عبدالرحمٰن کی بیوی تایا کی بیٹی تھی۔ اس پر سوکن آتی تو خاندان میں ہنگامہ ہو جاتا۔ سو ان پر ہر طرف سے دباؤ تھا کہ خاندان کا نام چلانے کی خاطر وہ شادی کرلیں۔ لیکن چونکہ انہیں اپنی بیوی سے بہت محبت تھی اس لیے سب کے اصرار کے باوجود وہ دوسری شادی کے لیے تیار نہ ہوئے اور اپنا گھر چھوڑ دیا اور کسی سے رابطہ نہ رکھا۔
"تو آپ نے ماما سے کیسے شادی کرلی۔ کیا تب آپ کے خاندان نے ہنگامہ نہیں کیا تھا۔" ہشام نے عبدالرحمٰن سے سوال کیا۔
"تمہارے چاچو کے غائب ہونے کے دو سال بعد تمہاری بڑی امی نے مجھے خود اجازت دی تھی۔ تایا کا اکلوتا بیٹا اچانک ایک حادثے میں انتقال کر گیا تھا اور ہمارے بعد پھر خاندان کا نام چلانے والا کوئی نہ رہتا۔ سو تایا بھی چاہتے تھے کہ میں شادی کرلوں۔" انہوں نے اسے تفصیل بتائی تھی۔
وہ چاچو کے متعلق سوچتا ہوا عبدالرحمٰن کی طرف سوالیہ نظروں سے دیکھ رہا تھا۔
"میرا ماموں زاد بھائی ہے۔ چودھری عمران۔ مل چکے ہو تم ان سے کئی بار۔ اس نے ماں جی کو بتایا تھا کہ تمہارے چاچو کے ایک کلاس فیلو ملے تھے اسے اور انہوں نے اسے بتایا تھا کہ وہ آج کل انگلینڈ میں ہیں ان کا ایک بیٹا بھی ہے۔ ماں جی تو سنتے ہی بے تاب ہو گئیں.... مجھے فون کر کے حویلی بلایا کہ جیسے بھی ہو اس سے رابطہ کروں اور اسے بتاؤں کہ وہ اسے مرنے سے پہلے ایک بار دیکھنا چاہتی ہیں۔"
عبدالرحمٰن ملک خوش خوش اسے بتا رہے تھے۔
"تو پھر آپ کا رابطہ ہوا ان سے بات ہوئی۔" ہشام نے اشتیاق سے پوچھا۔
"ہاں میں اس کے کلاس فیلو سے ملا۔ فون نمبر لیا اس کا اور شامی تیئس سال بعد میں نے اپنے بھائی کی آواز سنی۔ میرے تو آنسو ہی نہیں رکتے تھے۔ وہ بھی رو رہا تھا۔ میں نے اسے تمہارا بھی بتایا تھا۔ بہت خوش ہوا۔"
"میں نے سوچا تھا کہ گھر آتے ہی پہلے یہ خوش خبری سناؤں گا تمہیں لیکن...."
"لیکن ماما کو دیکھ کر بھول گئے۔"
ہشام نے شرارت سے انہیں دیکھا تو وہ مسکرا دیے۔
"ہاں کچھ ایسی ہی بات ہے میں واقعی تمہاری ماما کو دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ ورنہ لاسٹ ٹائم اس کی جو حالت تھی۔ میں نہیں سمجھتا تھا کہ یہ کبھی عفان کے صدمے سے نکل سکے گی۔"
"ہاں اللہ کا شکر ہے۔" ہشام نے اللہ کا شکر ادا کیا اور عبدالرحمٰن ملک سے پوچھا۔ "ڈیڈی آپ نے چاچو کو پاکستان آنے کے لیے نہیں کہا۔"
"وہ خود ہی کہہ رہا تھا کہ جون میں اس کے بیٹے کا



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

سمسٹر ختم ہو گا تو وہ لوگ آئیں گے بیس پچیس دنوں تک۔"

"دادی جان تو بہت خوش ہوں گی۔" ہشام اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ وہ ابھی تک ٹیبل کے گرد ہی بیٹھے تھے۔

تب ہی عبدالرحمٰن کا فون بج اٹھا تو انہوں نے ہاتھ میں پکڑے فون کو آن کیا۔

"ہیلو۔" دوسری طرف نیلوفر تھی جو پوچھ رہی تھی کہ وہ ابھی تک آئے کیوں نہیں۔

"میں آج نہیں آسکوں گا۔ شامی نے روک لیا ہے۔"

"تو میں آجاؤں وہاں۔" دوسری طرف سے نیلوفر نے پوچھا تھا۔

"احمقوں جیسی باتیں مت کیا کرو نیلوفر! ایک بات جو تمہیں میں نے پہلے دن ہی سمجھا دی تھی وہ یاد رکھا کرو۔"

"تو میڈم نیلوفر کا فون ہے۔" ہشام نے سوچا۔

"یقیناً" ڈیڈ نے ادھر ہی جانا تھا لیکن...." اس کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

شکر ہے ماں نے خود کو سنبھال لیا ہے اور اب میں کبھی انہیں خود سے لاپروا نہیں ہونے دوں گا۔ دیکھتا ہوں پھر یہ میڈم نیلوفر کیسے ڈیڈی کو صرف اپنا کرتی ہیں۔ وہ عبدالرحمٰن کو فون پر بات کرتے چھوڑ کر عجو کے کمرے کی طرف بڑھ گیا اور دروازہ کھول کر دیکھا۔

ماما عجو کے بیڈ پر بیٹھی تھیں اور سوئی ہوئی عجو کے ننھے ننھے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے چوم رہی تھیں اور ان کے آنسو ان کے رخساروں پر پھسل رہے تھے۔

"ماما۔" وہ ان کے قریب آیا۔ "یہ چیٹنگ ہے آپ نے پرامس کیا تھا مجھ سے۔"

"کچھ یاد آگیا تھا شام۔" ایک بجھی بجھی سی مسکراہٹ ان کے لبوں پر نمودار ہوئی۔ "تمہارے ڈیڈی چلے گئے کیا۔" انہوں نے ہاتھوں کی پشت سے آنسو پونچھے۔

"وہ میڈم نیلوفر سے بات کر رہے ہیں۔ آج رات وہ یہاں ہی رکیں گے۔ ماما۔" اس نے ان کے ہاتھ تھام لیے۔ "میں چاہتا ہوں ڈیڈی پلٹ آئیں۔ سب کچھ پہلے جیسا ہو جائے۔ مجھے ان کی بہت ضرورت ہے۔ مجھے ان کے بنا کچھ اچھا نہیں لگتا ماما۔" اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی تھی۔ "اور اس کے لیے مجھے آپ کے تعاون کی ضرورت ہے۔ آپ ڈیڈی کو واپس لا سکتی ہیں ماما۔" انہوں نے سر ہلایا اور عجو کے ماتھے پر بکھرے بالوں کو دائیں ہاتھ سے پیچھے کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"آیئے ماما۔" وہ ان کا ہاتھ پکڑے لاؤنج میں آیا تو عبدالرحمٰن ملک نڈھال سے صوفے پر بیٹھے تھے۔

"کیا ہوا ڈیڈی۔" ماما کا ہاتھ چھوڑ کر وہ ان کے قریب آیا۔

"ابھی نیلو سے بات کرنے کے بعد میں نے تمہارے چاچو کا نمبر ملایا تھا۔ سوچا تم سے بات کرواتا ہوں۔"

"تو چاچو نے کچھ کہا...." ہشام نے بے تابی سے پوچھا۔

"نہیں۔" انہوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"ابھی یہاں آنے سے پہلے میری اس سے بات ہوئی تھی تو وہ کتنا خوش تھا۔ کتنے شوق سے وہ سب کے متعلق پوچھ رہا تھا اور...."

"کیا ہوا ڈیڈی وہ ٹھیک تو ہیں نا۔" ہشام ان کے قریب آیا۔

"تمہاری چاچی کا انتقال ہو گیا ہے۔ کوئی گھنٹہ بھر پہلے اور وہ کہہ رہا تھا کہ اس کی خواہش تھی کہ وہ اپنے وطن اپنی مٹی میں دفن ہو۔ میں نے اس سے کہا ہے بھابھی کی خواہش پوری کرو ان کی میت یہاں لے آؤ۔" انہوں نے بتایا۔

"کیا وہ بیمار تھیں؟" ہشام نے پوچھا۔

"پتا نہیں اس نے بتایا ہی نہیں تھا بس وہ تمہارے بابا جان ماں جی اور تمہاری بڑی امی کے متعلق ہی پوچھتا رہا تھا بابا جان اور تمہاری بڑی امی کی موت کا سن کر بہت دکھی ہوا تھا بس انہی کی باتیں کرتا رہا تھا۔ اپنا تو کچھ بتایا ہی نہیں۔"



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

"تو وہ ڈیڈ باڈی لے کر کب تک آئیں گے اور کہاں؟"
ہشام نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھا۔
"ابھی تو کچھ پتا نہیں۔ کتنے دن لگ جائیں۔ انتظام کر کے وہ فون کر دے گا۔ اور دفن تو ظاہر ہے اپنے آبائی گاؤں میں ہی کیا جائے گا۔ تم لوگ تیاری کر لو۔ صبح ہم حویلی جائیں گے۔" وہ افسردہ سے ہو گئے تھے۔
"بھابھی بہت اچھی تھیں۔ میں جب بھی بھائی سے ملنے جہلم جاتا وہ بہت خاطر تواضع کرتی تھیں۔ جتنا عرصہ حویلی میں رہیں۔ ہر چھوٹے بڑے کی عزت کی' مجھے تو ہمیشہ بڑے بھائی کا سا مان دیا تھا انہوں نے۔" وہ ہولے ہولے بتا رہے تھے اور وہ دونوں ان کے قریب بیٹھے سن رہے تھے۔

☼ ☼ ☼

وہ سات سالوں سے ساکت پتھر کی طرح پڑی تھیں لیکن مجھے لگتا تھا وہ ہیں۔ مجھے لگتا تھا جیسے وہ میری منتظر رہتی ہیں۔ جب میں ان کے بیڈ کے پاس جا کر انہیں سلام کرتا تھا تو مجھے لگتا تھا جیسے ان کے چہرے پر رونق آ گئی ہو۔ وہ مجھے دیکھتی ہوں مجھے سنتی ہوں۔ میں گھنٹوں ان کے پاس بیٹھا باتیں کرتا رہتا تھا اور مجھے محسوس ہوتا تھا جیسے وہ میری ایک ایک بات سن رہی ہوں جب میں واپس آنے کے لیے کھڑا ہوتا تھا انہیں خدا حافظ کہتا تھا تو مجھے محسوس ہوتا تھا جیسے ان کا چہرہ بجھ گیا ہو وہ اداس ہو گئی ہوں۔ پتا نہیں یہ میرے محسوسات تھے یا واقعی ایسا ہوتا تھا لیکن وہ تھیں تو ایک امید تھی ایک آس تھی' جو دل کے اندر موجود تقویت دیتی تھی کہ شاید ایک روز وہ آنکھیں کھول دیں۔ اٹھ بیٹھیں۔ ہم سات برسوں سے کسی معجزے کے منتظر تھے اور۔۔۔"

موحد آہستہ آہستہ بول رہا تھا اور امل کے آنسو خاموشی سے اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔
سعد اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے قریب بیٹھ گیا اور اپنا بازو اس کے گرد حمائل کر دیا۔
"قدرت کے سامنے انسان بے بس ہے۔"
"ہاں لیکن وہ کچھ دیر تو میرا انتظار کر لیتیں۔ میرے آنے کا' میں اتنے سالوں سے ان کی آنکھیں کھلنے کا منتظر تھا۔ بابا نے بتایا انہوں نے انگلی اٹھائی ہے اور میں نے کتنے خواب دیکھ ڈالے۔ کیا کچھ نہ سوچ ڈالا لیکن جب میں آیا تو وہ معمولی سی امید جو ہمارے دلوں کو روشن رکھتی تھی اسے بھی توڑ کر جا چکی تھیں۔ انہوں نے میرا انتظار بھی نہیں کیا سعد۔ بابا نے بتایا ہے انہوں نے آنکھیں کھولی تھیں' ادھر ادھر دیکھا تھا۔ بابا تو ان کے سامنے کھڑے تھے وہ مجھے ڈھونڈ رہی تھیں۔۔۔ وہ مجھے دیکھنا چاہتی تھیں۔ انہوں نے بازو اوپر کیا تھا۔ ان کے لبوں سے نکلا تھا۔
موحد۔۔۔ وحدی۔
جب وہ زندہ تھیں تو کبھی کبھی پیار سے وحدی کہہ کر بلاتی تھیں۔ کاش وہ مجھے دیکھ سکتیں۔ اپنے وحدی کو جواب اتنا بڑا ہو گیا ہے۔ بابا نے بتایا پھر ان کا بازو گر گیا ان کی آنکھیں بند ہو گئیں۔ سات سال سے زندگی کا ثبوت دیتا جسم ساکت ہو گیا تھا۔ میں کیا کروں گا اب۔"
سعد نے اسے اپنے دونوں بازوؤں میں بھینچ لیا۔
امل کے آنسو اور شدت سے بہنے لگے۔ وہ کچھ دیر پہلے ہی برمنگھم پہنچے تھے سعد' امل اور کچھ دوسرے کلاس فیلو مصر کا طارق محمد' یو اے ای کا عبداللہ اور پاکستان کی فائزہ یہ سب موحد کے دوست تھے۔ امل ان میں سے کسی کو نہیں جانتی تھی۔ سعد کے پاس موحد کا فون آیا تھا اور سعد نے ہی سب کو بتایا تھا اور اسے بھی کہ وہ لوگ برمنگھم جا رہے ہیں۔ موحد کی ماما کی ڈیتھ ہو گئی ہے تو اس نے بھی شفیق احمد سے اجازت لے لی تھی۔ شفیق احمد کو ضروری کام سے لندن جانا تھا اس لیے وہ ساتھ نہیں آ سکے تھے لیکن انہوں نے کہا تھا کہ وہ واپس آ کر موحد اور اس کے پاپا کے پاس آئیں گے۔
امل جب سے آئی تھی رو رہی تھی بلکہ راستے میں بھی روتی رہی تھی۔ اس نے آنسو بھری آنکھوں سے موحد کی طرف دیکھا کسی کو اس کے کسی پیارے رشتے پر تعزیت کرنا کتنا مشکل کام ہے۔ شاید دنیا کا سب سے


WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

مشکل ترین کام۔

موحد نے آنسو صاف کر کے سب کی طرف دیکھ کر شکریہ ادا کیا۔

"عبداللہ' طالح' فائزہ' سعد' امل آپ سب میرے دکھ میں شریک ہونے آئے اس کے لیے بہت شکریہ۔"

"یار اس میں شکریے کی کیا بات ہے تم ہمارے اپنے ہو۔ مسلم اسٹوڈنٹس کے علاوہ ہمارے ڈپارٹمنٹ کے کچھ اور طلبا بھی جنازے میں شرکت کرنا چاہ رہے ہیں۔ انہوں نے تاکید کی تھی کہ میں انہیں جنازے کے متعلق بتاؤں کہ کب ہوگا۔"

"بابا انہیں پاکستان لے جانا چاہ رہے ہیں۔ مما جب ٹھیک تھیں تو بابا سے کہا کرتی تھیں کہ موت کے بعد تو اپنے وطن کی مٹی نصیب ہونا چاہیے اور وہ بابا سے کہتی تھیں کہ جب بھی وہ مر گئیں تو انہیں اپنے وطن میں جا کر دفن کرنا۔ پتا نہیں کیوں انہیں یقین تھا کہ وہ بابا سے پہلے چلی جائیں گی۔ اور بابا ان کی خواہش پوری کرنا چاہتے ہیں۔" موحد کی آواز بھرا گئی۔

امل ہمت کر کے اٹھی اور اس کے قریب آئی۔

"موحد۔ ماؤں کو نہیں مرنا چاہیے موحد وہ کیوں مر جاتی ہیں۔" وہ چیخ چیخ کر رونے لگی تھی۔

"بس کرو امل پاگل مت بنو۔" سعد نے اسے ڈانٹا۔

موحد امل ہی کو دیکھ رہا تھا رو رو کر اس کی آنکھیں سوج گئی تھیں۔ اس کا چہرہ ستا ہوا تھا۔ وہ اس کی ماما کے لیے رو رہی تھی وہ اس کے لیے رو رہی تھی۔ اس کے نقصان پر۔

"امل۔۔۔" وہ کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ ڈاکٹر عثمان اندر آئے روئی روئی آنکھیں کمال کے ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہوں نے موحد کی طرف دیکھا' ورنہ وہ اس کی طرف دیکھ نہیں پا رہے تھے۔ اس کے آنسو اس کی روئی روئی آنکھیں ان کا ضبط بھی توڑ دیتی تھیں۔

"موحد بیٹا تم اپنے فرینڈز کو گیسٹ روم میں لے جاؤ۔ سفر کر کے آئے ہیں۔ بچیوں کو سٹنگ روم میں لے جاؤ۔ یا پھر اگر آرام کرنا چاہتی ہیں تو اپنے ماما کے بیڈ روم میں بھیج دو۔ مسز فاطمہ حبیب ان کو چائے وغیرہ بھجواتی ہیں۔ وہ کچن میں ہیں۔" فاطمہ حبیب ان کی پڑوسی تھیں۔

"نہیں انکل ہم یہاں ہی ٹھیک ہیں اور چائے کی ضرورت نہیں ہے۔" فائزہ نے جواب دیا تھا۔

"جیسا آپ کو اچھا لگے بیٹا۔" انہوں نے نرمی سے کہا اور پھر موحد کی طرف دیکھا۔

"بیٹا تھوڑی دیر کے لیے لاؤنج میں آجاؤ۔ ڈاکٹر احسن اور دوسرے لوگ تمہارا پوچھ رہے تھے۔"

"ہاں موحد تم جاؤ۔ وہاں بابا اکیلے ہیں بلکہ ہم تمہارے ساتھ ہی چلتے ہیں۔ امل اور فائزہ خواتین کی طرف چلی جاتی ہیں۔" سعد نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا تو طالح اور عبداللہ بھی کھڑے ہو گئے۔ وہ جب آئے تھے تو لاؤنج بھرا ہوا تھا۔ پاکستانی کمیونٹی کے کافی لوگ موجود تھے۔ موحد انہیں ڈرائنگ روم میں لے آیا تھا۔ ان کا گھر بہت بڑا اور شاندار تھا۔ غیر ممالک میں ایسے مواقع پر اپنی کمیونٹی کے لوگ بہت اپنائیت کا ثبوت دیتے ہیں۔ فاطمہ حبیب نے کچن سنبھال لیا تھا اور آنے والوں سے چائے وغیرہ کا پوچھ رہی تھیں۔ کل دوپہر سے ڈاکٹر عثمان اور موحد نے کچھ بھی کھایا پیا نہیں تھا۔ ڈاکٹر احسن کے گھر سے کھانا آیا تھا اور مسز محسنہ سب سے کھانے کا پوچھ رہی تھیں اور انہوں نے ڈاکٹر احسن سے کہا تھا کہ کس طرح باپ بیٹے کو بھی دو لقمے کھلا دیں۔

موحد نے امل کی طرف دیکھا جو ڈاکٹر عثمان کی طرف بہت غور سے دیکھ رہی تھی۔ بے حد شاندار شخصیت کے مالک ڈاکٹر عثمان' موحد سے ذرا بھی مشابہت نہیں رکھتے تھے' پھر بھی پتا نہیں کیوں اسے لگ رہا تھا جیسے پہلے بھی کہیں اس نے انہیں دیکھا ہے لیکن کہاں یہ یاد نہیں آرہا تھا۔

"بابا یہ امل ہے۔ ایک بار یہ ماما سے ملنے آئی تھی میں نے آپ کو بتایا تھا نا۔" ڈاکٹر عثمان نے امل کے سر پر ہاتھ رکھا۔ تو امل کے آنسو بہنے لگے۔



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

"دعا کرو بیٹا اس کے لیے بھی اور ہمارے لیے بھی .... خدا اسے جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں صبر دے۔" وہ باہر چلے گئے تو موحد نے سب کی طرف دیکھا۔

"آپ لوگ یہیں بیٹھو میں چند منٹوں میں آ رہا ہوں۔"

"سعد کیا وہ پاکستان روانہ ہونے سے پہلے انہیں گھر لائیں گے۔ میں موحد کی ماما کا چہرہ دیکھنا چاہتی ہوں۔" امل نے موحد کے جانے کے بعد سعد سے کہا۔

"پتا نہیں مجھے کچھ علم نہیں ہے۔ وہاں یو اے ای میں تو ڈیڈ باڈی گھر نہیں لانے دیتے۔ وہاں سے ہی جنازے کے لیے سیدھا قبرستان لے جاتے ہیں یا جہاں بھیجنا ہو وہاں بھجوا دیتے ہیں لیکن گھر نہیں لانے دیتے۔ میں انکل سے پوچھتا ہوں۔" سعد چلا گیا تو وہ تینوں باتیں کرنے لگے۔ موضوع گفتگو موحد کا شاندار گھر تھا وہ خاموشی سے انہیں دیکھنے لگی۔

☆ ☆ ☆

"امل بیٹا یہ چائے لے لو۔" شفیق احمد کی آواز سن کر امل نے آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اس کی آنکھیں ابھی بھی سوجی ہوئی تھیں۔ وہ کل دوپہر کے وقت برمنگھم سے واپس آئی تھی جبکہ شفیق احمد رات ہی لندن سے لوٹے تھے۔ وہ موحد کی ماما کی ڈیتھ کی وجہ سے بہت اپ سیٹ تھی۔ اس لیے آج یونیورسٹی بھی نہیں گئی تھی۔ شفیق احمد کچھ دیر پہلے ہی یونیورسٹی سے آئے تھے۔ غالباً" وہ دن میں بھی روتی رہی تھی۔

"تم نے لنچ کیا تھا۔"

"نو پاپا دل نہیں چاہ رہا تھا اب آپ کے ساتھ ہی ڈنر کروں گی۔" اس نے چائے کا کپ اٹھا کر سپ لیا۔

"بیٹا ہشام کا کوئی فون آیا تھا۔"

"نہیں پاپا کچھ دن پہلے میسج کیا تھا اس نے کہ وہ سب حویلی جا رہے ہیں۔ بعد میں تفصیل سے بات کرے گا۔"

"اللہ کرے سب خیریت ہو۔ ماں جی تو ٹھیک تھیں نا۔ پچھلے دنوں اماں جان نے بتایا تھا کچھ بیمار رہتی ہیں وہ۔" شفیق احمد اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔

"ہاں شوگر کی وجہ سے کبھی کبھی ان کی طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔ ویسے تو ٹھیک ہی رہتی ہیں شامی بتاتا رہتا ہے۔ مجھے تو عرصہ ہی ہو گیا ان سے ملے۔ بڑی مامی کی ڈیتھ پر دادی جان کے ساتھ حویلی گئی تھی میں۔ ماں جی تو بہت بوڑھی لگنے لگی ہیں۔ دادی جان سے بھی زیادہ۔" اس نے تفصیل بتائی۔

"تم نے کبھی فون بھی نہیں کیا انہیں۔"

شفیق احمد یوں ہی اس کا دل بہلانے کے لیے ادھر ادھر کی باتیں کر رہے تھے جانتے تھے کہ اس کے دل پر موحد کی ماما کی ڈیتھ کا اثر ہے۔

"کبھی کبھار شامی بات کروا دیتا تھا ان سے' خود سے کبھی خیال نہیں آیا بات کرنے کا۔ وہ شرمندہ ہوئی۔"

"چلو خیر اس بار چھٹیوں میں چلتے ہیں تو تمہیں لے چلوں گا ان سے ملانے۔ نانی ہیں تمہاری دل چاہتا ہو گا تم سے ملنے کو۔" انہوں نے ایک گھونٹ بھرا۔

"ہم چھٹیوں میں پاکستان جائیں گے۔" حیرت بھری خوشی اس کی آنکھوں سے چھلکتی تھی۔

"ہاں ان شاء اللہ تم دو تین جون تک فارغ ہو جاؤ گی پھر ستمبر میں تمہاری کلاسز شروع ہوں گی۔ تو دو تین ماہ آرام سے پاکستان رہنا۔" وہ مسکرا رہے تھے۔

"آپ بھی پاپا وہاں ہی رہیں گے۔" وہ از حد خوش تھی۔

"ہاں میں بھی۔ تمہارے امتحان کی ڈیٹ آ جائے تو میں بکنگ کروا لوں گا۔"

"پاپا کیا موحد کے پیپرز بھی دو تین جون تک ختم ہو جائیں گے۔"

"نہیں اس کا یہ تیسرا سال ہے وہ اٹھارہ مئی تک فارغ ہو جائے گا۔ میرا خیال ہے تیرہ یا بارہ کو اس کا پہلا پیپر ہے۔" انہوں نے خیال ظاہر کیا۔

"واپسی کب تک ہے اس کی۔"

"اس کے پاپا کہہ رہے تھے کہ ایک ہفتے تک موحد



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

واپس آجائے گا لیکن وہ ابھی وہاں ہی رکیں گے۔ شاید پیپرز سے فارغ ہو کر موحد بھی چلا جائے۔ لیکن وہ اپنا سمسٹر ڈراپ نہیں کرے گا آجائے گا۔"

"امل بیٹا تمہارا فون بج رہا ہے۔" شفق احمد نے اسے مخاطب کیا تو اس نے چونک کر ہاتھ میں پکڑا کپ ٹیبل پر رکھا اور تکیے کے پاس پڑا اپنا فون اٹھایا۔

"شامی ہے پاپا۔" اس نے بتایا۔

"اوکے بیٹا میرا پیار کہنا اسے، میں کچھ دیر آرام کروں گا اب۔" وہ خالی کپ اٹھا کر کمرے سے باہر نکل گئے۔

"ہاں شامی کیسے ہو تم... اور وہاں سب خیریت ہے نا ماں جی ٹھیک ہیں نا... تم لوگ اچانک حویلی کیوں گئے ہو... اور پھر تم نے اتنے دنوں بعد کیوں فون کیا۔" اس نے ایک ہی سانس میں سارے سوال کر ڈالے۔

"ہاں ماں جی تو ٹھیک ہیں لیکن..." اس نے شامی کی بات کاٹی۔

"تھینک گاڈ پاپا کو بہت فکر ہو رہی تھی ان کی۔ پتا ہے شامی میں بہت اداس تھی۔ بہت اپ سیٹ ہو رہی تھی۔ موحد کی ماما کی ڈیتھ ہو گئی تھی۔" وہ اسے تفصیل بتانے لگی تھی اور ساتھ ہی آنکھوں سے بہہ جانے والے آنسو بھی پونچھتی جا رہی تھی۔

"کیا تھا شامی اگر موحد کی ماما نہ مرتیں۔ وہ موحد کو دیکھ لیتیں اس سے بات کر لیتیں۔ سات سال سے وہ کسی معجزے کا منتظر تھا۔"

"کچھ بھی انسان کے اختیار میں نہیں ہوتا امل۔" ہشام نے اپنی حیرت پر قابو پایا تھا۔

"حوصلہ کرو تم اور یہ بتاؤ موحد کے بابا کا کیا نام ہے۔"

"ڈاکٹر عثمان نام ہے ان کا۔" امل نے بتایا۔

"اور وہ برمنگھم میں رہتے ہیں نا۔" ہشام کی آواز میں دبا دبا سا جوش تھا۔

"ہاں لیکن ابھی تو وہ پاکستان گئے ہیں۔ موحد کی ماما کی ڈیڈ باڈی لے کر ان کی خواہش کے مطابق۔ موحد تو آجائے گا ایک ہفتے تک لیکن..." فون میں سے ٹوں ٹوں کی آواز آنے لگی تھی۔

"اوہ لگتا ہے شامی کا بیلنس ختم ہو گیا ہے۔" اس نے اٹھ کر سلیپر پہنے۔

"لینڈ لائن سے بات کرتی ہوں۔" اس نے خود سے کہا لیکن یہ تو پوچھا ہی نہیں کہ وہ ابھی تک حویلی میں ہے یا واپس آگیا ہے۔ اس نے ہشام کو میسج کیا کہ وہ کہاں ہے اور فون ہاتھ میں اٹھائے باہر آگئی کہ پاپا سے حویلی کا نمبر لے کر لینڈ لائن سے بات کر لے کیونکہ اس کے موبائل میں بھی اتنا بیلنس نہیں تھا کہ وہ پاکستان بات کر سکے۔

✡ ✡ ✡

ثمرین نے فیصلہ کیا تھا وہ کبھی شادی نہیں کرے گی۔

"احسن نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا صبا اور احسن کے بعد میں کسی مرد پر اعتبار نہیں کر سکتی۔" بینن کو فون پر اس نے کہا تھا۔

"احسن بھائی نے نہیں تم نے ان کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔" بینن اس کی خود ترسی سے تنگ آچکی تھی۔

"میں نے اچھا نہیں کیا... کیا کیا ہے میں نے۔ آج بھی میں اس سے محبت کرتی ہوں اور اس کے علاوہ کسی اور کے متعلق سوچ بھی نہیں سکتی لیکن احسن نے محبت کی توہین کی۔ مجھے اپنی زندگی سے یوں نکال دیا جیسے میں اس کے لیے بالکل اجنبی تھی۔ جیسے اس نے مجھ سے کبھی محبت کے دعوے نہیں کیے تھے۔" وہ رونے لگی تھی اور اس کے آنسو ہمیشہ ہی بینن کو خاموش کروا دیتے تھے لیکن آج بینن نے وہ کہہ دیا تھا جو کب سے اس کے دل میں تھا۔

"احسن بھائی نے صحیح کیا وہ کیسے کسی ایسی عورت سے محبت کر سکتے تھے جو ان کی نظر میں ان کے بچے کی قاتل ہو۔ وہ کیسے اسے ہر لمحہ اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھ سکتے تھے۔ تم بھی انہیں بھول جاؤ آپی اور نئی زندگی شروع کرو یہ رشتہ بہت اچھا ہے اور ممی ڈیڈی کی بھی



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN RSPK.PAKSOCIETY.COM PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یہی خواہش ہے۔ آج نہیں تو کل تمہیں کسی سہارے کی ضرورت ہوگی اور ہو سکتا ہے تب کوئی ہاتھ تھامنے والا نہ ہو۔"

"وہ میرا ابھی تو بچہ تھا۔" اس نے کمزور آواز کے ساتھ کہا۔

"ہاں تم نے اپنے ساتھ بھی ظلم کیا اور اس بچے کے ساتھ بھی۔" ببین اس کے لیے دکھی ہو رہی تھی۔

"ہو سکے تو میری باتوں پر غور کرنا۔" اور اس روز اس نے ببین کی باتوں پر غور کیا اور پہلی بار احسن کو ایک باپ کی حیثیت سے دیکھا تھا اور دل میں اعتراف کیا تھا کہ ہاں اس نے غلط کیا۔ احسن کے ساتھ ظلم کیا اور بقول اس کے اس کا دل نوچ کر پھینک دیا کتنی چاہ تھی اسے بچوں کی۔ پہلی بار اس نے احسن کے رد عمل کو قبول کیا لیکن اس کے باوجود وہ کسی اور کے ساتھ نئی زندگی شروع کرنے کے لیے خود کو تیار نہیں پاتی تھی لیکن ایک روز وہ خود ہی آگیا پھولوں کا ایک بڑا سا بکے لیے۔ ممی ڈیڈی دونوں ہی گھر پر نہیں تھے۔ ملازمہ نے اسے ڈرائنگ روم میں بٹھایا تھا۔ وہ ملتان سے آنے والے مہمان کا سن کر ڈرائنگ روم میں آئی تو وہ کھڑا ہو گیا۔

"آپ..." وہ حیران ہوئی یہ تو وہی تھا جس نے اسٹیج کی سیڑھیوں پر اسے گرنے سے بچایا تھا۔

"آپ نے پہچان لیا مجھے۔" اس نے پہچان تو لیا تھا لیکن خاموش رہی۔

"پلیز آپ بیٹھیں۔ ممی ڈیڈی تو گھر پر نہیں ہیں۔ کسی عزیز کے ہاں گئے ہوئے ہیں۔ میں فون کر دیتی ہوں انہیں اور آپ کا کیسے آنا ہوا۔"

"نہیں انہیں فون کرنے کی ضرورت نہیں مجھے آپ سے ہی ملنا تھا میں فواد کا دوست ہوں۔" وہ بیٹھ گیا۔

"میں خاص طور پر آپ سے ملنے آیا ہوں۔ میرا نام تو آپ کو پتا ہوگا۔" غیر ارادی طور پر اس کا سر نفی میں ہل گیا تھا اسے اس کے آنے کا مقصد سمجھنے میں دیر نہیں لگی تھی یہ یقیناً" فواد کا وہی دوست تھا جس کا پروپوزل اس کے لیے آیا تھا۔

"خیر نام میں کیا رکھا ہے۔" وہ مسکرایا۔

"یار دوست مجھے راحمی کہتے ہیں۔ آپ بھی راحمی کہیں گی تو مجھے اچھا لگے گا کیونکہ میری ماں کے علاوہ صرف میرے بے تکلف دوست ہی مجھے اس نام سے بلاتے ہیں... میں ادھر ادھر کی باتوں میں پڑنے کے بجائے ڈائریکٹ بات کرنا چاہتا ہوں... میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ نے میرا پروپوزل کیوں ریجیکٹ (نامنظور) کیا۔ جب کہ فیملی کے دوسرے افراد کو اعتراض نہیں ہے۔"

"میں سمجھتی ہوں یہ میری زندگی ہے اور اپنی زندگی کے متعلق فیصلہ کرنے کا مجھے حق حاصل ہے۔ میں نے فواد بھائی اور ببین کو بھی بتا دیا تھا کہ مجھے شادی نہیں کرنا۔ میں حیران ہوں کہ پھر آپ کیوں چلے آئے وجہ جاننے کے لیے۔" وہ بہت آرام سے بیٹھا اسی کی طرف دیکھ رہا تھا۔

"فواد نے میرے متعلق آپ کو سب کچھ بتا دیا ہو گا۔ پھر بھی اگر آپ کچھ مزید جاننا چاہیں تو میں حاضر ہوں۔"

"لیکن مجھے کچھ نہیں جاننا۔" وہ بے زار ہوئی تھی۔

"مگر میں جاننا چاہتا ہوں انکار کی کوئی ٹھوس وجہ "آپ ایک نازک مزاج لڑکی ہیں تنہا ساری زندگی نہیں گزار سکتیں۔"

"تو آپ وجہ جاننا چاہتے ہیں۔" اس نے بغور اس شخص کو دیکھا جو مسلسل اسے دیکھے جا رہا تھا۔

"ہاں۔" وہ پھر مسکرایا تھا۔

"کوئی ٹھوس وجہ۔"

"تو وجہ یہ ہے مسٹر راحمی کہ عورت اپنی زندگی میں آنے والے پہلے مرد کو کبھی بھی اپنے دل سے نہیں نکال سکتی اور میں بھی احسن کو نہیں بھول سکتی۔"

"خدا گواہ ہے کہ میں کبھی بھی آپ سے ایسا تقاضا نہیں کروں گا کہ آپ اس پہلے مرد کو دل سے نکال



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

دیں۔" وہ بے اختیار بولا تھا۔

"کیا کوئی مرد اتنا فراخ دل ہو سکتا ہے۔" اس کے لبوں پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔

"شاید نہیں ۔۔۔ لیکن میں اس لیے کہ مجھے آپ سے محبت ہو گئی ہے اور محبت بڑے بڑے لوگوں کو خاک کر دیتی ہے۔ زمین پر بچھا دیتی ہے۔ کوڑا بنا دیتی ہے۔" اب کے ثمرین نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"اور مجھے یقین ہے ایک وقت آئے گا جب آپ اس پہلے مرد کو بھول جائیں گی۔ میری محبت اسے بھلا دے گی اور اگر میری محبت میں اتنی طاقت نہ ہوئی تو ہمارے بچے اسے بھلا دیں گے۔"

"بچے۔"

ثمرین کے دل پر جیسے کوئی ننھا منا سا ہاتھ پڑا تھا پھر جیسے چہرے ہاتھوں بازوؤں ہر جگہ پر معصوم ہاتھوں کا لمس جاگ اٹھا تھا۔ اس نے گھبرا کر اس کی طرف دیکھا۔

"ثمرین میرا یقین کریں میں آپ کو بہت محبت دوں گا۔ آپ کو کبھی مجھ سے شکایت نہیں ہو گی۔ میں کبھی آپ سے یہ تقاضا نہیں کروں گا کہ آپ بدلے میں مجھ سے اتنی ہی محبت کریں جتنی میں آپ سے کرتا ہوں۔ میں آپ کی رفاقت پا کر ہی مالا مال ہو جاؤں گا۔ میرا خالی دامن بھر جائے گا۔" اور ثمرین حیران سی اس کی باتیں سنتی رہی تھی۔

یہ سلسلہ صرف اس ایک دن کی ملاقات پر ختم نہیں ہوا تھا بلکہ بعد میں بھی وہ کئی بار گھر آیا۔ گھنٹہ گھنٹہ بھر فون پر اس سے باتیں کیں۔ قائل کرنے کی کوشش کی۔ ہولے ہولے ثمرین کا دل پگھلنے لگا وہ اس کی آمد اور فون کا انتظار کرنے لگی۔ وہ بچوں کی بات کرتا تو اس کے دل کو کچھ ہونے لگتا۔ اندر کہیں درد جاگ اٹھتا۔ جہلم والے گھر میں دیواروں پر لگے پوسٹر آنکھوں کے سامنے آنے لگتے۔ ایک روز فٹ پاتھ پر پوسٹر پھیلائے ایک لڑکا بیچتا نظر آیا تو اس نے بچوں کے دو تین پوسٹر خرید لیے اور اپنے کمرے میں بیٹھے گھنٹوں انہیں دیکھتی رہتی۔

"یہ بچے کتنے پیارے ہیں کتنے خوب صورت۔ کیا میرا کوئی ایسا بچہ نہیں ہو سکتا۔ بے شک بہت خوب صورت نہ ہو لیکن پیارا لگتا ہو۔ بھلے سانولا سا ہو موٹی موٹی آنکھوں اور تھوڑے موٹے ہونٹوں والا زرینہ کے بیٹے جیسا۔" ایک روز پوسٹر دیکھتے ہوئے اس کے دل میں خواہش پیدا ہوئی اور پھر یہ خواہش بڑھتی ہی گئی۔ راحمی کو بچوں کی شدید خواہش تھی۔ اس کی شادی کا ایک مقصد وارث کی خواہش بھی تھا۔ تبین نے اسے بتایا تھا۔

"میں اولاد کی خاطر شادی کرنا چاہتا تھا۔ میری ماں میری پہلی بیوی اور میرے تایا سب کی خواہش تھی کہ مجھے فوراً" دوسری شادی کر لینی چاہیے ۔۔۔ لیکن کس سے ابھی یہ فیصلہ نہیں ہوا تھا کہ مجھے تم نظر آ گئیں اور مجھے تم سے محبت ہو گئی پہلی نظر کی محبت اور اب میں تم سے صرف اولاد کی خواہش میں نہیں محبت کی خاطر شادی کرنا چاہتا ہوں۔"

"اور اگر میں کبھی میں اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی تو ۔۔۔" ثمرین نے اسے آزمانا چاہا تھا۔

"تو بھی میں تم سے ہی شادی کروں گا۔ کرنا چاہوں گا ۔۔۔ کیونکہ محبت میں نفع و نقصان کے کھاتے نہیں ہوتے ثمرین۔ محبت اپنے سوا کسی کو نہیں چاہتی کوئی دوسرا مطالبہ نہیں ہوتا ۔۔۔ محبت صرف محبت سے تسکین پاتی ہے۔ تم اگر مجھے قبول کر لو تو ثمرین میں تم سے تمہاری محبت کے سوا اور کچھ نہیں چاہوں گا۔"

"اور اولاد۔" ثمرین نے پوچھا۔

"اگر نہ ہوئی تو اسے قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کر لوں گا۔"

"کیا تیسری شادی نہیں کریں گے۔"

"پتا نہیں ۔۔۔ آنے والے وقت کے متعلق کچھ نہیں معلوم ہوتا۔" وہ ہنسا تھا۔

"لیکن اس وقت اس لمحے میں یہ جانتا ہوں کہ تمہارے ہوتے ہوئے مجھے تیسری شادی کی ضرورت نہیں اگر میرے مقدر میں اولاد ہے تو وہ تم سے ہی ہو گی اور اگر مقدر میں نہیں تو دس شادیاں کر لوں تب بھی



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

نہیں ہوگی۔"

اور ثمرین کے دل میں ایک بچے کی خواہش شدت اختیار کرتی جارہی تھی۔

گھری اندھیری رات طوفان 'بارش اور وہ اسے یاد نہیں کرنا چاہتی تھی بھول جانا چاہتی تھی لیکن وہ اسے یاد آتا تھا بری طرح یاد آتا تھا۔ اس کے اندر اینٹھن ہونے لگتی تھی۔ وہ اسے مارنا نہیں چاہتی تھی لیکن وہ اسے مرنے کے لیے ہی چھوڑ آئی تھی۔ اس کا دل پھٹنے لگتا۔ وہ اپنی چیخوں کو حلق میں ہی گھونٹ لیتی اس طرح تو وہ پاگل ہو جائے گی۔ وہ سوچتی اور اس کا ایک ہی حل تھا ایک بچہ۔ جو اس کی خالی گود بھردے وہ بھول جائے اسے اور اس نے راحمی سے شادی کا فیصلہ کرلیا۔ اس لیے نہیں کہ اسے راحمی سے محبت ہوگئی تھی بلکہ اس لیے کہ اسے ایک بچے کی چاہ تھی جو اس خلا کو پر کردے جو اس کے اندر پیدا ہوگیا تھا اور بھرتا ہی نہیں تھا۔

اس کے فیصلے سے سب ہی خوش ہوئے تھے۔

سبین اور فواد ممی اور ڈیڈی ممی نے اسے بہت سمجھایا کہ اپنا گھر بچانے کے لیے قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ ڈیڈی نے راحمی سے خود بات کی اس کے تحفظ کی ضمانت مانگی۔

"یوں تو کوئی ضمانت نہیں ہو سکتی تاہم میں کراچی والا گھر اس کے نام کردیتا ہوں۔"

ڈیڈی نے یہ اس لیے ضروری سمجھا تھا کہ اس کی ایک خاندانی بیوی موجود تھی۔ یوں وہ لاہور سے رخصت ہو کر کراچی آگئی۔

راحمی نے اسے بہت محبت دی۔ بہت خیال رکھا کسی نازک آبگینے کی طرح لیکن پھر بھی وہ بے چین رہی جب تک ڈاکٹر نے اسے ماں بننے کی خوش خبری نہیں سنائی۔ اس نے ہر روز اللہ سے دعا مانگی کہ وہ اسے ایک صحت مند بچے سے نوازے بچے کی آمد کی خبر سن کر حویلی سے اس کی ساس اور راحمی کی پہلی بیوی بچے کے سامان سے لدے پھندے آگئی تھیں۔ بے حد خوش تھیں دونوں نے ہزاروں روپے صدقے کے بانٹے اور کئی صدقے کے بکرے دیے۔ اس کی ساس اسے ساتھ لے جانا چاہتی تھیں۔ لیکن راحمی نے انکار کردیا۔ ڈاکٹر نے سفر سے منع کیا تھا اور وہ کوئی رسک نہیں لینا چاہتا تھا۔ گاؤں میں بہت خوشیاں منائی گئیں۔ دعائیں کروائی گئیں اور ماں جی نے پورے گاؤں میں لڈو تقسیم کیے۔ وہ بھی بہت خوش تھی اور ہر لحظہ دعاگو لیکن ایک رات اس نے خواب دیکھا۔

وہ وہی تھا۔ زمین پر پاؤں مارتا بلک رہا تھا۔۔ اس کا کمبل ہٹ گیا تھا۔ اور اس کے ماتھے اور رخساروں پر رسولیاں تھیں اور ہونٹ کٹا ہوا تھا۔

وہ چیخ مار کر اٹھ بیٹھی۔

"تو کیا اب پھر۔۔ نہیں اللہ جی اب نہیں۔ اب نہیں۔"

اور اس روز سے اس نے نمازوں کی پابندی شروع کردی۔ رو رو کر اللہ سے دعائیں مانگتی۔ اور خود کو یقین دلاتی کہ اب ایسا نہیں ہوگا۔ وہ تو احسن کہتا تھا میں نے الٹی سیدھی دوائیں کھائی تھیں۔ ناشکری کی تھی اس لیے لیکن اب میں ضروری تو نہیں کہ ہر بار میں ہی آزمائی جاؤں۔۔۔ وہ خود کو یقین دلاتی رہتی تھی۔ اسے یاد تک نہ کرتی لیکن پھر بھی ہر دس بارہ دن بعد وہ اس کے خواب میں آجاتا۔ وہ ڈر کر اٹھ جاتی۔ کتنی ہی دیر تک اس کے کانوں میں رونے کی آوازیں آتی رہتیں۔" وہ ہمیشہ ٹھنڈی زمین پر پڑا ہوتا۔

"یار اتنی اپ سیٹ کیوں ہو۔ ان شاء اللہ سب ٹھیک ہوگا۔" راحمی اسے تسلی دیتا۔ "سب نارمل ہے ڈاکٹر نے بتایا تو ہے تم ٹینس نہ ہوا کرو۔" لیکن یہ اس کے اختیار میں نہ تھا۔ وہ آخری لمحے تک ٹینس تھی اور جب نرس نے اسے اس کی گود میں ڈالا تو وہ مبہوت ہو کر اسے دیکھنے لگی وہ کتنا خوب صورت تھا بالکل شہزادوں کی طرح چمکتا 'روشن' چہرہ۔ گلابی سا گڈا وہ ایک ٹک اسے دیکھ رہی تھی اور اس کے آنسو اس کے چہرے پر گر رہے تھے۔

☆ ☆ ☆

"یہ میرا ٹراؤزر ہے۔۔ اور یہ شرٹ بھی اور یہ میری



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

نوٹ بک۔" سعد ادھر ادھر کمرے میں گھوم پھر کر اپنی چیزیں اکٹھی کرتا پھر رہا تھا۔

"ویسے یار یہ ایک پوری فلمی اسٹوری ہے۔" رائٹنگ ٹیبل سے ٹیک لگاتے ہوئے اس نے موحد کی طرف دیکھا جو اپنے کپڑے تہہ کر کے رکھ رہا تھا۔

"ہیرو کو پارک میں ایک لڑکی ملتی ہے۔ پھر وہی لڑکی اس کی پڑوسی نکلتی ہے اور پھر انکشاف ہوتا ہے کہ وہ اس کی کزن ہے اس کی پھپھو کی بیٹی.... یہاں تک تو تھی آدھی اسٹوری۔ اب باقی کی اسٹوری یعنی ہیرو کا ہیروئن سے اظہار محبت باقی ہے۔ یار اب اسٹوری مکمل کر ہی دو۔"

"بکومت۔" موحد نے اٹھ کر وارڈ روب سے کپڑے نکالے اور انہیں اٹیچی میں رکھنے لگا۔ وہ ایک ہفتہ پاکستان رہنے کے بعد واپس آگیا تھا۔ یہاں سب نے ہی اس کی دلجوئی کی تھی امل سعد اور شفیق احمد نے اس کا بہت خیال رکھا تھا اب وہ صرف موحد عثمان ان کے پڑوس میں رہنے والا اسٹوڈنٹ نہیں تھا امل کا ماموں زاد بھی تھا اور امل نے کتنی ہی بار حیرت کا اظہار کیا تھا۔

"اور یہ کتنی حیران کن بات ہے موحد کہ تم عثمان ماموں کے بیٹے ہو سکتے ہو۔ حالانکہ جب میں نے برمنگھم میں انہیں دیکھا تو مجھے لگا تھا جیسے میں نے انہیں پہلے بھی کہیں دیکھا ہے۔ لیکن گمان بھی نہیں گزرا تھا کہ یہ عثمان ماموں ہو سکتے ہیں بچپن کی تصاویر میں نے ماما کی البم میں اور حویلی میں دیکھی تھیں ماں جی کے پاس اور جب شامی نے مجھے کہا تھا کہ لگتا ہے یہ موحد عثمان جو میرا چچا زاد ہے اور جو اپنی مام کی ڈیڈ باڈی کے ساتھ برمنگھم سے آیا ہے۔ تمہارا پڑوسی موحد ہی ہے تو مجھے یقین ہی نہیں آیا تھا اور پھر اس نے مجھے تمہاری تصویر سینڈ کی اور کیا بتاؤں موحد مجھے کتنی حیرت ہوئی تھی۔" اور حیرت تو اسے بھی ہوئی تھی جب ہشام نے اس سے کہا تھا۔

"موحد امل سے بات کرو گے ہماری کزن ہے۔" اور وہ امل کے نام پر چونکا تو تھا اور اس نے فون بھی پکڑ لیا تھا لیکن اسے علم نہیں تھا کہ دوسری طرف امل ہو گی اور امل کہہ رہی تھی۔

"موحد یہ شامی کیا کہہ رہا ہے کہ تم عثمان ماموں کے بیٹے ہو۔" اور وہ امل کی آواز پہچان کر حیران رہ گیا تھا۔

"ویسے ہے نا یہ فلموں اور کہانیوں والی بات کہ امل شفیق، موحد عثمان کی کزن ہے۔ موحد عثمان جس کے لیے اپنے دل میں ایک نرم گوشہ رکھتا ہے۔"

سعد نے شرارت سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو اٹیچی کیس بند کرتے ہوئے موحد چونکا اور اسے گھورا۔

"میں نے محبت نہیں کہا یار۔" سعد نے ڈرنے کی ایکٹنگ کی اور پاکٹ سے سگریٹ نکال کر سلگایا۔ تب ہی امل ٹرے لیے اندر آئی۔ ٹرے میں کافی کے تین کپ تھے سعد نے سگریٹ نیچے پھینک کر پاؤں سے مسل دیا لیکن امل نے دیکھ لیا تھا۔

"سعد تم سگریٹ پیتے ہو۔"

ٹرے ٹیبل پر رکھتے ہوئے اس نے افسوس اور حیرت سے اسے دیکھا۔

"اوہ نہیں بس کبھی کبھار شوقیہ ایک آدھ...." سعد سٹپٹایا۔

"اور یہ شوق پھر عادت بن جائے گی۔ خبردار آج کے بعد جو سگریٹ پیا تو کہاں ہے ڈبیا۔ ادھر دو مجھے۔" سعد نے خاموشی سے جینز کی پاکٹ سے سگریٹ کی ڈبیا نکال کر دے دی۔ اور ڈبیا ہاتھ میں لیتے ہوئے جیسے ایک دم اسے یاد آیا تھا۔

"اوہ مائی گاڈ.... موحد ذرا دینا اپنا فون۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر موحد سے فون لے لیا۔

"شامی کے بچے یہ تم نے سگریٹ کب سے پینے شروع کر دیے۔"

"الہام ہوا ہے تمہیں۔" دوسری طرف سے شامی نے کہا۔

"ہاں الہام ہی ہوا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"تمہیں شرم نہیں آئی کیا عمر ہے تمہاری کہ سگریٹ پینا شروع کر دیا۔"


WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"یا اللہ تمہارا دماغ صحیح ہے اہل کس نے بتایا تمہیں۔" وہ حیران ہو رہا تھا۔

"کس نے بتانا ہے مجھے میں نے خود دیکھا تھا جس روز میں بولٹن آنے سے پہلے تمہیں ملنے گئی تھی اور تمہارے سامنے جو ایش ٹرے پڑا تھا وہ سگریٹ کے ٹوٹوں سے بھرا ہوا تھا۔"

اس نے گردن اکڑا کر اپنی طرف دیکھتے سعد اور موحد کو دیکھا۔

"تو کیا ضروری تھا کہ وہ میں نے ہی پیئے ہوں۔" ہشام کو اب مزا آنے لگا تھا اس سے بات کرنے میں۔

"تو تمہارے علاوہ اور کس نے پینے تھے۔"

"میڈم نیلوفر کا بھائی بھی اس روز وہاں ہی موجود تھا۔" اس نے جتایا۔

"اوہ تھینک گاڈ تو تم نے نہیں پیئے تھے' مجھے اتنا دکھ ہو رہا تھا کہ تم اتنے کم عمر ہو اور۔۔۔۔"

"میں اتنا کم عمر نہیں ہوں۔" ہشام کو برا لگا تھا۔

"لیکن تمہیں آج اتنے مہینوں بعد خیال آیا۔" ہشام نے کہا تھا۔

"تو پہلے یاد ہی نہیں رہا تھا کہ اس روز میں نے تمہارے ایش ٹرے میں کیا دیکھا تھا بس ابھی یاد آیا۔ خیر سب لوگ ٹھیک ہیں نا وہاں۔"

"ہاں۔۔۔۔ تم یہ موحد کے فون سے کیوں بات کر رہی ہو۔" ہشام جو بات بہت دیر سے پوچھنا چاہ رہا تھا اب پوچھ لی۔ "میرا فون گھر پر ہے اور میں ادھر موحد کی طرف آئی ہوئی ہوں۔ وہ کل واپس برمنگھم جا رہا ہے۔"

"لو۔" اس نے موحد کی طرف فون بڑھایا۔

"تمہارا بیلنس ختم ہو گیا سارا۔" وہ ہولے سے ہنسی اور کافی کا کپ اٹھا لیا۔

"تم لوگ تو اپنی کافی پی لیتے ٹھنڈی ہو گئی ہو گی۔"

"نہیں تو ٹھنڈی تو نہیں ہوئی۔" موحد اور سعد دونوں نے ایک ساتھ کپ اٹھا لیے۔ سعد نے ایک ہاتھ میں کپ اور دوسرے ہاتھ میں ٹیبل پر پڑی اپنی چیزیں اٹھائیں۔

"کافی کے لیے شکریہ اہل۔ میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں میری تو ساری پیکنگ رہتی ہے ابھی۔"

"تو کافی تو پی لو میں ہیلپ کر دوں گی۔"

"تمہیں کیا پتا میں نے کیا کیا لے کر جانا ہے اور کیا یہاں ہی چھوڑ کر جانا ہے۔" سعد بات کر کے باہر نکل گیا۔

"تو تم چلے جاؤ گے آج۔" اہل اپنا کپ لے کر موحد کے سامنے ہی بیٹھ گئی۔

"نہیں کل جاؤں گا صبح صبح۔ بابا بھی رات تک آجائیں گے۔"

"سنڈے کو میں اور پاپا عثمان ماموں سے ملنے آئیں گے جب پاپا کی شادی ہوئی تھی تو عثمان ماموں پاکستان سے جا چکے تھے اس لیے پاپا پہلے بھی عثمان ماموں سے نہیں ملے۔ حالانکہ دور پار کی کچھ رشتہ داری بھی تھی میری دادی جان کی ماں جی سے۔"

"ہوں بابا نے بتایا تھا وہاں پاکستان میں جب ہم تمہاری ماما کی قبر پر گئے تھے۔ بابا بہت روئے تھے تب۔"

اہل کی بات سن کر موحد نے بتایا۔

"ویسے تم۔۔۔۔" اہل نے بغور اسے دیکھا۔

"شکل و صورت میں عثمان ماموں سے بالکل بھی نہیں ملتے بلکہ کتنی عجیب بات ہے کہ تمہاری شکل کچھ کچھ ہشام سے ملتی ہے ہیں نا۔"

"شاید۔۔۔۔ عبدالرحمن انکل اور ماں جی بھی یہی کہہ رہی تھیں کہ ہشام اور مجھ میں تھوڑی بہت مشابہت ہے اور اس میں عجیب بات کیا ہے کزنوں میں تھوڑی بہت مشابہت تو ہوتی ہی ہے۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" اہل نے تائید کی۔

"کیا میں بھی تم دونوں سے مشابہت رکھتی ہوں۔"

"پتا نہیں۔" موحد نے ایک نظر اس پر ڈالی اور پھر سر جھکا کر کافی پینے لگا۔

"شامی کہتا تھا میں اپنی دادی جان کی طرح ہوں وہ جب میری عمر کی ہوں گی تو بالکل میرے جیسی ہوں گی۔" اس نے بتایا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"میری تمہاری دادی جان سے ملاقات نہیں ہوئی۔ فون پر ہشام نے ہی بات کروائی تھی ان سے۔"

"ضرور دادی جان کی طبیعت خراب ہوگی اسی لیے تو میں یہاں نہیں آنا چاہتی تھی۔ کبھی کبھی ان کے جوڑوں میں بہت شدید درد ہوتا ہے لیکن میں بابا کو بھی ناراض نہیں کرسکتی تھی۔۔۔۔ جب میں نے یہاں آنے سے انکار کیا تھا تو وہ بہت اداس ہوگئے تھے۔" اس نے فوراً "اندازہ لگایا تھا۔

"کوئی بھی شخص دو بندوں کو بیک وقت خوش نہیں رکھ سکتا کسی ایک کو تو ناخوش ہونا ہی ہوتا ہے۔" موحد کے لہجے میں کچھ تھا امل نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ہاں کبھی کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اگر دو بندوں کو ہم ایک ہی جیسی اہمیت دیتے ہوں ایک ہی جتنی محبت کرتے ہوں دونوں سے اور وہ دونوں مختلف راستوں پر چل رہے ہوں تو پھر مشکل ہو جاتا ہے کسی ایک کو خوش رکھنا۔ کیونکہ آدمی بیک وقت دو راستوں پر نہیں چل سکتا۔ لیکن دونوں اگر ایک ہی راستے کے مسافر ہوں تو پھر دونوں کو خوش رکھنا مشکل نہیں ہوتا۔ اگر بابا بھی پاکستان ہی رہتے دادی جان کے پاس تو پھر دونوں کو خوش رکھنا مشکل نہ ہوتا میرے لیے۔" موحد نے اس کی اتنی لمبی بات دھیان سے سنی اور مدھم سے مسکراہٹ نے اس کے لبوں کو چھوا۔

"تم بھی کہاں سے کہاں بات لے جاتی ہو۔" امل نے اس کی بات کا جواب نہیں دیا وہ کچھ سوچ رہی تھی پھر یکایک اس نے موحد کی طرف دیکھا۔

"تم ساری چھٹیاں برمنگھم میں ہی گزارو گے۔"

"پتا نہیں بابا سے تفصیل سے بات نہیں ہوئی۔ لیکن پتا نہیں کیوں مجھے لگ رہا ہے کہ بابا اب پاکستان میں ہی سیٹل ہونے کا سوچ رہے ہیں۔ ماں جی بہت بوڑھی اور کمزور ہو چکی ہیں تقریباً تیس سال انہوں نے بابا کی جدائی کاٹی ہے وہ ہر لمحہ انہیں اپنے سامنے دیکھنا چاہتی ہیں۔ میرے سامنے کئی بار انہوں نے بابا سے کہا کہ وہ چاہتی ہیں کہ ان کی جب تک زندگی ہے وہ ان کے پاس رہیں بعد میں بے شک چلے جائیں۔

عبدالرحمٰن انکل کی بھی یہی خواہش ہے کہ بابا اب پاکستان میں ہی رہیں۔ بابا کی باتوں سے مجھے کچھ اندازہ ہوا کہ بابا پھر واپس جانے کے لیے آرہے ہیں۔"

"اور تم۔" امل نے خالی کپ ٹیبل پر رکھا۔

"میرے ابھی دو سمسٹر رہتے ہیں اور گریجویشن کے بعد میرا ارادہ یوں بھی کیمبرج جانے کا ہے۔ دیکھو کہاں ایڈمیشن ملتا ہے۔ چھٹیوں میں بابا کے پاس چلا جایا کروں گا۔ وہ پاکستان ہوئے یا برمنگھم۔"

"تم چلے جاؤ گے تو میں یہاں پھر کیسے رہوں گی اکیلی۔ میں نے تو تمہارے سوا کوئی دوست بھی نہیں بنایا۔" امل کے لہجے سے افسردگی جھلکتی تھی۔

"تو بنا لینا۔" موحد نے بظاہر لاپروائی سے کہا۔

"لیکن موحد تم مجھے بہت زیادہ یاد آؤ گے۔ تم بہت اچھے ہو موحد۔" وہ اس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"ابھی تو میری ایجوکیشن مکمل ہونے میں ایک سال ہے۔ کل کا پتا نہیں کیا ہوگا اور تم ابھی سے ایک سال بعد کا سوچ رہی ہو۔" وہ ہولے سے ہنسا۔

"کیا میں تمہیں یاد آیا کروں گی۔ تم بھی مجھے مس کرو گے۔" وہ ابھی تک افسردہ تھی۔

موحد نے کوئی جواب نہیں دیا اور ٹھنڈی ہوتی کافی کا آخری گھونٹ لے کر خالی کپ ٹیبل پر رکھا اور رائٹنگ ٹیبل پر پڑی ہوئی کتابیں اٹھا کر بیگ میں رکھنے لگا۔

"دل بہت اداس اور پریشان سا ہے۔"

"ماما کی ڈیتھ کے بعد پہلی بار گھر جا رہے ہو نا۔" امل بھی اداس ہوگئی تھی۔

"اللہ اپنی مصلحتوں کو بہتر جانتا ہے موحد۔" اس نے بیڈ پر اور ٹی وی ٹرالی پر پڑی کتابیں بھی اکٹھی کر کے بیگ میں رکھیں اور اس کی زپ بند کی۔

"انکل شفیق گھر پر ہی ہیں۔"

"ہاں بابا گھر پر ہی ہیں۔ تم یہ بتاؤ ڈنر میں کیا پسند کرو گے۔"

"رہنے دو امل سعد کہہ رہا تھا آج باہر سے کھائیں گے۔"



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"سعد یہ بات نہیں کہہ سکتا۔" امل نے پورے یقین سے کہا۔

"تم خواہ مخواہ بھی کبھی تکلف کرنے لگتے ہو۔ حالانکہ اب تو تمہیں ایسا نہیں کرنا چاہیے بلکہ خود فرمائش کرنا چاہیے۔" امل نے شکوہ کیا۔

"مجھے عادت نہیں ہے اس طرح کسی سے کچھ کہنے کی۔"

"میں کسی نہیں ہوں۔" امل نے برا سا منہ بنایا۔ "دوبارا ایسا مت کہنا۔"

"اوکے! نہیں کہوں گا۔" موحد مسکرایا۔

وہ چاروں طرف تنقیدی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

"تم بھی چھٹیوں میں پاکستان چلی جاؤ گی۔"

"ہاں پاپا بھی جائیں گے۔ دادی جان بہت اداس ہیں۔ شامی نے بتایا ہے مجھے وہ خود تو کچھ نہیں کہتیں۔ لیکن شامی نہ بھی بتاتا تو بھی مجھے پتا ہے وہ اتنے سارے دن میرے بغیر کبھی نہیں رہیں۔" ہمیشہ کی طرح اس نے لمبی بات کی۔

"ہشام بھی تمہارے لیے بہت اداس تھا۔"

"تو کیا ہوا میں بھی اس کے لیے اداس ہوں۔"

"وہ تم سے بہت محبت کرتا ہے۔" موحد نے بغور اسے دیکھا۔

"ہاں تو میں بھی اس سے محبت کرتی ہوں۔" لاپروائی سے کہتی وہ کھڑی ہو گئی۔ ٹیبل پر پڑے دونوں کپ اس نے اٹھائے اور موحد کی طرف دیکھا۔

"تمہاری پیکنگ تو مکمل ہو گئی ہے نا تو آجانا ادھر ہی، سعد کو بھی لے آنا۔ ایویں بور ہوتے رہو گے ادھر اور یہ سعد کی فلائٹ کب ہے۔"

"کل ہی ہے۔"

"اچھا میں چلتی ہوں تم پھر آجانا خود ہی۔" وہ باہر چلی گئی موحد اسے جاتے دیکھتا رہا۔

"اوہ۔" اس نے جھنجلا کر مکا تکیے پر مارا۔ جو وہ جاننا چاہتا تھا نہیں جان پا رہا تھا۔ پتا نہیں کیا جاننا چاہتا ہوں میں۔ اس۔ نے خود سے پوچھا۔

تب ہی سعد نے دروازہ کھول کر اسے دیکھا۔ "امل چلی گئی کیا؟" موحد نے اثبات میں سر ہلایا۔

"تو کیا باقی کی آدھی اسٹوری مکمل کی تم نے؟"

"سعد تم بہت فضول بولتے ہو۔"

"تم وہ سب کچھ امل سے کہہ کیوں نہیں دیتے موحد، جو تمہارے دل میں ہے۔" سعد اس کے قریب ہی بیٹھ گیا۔

"میرے دل میں کیا ہے سعد۔" موحد نے نگاہیں اٹھائے بغیر پوچھا۔

"تم امل سے محبت کرنے لگے ہو یار، چاہے تم میرے سامنے اعتراف کرو چاہے نہ کرو لیکن تم امل کو ضرور بتا دو۔"

"یار... وہ امل وہ ہشام سے بہت اٹیچڈ ہے۔ برسوں کا ساتھ ہے ان کا... بہت محبت کرتی ہے اس سے کیا سوچے گی میرے متعلق۔" موحد نے جیسے اعتراف کیا تھا۔

"کچھ نہیں سوچے گی میری جان۔" سعد نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ "وہ بھی تم سے محبت کرتی ہے۔"

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو سعد؟"

"تمہاری طرح بے وقوف نہیں ہوں میں قیامت کی نظر رکھتا ہوں۔"

"تم نے سیٹ کنفرم کروالی تھی۔" موحد نے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔

"ہاں... تم نے لاسٹ ایر مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ چھٹیوں میں دبئی آؤ گے میرے پاس "اس سال چکر لگاؤ نا۔ تمہارا دل بھی بہل جائے گا اور ہم دونوں خوب انجوائے بھی کریں گے۔"

"سوری سعد میں اپنا وعدہ اس سال نہیں نبھا پاؤں گا ماما کے بعد پاپا بہت دل شکستہ اور نڈھال سے لگے مجھے۔ جب وہ مجھے ایئرپورٹ پر چھوڑنے آئے تو بہت ٹوٹے ہوئے اور بہت اپ سیٹ تھے۔ انہیں میری ضرورت ہے سعد میں انہیں تنہا نہیں چھوڑنا چاہتا۔ چھٹیاں میں ان کے ساتھ ہی گزاروں گا۔ میری پڑھائی کا پرابلم نہ ہوتا تو میں اب بھی انہیں اکیلا نہ چھوڑتا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

حالانکہ وہاں عبدالرحمٰن انکل ہیں ماں جی ہیں۔ لیکن وہ انہیں نہیں جانتے اور بابا اپنی تکلیف اور آنسو چھپاتے ہیں۔ وہ کتنی بھی تکلیف میں ہوں ان سے خود سے بھی کچھ نہیں کہیں گے۔"

اس نے معذرت کرتے ہوئے تفصیل سے بات کی۔

"تمہاری پیکنگ ہو گئی ہے تو چلو ذرا Aldi تک چکر لگا آئیں۔ مانو کے لیے کچھ لے لوں۔ ورنہ وہ بلی مجھے پنجے مارے گی کہ بھائی کچھ نہیں لایا۔" سعد کھڑا ہو گیا۔

"میں نے بھی اس کے لیے چاکلیٹ لی تھیں۔ میری طرف سے گفٹ کر دینا اسے۔"

"ہاں تو وہ تو تم نے لی ہیں نا... وہ کہے گی کہ بھائی آپ کیا لائے ہو یہ تو موحد بھائی نے بھیجی ہیں اس نے تو مجھے اور بھی شرمندہ کرنا ہے۔"

"چلو۔" موحد بھی کھڑا ہو گیا اور وہ دونوں کمرے سے باہر نکل گئے۔

✡ ✡ ✡

"کیا سوچ رہی ہیں ماما۔" ہشام نے جو بہت دیر سے ان کی گود میں سر رکھے نیم دراز تھا آنکھیں کھول کر انہیں دیکھا۔ وہ اس کے گھنے بالوں میں انگلیاں پھیرتے ہوئے اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ ان کی آنکھوں سے محبت شفقت اور ممتا کے سارے رنگ چھلک رہے تھے۔

"میں سوچ رہی تھی جب سسٹر نے تمہیں میری گود میں دیا تھا تو میں حیران رہ گئی تھی۔ اتنے خوب صورت اتنے صحت مند جیسے چاند میری گود میں اتر آیا ہو مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اللہ مجھ پر اتنا مہربان بھی ہو سکتا ہے اور اللہ مجھ پر مہربان تھا شاید اس نے تمہیں مجھے دیا تھا۔ میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے تھے۔"

وہ جیسے کہیں کھو سی گئی تھیں۔

وہ ان کی گود میں تھا چاند کی طرح روشن چمکتے چہرے والا۔ چھوٹا سا دہانہ کھولتا اور لبوں پر زبان پھیرتا وہ شہزادہ ان کا تھا۔ وہ ایک ٹک اسے دیکھے جاتی تھیں اور ان کے آنسو اس کے چہرے پر گرتے تھے۔ تب پتا نہیں کہاں سے وہ ان کے تصور میں آگیا۔ کٹے ہونٹ ناک میں سوراخ ماتھے پر رسولی... ناراضی سے انہیں تکتا۔ زمین پر ایڑیاں مار کر روتا۔

اس نے نظریں اٹھائیں پاس ہی عبدالرحمٰن کھڑے تھے۔

"مبارک ہو ثمرین... میری رینو... آج حویلی کو اس کا وارث مل گیا۔ میرے دادا کی نسل کو چلانے والا آ گیا بیٹا۔ تمہارا بہت شکریہ۔"

عبدالرحمٰن کی خوشی سے چہکتی آواز میں ہلکی سی دکھ کی لرزش تھی۔

"دوسرا... دوسرا بچہ۔" انہیں یاد آیا کہ اس نے تو جڑواں بچوں کو جنم دیا تھا۔

"وہ ٹھیک تو ہے نا... زندہ ہے نا... بیٹا ہے۔ بیٹی ہے راحمی پلیز! اسے بھی لے آونا۔"

"بیٹا ہے لیکن..." عبدالرحمٰن نے بات ادھوری چھوڑ دی تھی۔

"لیکن کیا راحمی پلیز بتائیں نا... بولیں نا۔" وہ بے چینی سے پوچھ رہی تھیں اور کانوں میں رونے کی آوازیں آ رہی تھیں اور آنکھوں کے سامنے ہاتھ پاؤں مارتا بچہ آ رہا تھا جس کی پیشانی پر رسولیاں تھیں ہونٹ کٹا ہوا تھا ناک میں سوراخ تھا۔

"نہیں۔"

انہوں نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور دانت سختی سے ایک دوسرے پر جما کر چیخ روکی تھی۔ عبدالرحمٰن کے اشارے پر نرس دوسرا بچہ لے آئی تھی۔ اس کا سر گیند جتنا تھا چہرہ لمبوترا سا۔ آنکھیں بھی لمبی لمبی پتلی تھیں گلابی پتلے ہونٹ۔ گلابی رنگ وہ آنکھیں کھولے معصومیت سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

"کتنے بچے... کتنے بچے پھینکو گی ثمرین کتنے بچوں کو قتل کرو گی۔ مزید جس بچے کا مجھے لالچ دے رہی ہو وہ بھی ایسا ہی ابنارمل یا اس سے بدتر ہوا تو کیا اسے بھی گٹر میں پھینک دو گی کیا کرو گی۔" احسن کی آواز اس کے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کانوں میں گونجی۔
"یہ اللہ کی طرف سے آزمائش تھی ثمرین۔" می کہہ رہی تھیں۔
"آزمائش یا سزا می۔" اسے اپنی ہی آواز کی بازگشت سنائی دی۔
"سزا۔" اس کے لب کانپے لیکن آواز نہیں آئی۔
"رینا... رینو۔" عبدالرحمٰن نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔
"اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے اس نے ہمیں ایک بیٹا نارمل دیا ہے صحت مند اور خوب صورت تمہارے جیسا۔"
"بتاؤ ثمرین بولو۔ اگر دوسرا بچہ ابنارمل ہوا تو اسے کہاں پھینکو گی۔" احسن کی آواز پھر آئی تھی۔
"نہیں... میرے اللہ نہیں۔ اگر یہ سزا ہے تو میں نے اسے قبول کیا۔ مجھے معاف کردے۔"
ان کے آنسو بہنے لگے تھے انہوں نے گود میں لیٹے بچے کو عبدالرحمٰن کو پکڑایا اور نرس سے دوسرا بچہ لے کر سینے سے لگا لیا تھا۔ ماتا کے خزانے جیسے ان کے اندر سے ابل پڑے تھے وہ آزمائش تھی جس میں وہ پوری نہیں اتری تھیں۔
اور یہ سزا تھی ان کی ناشکری کی۔ کوئی ان کے اندر چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ نرس صحت مند بچہ لے کر چلی گئی تھی اور عبدالرحمٰن ملک ان کے پاس بیٹھ گئے تھے۔
"تم نے آج مجھے بہت خوب صورت تحفہ دیا ہے۔ بولو کیا لوگی۔" عبدالرحمٰن خوش تھے انہیں اس بات کا احساس نہیں تھا کہ ان کا دوسرا بیٹا ابنارمل بھی ہو سکتا ہے۔
"ہو سکتا ہے وہ نارمل ہی ہو۔" انہوں نے ثمرین سے کہا تھا۔
"کل سے ڈاکٹروں کی ٹیم بیٹھے گی۔ ٹیسٹ ہوں گے پھر ہی کوئی حتمی بات کہی جا سکتی ہے... ہو سکتا ہے اس کا سر ویسے ہی چھوٹا ہو۔ تم دعا کرو نا سب ٹھیک ہو وہ خوب صورت تھا لیکن نارمل نہیں تھا۔"
اور وہ... وہ تو نارمل تھا۔ احسن نے کہا تھا ہمارا بچہ نارمل ہے۔ بس کچھ پرابلم ہیں وقت کے ساتھ علاج ہو جائے گا۔
وہ اسپتال سے سیدھے حویلی آئے تھے۔
گاؤں میں جشن منایا جا رہا تھا۔ ڈھول بج رہے تھے۔ بتاشے بانٹے جا رہے تھے۔ کتنے سالوں کے بعد حویلی کا وارث پیدا ہوا تھا۔ مسجد میں دعائیں کی جا رہی تھیں۔ صدقے کے بکرے ذبح ہو رہے تھے۔ خیرات دی جا رہی تھی۔
تائی اماں نے بچہ دیکھتے ہی دانتوں میں انگلی داب لی تھی۔
"ہائے نی بہو یہ تو شدولہ (شاہ دولہ) ہے۔"
اور انہوں نے اسے اپنے دوپٹے میں چھپا لیا تھا۔ وہ سارا دن اسے گود میں چھپائے رکھتی تھیں۔
"ہمارا ایک بچہ نارمل ہے اور دوسرا نارمل نہیں ہے۔" عبدالرحمٰن نے دس دن بعد ان سے کہا تھا۔
"سب رپورٹس آگئی ہیں... تم کہو تو کسی ادارے۔"
"نہیں۔" وہ چیخ پڑی تھیں۔
"نہیں راحمی پلیز نہیں۔ اگر یہ سزا ہے تو میں نے اسے قبول کیا۔ اگر آزمائش ہے تو مجھے اس میں پورا اترنا ہے۔"
"او کے... او کے ریلیکس۔" عبدالرحمٰن ان دنوں اس کے دیوانے تھے۔
"تمہارا بچہ ہے رینا' میں تو اس لیے کہہ رہا تھا کہ تمہیں سنبھالنے میں پرابلم نہ ہو۔ ہم باقاعدہ اس کی دیکھ بھال کے لیے جاتے رہیں گے اس کا خیال رکھیں گے اس کی پرورش کے اخراجات برداشت کریں گے۔"
"نہیں پلیز نہیں۔ خدا کے لیے اسے مت لے کر جائیں۔ کبھی بھی نہیں۔" وہ رونے لگی تھیں اور اس کے بعد عبدالرحمٰن نے اٹھارہ سال تک کبھی اسے کہیں لے جانے کی بات نہیں کی تھی۔ ہاں اٹھارہ سال کی عمر میں اسے فٹس پڑنے لگے تھے۔ وہ بالکل ابنارمل تھا۔ اس کے منہ سے رال ٹپکتی رہتی تھی اور ...



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"ماما۔" ہشام اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"آپ کو عفان یاد آ رہا ہے۔"

"ہوں۔" انہوں نے چونک کر ہشام کی طرف دیکھا اور اس کے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں لے کر اس کی پیشانی چوم لی۔

"لیکن میں یہ بھی سوچ رہی تھی شامی کہ ایسا کیا کروں کہ اللہ کی شکر گزار بندی بن جاؤں۔ اللہ میرے شکرانے کو قبول کرلے۔ میں تو زندگی ایسے گزارتی رہی جیسے کسی جرم کی سزا کاٹ رہی ہوں۔ میں نے کبھی اس کی دی کسی نعمت کا شکر ادا نہیں کیا۔ شامی مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ مجھ سے ناراض نہ ہو جائے اور وہ....."

"اللہ آپ سے ناراض نہیں ہے ماما۔" اس نے ان کا ہاتھ تھپتھپایا۔

"میں نے کبھی شکر ادا نہیں کیا کہ اللہ نے مجھے تم جیسا پیارا بیٹا دیا ہے.... میں ہمیشہ روتی رہی اور پھر اللہ نے میری جھولی میں عجو ڈال دی۔ میں بہت ناشکری ہوں شامی۔"

"ایسا کرتے ہیں ماما کہیں چلتے ہیں.... بلکہ پہلے قبرستان جائیں گے واپسی پر اہل کی دادی کے پاس کچھ دیر بیٹھیں گے وہ ضرور بتائیں گی کہ اللہ شکر کیسے ادا کیا جائے۔" وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں چینج کر کے آتا ہوں آپ بھی تیار ہو جائیں۔" اس نے سرہلایا اور ایک بار پھر ماضی میں کھو گئیں۔

پانچ سال۔ پورے پانچ سال تک انہوں نے عفان کو ایک لمحہ کے لیے بھی خود سے جدا نہیں کیا۔ اسے نہلانا' دھلانا فیڈ کرنا سب کام اپنے ہاتھوں سے کیے جبکہ ہشام کے لیے ایک فلپائنی گورنس رکھ لی گئی تھی ۔ وہ عفان کے ساتھ مصروف رہ کر ہشام پر توجہ نہیں دے پاتی تھیں۔ اس لیے عبدالرحمن نے خود ہی گورنس رکھ لی۔ وہ ہشام کو بہت چاہتے تھے۔ اس بار انہوں نے اللہ کے تحفے کو ٹھکرایا نہیں تھا۔" دل و جان سے قبول کیا تھا لیکن پانچ سال بعد پھر.... اور وہ ممی کے گلے لگ کر دھاڑیں مار مار کر روئی تھیں۔

"ممی کیا میری سزا کبھی ختم نہیں ہوگی۔"

ممی اسے ہولے ہولے تھپکتی رہی تھیں سمجھاتی رہی تھیں۔ جیسے عفان کے بعد سمجھاتی تھیں اور پھر جب وہ عجو' عفان اور ہشام کے ساتھ لاہور گئی تھی تو ممی نے التجا کی تھی۔

"ثمو اب ایسا کچھ نہ کرنا جو پہلے کیا تھا۔ اللہ نے تجھے شہزادوں جیسا بیٹا دیا ہے اس کے لیے۔"

"ممی مجھے عفان اور عجو بہت پیارے ہیں۔" اور اس نے آنسو پونچھ کر عجو کو سینے سے لگا لیا تھا۔

"ڈاکٹر نے کہا کہ ہمیں مزید بچے پیدا نہیں کرنے چاہئیں ہو سکتا ہے وہ بھی ایسے ہی ہوں۔ اللہ کا شکر' شامی ہے۔" عبدالرحمن نے اسے دلاسا دیا تھا۔

"اللہ اسے زندگی دے۔"

"اماں۔" عجو نے دبے قدموں آکر پیچھے سے ان کے رخسار پر اپنا ہاتھ رکھا وہ چونک کر مڑیں۔

"میری بچی.... میری عجو۔"

ثمرین نے اسے اپنے ساتھ بھینچ لیا۔ وہ ہنسنے لگی اور ادھر ادھر سرہلانے لگی۔ تب ہی ہشام تیار ہو کر آ گیا۔ وہ ایک ٹک اس کے خوب صورت چہرے کو دیکھے گئیں۔

"آپ تیار نہیں ہوئیں۔"

"میں تیار ہی ہوں۔" انہوں نے فوراً" ہی نظر لگ جانے کے خوف سے نظریں ہشام کے چہرے سے ہٹالیں اور شفو کو آواز دی۔

"شفو عجو کو لے جاؤ اور اسے غبارے دو۔" شفو نے آکر عجو کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"چلو عجو۔" اور وہ زور زور سے ادھر ادھر سرہلاتی ہوئی شفو کے ساتھ چلی گئی۔ ثمرین نے دونوں ہاتھوں سے بال پیچھے کیے اور دوپٹا درست کرتے ہوئے ہشام سے پوچھا۔

"تم نے حویلی فون کیا تھا۔ ماں جی سے بات ہوئی تمہارے پاپا کہاں ہیں حویلی میں یا....."

وہ کھڑی ہو گئیں۔

"ہاں فون کیا تھا۔ ماں جی عثمان انکل کے جانے سے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بہت اداس ہیں۔ ڈیڈی ابھی کچھ دن حویلی میں ہی رہیں گے۔" ہشام نے بتایا۔

"بہت لمبی جدائی کاٹی ہے ماں جی نے۔" ثمرین نے اس کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے کہا۔

"یہ بھی اللہ کا کرم ہے ماما کہ عثمان انکل ماں جی کی زندگی میں ہی پلٹ آئے۔ ڈیڈی کہہ رہے تھے کہ وہاں کے معاملات طے کر کے وہ ہمیشہ کے لیے پاکستان آجائیں گے۔"

ہشام نے برآمدے کی سیڑھیاں اترتے ہوئے ثمرین کو بتایا۔

"موحد ان کا بیٹا بہت پیارا اور سمجھ دار بچہ ہے۔ عثمان بھائی نے بہت اچھی تربیت کی ہے۔"

وہ بھی سیڑھیاں اتر کر گاڑی کے پاس کھڑی ہو گئی تھیں۔ ہشام نے گاڑی کا لاک کھولا۔

"ماما آپ بیٹھیں پلیز میرا فون اندر رہ گیا ہے لے کر آتا ہوں۔"

اس نے دوسری طرف سے آکر گاڑی کا دروازہ کھولا تو ثمرین نے فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے ایک محبت بھری نظر اس پر ڈالی۔

اور اللہ نے اسے بھی تو بہت پیارا بیٹا دیا تھا گو اس کی تربیت میں اس کا بہت زیادہ ہاتھ نہیں تھا لیکن وہ بھی تو موحد کی طرح ہی تھا سمجھ دار اور با ادب۔"

اور وہ۔۔۔ یکدم ہی وہ پھر ان کے تصور میں آگیا۔ آنکھیں جھلملا گئی تھیں انہوں نے فوراً" ہی دائیں ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کیں۔ ہشام اندرونی دروازے کا گیٹ کھول کر باہر آیا تھا اور وہ نہیں چاہتی تھیں کہ وہ ان کی آنکھوں میں آنسو دیکھے۔ ہشام نے مہر علی کو گیٹ کھولنے کے لیے کہا اور خود گاڑی میں بیٹھ گیا۔ قبرستان میں وہ زیادہ دیر نہیں ٹھہرے تھے۔ دعا مانگ کر وہ فوراً" ہی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔

"چلو شامی۔" ہشام کی آنکھوں میں لمحہ بھر کے لیے حیرت نمودار ہوئی پہلے ایسے کبھی نہیں ہوتا تھا وہ جب بھی قبرستان آتیں تو گھنٹوں بیٹھی رہتیں اور روتی رہتی تھیں۔ یہ یقیناً" ایک مثبت تبدیلی تھی انہوں

نے عفان کی موت کو تسلیم کر لیا تھا۔ ہشام نے راستے سے خریدے ہوئے پھول قبر پر ڈالے اور فاتحہ پڑھنے کے بعد ثمرین کی طرف دیکھا۔

"چلیں ماما۔"

"میں سوچ رہی ہوں شامی میں بھی کچھ دنوں کے لیے حویلی چلی جاؤں۔ ماں جی کے پاس رہ کر کچھ دن ان کی خدمت کر کے ان کی دعائیں لے لوں۔"

"ضرور جائیں ماما۔" ہشام خوش ہوا۔

"میں بہت کم وہاں رہی ہوں شامی۔ عفان اور عجو کی وجہ سے وہاں عورتیں عجیب عجیب باتیں کرتی تھیں۔ ڈراتی تھیں مجھے کہ درگاہ والے زبردستی لے جائیں گے عجو اور عفو کو اور اگر ہم نے انہیں نہ دیا تو ان کی بددعا سے ہمارا گھر تباہ ہو جائے گا۔ تو بس میں نے حویلی جانا بالکل ہی چھوڑ دیا۔ ماں جی کا تو بہت جی چاہتا تھا کہ ہم وہاں رہیں۔ وہ تمہارے لاڈ اٹھائیں تم ان کی آنکھوں کے سامنے رہو۔ ماں جی تو مجھ سے ناراض ہی رہتی ہوں گی۔ تم بھی چلو گے نا شامی۔ تمہاری چھٹیاں ہو جائیں گی نا تب تک۔"

"جی اسی ہفتے ہو رہی ہیں۔" ہشام نے چلتے چلتے ان کا ہاتھ تھام لیا۔

"ڈیڈی بہت خوش ہوں گے اور اگر آپ کا دل لگ گیا تو ہم ساری چھٹیاں وہاں ہی رہیں گے حویلی میں۔ کیا پتا عثمان چاچو بھی آجائیں اور ان کے ساتھ موحد بھی آجائے۔ اس کی بھی تو چھٹیاں ہو جائیں گی بلکہ امل نے بتایا تھا کہ وہ تو مئی کے تھرڈ ویک میں فارغ ہو جائے گا۔"

بات مکمل کر کے اس نے ثمرین کی طرف دیکھا وہ سامنے دیکھ رہی تھیں اور ان کے چہرے کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔

"ماما۔" اس نے ان کے ہاتھ پر اپنی گرفت مضبوط کرتے ہوئے ان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو قبرستان کے دروازے کے پاس کوئی کھڑا تھا۔ لمبا سا گھٹنوں سے نیچے کرتا جس پر ایک دو جگہ پیوند لگے ہوئے تھے۔ بے ترتیب داڑھی اور دونوں بھنوؤں



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کے بیچ اخروٹ جتنا گومڑ تھا شاید رسولی تھی۔ ہاتھوں میں کڑے اور گلے میں موٹے منکوں کی مالا تھی اور ثمرین ایک ٹک اسے ہی دیکھے جارہی تھیں۔

"ماما کوئی بھکاری یا ملنگ ہے۔ آپ خواہ مخواہ ڈر رہی ہیں۔"

ہشام نے تسلی دی۔ لیکن وہ تو اس کی پیشانی کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ انہوں نے شاید اس کی بات سنی ہی نہیں تھی۔ آس پاس کے سب منظر دھندلے ہو گئے تھے صرف ایک منظر آنکھوں کے سامنے آرہا تھا نرس گلابی کمبل کا کونا ہٹا رہی تھی اور وہ پیشانی پر بھنوؤں کے درمیان اخروٹ جتنے ابھار کو دیکھ رہی تھیں۔ وہ ملنگ دو قدم ان کی طرف بڑھا اور ثمرین کو لگا جیسے اس کا دھڑکتا دل بند ہونے کو ہے۔

"شامی بیٹا...."

بمشکل ان کے لبوں سے نکلا تھا اور انہوں نے ایک انگلی اٹھا کر اس کی طرف اشارہ کیا۔ ہشام نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا وہ قریب آچکا تھا وہ ایک جوان آدمی تھا سیاہ بالوں والا... چوبیس پچیس سال کا ہوگا۔ ہشام نے اس کی عمر کا اندازہ لگایا۔ ایسے ہٹے کٹے آدمیوں کو بھیک مانگتے دیکھ کر ہشام ہمیشہ ہی چڑ جاتا تھا اور انہیں محنت کر کے کمانے کی نصیحت کرنا کبھی نہیں بھولتا تھا۔

"تم اتنے صحت مند اور جوان ہو اور...." ابھی اس کی بات ادھوری ہی تھی کہ اسے لگا جیسے ماما گرنے لگی ہوں۔ بے حد گھبرا کر اس نے بات ادھوری چھوڑ کر انہیں سنبھالا۔

"میں بگا ہوں جی ادھر قبرستان کے پیچھے جھونپڑی میں رہتا ہوں۔"

بے ہوش ہوتے ہوتے ثمرین نے سنا تھا۔

ہشام نے انہیں دونوں بازوؤں میں اٹھا لیا اور تیزی سے باہر کھڑی گاڑی کی طرف بڑھا۔ فقیر اس کے ساتھ ساتھ آیا تھا اور گاڑی میں لٹانے میں اس کی مدد کی تھی۔

"شکریہ۔" ہشام نے پاکٹ سے کچھ روپے نکال کر بغیر گنے اس کی طرف بڑھائے اور گاڑی کو تیزی سے قریب ترین ہاسپٹل کی طرف بڑھا لے گیا۔

☆ ☆ ☆

پیاس سے امل کا حلق خشک ہو رہا تھا اس نے آنکھیں کھول کر کمرے میں چاروں طرف دیکھا۔ یہ کمرہ اس کا نہیں تھا ایک لمحہ کے لیے اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ کہاں ہے، لیکن دوسرے ہی لمحے اسے یاد آگیا کہ وہ برمنگھم میں موحد کے گھر میں ہے۔ وہ جمعہ کو شفیق احمد کے ساتھ انکل عثمان سے ملنے آئی تھی۔ اتوار کو شفیق احمد تو واپس چلے گئے تھے کہ ان کے یونیورسٹی میں ضروری لیکچر تھے جبکہ اس کا پیر اور منگل بھی آف تھا اور اس کی طبیعت کچھ خراب ہو رہی تھی اسے فلو اور معمولی ٹمپریچر تھا۔

"اب اس بیماری میں لے کر جاؤ گے شفیق۔ اسے یہاں ہی چھوڑ دو۔ طبیعت ٹھیک ہو جائے تو میں چھوڑ جاؤں گا خود۔" انکل عثمان نے بے حد محبت سے اس کی طرف دیکھا۔

"یوں بھی ابھی میرا جی کہاں بھرا ہے۔ پہلی بار اپنی بیٹی سے ملا ہوں۔ میری پیاری لاڈلی بہن کی نشانی۔"

شفیق احمد خاموش ہو گئے تھے لیکن امل کو تاکید کی تھی کہ وہ زیادہ دن نہ رہے کیونکہ اس کی ان دنوں بہت امپارٹنٹ کلاسز ہیں اور پھر اس کے بعد تو پیپرز تھے۔ خود اس کا بھی ارادہ دو تین دن سے زیادہ ٹھہرنے کا نہیں تھا۔ اسے انکل عثمان بہت اچھے لگے تھے بابا کی طرح ہی شفیق اور محبت کرنے والے۔ اگرچہ وہ شفیق احمد سے پہلی بار ملے تھے لیکن کتنی ہی دیر انہیں گلے سے لگائے روتے رہے تھے۔

"شفیق تم میری بہت پیاری لاڈلی بہن کے شوہر ہو اور مجھے بہت عزیز اور پیارے ہو۔ آج سے مجھے اپنا بڑا بھائی ہی سمجھنا۔" اور اس کی یہ عثمان انکل سے دوسری ملاقات تھی۔ لیکن پہلی بار اس نے سرسری سا انہیں دیکھا تھا۔ تب وہ اس کے لیے موحد کے پاپا تھے جو موحد کی ماما کی ڈیتھ کی وجہ سے پریشان تھے اور ان کی ڈیڈ باڈی پاکستان لے جانے کے انتظامات میں مصروف تھے۔ وہ



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

www.paksociety.com

اس پہلی ملاقات میں بھی ان سے متاثر ہوئی تھی۔ چمکتی پیشانی پر سجدوں کا نشان اور پر نور سا چہرہ اور اس دوسری ملاقات میں تو وہ ایک رشتے کے حوالے سے انہیں دیکھ رہی تھی۔ دادی جان نے اسے بتایا تھا کہ ناہید کو عثمان سے بہت محبت تھی اور وہ بہت یاد کرتی تھی انہیں اور ان سے ملنے کی دعائیں مانگا کرتی تھی اور اب وہ ملے تھے تو ماما نہیں تھیں۔ اس نے ان دو دنوں میں ان سے ماما کی بہت باتیں کی تھیں اور ان سے ماما کی باتیں سننا اسے اچھا لگا تھا۔

ان کے بچپن کی باتیں ان کے شوق ان کی دلچسپیاں وہ سب پہلی بار جانا تھا اس نے۔ دادی کے پاس تو صرف تین چار سالوں کی یادیں تھیں، لیکن انکل کے پاس تو کئی سالوں کا خزانہ تھا اور وہ ان کے متعلق اور جاننا چاہتی تھی اس لیے تو ان کے روکنے پر رک گئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ وہ منگل کی شام کو یا بدھ کی صبح واپس چلی جائے گی، لیکن شفیق احمد کے جاتے ہی اس کا ٹمپریچر بڑھ گیا۔ انکل عثمان نے اسے چیک کر کے میڈیسن لکھ دی تھیں جبکہ موحد اس کا بہت خیال رکھ رہا تھا کبھی سوپ بنا کر لا رہا تھا کبھی دوائی دے رہا تھا کبھی ٹمپریچر چیک کر رہا تھا۔ وہ کتنا کیئرنگ ہے بالکل ہشام کی طرح۔ اور ہشام ہائے کتنے دن ہو گئے اس کی بات نہیں ہوئی تھی اس سے۔ برمنگھم آنے سے پہلے اس نے بتایا تو تھا اسے کہ وہ برمنگھم جا رہی ہے اور اب اگر میں نے فون نہیں کیا تو اس نے بھی تو نہیں کیا۔ اس کا موبائل فون کہاں ہے۔

اس نے تکیے کے اطراف ہاتھ مارا اور فون اٹھا کر دیکھا تو چارجنگ ختم ہو چکی تھی۔ ایک گہری سانس لے کر اس نے فون وہاں ہی رکھ دیا اور سائڈ ٹیبل کی طرف دیکھا کہ شاید وہاں پانی پڑا ہو۔ لیکن وہاں کچھ نہیں تھا۔ وہ اٹھی اور بیڈ روم کا دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ موحد کچن میں مصروف تھا۔ آہٹ پر اس نے مڑ کر دیکھا۔

"ارے امل تم۔ کیا ہوا ٹھیک تو ہو نا۔"

"مجھے پیاس لگ رہی تھی۔"

"تو مجھے آواز دینی تھی نا۔ خود کیوں آ گئی ہو۔ میں دو دفعہ گیا تھا تمہیں دیکھنے لیکن تم سو رہی تھیں۔" اس نے پانی کا گلاس اسے پکڑایا۔

"تم بھی حد کرتے ہو موحد اب ایسی بھی بیمار نہیں ہوں میں۔"

"تمہیں بہت ہائی فیور تھا بابا بھی پریشان ہو گئے تھے کل رات تو۔"

"میں نے تم لوگوں کو بہت تنگ کیا۔" وہ شرمندہ ہوئی۔

"فضول باتیں مت کرو امل اور پلیز جا کر لیٹ جاؤ میں تمہارے لیے بہت مزے دار سا چکن کارن سوپ بنا رہا ہوں۔"

اس نے انڈے توڑ کر سوپ میں ڈالے اور تیزی سے چمچہ ہلایا۔

"ماموں جان کہاں ہیں۔"

"وہ تو آج صبح سے نکلے ہوئے ہیں۔ ہاسپٹل تو نہیں جا رہے آج کل ایک دو ہفتوں تک ہم لوگ پاکستان چلے جائیں گے۔۔۔ اور پلیز تم یہاں مت کھڑی ہو۔ میں دو منٹ میں سوپ لے کر آتا ہوں" اس نے چولہا بند کیا اور ٹرے میں باؤل رکھنے لگا۔ وہ گلاس ہاتھ میں لے کر لاؤنج میں آ کر بیٹھ گئی۔

"تم یہاں ہی بیٹھ گئی ہو۔" موحد ٹرے میں سوپ کا باؤل لیے آ گیا۔ "تمہیں ابھی آرام کرنا چاہیے۔ بہت کمزور ہو گئی ہو تم۔"

"میں اب بالکل ٹھیک ہوں موحد اور مجھے واپس بھی جانا ہے پتا ہے نا تمہیں اگلے ہفتے میرا پیپر ہے۔"

"ایک دن اور ریسٹ کر لو کل میں تمہیں چھوڑ آؤں گا۔"

"مجھے ٹرین میں بٹھا دینا موحد میں خود ہی چلی جاؤں گی۔"

"نہیں میں نے شفیق انکل سے کہا ہے کہ میں خود تمہیں چھوڑ جاؤں گا اور تم یہ سوپ لے لو۔" اس نے چمچہ اور باؤل اس کی طرف بڑھایا۔

"میرا جی نہیں چاہ رہا ابھی۔"



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"تھوڑا سا تو لے لو پلیز بہت مزے کا ہے۔" اس نے خود ہی اس کے باؤل میں تھوڑا سا سوپ ڈالا۔

"تمہاری بیوی بہت لکی ہوگی بہت خیال رکھو گے اس کا۔" باؤل اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے امل کے منہ سے نکلا۔

"تو تم کیوں نہیں بن جاتیں لکی۔" موحد نے بے اختیار کہا۔

"کیسے۔" امل نے اس کی طرف دیکھتے ہوئے بے وقوفی سے پوچھا۔

"مجھ سے شادی کر کے۔"

موحد کے لبوں سے نکلا۔ امل کی پلکیں جھک گئیں اور رخسار گل گوں ہو گئے موحد نے اس کی اٹھتی گرتی پلکوں کو دلچسپی سے دیکھا۔ لیکن پھر اسے مسلسل نظریں جھکائے دیکھ کر شرمندہ ہوا۔

"سوری امل اگر برا لگا ہو تو۔"

"نہیں برا نہیں لگا لیکن....." اس نے بمشکل نظریں اٹھائیں۔

"ہم کیا ابھی بہت چھوٹے نہیں ہیں شادی کے لیے۔" اور موحد کو یکدم ہنسی آگئی۔

"تم بھی نا امل..... کیا میں ابھی تم سے شادی کرنے لگا ہوں ابھی تو میرا گریجویشن بھی کمپلیٹ نہیں ہوا۔ چلو میں ذرا ڈھنگ سے بات کرتا ہوں۔" اس کے اندر جیسے خوش رنگ تتلیاں رقص کرنے لگی تھیں۔

"تم..... امل شفیق کیا میری تعلیم مکمل ہونے کے بعد مجھ سے شادی کرنا پسند کرو گی۔"

وہ مسکراتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا امل کو ہنسی آگئی "ہم غور کر کے بتائیں گے۔ کہ آیا ہمیں آپ کا پروپوزل قبول کرنا چاہیے یا نہیں۔"

"نہیں..... مت کہنا امل۔" وہ ایک دم سنجیدہ ہوا تھا۔

"مجھے بڑے بڑے ڈائیلاگ بولنے نہیں آتے لیکن مجھے..... سعد کا خیال ہے کہ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔"

"سعد کا خیال ہے۔" امل نے آنکھیں پھیلائیں۔

"اور تمہارا اپنا کیا خیال ہے موحد۔"

"میرا خیال ہے کہ سعد صحیح کہتا ہے۔ مجھے تم سے محبت ہو گئی ہے۔" اس نے بالوں میں انگلیاں پھیریں۔

"پتا ہے جب تمہیں ٹمپریچر ہوا تو میرا بس نہیں چل رہا تھا کہ تمہاری بیماری خود لے لوں۔ تمہاری تکلیف مجھ سے برداشت نہیں ہو رہی تھی اور تب مجھے سعد کی بات کا یقین آگیا کہ مجھے تم سے بہت محبت ہے۔"

"ادھر پاکستان میں تو سال میں تین چار دفعہ فلو ہو جاتا ہے ہمیں۔ یہ تو یہاں آکر مجھے پتا چلا کہ انگلینڈ میں یہ خاصی خطرناک بیماری تصور کی جاتی ہے۔"

"امل بات کو ٹالو مت۔" وہ جھلایا۔

"میں نہیں جانتی موحد دو تین سال بعد کیا ہو گا؟" امل بھی سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"لیکن میرے لیے تمہاری رفاقت باعث فخر ہے۔ میں اپنی زندگی کے آخری سانس تک تمہارے ساتھ ہی رہنا چاہوں گی۔"

"تھینک یو..... تھینک یو امل۔" موحد اس کے خوب صورت اظہار پر ممنون ہوا۔

"امل ہمارا ساتھ بہت مختصر ہے۔ تقریباً نو ماہ پہلے ہم ملے تھے یہ مدت کسی کو جاننے کے لیے شاید بہت کم ہے۔ تم مجھے نہیں جانتیں میری عادات مزاج میری پسند ناپسند۔ میں بہت سادا سا بندہ ہوں امل میری دنیا بہت محدود رہی ہے۔ ماما پاپا اور میں سعد کے علاوہ میرا کوئی گہرا دوست نہیں ہے۔ سات سال سے میری زندگی کا محور صرف ماما رہی ہیں۔ میں نے ہر لمحہ صرف انہیں سوچا..... وہ ٹھیک ہو جائیں گی۔" اس کی آواز بھرا گئی۔

"میں نے یہ سات سال اسی خواب کے سے عالم میں گزارے ہیں میں کبھی بھی بہت سوشل نہیں رہا تم میرے متعلق مزید کچھ جاننا چاہتی ہو پوچھنا چاہتی ہو تو پوچھ لو۔"

"مجھے تم سے کچھ نہیں پوچھنا موحد میں تمہیں تم



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

سے زیادہ جانتی ہوں۔" اس کی سبز آنکھوں میں بلا کی جگمگاہٹ تھی۔

"یاد ہے نا پہلی ملاقات میں تم سے میں نے کیا کہا تھا کہ میرے اندازے کبھی غلط نہیں ہوئے اور پتا ہے پہلی ہی ملاقات میں تم مجھے بہت اپنے اپنے لگے تھے جیسے میں تمہیں ہمیشہ سے جانتی ہوں۔ شاید کزن ہونے کے ناطے تم میں ہشام کی تھوڑی بہت مشابہت تھی یا پھر ہمارے درمیان جو رشتہ تھا اس کی کشش تھی کہ میں بے اختیار تمہیں مخاطب کر بیٹھی تھی۔ ورنہ میں بھی اس طرح کی لڑکی نہیں تھی جیسا تم نے میرے متعلق سوچا تھا۔"

"کیا سوچا تھا میں نے۔" وہ جو ہشام کے متعلق سوچ رہا تھا ایک دم گڑبڑا کر اسے دیکھنے لگا۔

"یہ تو تمہیں پتا ہوگا نا تم نے مجھے غلط نمبر دیا تھا۔" وہ شرارت سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں اس کے لیے تم سے سوری کر چکا ہوں امل۔"

"میں مذاق کر رہی تھی موحد تم سنجیدہ ہو گئے۔" اس سے پہلے کہ موحد کچھ کہتا فون کی بیل ہوئی۔ تو موحد اٹھ کر فون سننے لگا۔ امل نے سوپ کا باؤل اٹھایا اور ایک چمچہ منہ میں ڈالا۔

"فون کس کا تھا؟" امل نے پوچھا۔

"بابا کا تھا وہ کچھ دیر بعد ڈاکٹر احسن کے ساتھ گھر آ رہے ہیں۔ ایکچوئلی ڈاکٹر احسن یہ گھر خریدنا چاہتے ہیں۔"

"تو تم لوگ یہ گھر فروخت کر رہے ہو۔" اسے پتا نہیں کیوں افسوس ہوا تھا۔

"ہاں بابا ہمیشہ کے لیے پاکستان جا رہے ہیں۔ اور میں بھلا اس اتنے بڑے گھر کی کیسے دیکھ بھال کر سکتا ہوں جبکہ مجھے یہاں رہنا بھی نہیں ہے..... میں تو وہاں ہی رہوں گا جہاں مجھے پڑھنا ہوگا اور چھٹیوں میں بابا کے پاس ہی چلا جایا کروں گا۔"

"تمہیں افسوس تو ہوگا موحد وہ گھر جہاں تم نے اب تک کی ساری عمر گزاری۔ جہاں تمہارے بچپن، تمہارے لڑکپن کی یادیں بکھری پڑی ہیں۔ قدم قدم پر تمہاری ماما کی یادیں ہیں۔" وہ اس کے لیے افسردہ ہو رہی تھی۔

"نیچرل بات ہے امل لیکن مجبوری ہے۔ بابا نے کبھی پاکستان جانے کی بات نہیں کی تھی نہ اپنے کسی رشتے کا ذکر کیا تھا لیکن اب ماما کے بعد اچانک ہی انہوں نے پاکستان جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ میں بابا کو روکوں تو شاید وہ رک جائیں۔ شاید نہ جائیں لیکن میں دیکھ رہا ہوں محسوس کر رہا ہوں کہ جب سے وہ پاکستان سے آئے ہیں۔ وہ یہاں بہت مشکل سے وقت گزار رہے ہیں۔ ایک بار بابا نے کہا تھا آدمی کی جڑیں جس زمین میں ہوتی ہیں کبھی نہ کبھی اس زمین کی طرف لوٹنا ہی ہوتا ہے اور میں بابا کو ان کی زمین اور ان کے اپنے رشتوں میں واپس جانے سے منع نہیں کر سکتا۔" اس نے بے حد افسردگی سے کہا۔

"اور تمہاری ماما موحد کیا انہوں نے بھی کبھی اپنے رشتوں کے حوالے سے بات نہیں کی تھی۔" اس نے پوچھا۔

"نہیں ایسا نہیں تھا۔ ماما تو بہت ذکر کرتی تھیں۔ اپنی آپا بہنوئی اور بھانجے بھانجیوں کا۔ والدین کا ان کے بچپن میں ہی انتقال ہو گیا تھا۔ ان کی آپا نے ہی ایک طرح سے انہیں پالا تھا۔ جب تک کومے میں نہیں گئی تھیں۔ اپنی آپا کو فون کرتی رہتی تھیں اور ان سے ملنے کو بے چین رہتی تھیں۔ ان دنوں وہ ان سے ملنے کا پروگرام بنا رہی تھیں۔ اسپتال سے آ کر شاپنگ کرنے نکل جاتیں۔ ڈھیروں شاپنگ کی تھی انہوں نے سب کے لیے اور اس روز جب ماما کی گاڑی کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اس روز انہیں اپنی آپا کی موت کی اطلاع ملی تھی۔ اور وہ پاکستان جانا چاہتی تھیں کہ کسی طرح کوئی سیٹ مل جائے اور وہ آخری بار اپنی آپا کو دیکھ لیں لیکن....." وہ خاموش ہو گیا۔

امل نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھ کر گویا تسلی دی۔

"اور پھر ہم نے کبھی پاکستان جانے کا سوچا ہی نہیں



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ماما کو یوں چھوڑ کر کیسے جاتے۔ میرے کزنز اور خالو نے بھی کوئی رابطہ نہیں رکھا اور ہم بھی ماما کی وجہ سے اتنے ٹینس رہتے تھے کہ کبھی کوشش ہی نہیں کی لیکن اب جب بھی میں پاکستان گیا انہیں ڈھونڈ کر رابطہ کروں گا۔" وہ باؤل اٹھا کر کچن کی طرف چلا گیا تو امل سوچنے لگی کہ یہ موحد عثمان جو اتنا اسمارٹ اتنا خوب صورت ہے۔ ہینڈسم اور شاندار لڑکیاں جسے مڑمڑ کر دیکھتی ہیں لیکن جو اپنے آپ میں مگن رہتا ہے اور جو پتا نہیں کب کیسے اس کے دل کا مکین بن گیا تھا اور جو اسے بہت اچھا لگنے لگا تھا اس نے اس سے شادی کی خواہش کی ہے اور یہ کس قدر حیران کن بات ہے کہ وہ مجھ سے یعنی امل شفیق سے محبت کرتا ہے اور یہ محبت کا اظہار کیا اس طرح کیا جاتا ہے۔" اسے ایک دم ہنسی آ گئی۔

"کیوں ہنس رہی ہو۔" موحد واپس آگیا تھا۔

"بس یونہی۔" اس نے موحد کی طرف دیکھا اور خود بخود ہی اس کی پلکیں جھک گئیں۔

"بس یونہی کیوں۔" موحد نے دلچسپی سے اسے دیکھا۔ امل آج سے پہلے اسے اتنی خوب صورت اتنی اپنی اپنی کبھی نہیں لگی تھی۔ بیمار بیمار سے چہرے اور بکھرے بالوں کے ساتھ وہ اس وقت اسے دنیا کی ساری لڑکیوں سے زیادہ خوب صورت لگ رہی تھی۔

"یونہی۔" امل نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا۔

"مجھے یہ سوچ کر ہنسی آئی تھی کہ دنیا میں سب محبت کرنے والے کیا اس طرح اس انداز میں محبت کا اظہار کرتے ہوں گے۔ کم از کم فلموں اور کہانیوں میں تو ایسا نہیں ہوتا۔"

موحد مسکرایا۔ "میں نے تمہیں بتایا تو تھا کہ مجھے لمبے لمبے ڈائیلاگ نہیں آتے لیکن تمہیں اگر کسی اور طرح کا اظہار پسند ہے تو بتا دو ویسے ہی اظہار کر دیتا ہوں۔" وہ پہلی بار شوخ ہوا تو امل گھبرا کر کھڑی ہو گئی۔

"نہیں بس ایسے ہی ٹھیک ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو۔"

"اور تم سے شادی کرنا چاہتا ہوں اور آخری سانس تک تمہیں ساتھ دیکھنا چاہتا ہوں۔" موحد نے اس کی بات مکمل کی۔

"میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں اور میں تمہارے بغیر۔۔۔" وہ شرارت سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"رکو نا کہاں جا رہی ہو ابھی تو مجھے اور بھی بہت کچھ کہنا ہے۔"

"میں ذرا فریش ہو کر اور چینج کر کے آتی ہوں انکل عثمان کے ساتھ ڈاکٹر احسن بھی آ رہے ہیں نا تو کیا کہیں گے۔"

وہ موحد کی نظروں سے گھبرا کر تیزی سے بیڈ روم میں گھس گئی۔ موحد کے لبوں پر بکھری مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

اور یہ امل شفیق احمد ہے۔ جس نے بہت چپکے سے بہت خاموشی سے اس کے دل میں جگہ بنائی تھی۔ یہ لڑکی جو جب بھی ملتی پہلے سے مختلف اور انوکھی لگتی ہے۔

بے حد مخلص اور بے ریا لڑکی کب اس کے دل میں اتر کر مسند نشین ہوئی کہ اسے پتا ہی نہیں چلا تھا۔ اس کی آنکھوں میں کتنی اپنائیت اور محبت تھی۔ اس نے کتنی ہی بار سعد الطاف کی بات کو جھٹلایا تھا۔

"میرے پاس فالتو وقت نہیں ہے۔۔۔ یہ محبت وحبت بس کتابی باتیں ہوتی ہیں۔" لیکن ہر روپ میں ہر بار ہی وہ اس کے دل میں کھب جاتی تھی۔

"لیکن ہشام۔۔۔" اسے پھر ہشام کا خیال آیا تھا۔ لیکن پھر خود ہی اس نے اس خیال کو جھٹک دیا۔ وہ یقیناً" اس سے اس طرح محبت نہیں کرتی جس طرح مجھ سے لیکن پتا نہیں کیوں وہ بے چین سا ہو گیا تھا۔ اور مضطرب سا ہو کر ادھر ادھر ٹہلنے لگا تھا۔ دل یکدم بجھ سا گیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ تیار ہو کر باہر آئی تو وہ ایک ٹک اسے دیکھے گیا۔ ہلکی سی نقاہت نے اسے جیسے اور دلکش بنا دیا تھا۔

"کیا دیکھ رہے ہو؟" وہ شرمائی تھی۔

"کچھ نہیں۔۔۔ یہ ہشام کا بہت دنوں سے فون نہیں آیا۔" اس نے پوچھا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

"ہاں میرے فون کی بیٹری ختم ہو گئی تھی اس نے ضرور کیا ہو گا۔"

امل نے بغور اسے دیکھا اور مدھم سی مسکراہٹ اس کے لبوں پر نمودار ہوئی۔

"تم شامی کے متعلق سوچ رہے تھے نا۔" ہمیشہ کی طرح اس نے بالکل ٹھیک اندازہ لگایا تھا۔

"ویسے تم مجھ سے پوچھ سکتے ہو جو کچھ تمہارے دل میں ہے۔"

"نہیں۔" وہ سٹپٹایا۔

"میرے دل میں کچھ نہیں ہے۔ وہ تو یونہی تم نے اتنے دنوں سے اس کے فون کا ذکر نہیں کیا تو۔"

"شامی اور میں بچپن سے اکٹھے ہیں۔ ہم عمر ہیں۔ ایک ہی اسکول میں ایجوکیشن حاصل کی۔ اولیول تک ہم ایک ہی سکول میں رہے۔ وہ میرا بہت اچھا دوست ہے۔ بھائیوں جیسا۔ اس نے ہمیشہ میرا ایسے خیال رکھا جیسے بڑے بھائی رکھتے ہیں۔ حالانکہ وہ مجھ سے صرف چند دن بڑا ہے میں اس سے محبت کرتی ہوں اتنی کہ اگر وہ تکلیف میں ہو گا تو میں اس تکلیف کو اپنے دل پر محسوس کروں گی ہر محبت کی خوشبو اور اس کا رنگ الگ ہوتا ہے موحد میں اس سے جو محبت کرتی ہوں اس کا رنگ اور خوشبو الگ ہے اور تمہارے لیے میرے دل میں جو جذبہ ہے وہ بالکل الگ ہے۔ اس کا رنگ انوکھا اور اس کی خوشبو نرالی ہے مست کر دینے والی انوکھی سی اس سے پہلے میں نے ایسا جذبہ ایسی خوشبو کبھی محسوس نہیں کی۔"

اس نے تفصیل سے بات کی اور موحد نادم سا ہو گیا۔ یہ چھوٹی سی لڑکی پوری جادوگرنی ہے۔ پتا نہیں کیسے اندر تک کی خبر ہو جاتی ہے اسے اور پھر کتنی آسانی سے ہر بات کہہ دیتی ہے۔

"تم بتاؤ تمہیں ہشام کیسا لگا۔"

اس نے یکدم بیٹھتے ہوئے پوچھا اور یہ بھی اس کی عادت تھی بات کرتے کرتے ایک دم ہی کوئی بالکل مختلف بات شروع کر دیتی تھی۔

"ہشام۔" موحد کی آنکھوں کے سامنے ہشام آ گیا۔ اسے گلے لگائے اس کی ماما کا پرسہ دیتا ان کے جنازے کو کندھا دیتا۔ وہ عمر میں موحد سے چھوٹا تھا لیکن قد میں وہ دونوں برابر تھے۔ بلکہ ہشام کا قد موحد سے آدھ انچ بڑا ہی تھا۔ ہشام سے اس کی ملاقات بہت مختصر رہی تھی۔ بہت زیادہ بات چیت نہیں ہوئی تھی ان کے درمیان لیکن جس روز عبدالرحمن نے ایک ساتھ دونوں کو اپنے دونوں بازوؤں میں لیتے ہوئے عثمان ملک سے کہا تھا۔

"عثمان میں موحد کو دیکھ کر بہت خوش ہوں۔ میرا ہشام اکیلا نہیں ہے اس کا بازو ہے۔ میرا بھتیجا' میرا بیٹا اس کا غمگسار۔" اور اس وقت اسے بھی لگا تھا کہ وہ اب اکیلا نہیں ہے کوئی ہے اس کا اپنا اس کا کزن بھائی تنہا نہیں رہا وہ۔

وہ ہولے ہولے بتا رہا تھا اور امل بہت دلچسپی سے سن رہی تھی۔ اس کی سبز آنکھوں میں بے پناہ چمک تھی اور گلابی ہونٹوں پر دلکش مسکراہٹ۔

"میں نہیں جانتا تھا کہ ایک دن اچانک مجھے پتا چلے گا کہ میرا ایک تایا زاد بھائی ہے اور ایک پیاری سی کزن ہے۔ رشتوں کے معاملے میں خود کو میں خاصا غریب سمجھتا تھا لیکن اب میں یکدم مالا مال ہو گیا ہوں۔"

"اور وہ تمہارے خالہ زاد بہن بھائی بھی تو ہیں نا۔"

"ہاں ہیں تو۔" وہ مسکرایا۔ اور تب ہی ڈور بیل ہوئی۔

"اوہ بابا آ گئے۔" وہ گیٹ کھولنے چلا گیا اور پھر ڈاکٹر عثمان اور ڈاکٹر احسن کے ساتھ اندر آیا۔

"السلام علیکم۔" اس نے کھڑے ہوتے ہوئے سلام کیا۔

"کیسی ہے اب میری بیٹی۔" انہوں نے اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا۔

"آج تو بہت بہتر ہوں انکل۔"

"ڈاکٹر احسن۔" انہوں نے ڈاکٹر احسن سے اس کا تعارف کروایا۔

"یہ میری بھانجی ہے امل شفیق.... شفیق سے تو تم مل چکے ہو۔"



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"جی اور امل سے بھی ملاقات ہو چکی ہے میری۔"
ڈاکٹر احسن کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی اور اگر ڈاکٹر احسن اپنے چہرے پر ہر وقت اتنی سنجیدگی طاری نہ رکھیں تو بہت اچھے لگیں۔
اس نے سوچا اور ڈاکٹر عثمان کی طرف دیکھا۔ ہر بار کی طرح اس نے سوچا کہ ڈاکٹر عثمان کے چہرے پر داڑھی کتنی سجتی ہے اور اس کا اظہار بھی کر دیا۔ ڈاکٹر عثمان اور موحد کے لبوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی جبکہ ڈاکٹر احسن سختی سے لب بھینچے صوفے پر بیٹھ گئے اور اس نے اندازہ لگایا کہ ڈاکٹر احسن کی زندگی میں ضرور کہیں کچھ غلط ہوا ہے۔ کوئی حادثہ کوئی المیہ موحد اٹھ کر کچن میں گیا تو وہ بھی کچن میں آ گئی موحد گلاسوں میں جوس ڈال رہا تھا۔
"تم خاصے سگھڑ ہو موحد۔"
"اب یہ مت کہنا کہ تمہاری بیوی بڑے فائدے میں رہے گی کیونکہ وہ تم ہی ہو گی اور فائدہ تمہیں ہی ہو گا۔"
"لیکن میں تمہیں کچن کا کام کہاں کرنے دوں گی۔ یہ عورتوں کا شعبہ ہے اور میں خود بڑی سگھڑ ہوں۔ دادی نے مجھے ہر فن میں طاق کر چھوڑا ہے۔"
"ہاں اس کا اعتراف تو میں بھی کروں گا کہ تم زبردست ککنگ کرتی ہو۔ سعد تو دیوانہ ہے تمہارے پکے کھانوں کا۔" اس نے گلاس ٹرے میں رکھے۔ امل نے ٹرے اس کے ہاتھ سے لے لیا اور لاؤنج میں آ گئی۔ ڈاکٹر عثمان اور ڈاکٹر احسن باتوں میں مصروف تھے۔ ڈاکٹر عثمان نے اس کی طرف دیکھا۔
"تھینک یو بیٹا... اور ہاں ڈاکٹر احسن ڈنر ہمارے ساتھ ہی کریں گے۔"
"نہیں... نہیں ڈاکٹر عثمان میں اتنی دیر نہیں رکوں گا۔" انہوں نے جوس کا گلاس لیتے ہوئے کہا۔
"بچے ایک دوست کی برتھ ڈے پارٹی میں شرکت کے لیے گئے ہوئے ہیں مجھے انہیں پک کرنا ہے۔"
"تو بھابھی پک کر لیں گی ڈاکٹر احسن۔" ڈاکٹر عثمان نے بھی جوس کا گلاس پکڑ لیا۔

"محسنہ اگر بھول گئی انہیں پک کرنا تو۔ یہ عورتیں بڑی لاپروا ہوتی ہیں ڈاکٹر عثمان۔ ان کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا بچے وہاں انتظار کرتے رہیں اور یہ محترمہ گھر میں ٹی وی دیکھتی رہیں اور یاد ہی نہ رہے کہ انہیں لے کر آنا ہے۔" ڈاکٹر احسن یکدم بولے تھے۔
امل ایک گہرا سانس لے کر صوفے پر بیٹھ گئی۔
"اگر آپ مائنڈ (برا نہ مانیں تو) نہ کریں انکل احسن تو ایک بات کہوں۔" ڈاکٹر احسن نے جوس کا گھونٹ لیتے ہوئے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔
"میرے خیال میں بچوں کی کیئر ماں' باپ کے مقابلے میں زیادہ کرتی ہے۔ اسے بچوں کا زیادہ خیال ہوتا ہے۔ جبکہ باپ لاپروا ہوتے ہیں۔ وہ بچوں کے متعلق اتنے حساس نہیں ہوتے جتنی ماں ہوتی ہے... یہ نہیں کہ باپ کو محبت نہیں ہوتی اولاد سے 'ہوتی ہے۔ بہت ہوتی ہے لاڈ کرتے ہیں لیکن ماں تو ماں ہوتی ہے۔"
"یہ آپ کا خیال ہے بیٹا جی جبکہ حقیقت میں ایسا نہیں ہوتا۔" ڈاکٹر احسن نے اپنے اسی سنجیدہ انداز میں کہا۔
"وہ مائیں اور ہوتی تھیں میری والدہ کے بقول جو اولاد کے لیے جگر سیاڑ (جلا) دیتی تھیں۔ خود مٹ جاتی تھیں راکھ ہو جاتی تھیں لیکن اولاد کو گرم ہوا سے بھی بچاتی تھیں لیکن یہ آج کل کی مائیں یہ کیا جانیں اولاد کی..."
"معاف کیجیے گا انکل۔" امل نے ان کی بات کاٹی۔
"ماں تو ماں ہی ہوتی ہے چاہے وہ کسی زمانے کی ہو۔ اس کے سینے میں جو دل دھڑکتا ہے وہ ماں کا دل ہوتا ہے جس میں اولاد کی محبت ہر محبت پر حاوی ہو جاتی ہے۔ اولاد کے سامنے باقی سارے رشتے بے معنی ہو جاتے ہیں۔ میں ایک ایسی ماں کو جانتی ہوں جس نے اپنی زندگی اپنے ابنارمل بچوں کے لیے وقف کر دی۔

(باقی آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ناولٹ

شبانہ شوکت

# اے غمِ جانِ دل

"امی کیا کیا بنالیا ہے افطاری کے لیے؟" روبیلہ نے بے تابی سے چیک کرنا شروع کیا۔ نائلہ مسکرائیں، وہ اس کی بے تابی کی وجہ جانتی تھیں، وہ کٹا ہوا فروٹ کریم میں مکس کررہی تھیں۔

"یہ تو ہے فروٹ سیلڈ، یہ چنے کی چاٹ ہے۔ چکن رولز اور چکن بائٹس بھی ہیں۔ آم کا شیک اور اورنج اسکوائش بھی ہیں۔"

دودھ سوڈا کا دل ہے تو اپنے ابو کو فون کردو آتے ہوئے لے آئیں گے، مزید کچھ چاہیے تو بتادو، میں بنادوں گی۔"

"نہیں امی کافی ہے، اب یہ سب مجھے آدھا کرکے نکال دیں، میں مشعل کو دے آؤں۔"

وہ ہنس پڑی تھیں، انہیں پہلے سے معلوم تھا کہ وہ یہی کہے گی۔ انہوں نے سب کچھ الگ سے ڈال کر ٹرے بنا کر اسے تھمادی، ساتھ ہی رفیعہ کی بیٹی چندا کو شیک کا جگ پکڑا کر بھیجا تھا۔

آج پہلا روزہ تھا، شدید گرمی کے گرم ترین اور طویل روزے کی افطاری میں پیاس کی شدت سے نڈھال روزہ دار، سوائے پینے کے کھانے کی طرف تو آتے ہی نہ تھے، مگر انہوں نے بچوں کی پسند کی کچھ چیزیں تیار کی تھیں۔ ہر سال رمضان میں روبیلہ اسی طرح بہت اہتمام سے مشعل کے لیے افطاری لے جایا کرتی تھی۔ وہ بھی جواباً" کچھ نہ کچھ بھجواتی تھی۔ مشعل کے حالات اوسط درجے کے تھے۔ اس کے والد کی اچھی ملازمت تھی، مشعل کا بھائی ہادی ابھی تعلیم حاصل کررہا تھا، تو صرف والد کی آمدنی سے گاڑی کھینچی جارہی تھی۔ جبکہ روبیلہ کے ابو اپنا بزنس کرتے تھے اور ساتھ ہی گاؤں میں موجود زمینوں کی آمدنی بھی آیا کرتی تھی سو ان کے حالات بہت اچھے تھے۔ حالانکہ یہ شدید گرمیوں کے روزے تھے مگر سارا دن اے سی میں گزار کر روزے کا کچھ خاص پتا نہ چلتا تھا، اسٹینڈ بائے جنریٹر کی سہولت بھی موجود تھی۔ لائٹ کی آنکھ مچولی جو متوسط طبقے کا ناک میں دم کیے رکھتی تھی جنریٹر کی عظیم الشان سہولت میسر ہونے کے سبب انہیں کبھی ڈسٹرب نہ کرپائی تھی۔ روبیلہ، روبیل اور امی ساری رات جاگتے تھے۔ عبادت، گپ شپ اور سحری کی تیاری سب ساتھ ساتھ چلتا تھا۔ جاگنے کی وجہ سے کھانا، پینا بھی ساتھ ساتھ چلتا رہتا تھا اور نتیجہ یہ کہ فجر کی نماز پڑھ کر سوتے تو تین ساڑھے تین بجے اٹھ کر بمشکل ظہر ادا کرتے۔ صبح سے جاگتے جاگتے عصر ہوجاتی، پھر روبیل تو مسجد چلا جاتا اور وہ دونوں ماں بیٹی رفیعہ کے ساتھ افطاری کی تیاری میں لگ جاتیں۔

ان کی نسبت مشعل اور اس کے گھر والے پیاس کی شدت اور نقاہت سے نڈھال ہوجاتے پر ایمان ایسا پختہ کہ روزہ چھوڑنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ وہ صبح فجر کے بعد بھی نہیں سوتی تھی کیونکہ ابو اور ہادی کے چلے جانے کے بعد وہ سارے گھر کی صفائی ستھرائی کرتی، اگر مشین لگانی ہوتی تو وہ لگالیتی اور اپنے، بھائی، ابو اور امی کے کپڑے استری کرکے پھر ہی سوتی تھی۔ ظہر سے پہلے اٹھ کر پہلے قرآن پاک کی تلاوت کرتی پھر نماز ادا کرکے، تسبیحات وغیرہ امی کے ساتھ مل کر پڑھتی، پھر شام کو امی کے ساتھ ہی لگ جاتی افطاری کی



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

تیاری، کھانا پکانا، برتن دھونا، سب کاموں میں وہ امی کا مکمل ساتھ دیتی۔

اس دفعہ بھی روزے سخت گرمی کے تھے، ایمان والوں کی سخت آزمائش، جس میں صرف ایمان والے ہی پورے اتر سکتے ہیں۔ پہلا روزہ تھا تو جوش خروش بھی زیادہ تھا۔ اس نے شربت کے لیے چینی گھولی اور تربوز لے کر باہر آئی تو روبیلہ کو دیکھتے ہی خوشی سے چہکی تھی۔

"آہا، روبیلہ آئی ہے مع افطاری کے۔"

روبیلہ نے مسکراتے ہوئے ٹرے اس کے حوالے کی اور خود وہیں موجود تخت پر بیٹھ گئی، رابعہ خالہ افطاری کے لیے پکوڑوں کا آمیزہ تیار کر رہی تھیں، اسے دیکھ کر مسکراتی ہوئی پاس آگئیں "کیسا گزرہ پہلا روزہ؟"

"ارے دن خالہ، پتا بھی نہیں چلا۔"

"ہاں پہلا روزہ تو اتنا لگتا بھی نہیں ہے، خاصی

Download From Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

توانائی ہوتی ہے بندے کے اندر' یہ تو پھر آہستہ آہستہ کمزوری ہونے لگتی ہے پر اس کا بھی اپنا ایک مزا ہے۔"

مشعل ٹرے کچن میں رکھ کر خود اس کے پاس آبیٹھی۔

"آج برتن رہنے دو' کل میں کچھ خاص بنا کر بھیجوں گی۔"

"تم رہنے دو یہ تکلفات اور برتن واپس دو۔"

"ارے نہیں' اس نے اس دفعہ بہت کچھ بنانے کا سوچ رکھا ہے' تم بھی چیک کرنا کیا کیا بناتی ہے۔"

"ہادی اور چاچو نہیں آئے آفس سے؟" اس نے متلاشی نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔

"آچکے ہیں' آتے ہی نہا کر پنکھے کے نیچے جا کر لیٹ گئے ہیں۔" خالہ نے ہنستے ہوئے بتایا۔

"اور ہادی بھائی نیٹ پر باقی وقت گزارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔" مشعل نے اس کے مطلب کی بات کی تھی۔ وہ اسے گھور کر رہ گئی۔ روبیلہ ہادی کو پسند کرتی تھی' یہ بات مشعل اچھی طرح جانتی تھی اور شاید جانتا تو ہادی بھی تھا' تب ہی تو وہ روبیلہ سے مخاطب ہوتے وقت روکھا ہو جاتا تھا وہ اتنے اونچے خواب دیکھنا افورڈ نہیں کر سکتا تھا' افطار کرتے ہوئے مشعل نے چکن پائنس کی پلیٹ اس کے آگے بڑھائی۔

"بھائی یہ کھا کر دیکھیں۔"

"کس نے بنائے ہیں؟" اس نے بھنویں اچکائیں۔

"روبیلہ نے' اتنے مزے کے ہیں۔" اس نے چٹخارہ لیا۔

"امی یہ پکوڑے تو آپ نے خود بنائے ہیں نا؟" اس نے مشعل کی بڑھائی پلیٹ کو نظرانداز کر کے پکوڑوں کی ڈش اپنے آگے کھینچی۔

"ہاں بیٹا اور یہ چٹنی بھی۔" انہوں نے چٹنی کی پیالی اس کے قریب کی۔

"میری ماں کے ہاتھ کی لذت کے آگے سب بے کار ہے۔" وہ بڑی دلجمعی سے پکوڑے کھانے لگا' چکن پائنس کو مکمل نظرانداز کر کے گہری سانس لیتی مشعل نے پلیٹ اپنی طرف کھینچ لی تھی۔

اس کی یہی نظراندازی' یہ پہلو تہی روبیلہ کو مزید دیوانہ بنا رہی تھی۔ وہ پانچویں روزے کی افطاری کے بعد کا وقت تھا' روبیلہ ان کی طرف آئی ہوئی تھی اور دونوں چھت پر بیٹھی چائے پینے کے ساتھ خوب گپیں لگا رہی تھیں۔

"مشی تمہیں احساس ہے کہ امی نیچے اکیلی کھانا بنا رہی ہیں اور تم یہاں بیٹھی باتیں بگھار رہی ہو۔" ہادی اچانک اوپر آیا تھا۔ وہ دونوں اچھل پڑیں۔

"توبہ ہے بھائی' میں سارے برتن دھو کر' چائے بنا کر امی کی اجازت سے اوپر آئی ہوں' انہوں نے خود کہا ہے کہ وہ کھانا بنالیں گی۔"

"تمہیں خود احساس کرنا چاہیے تھا' انہوں نے کہا اور تم نے شکر کیا' ایک تو گرمی اتنی شدید ہو رہی ہے' پھر روزہ کھول کر تو ہم جیسوں کا حال برا ہو جاتا ہے' وہ تو پھر ہائی بلڈ پریشر کی مریض ہیں' ذرا نیچے جا کر ان کا حال تو دیکھو۔" وہ تو صحیح کا تپا ہوا تھا۔

"میں چلتی ہوں۔" روبیلہ نے کھسکنے میں ہی عافیت جانی۔ اس کے جاتے ہی وہ پھر سے شروع ہو گیا۔

"وہ تو ہے امیر زادی' ساری رات جاگتی ہے' کمپنی کے لیے کوئی بندہ چاہیے تو تمہارے پاس آجاتی ہے یا تمہیں بلا لیتی ہے' پھر سارا دن مزے سے سوتی رہتی ہے' کام کاج کے لیے ملازم ہیں' کوئی ٹینشن نہ فکر' تمہیں تو پتا ہونا چاہیے کہ امی اتنے کام نہیں کر سکتیں اس لیے تم بھی اس طرح بے فکر ہو کر باتوں میں ٹائم انجوائے نہیں کر سکتیں' ہاں اگر کوئی کام نہیں تو پھر بے شک جو جی چاہے کرو' جیسے چاہے انجوائے کرو۔"

"جی بھائی۔" دھیمی آواز میں کہتی ٹرے لے کر نیچے آئی اور کچن میں چولہے کے آگے کھڑی پسینے میں تر بتر ماں کو دیکھ کر خود شرمندگی کے سمندر میں ڈوب گئی' پھر اس نے زبردستی امی کو چولہے کے آگے سے ہٹایا اور خود روٹیاں پکانے لگی تھی۔

✲ ✲ ✲



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

روبیلہ نے اپنی عید کی شاپنگ کی تو ہمیشہ کی طرح مشعل کے لیے بھی سوٹ اور چوڑیاں لائی تھی۔ صبح ہوتے ہی اسے دینے چل پڑی۔

"مشی، مشی کہاں ہو؟"

"آؤ بیٹا! وہ صفائی کر کے نہانے گئی ہے، بس آتی ہی ہوگی۔" رابعہ خالہ سامنے تخت پر بیٹھی قرآن پاک پڑھ رہی تھیں، مسکرا کر ایک طرف کھسک گئیں۔ وہ ان کے پاس ہی بیٹھ گئی، کچھ ہی دیر میں مشعل آگئی۔

"صفائی کر کے تو روزہ لگنے لگ گیا، میں نے کہا نہاؤں تو کچھ ٹھنڈ پڑے۔" وہ مسکراتی ہوئی پاس آبیٹھی۔

"یہ میں تمہارے لیے لائی ہوں۔ میرا سوٹ بھی ایسا ہی ہے، بس تھوڑا سا فرق ہے، دونوں ساتھ ہی چلیں گے ٹیلر کے پاس۔"

"بہت شکریہ آپ کے عید کے گفٹ کا۔" وہ مسکراتی ہوئی اس سے لپٹ گئی۔ "آج تو گیارہ بجے ہی اٹھ گئی ہو۔"

"ہاں تمہیں سوٹ دینے کے چکر میں، اب ٹیلر کے پاس جانے کا طے کرو کب جانا ہے۔"

"ہوں" وہ ہونٹوں پر انگلی رکھ کر سوچنے لگی۔ "ایسا کرتے ہیں عشا کی نماز، تراویح سے فارغ ہو کر چلیں گے، پھر ٹائم کی فکر نہیں ہوگی۔"

"چلو ڈن ہے۔"

✡ ✡ ✡

"مشعل یہ کچھ پیسے رکھ لو، تم ان سے اپنی اور روبیلہ کی سوٹ کے ساتھ کی میچنگ جوتی لے لینا۔"

جب وہ ٹیلر کی طرف جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی تو امی نے اسے روپے تھمائے، وہ خوشی سے اچھل پڑی۔

"تھینک یو امی۔"

"ویلکم بیٹا، تمہارے ابو نے کہا ہے کہ وہ بیسویں روزے تک عید کی شاپنگ کے لیے روپے دے دیں گے تو تم اپنی پسند سے بھی ایک سوٹ لے لینا۔" وہ مسکرائیں۔

"نہیں امی میں دو لوں گی۔" وہ ٹھنکی۔

"بیٹا۔ اتنی گنجائش بھی تو دیکھوں گی نا، اب روبیلہ نے تمہیں سوٹ دیا تو میں نے تمہیں اس کی جوتی کے لیے پیسے دیے ورنہ ان ہی پیسوں سے تمہارا ایک اور سوٹ لے لیتی، پھر بھی دیکھوں گی۔"

"اوکے امی۔" اس نے گہری سانس آزاد کی تھی۔

متوسط طبقے کے بچے، بچپن سے سمجھوتوں اور مصلحتوں کے عادی ہو جاتے ہیں یا بنا دیے جاتے ہیں۔

✡ ✡ ✡

روبیلہ کی امی کی کزن جو ان کی بچپن کی دوست بھی تھیں عید کے دوسرے دن ان کی گھر آگئیں بالکل اچانک، امی کا تو خوشی سے برا حال تھا۔

"مجھے تو یقین ہی نہیں آرہا لیلی کہ تم آئی ہو، تم تو امریکہ میں تھی نا، کب آئی ہو وہاں سے۔ مجھے تو کسی نے اطلاع تک نہیں دی۔"

"ایک ماہ ہوا ہے آئے ہوئے، بس اب تو ہمیشہ کے لیے ہی آگئے ہیں۔ احمد نے یہاں اپنا ہوٹل کھولنے کا ارادہ کیا ہوا ہے۔ اسی بھاگ دوڑ میں لگے رہتے ہیں۔ حدید نے فارمیسی میں ماسٹرز کیا ہے اور بہت اچھی کمپنیوں سے آفرز آرہی ہیں، میں نے کہا پھر تم بھی اپنے ڈیڈ کی طرح مصروف ہو جاؤ گے، اس لیے ابھی مجھے نائلہ سے ملوا لاؤ۔"

ان کا بیٹا حدید ان کے ساتھ ہی آیا تھا، بلاشبہ بہت زبردست پرسنالٹی کا مالک تھا اور بہت ہی لیے دیے انداز کا مالک، نائلہ اور شکیل ان کی خاطر مدارت میں کوئی کسر نہیں چھوڑ رہے تھے۔ آخر وہ ایک ہونہار، قابل اور خوب صورت بیٹے کی ماں تھیں اور وہ ایک عدد بیٹی کے والدین تھے جو جوان اور شادی کے قابل تھی، سو ایسا کرنا بنتا ہی تھا۔ جاتے جاتے وہ روبیلہ کے لیے پسندیدگی کا عندیہ دیتی گئیں۔

نائلہ اور شکیل تو بلاشبہ بہت خوش تھے پر روبیلہ پر تو یہ خبر بجلی بن کر گری تھی۔ وہ جو ہادی کے عشق میں



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

یہ شمارہ پاک سوسائٹی ڈاٹ کام نے پیش کیا ہے

پاک سوسائٹی خاص کیوں ہیں:-

ہائی کوالٹی پی ڈی ایف
ایڈ فری لنکس
ایک کلک سے ڈاؤنلوڈ
ڈاؤنلوڈ اور آن لائن ریڈنگ ایک پیج پر
کتاب کی مُختلف سائزوں میں اپلوڈنگ
ناولز اور عمران سیریز کی مُکمل رینج

Click on http://paksociety.com to Visit Us

پاک سوسائٹی کو فیس بُک پر جوائن کریں http://fb.com/paksociety

پاک سوسائٹی کو ٹوئٹر پر جوائن کریں http://twitter.com/paksociety1

پاک سوسائٹی کو گُوگل پلس پر جوائن کریں https://plus.google.com/112999726194960503629

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گُوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

ہمیں فیس بک پر لائک کریں اور ہر کتاب اپنی وال پر دیکھنے کے لئے امیج پر دی گئی ہدایات پر عمل کریں:-

http://paksociety.com

نجانے کب سے مبتلا تھی' اس کے گھر پھیرے' کبھی بلاوجہ تو کبھی بہانے سے لگاتی تھی۔ صرف اس بے مہر کی خاطر جو اس سے کبھی سیدھی منہ بات کرنے کا روادار نہیں ہوتا تھا۔ اب یہ کیا ہونے جارہا تھا۔ وہ کیا کرسکتی تھی اسے روکنے کے لیے۔

"کیا ہوا بیلہ' تم کیوں اتنی پریشان دکھائی دے رہی ہو؟" مشعل نے متفکر ہو کر اسے دیکھا' وہ بہت مرجھائی ہوئی تھی۔

"لیلیٰ آنٹی نے اپنی بیٹے حدید کے لیے میرا رشتہ مانگا ہے؟" اس نے بہت دھیمی آواز میں بم پھوڑا تھا' مشعل بدک کر پیچھے ہوئی تھی۔

"وہ تمہاری بہت امیر سی آنٹی' جو ابھی گئی ہیں؟ اب کیا ہوگا خالہ اور چاچو ہاں تو نہیں کردیں گے۔"

"یقیناً" کردیں گے' امی نے تو رات کو مجھ سے رائے بھی لی ہے۔"

"پھر تم نے کیا کہا؟" اس نے بے تابی سے پوچھا۔

"بہت ٹالنے کی کوشش کی مگر امی اپنا فیصلہ سنا کر چلی گئیں۔"

"ہائے یہ تو بہت برا ہونے لگا ہے۔" مشعل رو پڑی تھی' اس نے روبیلہ کے لیے' اپنے بھائی کے حوالے سے کیا کیا خواب دیکھ رکھے تھے اور یہ کیا ہونے لگا تھا۔ روبیلہ کے آنسو بھی بے اختیار ہوگئے تھے۔

"پلیز بیلہ انہیں روکو' کسی بھی طرح منع کردو۔"

"کیسے' کیسے منع کروں' میں اکیلی کر بھی کیا کرسکتی ہوں' میری پاس کیا وجہ ہے انکار کے لیے۔" مشعل چپ کی چپ رہ گئی' کہتی بھی کیا۔

☆ ☆ ☆

ہاں ہوتے ہی منگنی کی تاریخ طے پاگئی' ایک فائیو اسٹار ہوٹل کے لان میں منگنی کے فنکشن کا انعقاد کیا گیا تھا۔ مرجھائی ہوئی روبیلہ کو مہمانوں کے سامنے ہنستے مسکراتے فریش ہونے کا تاثر دینا پڑ رہا تھا' وہاں مشعل نے ہادی کے آگے ڈھیروں آنسو بہائے تھے' وہ اس کا سر تھپک کر اٹھ گیا تھا' روبیلہ کے ساتھ مشعل ہی پار لر گئی تھی اور خود بھی وہیں سے تیار ہوئی تھی' دل کا حال تو اللہ ہی جانے پر اوپر سے تو خوش نظر آتا تھا سو وہ ہلکی پھلکی باتیں کرکے ماحول کی کثافت کو کم کرنے کی اپنی سی کوشش میں مصروف تھی۔

"حدید بھائی دکھتے کیسے ہیں۔ میں تو ان کو دیکھنے کے لیے بہت پرجوش ہورہی ہوں۔" روبیلہ پر چھائی افسردگی دیکھ کر اس نے زبردستی کی بشاشت دکھائی۔

"اچھے ہیں" وہ اتنی مدھم آواز میں بولی کہ اسے باقاعدہ کان لگا کر سننا پڑا اور مشعل جو سمجھتی تھی ہادی بھائی روکھے اور روڈ سے ہیں' اسے دیکھ کر پتا چلا کہ وہ تو ہادی کو بہت پیچھے چھوڑے ہوئے تھا اکھڑا' بے زار انداز' اتنی شاندار پرسنالٹی' مہنگی ترین ڈریسنگ سب سے بڑھ کر اتنی حسین منگیتر پہلو میں موجود اور وہ اتنا خشک اور اکتایا ہوا جیسے مارے باندھے وہاں بیٹھا ہوا تھا وہ جو ایک منگنی کا مخصوص منظر دکھائی دیتا ہے۔ جس میں لڑکے کی والہانہ نگاہیں' بہانے بہانے لڑکی پر آٹکتی ہیں' بہانے سے منگیتر کو مخاطب کرنا' کچھ بھی نہیں' یہاں تو ایسی کوئی بات ہی نہیں تھی روبیلہ اپنی ہی سوچوں میں گم تھی' بہت سے مشترکہ کزنز تھے جو ہنسی مذاق اور چھیڑ چھاڑ کررہے تھے لیکن وہ کسی چیز میں دلچسپی نہیں لے رہا تھا' مشعل کتنی دیر دیکھتی رہی پھر آگے بڑھی۔

"السلام علیکم حدید بھائی" وہ اپنے فون کی اسکرین پر کچھ تلاش کررہا تھا' جھکے سر کے ساتھ نظر اٹھائی اور کچھ دیر کے لیے اسی پوزیشن میں جمارہ گیا تھا' وہ کون تھی' اپسرا' فیری' سنڈریلا وہ کون سا استعارہ اس کے لیے استعمال کرتا۔ جس نے آتے ہی اس کے حواس منجمد کردیے تھے' وہ جو آج تک کسی کو اہمیت نہ دے پایا تھا' وہ اپنی ہی چاہت میں مبتلا تھا' اسے ایسی کوئی نظر ہی نہیں آئی بلکہ کسی نے اس کے دل کو چھوا ہی نہیں' اس کے احساسات کو چھیڑا ہی نہیں' اس کی روح تک کسی کی رسائی ہو ہی نہ پائی تھی اور یہ ساحرہ' اس نے کیا اسم پڑھ کر پھونکا تھا کہ وہ مجسمے میں تبدیل ہوگیا تھا' کیا جادو تھا ان حسین آنکھوں میں کہ وہ اپنے اندر ہونے والی ہلچل سے گھبرا گیا اور گھبرا تو وہ بھی گئی تھی' اس کی



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کب سے خود پر جمی نظریں دیکھ کر، تبھی تو بدک کر پیچھے ہٹی تھی اس کے بدکنے پر وہ بھی چونک کر سیدھا ہو بیٹھا، وہ اسٹیج سے نیچے اتر کر لوگوں کے ہجوم میں گم ہو گئی تھی۔ کافی دیر بعد جب وہ نظر نہیں آئی تو روبیلہ نے ماں سے پوچھا تھا۔

"امی یہ مشعل کہاں ہے؟" حدید کو لگا شاید یہ اسی کا نام تھا اس نے اطراف میں نگاہ دوڑائی مگر وہ کہیں نہیں تھی، روبیلہ نے گھر آکر بھاری لباس سے جان چھڑا کر اسے فون کیا تھا۔

"مشی کی بچی ذرا میرے ہاتھ تو آؤ، دیکھنا میں کیا کرتی ہوں تمہارے ساتھ؟"

"ارے ارے کیا ہو گیا؟ مجھ غریب سے کیا قصور سرزد ہوا ہے؟"

"قصور کی کچھ لگتی، مجھے وہاں چھوڑ کر ایسی غائب ہوئیں کہ کوئی پتا ہی نہیں۔"

"یار کچھ مت پوچھو، میرے پیٹ میں ایسا شدید درد اٹھا کہ میں بتا نہیں سکتی، کتنے چکر واش روم کے لگائے تو امی تنگ آکر مجھے گھر لے آئیں، ٹیبلیٹس دی ہیں اب کچھ بہتر ہوں۔"

"ہائے، میں ایسے ہی غصہ کرتی رہی، اب کیسی طبیعت ہے؟ میں آؤں تمہیں دیکھنے کے لیے؟"

"نہیں نہیں اب تو بہت آرام ہے اور میں سونے لگی ہوں۔"

"کل آؤ گی یا میں آجاؤں؟"

"تم ہی آجانا، بائی دا وے یہ لیلیٰ آنٹی لوگ رکیں گے یا چلے جائیں گے۔"

"کل جا رہے ہیں، ان کے جانے کے بعد ہی میں آپاؤں گی۔ اوکے، اچھا اللہ حافظ اینڈ گڈ نائٹ۔"

☆ ☆ ☆

لیلیٰ اور ان کی فیملی واپسی کے لیے تیار تھیں اور وہ سب انہیں گیٹ تک الوداع کہنے آئے تھے "فردا" "فردا" ملتے اور الوداعی کلمات کہتے باہر کھڑی گاڑی تک آپہنچے تھے، "دفعتاً" سامنے والا گیٹ کھلا اور ہادی اپنی بائیک دھکیلتا ہوا باہر آیا، پیچھے ہی مشعل تھی، وہ دونوں غالباً" کہیں جا رہے تھے، ایک دوسرے کو سامنے پا کر سب ہی ٹھٹک گئے تھے۔

"آؤ ہادی، ان سے ملو" شکیل نے اس کا تعارف سب سے کروایا، مشعل سمٹی سمٹی سے ہادی کے پیچھے کھڑی تھی۔

"یہ تم کس سے چھپ رہی ہو، ادھر آؤ، لیلیٰ سے تو ملو۔" نائلہ نے پیار سے گھر کا۔ حدید ساکت و منجمد صرف اسے دیکھ رہا تھا، کل سے اسے دوبارہ دیکھنے کی خواہش کیسی مچل رہی تھی دل میں، اسے تو اس کا نام بھی معلوم نہیں تھا کہ بہانے سے ہی کسی سے کچھ پوچھ لیتا۔ ہادی نے ناگواری سے اس کی نظروں کا زاویہ دیکھا تھا اور غیر ارادی طور پر مشعل کے سامنے کھڑا ہو گیا، بائیک اسٹارٹ کی، مشعل کو بیٹھنے کا اشارہ کیا اور زن سے بائیک لے اڑا۔

روبیلہ جو اتنی دیر سے ہادی کو ہی دیکھ رہی تھی، ہادی کا چونکنا، ناگواری سے حدید کو دیکھنا اور فوراً" مشعل کو لے جانا سب اس نے محسوس کیا تھا، ہادی کے گھورنے پر ہی اس نے حدید کو دیکھا تھا جو ارد گرد کو بھلائے مشعل کو ایک ٹک دیکھ رہا تھا، اس پر مشعل کا وہ سمٹا، کتراتا، ہچکچاتا انداز، وہ جیسے ایک دم بات کی تہ تک پہنچ گئی، تو کل وہ مشعل کا اچانک غائب ہو جانا، طبیعت کی خرابی وہ سب جھوٹ تھا، اسے اپنی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا محسوس کر رہی ہے، جلن، حسد، ناگواری، اس نے اپنے احساسات کو ٹٹولا کچھ بھی نہیں، کیا وہ بے حس ہو گئی ہے یا حدید سے متعلق جذبات سے اسے کوئی فرق ہی نہیں پڑتا تھا، اس کا منگیتر جس سے کل اس کی سینکڑوں لوگوں کی موجودگی میں منگنی ہوئی تھی، اس کے سامنے کھڑا مبہوت ہو کر مشعل کو دیکھتا رہا، یہاں تک کہ اس کے ہادی کے ساتھ چلے جانے کے بعد وہ بائیک کی دھول پر نظریں جمائے رہا تا آنکہ اسے لیلیٰ آنٹی نے پکارا۔

"آؤ حدید" وہ یوں چونکا جیسے ارد گرد کی کوئی خبر ہی نہ ہو۔



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

☆ ☆ ☆

لیلیٰ نے نائلہ سے پوچھا کہ حدید' رویلہ سے فون پر بات کرنا چاہے تو پابندی تو نہیں' نائلہ نے شکیل سے اجازت لے کر اثبات میں جواب دیا تھا ظاہر ہے ہاتھی پالنے کے لیے دروازے تو اونچے کرنے ہی پڑتے ہیں' اب اتنے اونچے لوگوں سے ناطہ جوڑا تھا تو اپنے قوائد و ضوابط میں نرمی بھی کرنی تھی اس دن حدید کا پہلا فون آیا تھا رسمی سی باتوں کے بعد اس نے پوچھا۔

"آپ کی دوست بھی کہیں انگیجڈ ہیں؟"

وہ تو آ گئے راہ پر جناب "میری دوست؟ کون سی دوست؟ آپ نے تو ایسے پوچھا ہے جیسے میری ایک ہی دوست ہو' آپ کس کے متعلق پوچھ رہے ہیں؟" اس نے تجاہل برتا وہ کچھ دیر کے لیے چپ ہو گیا تھا۔

"میں آپ کے نیبوز (پڑوس) میں موجود فرینڈ کا پوچھ رہا تھا؟"

"نیبوز میں' ہوں...." اس نے سوچنے کی اداکاری کی "اوہ اچھا مشعل.... آپ مشعل کے بارے میں پوچھ رہے ہیں' کیوں؟"

"ایسے ہی' بائی داوے' آپ کی اچھی دوست ہیں نا؟"

"بہت زیادہ' بچپن سے ہم سائے کی طرح ساتھ رہی ہیں۔"

"تو آپ ہمیشہ تو اوسلی (ظاہر ہے) ساتھ نہیں رہ پائیں گی لڑکیاں تو شادی کے بعد الگ ہو جاتی ہیں۔"

"ہاں یہ تو ہے' جدا تو ہونا ہی ہے۔" اس نے افسردگی سے کہا "اب کیا کیا جا سکتا ہے' ہاں ایک آپشن ہے' جس پر عمل کی صورت میں ہم آئندہ بھی ساتھ رہ سکتی ہیں مگر وہ بھی ناممکن۔"

"کیسا آپشن؟"

"یہی کہ دو بھائیوں سے ہم دونوں کی شادی ہو جاتی مگر آپ کا تو اور کوئی بھائی ہی نہیں ہے۔" اس کے لہجے میں مایوسی تھی۔ "ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ۔"

"ایک اور صورت بھی ہے' مگر بہت بری' جس پر ہم دونوں ہی عمل نہیں کرنا چاہیں گی' وہ یہ کہ ہم دونوں ایک ہی بندے سے شادی کر لیں' اس طرح ہم ساتھ تو رہ سکتی ہیں۔"

جواب میں وہ تو شاید سو ہی گیا تھا' اتنی لمبی خاموشی چھا گئی تھی کہ رویلہ کو ہنسی آنے لگی' وہ عام حالات میں اس کے ساتھ اس طرح کھل کر بات کرنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی مگر اب صورت حال اور تھی۔

"ہیلو' ہیلو۔"

"جی' میں ایکچوئلی پانی پی رہا تھا۔" اس کے بات بنانے پر رویلہ نے ہنسی دبائی "آپ نے بتایا نہیں کہ وہ انگیجڈ ہیں یا نہیں؟"

"نہیں ابھی تو وہ فری ہے' ویسے کیا یہ عجیب بات نہیں کہ آپ نے آج پہلی بار مجھے فون کیا ہے اور ساری باتیں مشعل سے متعلق کی ہیں' مجھ سے' میرے متعلق تو کوئی بات نہیں کی۔" دوسری طرف وہ دم بخود رہ گیا تھا' وہ اتنی جلدی گہرائی میں اتر گئی یا وہ ہی اتنا ہی غیر محتاط ہو گیا تھا' کچھ دیر بعد اس نے کھنکار کر گلا صاف کیا۔

"نہیں میں تو آپ سے یہ پوچھنا چاہ رہا تھا کہ آپ کو کیا چیزیں پسند ہیں اور کیا ناپسند؟"

"پسند میری اور مشعل کی ایک جیسی ہے۔" اس بار اس نے خود مشعل کا نام لیا تھا۔ "مگر کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی حد تک' کچھ معاملات میں ہمارے سوچ الگ ہے۔"

"مثلاً" کیا الگ ہے؟"

"کافی کچھ جیسے لائف پارٹنر کے لیے' مجھے سیلف میڈ لوگ جو محنتی بھی ہوں اور مخلص بھی' اچھے لگتے ہیں اور مشعل کو ذرا ویل آف فیملی کے لوگ' جو خود بھی عیش کرتے ہیں اور بیویوں کو بھی عیش کرواتے ہیں' وہ دراصل سخت حالات سے گزری ہے نا تو اسے آگے سے کوئی ویل اسٹیبلش بندہ ہی چاہیے۔"

"پرسنل کوالٹیز (ذاتی خوبیوں) کی کوئی ویلیو (اہمیت) ہی نہیں ان کے نزدیک۔"

"خیر یہ تو ایکسٹرا خوبی ہے جو الگ سے میٹر کرتی ہے'



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

جیسے بندہ ہینڈسم ہو اور اچھی عادتوں کا مالک ہو۔ تو یہ تو سونے پر سہاگہ ہو جاتا ہے۔"

"تو پھر میں کیسا لگا آپ کو اس لحاظ سے؟"

"اچھے ڈیسینٹ۔" اور کیا کہتی وہ۔

"آپ کو کیا لگتا ہے، ہم دونوں۔۔۔" وہ رکا "آپ اور میں ایک دوسرے کے ساتھ خوش رہ پائیں گے۔ ہمارا مینٹل لیول ایک دوسرے سے میچ کر جائے گا۔"

روبیلہ نے شرارت سے آنکھیں گھمائیں 'اب آیا اونٹ پہاڑ کے نیچے۔

"اب اس بارے میں، میں کیا کہہ سکتی ہوں، ہمارے معاشرے میں یہ سب سوچنے کی گنجائش ہی کہاں دی جاتی ہے۔ جہاں پیرنٹس خود مطمئن ہو جاتے ہیں، بچوں کو وہیں شادی کرنی ہوتی ہے، دل مانے یا نہ مانے۔"

"ایگزیکٹلی (درست) وہ فوراً" بولا تھا "یہی میں بھی کہنا چاہ رہا تھا۔"

"آپ کہنا کیوں چاہ رہے تھے، آپ کو تو ناپسند آنے کی صورت میں فوراً" عمل کر دینا چاہیے تھا، لڑکے تو مجبور نہیں ہوتے، لڑکیاں تو پھر بھی اتنی مضبوط پوزیشن میں نہیں ہوتیں۔"

"تو آپ بھی اپنے پیرنٹس کے آگے مجبور ہو گئی تھیں۔" بڑا غیر متوقع جھٹکا دیا تھا حدید نے، روبیلہ ہل کر رہ گئی تھی۔

"خدانا خواستہ مجھے کوئی کیوں مجبور کرنے لگا۔"

"ابھی آپ نے خود کہا کہ لڑکے مجبور نہیں ہوتے، لڑکیاں ہو جاتی ہیں۔"

"ہاں، میرے خیال سے لڑکوں کو تو اپنے دل کی بات کہہ دینی چاہیے۔"

"تو ہادی نے کیوں نہیں کی، حالانکہ لڑکی بھی محلے کی اور معاملہ بھی دو طرفہ۔" وہ سن کر رہ گئی تھی، منگیتر کے منہ سے ایسی بات کا نکلنا، کتنی بڑی تہمت بن جائے گا اس کے لیے، وہ سن نہ ہوتی تو کیا ہوتی، اس کا مطلب تھا صرف اس نے ہی، حدید کا مشعل کو ایک ٹک دیکھنا نہیں دیکھا بلکہ اس نے بھی اس کے اور ہادی کے نامحسوس سے تعلق کو بھانپ لیا تھا۔ وہ ہلکا سا کھنکارا۔

"میں نے کچھ غلط کہہ دیا کیا؟"

"آپ نے مجھ پر الزام لگایا ہے۔" وہ تلخ ہوئی تھی۔

"آپ بھی لگا سکتی ہیں، آپ کی اب تک کی باتوں نے مجھے بخوبی باور کرا دیا ہے کہ آپ سب سمجھ گئی ہیں۔"

وہ روبیلہ کے اندازے سے زیادہ ذہین تھا، اس کی ہنسی چھوٹ گئی، وہ بھی ہنس پڑا تھا، پھر اسے بتاتا چلا گیا کہ وہ کس بری طرح مشعل کی محبت میں مبتلا ہو چکا ہے اور یہ کہ اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ یہ سب کس سے ڈسکس کرے، منگنی کسی سے، محبت کسی اور سے، اور وہ ہر کام بہت دل سے اور محبت سے کرنے کا عادی تھا سو اب زندگی دوغلی کیسے گزارتا، سو یہی سوچیں اسے پریشان کیے ہوئے تھیں۔

"اب مجھے امید ہے کہ آپ کی مدد سے یہ کام آسان ہو جائے گا۔"

"نو سر یہ بہت مشکل ٹاسک ہے، ہمارے رسموں، روایتوں میں جکڑے والدین اور اہل محلہ جو محلے کی بیٹی کو اپنی سگی کی طرح جانتے ہیں، ان کی سوچ اپ ٹو سائیڈ تو جا ہی نہیں سکتی، وہ تو یہ سن کر ہی توبہ تلا کرنے لگیں گے، یہ سب بہت صبر اور ذمے داری سے کرنے والا کام ہے۔"

✡ ✡ ✡

"کل حدید کا فون آیا تھا۔"

روبیلہ کا لہجہ سرسری مگر نظر بہت گہری تھی مشعل پر، اس کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا تھا۔

"اچھا کیا باتیں ہوئیں؟"

"بہت سی، ادھر ادھر کی" روبیلہ کا لہجہ محتاط ہوا۔

"تمہارا پوچھ رہا تھا۔"

مشعل پانی پینے کے لیے گلاس جھک کر اٹھا رہی تھی، اس کی بات پر گلاس اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

www.paksociety.com

"کیا ہوا مشی؟" روبیلہ انجان بن گئی، مشعل گلاس اٹھانے کے بہانے پوری نیچے جھک کر خود پر قابو پانے کی کوشش کرتی رہی پھر سیدھی ہوئی تھی۔

"کیا پوچھ رہے تھے میرے بارے میں؟" رخ موڑے کولر سے پانی بھرتے ہوئے پوچھا تھا، روبیلہ نے مسکراہٹ چھپائی "یہی کہ آپ کی دوست کرتی کیا ہیں، انہیں کیا پسند ہے، کیا ناپسند۔ میں نے کہا فون آپ نے مجھے میرے بارے میں بات کرنے کے لیے کیا ہے یا مشعل کے متعلق معلومات لینے کے لیے۔"

مشعل کو اتنی زور کا اچھولگا کہ کھانس کھانس کر بے حال ہو گئی، روبیلہ نے گھبرا کر اس کی پشت مسلی تھی۔

"کیا ہو گیا مشی یار، سانس لو۔" کچھ دیر میں اس کی سانس بحال ہوئی تو وہ پلٹی۔

"آؤ میں تمہیں اپنی شرٹ دکھاؤں، جس پر امی نے کڑھائی کی ہے" اسے یقیناً "خود پر قابو پانے کے لیے ٹائم درکار تھا۔

"کیا؟" روبیلہ چلائی "صرف تمہاری شرٹ پر، میری نہیں" مشعل ہنستی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئی، کچھ تاخیر سے باہر آئی تو نار مل دکھائی دے رہی تھی شاپر میں سے دو ایک جیسی قمیصیں نکال کر روبیلہ کو دکھائیں تو وہ خوشی سے نہال ہی ہو گئی۔

"خالہ دی گریٹ، سو سویٹ آف مائے خالہ۔" اس نے انگلیوں کو چوم کر رابعہ خالہ کے کمرے کی طرف لہرایا۔

"امی کہہ رہی تھیں تمہارے جہیز کے لیے بھی کچھ چیزیں تیار کریں گی۔" وہ کھلکھلائی۔

"پھر تو میں اپنی فرمائشیں ریکارڈ کروا دوں، اور ہادی کی تیاری کیسی چل رہی ہے۔" وہ C.S.S کی تیاری کر رہا تھا۔

"بہت محنت کر رہے ہیں بھائی، بہت زیادہ، بس اللہ تعالیٰ کامیاب کرے" مشعل نے تہ دل سے دعا مانگی تھی۔

"آمین، ثم آمین" اس سے زیادہ گہرائی تھی روبیلہ کے آمین میں۔

☆ ☆ ☆

حدید کے فون آتے رہتے تھے، اب وہ چاہتا تھا کہ روبیلہ مشعل کے معاملے میں کچھ پیش رفت کرے، ورنہ یہاں تو کچھ ہی عرصے میں ان کی شادی کی تیاریاں شروع ہو جاتیں روبیلہ سوچ سوچ کر تھک چکی تھی پر کچھ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ وہ اس سلسلے میں کیا کرے۔ ایک خیال آتا کہ ہادی سے بات کرے پر اس کے وہ تیور یاد آتے، جب حدید لوگوں کی روانگی کے وقت حدید کی مشعل پر جمی نظروں کے ردعمل کے طور پر دکھائے تھے تو حوصلہ ٹوٹ جاتا، ایک تو وہ ویسے ہی پوری ہری مرچ تھا، اتنا تیکھا، اسے دیکھ کر تو شاید کبھی مسکرایا ہو، اس پر ایسی بات؟ دل ہی اچھل کر حلق میں آجاتا تھا تصور کر کے ہی، پر اب کچھ تو کرنا تھا، نتیجہ چاہے جو بھی ہو۔

"کیا بکواس کر رہی ہو تم؟" بڑی ہمت کر کے اس نے ہادی سے بات کی تھی اور وہ سنتے ہی غضب ناک ہو گیا تھا، وہ اندر سے سہم گئی پر یہ وقت ہمت کا تھا۔

"آرام سے، ٹھنڈے دل سے بات سنو، اس پر غور کرو، میں نے کوئی غلط بات نہیں کی، اب حدید نے مشعل کو دیکھا ہی منگنی والے دن ہے تو وہ پہلے کیسے اپنی پسندیدگی بتاتا اور کوئی گناہ نہیں کیا اس نے، اسے مشعل پسند آئی تو اس نے مجھ سے کہا ہے کہ میں کسی سمجھ دار بندے سے بات کروں تاکہ وہ اپنے پیرنٹس کو لا سکے۔"

"ہاں پیرنٹس کو لا سکے، پہلے انہیں تمہارے ہاں لایا اب ہمارے گھر لائے گا۔ پھر کہیں اور چلا جائے گا، لگتا ہے یہی کام کرتا ہے وہ۔"

"غلط بات نہیں کرو ہادی" اس نے ٹوکا "ہمارے گھر اس کے پیرنٹس خود آئے تھے اور یہاں وہ اپنی خواہش پر لائے گا، بہت فرق ہے ان دو باتوں میں۔" وہ اپنی جرأت پر حیران تھی کہ وہ کیسے اس ہلاکو خان سے یوں ڈٹ کر بات کر رہی ہے۔



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"کوئی فرق نہیں ہے' تمہارا تو ہے دماغ خراب' جو اس کی حمایت میں بولنے چلی آئی ہو' منگنی وہ تم سے کر کے گیا ہے اتنے لوگوں کے سامنے اور اب تمہیں ہی بھجوایا ہے' مشعل کے لیے رشتے کی بات کرنے' لوگ کیا کہیں گے' تمہارے اور ہمارے گھرانوں میں کیسی خلیج آجائے گی' اس پر غور کرنے کی زحمت کی ہے' پہلے تو مجھے یہ بتاؤ کیا دنیا میں مشعل کے لیے کوئی رشتہ ہی نہیں بچا کہ تمہارا رشتہ تڑوا کر' تمہارے منگیتر سے اس کی شادی کروائی جائے' حد ہو گئی ہے بے وقوفی کی بھی۔" وہ جھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"میں بے وقوف ہی سہی' لیکن میری وجہ سے کسی کو خوشی ملتی ہے تو میں یہ نیکی ضرور کروں گی۔"

"اور اپنا منہ تڑواؤں گی' میں پہلے سے خبردار کر رہا ہوں کہ یہ بات کسی اور سے کہنے کی کوشش بھی نہ کرنا۔"

"اسی لیے تو میں نے تمہیں پہلے بتایا کہ تم تو میرا ساتھ دو گے مگر......" اس کی آنکھوں میں نمی اتر آئی' ہادی کے دل کو کچھ ہوا تھا۔

"پاگل نہ بنو' یہ بہت مشکل کام ہے تم مصیبت میں پھنس سکتی ہو۔"

"تو تم ہو نا مجھے مصیبت سے نکالنے کے لیے۔" اس کے اتنے اعتماد سے کہنے پر وہ اگلی بات ہی بھول گیا۔

"تمہیں یہ خوش فہمی کیسے ہوئی کہ میں......"

"مجھے خوش فہمی نہیں' یقین ہے کہ تم مجھے کسی مشکل میں نہیں دیکھ پاؤ گے' میں حدید کو کچھ عرصے کے لیے روک دیتی ہوں ایک تو مشعل کا ذہن بنانا ہے' دوسرا تمہارے کچھ بن جانے کا انتظار کرنا ہے تاکہ امی ابو کو حدید کی وجہ سے دکھ نہ پہنچ پائے بلکہ اس سے اچھا پرپوزل ان کے پاس موجود ہو۔"

ہادی نے بے ساختہ امڈتی مسکراہٹ چھپانے کے لیے رخ موڑ لیا مگر وہ اس کی جھلک دیکھ چکی تھی تبھی اور شیر ہو گئی۔ "تو پھر میرا پلان ڈن ہے نا؟"

"ابھی کچھ بھی کہنا قبل از وقت ہو گا۔" اس نے کندھے اچکائے تھے۔

☆ ☆ ☆

ہادی نے ٹاپ کیا تھا' اتنی شاندار کامیابی پر جتنی خوشی منائی جاتی کم تھا۔ سب بہت خوش تھے' اخبار اور ٹی وی کے نمائندے اس کا انٹرویو لینے آئے تھے۔ وہ تو جیسے ہر طرف چھا گیا تھا۔ روبیلہ بہت خوش تھی اور اس خوشی کے شکرانے کے لیے اس نے بہت سے نوافل پڑھے تھے۔ رابعہ خالہ نے قرآن خوانی اور میلاد کی محفل کروائی تھی گھر پر۔ اللہ کے حضور شکرانے کے لیے۔

"میری منگنی کی تصویریں تو تم نے دیکھی ہی نہیں۔" آج مشعل ان کی طرف آئی ہوئی تھی' دونوں لاؤنج میں بیٹھی میگزین میں سے کپڑوں کے ڈیزائن دیکھ رہی تھیں' جب روبیلہ نے کہا' وہ چونکی۔

"تم نے دکھائیں ہی نہیں۔"

"ابھی لائی۔" وہ اپنے کمرے سے بڑا سارا البم اٹھا کر لے آئی "تم دیکھو میں کولڈ ڈرنک لے آؤں۔"

مشعل نے دھڑکتے دل کے ساتھ البم کھولا' ہر تصویر میں حدید موجود تھا' روکھا' سرد مزاجی سے سامنے دیکھتا ہوا' اتنا خوب صورت کہ جس پر ایک نظر ڈال دے' اسے باندھ کے رکھ دے' اسے دیکھنے لگا تو ارد گرد کو بھلا دیا' تنہائی میں سوچتی تو دل کی دھڑکنوں میں وہ تلاطم پیدا ہوتا کہ خود پر قابو پانا مشکل ہو جاتا' کتنی بڑی بے ایمانی ہے یہ' میری جان سے پیاری دوست کا منگیتر اور یہ میں اس کے لیے کیا محسوس کر رہی ہوں۔ اس نے البم بند کر دیا۔

"کیوں بند کیوں کر دیا؟" روبیلہ ایک دم یوں آئی جیسے وہیں کہیں کھڑی تھی۔

"بس دیکھ لیں ساری تصویریں۔" وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"شادی کا کب تک پروگرام ہے؟"

"اس کے لیے تمہاری مدد کی ضرورت ہے۔" وہ مبہم سا مسکرائی۔ تو مشعل الجھے سے اسے دیکھنے



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

لگی۔

"میری مدد کیسی مدد؟"

"دیکھو جو میں کہنے لگی ہوں اسے ٹھنڈے دل و دماغ سے سننا۔" اس نے دھیرے دھیرے اسے سب بتادیا۔ مشعل کی تو حالت غیر ہو گئی۔

"یہ.... یہ کیسے ممکن ہے نہیں بیلہ نہیں ہرگز نہیں۔"

"کیا تم نہیں چاہتیں کہ میں اور ہادی ایک دوسرے کو پالیں۔"

"مگر....."

"کیا مگر مشی حدید کو اس کی محبت مل جائے اور مجھے میری تو کیا تم خوش نہیں ہو گی۔"

"کیوں نہیں مگر بیلہ یہ کتنا غلط طریقہ ہے۔"

"کیا غلط ہے حدید تمہیں بھگا رہا ہے یا میں ہادی کے ساتھ بھاگنے لگی ہوں نہیں بلکہ سب برابر طریقے سے ہو گا بس تم حدید کی محبت کو قبول کرلو وہ تو کب کا لیلیٰ آنٹی سے بات کرچکا ہوتا اگر میری طرف سے سب ٹھیک ہے کا سگنل مل جائے۔"

"نہیں ابھی نہیں مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا نائلہ خالہ تو مجھے ہی برا سمجھیں گی۔"

"تمہیں کوئی برا نہیں سمجھے گا تم ریلیکس رہو۔" روبیلہ نے اندر سے سکون کی سانس لی تھی یہ مرحلہ بھی طے ہوا۔

☼ ☼ ☼

انہی دنوں شعبان کی 14 تاریخ آگئی یعنی شب برات جو رمضان کی آمد کی نوید ہوا کرتی ہے لیلیٰ حدید کو لیے شب برات پر آپہنچیں وہ لوگ لاؤنج میں خوش گپیوں میں مصروف تھے کہ مشعل خوان پوش لیے آپہنچی انہیں دیکھ کر اس کے پاؤں زمین نے جکڑ لیے تھے۔

"آؤ مشی لیلیٰ سے ملونا" نائلہ کی پکار پر وہ من من کے قدم اٹھاتی قریب آئی اور پھنسی پھنسی آواز میں سلام کیا تھا حدید سب کچھ بھلائے اسے دیکھ رہا تھا اس کی نگاہوں کا یہی تاثر اسے مزید گھبرا دیتا تھا۔ لیلیٰ اسے روبیلہ کی دوست کی حیثیت سے جانتی تھیں اس لیے بہت محبت سے ملیں۔

"میں چلتی ہوں۔ بہت کام ہے ابھی گھر میں۔" وہ واپسی کے لیے مڑی۔

"رکو مشی ٹھہرو مجھے بھی تم سے کام ہے ادھر آؤ۔" روبیلہ اسے لیے پچھلے صحن میں آگئی۔ "بیٹھو یہاں میں چائے لے کر آتی ہوں اتنا کچھ ان لوگوں کی وجہ سے بنانا اور منگوانا پڑا ہے آرام سے بیٹھ کر کھاتے ہیں۔"

"لیکن مجھے....."

"بس بس مجھے یہ من گھڑت مصروفیت کے قصے مت سنانا نہ ہی میں سنوں گی میں ابھی گئی اور ابھی آئی۔" وہ فوراً" اندر چلی گئی اب مشعل کے پاس چارہ نہیں تھا کہ وہ وہیں بیٹھ جاتی لمبی سانس لیتی تخت پر بیٹھ گئی اپنے قریب ہلکی سی مردانہ کھنکار سن کر وہ اچھل ہی پڑی مڑ کر دیکھا تو سانس بند ہوتے ہوتے رہ گیا۔ حدید تخت کے بالکل قریب کھڑا بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ہیلو کیسی ہیں آپ؟" اس کی آواز بڑی خوب صورت تھی۔ وہ لرزتی ٹانگوں کے ساتھ کھڑی ہو گئی سب کی موجودگی میں اس کا سامنا اتنا مشکل لگتا تھا تو یہاں تنہائی میں اس کی حالت خراب ہو رہی تھی۔

"بیٹھ جائیں پلیز بیٹھ کر بات کرتے ہیں۔"

"نہیں میں اب چلوں گی۔" بمشکل اس کی آواز نکلی تھی۔

"یہ تو غلط ہے میں یہاں آپ سے بات کرنے آیا ہوں اور آپ جانے کے لیے تیار کھڑی ہیں ایسے تو ہم یونہی دو اجنبی بنے رہیں گے مجھے آپ سے بہت ضروری باتیں کرنی ہیں اگر آج بھی نہ کرپایا تو شاید کبھی بھی نہیں کرپاؤں گا۔"

"آؤ ذرا دیکھیں یہ بچے پیچھے جاکر کیا کررہے ہیں ہم بھی ان کی محفل میں شریک ہو جاتے ہیں۔" لیلیٰ نے مسکراتے ہوئے نائلہ سے کہا اور دونوں پچھلے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

صحن کی طرف چلی آئیں، ابھی دروازے کے قریب ہی پہنچی تھیں کہ مشعل کی گھبرائی ہوئی آواز آئی۔

"پلیز مجھے جانے دیں۔"

"ایسے کیسے جانے دوں، اتنی مشکل سے تو آپ سے بات کرنے کا موقع ملا ہے، اسے یونہی گنوا دوں، میں اس بار آپ سے پوچھ کر ہی جاؤں گا کہ آپ مجھ سے شادی کریں گی؟ میں مام سے بات کرلوں؟"

وہ آگے سے کیا کہہ رہی تھی، لیلیٰ کے کانوں میں ہوتی سائیں سائیں نے انہیں کچھ سننے نہیں دیا۔ وہ روبیلہ کو عیدی دینے آئی تھیں اور یہاں بیٹا مشعل کو پرپوز کر رہا تھا، انہیں چکر آگیا۔ دیوار کو نہ پکڑتیں تو یقیناً گر جاتیں۔

"آرام سے لیلیٰ۔" نائلہ ہرچند خود ہراساں ہو گئی تھیں، مگر انہیں بازو سے تھام کر سہارا دیا۔

"یہ لڑکی روبیلہ کی دوست کیسے ہو سکتی ہے، یہ تو آستین کا سانپ ہے، اسی کی منگیتر کو قابو کر رہی ہے۔" وہ غصے سے پھنکاریں (یہ بھول کر کہ ان کا اپنا بیٹا مشعل کو پرپوز کر رہا تھا) اور تیزی سے چوکھٹ پار کر گئیں۔ حدید مشعل کے کندھوں پر اپنے ہاتھ رکھے اسے اپنی محبت کا یقین دلا رہا تھا، آہٹ پر چونکا اور فوراً پیچھے ہٹ گیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے یہاں؟" وہ غضب ناک لہجے میں بولیں نہیں پھنکاری تھیں۔ مشعل کا رنگ یوں سفید ہو گیا تھا جیسے زندگی کی کوئی رمق نہ رہی ہو۔ نائلہ بھی پیچھے آچکی تھیں۔

"یہ تو روبیلہ کے ساتھ آئی تھی نا تو وہ کہاں ہے اور تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

"روبیلہ نے مجھے بھیجا تھا کہ میں اکیلے میں مشعل سے بات کرلوں۔" وہ اتنے اطمینان سے سینے پر ہاتھ باندھ کر بولا کہ لیلیٰ دنگ رہ گئیں۔

"ایسی کیا بات کرنی تھی یوں اکیلے میں؟"

"پرپوز کرنا تھا۔" اس کا اطمینان برقرار تھا۔ لیلیٰ کے جسم کا سارا خون ان کے چہرے پر سمٹ آیا تھا۔

"اور روبیلہ کے ساتھ انگیجمنٹ..."

"آپ تسلی سے کہیں بیٹھ کر بات کریں تو میں بتاؤں گا نا، اب یہ کیا طریقہ ہے۔" اسے جیسے ان کے غصے کی کوئی پرواہی نہیں تھی۔ لیلیٰ کا خون تو جو کھول رہا تھا، نائلہ سے شرمساری الگ، ان ہی کے گھر میں، ان کی بیٹی کی دوست کے ساتھ حدید کی نہ صرف موجودگی بلکہ دھڑلے سے یہ اعتراف کہ وہ اسے پرپوز کرنا چاہتا ہے۔ ان سب نے لیلیٰ کے بلڈ پریشر کو بڑھا دیا تھا۔

"تم جاؤ، دیر ہو رہی ہے۔" نائلہ نے بہت خشک لہجے میں مشعل کو مخاطب کیا تھا۔ وہ تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی، لیکن روبیلہ نے اس سے بھی زیادہ تیزی سے اسے روک لیا، وہ ابھی ابھی وہاں آئی تھی۔

"یہ کہیں نہیں جائے گی، اسے میں یہاں لے کر آئی تھی کیوں کہ حدید اس سے بات کرنا چاہتا ہے۔ اس کے تو فرشتوں کو بھی کسی چیز کا علم نہیں اور آپ لیلیٰ آنٹی کو کلیئر کر دیں تاکہ میری اور مشعل کی پوزیشن صاف ہو سکے۔" وہ قدرے تحکم سے حدید سے مخاطب ہوئی تھی۔ نائلہ اور لیلیٰ ہکا بکا دیکھ رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆

"مجھے کسی لڑکی نے ایسے انسپائر (متاثر) نہیں کیا، لیکن مشعل نے تو مجھے باندھ ہی لیا اور میں شکر گزار ہوں روبیلہ کا جس نے میری بہت مدد کی۔" حدید ماں کو دھیرے دھیرے بتا رہا تھا۔

"میں نائلہ کو کیا منہ دکھاؤں گی، اس کی بیٹی سے منگنی کروائی تمہاری اور اب وہ بیٹھی رہے اور میں اس کے محلے کی لڑکی کو بہو بنالوں۔" ان کا غم کم ہی نہیں ہو رہا تھا۔

"ایسے ہی بیٹھی رہے گی جبکہ اس کے لیے مجھ سے بھی اچھا پرپوزل موجود ہے۔"

"کون، کہاں؟" وہ بے طرح چونکی تھیں۔ وہ دل سے مسکرایا۔

"اے ایس پی عبدالہادی صاحب، مشعل کے بھائی۔"



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

"تت... تم تمہیں کیسے پتا چلا؟" وہ تو حیرت کی شدت سے ہکلا ہی گئی تھیں۔

"تقریباً" سات ماہ سے میں اور روبیلہ رابطے میں ہیں تو پتا تو ہونا ہی تھا۔"

"یا اللہ۔" لیلیٰ نے چکراتا ہوا سر تھام لیا تھا۔ یہ ہے آج کی نسل والدین سے قطع نظر اپنے ہی طریقوں پر چلنے والی۔ آپس میں ہی سب کچھ طے کر لیا اور والدین کو علم آگاہی نہیں۔ "باقی سب کچھ بھی طے کر لیا ہے میری ضرورت بھی کہیں پڑے گی۔" ان کے طنز پر وہ کھل کر ہنسا تھا۔ پیار سے ان کے گلے میں بازو ڈال کر ساتھ لگا لیا۔

"مائے ڈیئرسٹ مام' آپ کے بغیر بھی بھلا کچھ ہو سکتا ہے۔ ایسا ممکن ہے؟ ابھی مشعل کے پیرنٹس سے بات کرنی ہے' میرا پروپوزل پیش کرنا ہے' روبیلہ بے چاری اکیلی ہلکان ہو رہی ہے' ہر کسی کو وضاحتیں دے دے کر۔"

"وہ کیوں اتنی اچھی بنی ہوئی ہے؟" وہ فوراً مشکوک ہوئیں۔

"اچھی تو خیر وہ ہے ہی' کم از کم میرے لیے تو بہت اچھی ثابت ہوئی ہے۔"

"ہاں تمہارے لیے بے وقوفانہ فیصلے جو کر رہی ہے۔" انہوں نے جل کر کہا۔

"آپ کو مشعل پسند نہیں آئی کیا؟"

"پسند کیوں نہیں آئے گی' ہے ہی اتنی پیاری' سب سے بڑھ کر تمہیں پسند ہے' بس ایک دم جھٹکا لگا تو سنبھلنے میں ٹائم تو چاہیے تھا نا؟"

"پھر کب چل رہی ہیں اس کے گھر؟"

"ابھی صبر کرو' نائلہ سے بات کر لوں' وہاں سے کلیئرنس ملے تو ہی آگے بات بڑھاؤں گی' بے صبری کام خراب نہ کر دے۔" دوسرے دن لیلیٰ نے بہت دیر نائلہ سے بات کی' انہیں سب بتا کر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کے لیے کہا اور نائلہ وہ تو پہلے ہی ٹھنڈی ہو چکی تھیں کہ روبیلہ نے ان سے ایک ایک بات کھل کر کی تھی اور ہادی کے لیے اپنی پسندیدگی سے بھی آگاہ کر دیا تھا۔

"امی پلیز' اب جب قدرت بھی موقع دے رہی ہے تو پلیز آپ بھی میری خوشی کے لیے راضی ہو جائیں نا۔"

"تو اس لیے ان کے گھر دوڑی دوڑی جاتی تھیں تم؟" ان کا لہجہ کڑا تھا۔

"پلیز امی الزام تو نہ لگائیں' ہادی نے تو کبھی مجھ سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کی' وہ اپنے اور میرے طبقاتی فرق کو سمجھتا تھا' اس لیے دور دور ہی رہتا تھا' اب تو وہ اتنے بڑے عہدے پر پہنچ گیا ہے اور حدید بھی مشعل کو پسند کرتا ہے تو کیا بہتر نہیں کہ سب کو اپنی اپنی خوشی مل جائے۔"

"اس خوشی کا طریقہ ہمیں تو سمجھ نہیں آیا۔"

"آجائے گا۔ جب آپ فراخ دلی کا مظاہرہ کر کے' غیر جانب دار ہو کر سوچیں گی تو سب سمجھ آجائے گا۔"

"ہاں اب اولاد سمجھائے گی کہ والدین کو کیسے سوچنا چاہیے۔"

"امی۔" وہ ہنستی ہوئی ان سے لپٹ گئی۔ انہوں نے بھی مسکراتے ہوئے ہاتھ پیچھے کر کے اس کے گال تھپتھپائے تھے۔

☼ ☼ ☼

ادھر رابعہ اور عبدالباری کو جیسے ہادی نے ٹھنڈا کیا تھا جو یہ سنتے ہی بھڑک اٹھے تھے کہ روبیلہ کا منگیتر اور مشعل کا خواہش مند' ہائے کیسی شرم ناک بات توبہ توبہ' پھر ہادی نے ہی اپنا مغز کھپایا تھا اور جیسے کھپایا تھا وہ ہادی جانتا تھا یا پھر اللہ تعالیٰ۔ جس نے اسے یہ ہمت عطا کی تھی کہ وہ والدین سے اتنی بحث کر سکے' انہیں اونچ نیچ اور نئے زمانے کے نئے تقاضے سمجھا سکے۔

پھر یہ ہوا کہ لیلیٰ' نائلہ اور شکیل کے ساتھ مشعل کا رشتہ طلب کرنے گئیں تو دوسرے دن ان کی موجودگی میں ہی رابعہ اور عبدالباری روبیلہ کے لیے چلے آئے۔ رمضان سے دو دن پہلے جوائنٹ منگنی کا فنکشن ہوا تھا' روبیلہ کے منگیتر کو مشعل کے منگیتر



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کے روپ میں دیکھ کر اہل محلہ اور احباب اتنے حیران تھے کہ ایک ایک نے رابعہ اور نائلہ کو پکڑ پکڑ کر پوچھا کہ یہ آخر ہوا کیا؟

"دبس بچوں کے مزاج ایک دوسرے سے بالکل نہیں مل سکے تو ہم نے وہ منگنی ختم کردینا ہی مناسب سمجھی۔" کچھ کا خیال تھا کہ ہادی کا عہدہ دیکھ کر رو بیلہ کے والدین کی نیت خراب ہوگئی، مگر پھر لیلیٰ اور نائلہ آپس میں اتنے حسن سلوک سے کیسے؟" یہاں سب چکرا جاتے۔ عید کے ٹھیک آٹھویں دن شادی طے پائی تھی۔ اتنی جلدی تاریخ طے کرنے کے پیچھے بروں کی یہ سوچ تھی کہ بچوں کو پھر کوئی اور نہ پسند آجائے اور وہ پھر اپنے پارٹنرز بدل نہ لیں۔ ان کا کیا بھروسا؟ ان کی سوچوں سے بے خبر بچے البتہ ایک دوسرے کے ساتھ انتہائی خوش اور مطمئن تھے۔

رمضان شروع ہوا تو اس بار رنگ ہی کچھ اور تھا۔ روزے بہت اچھے، بہت شاندار گزر رہے تھے۔ روحانی آسودگی اور دلی خوشیوں کے ساتھ ہادی نے چونکہ گھر میں بہت سی تبدیلیاں کروائی تھیں۔ اے سی لگوائے تھے، یو پی ایس لگوایا تھا اور کچن جدید انداز میں سیٹ کروایا دیا تھا اور سب سے بڑھ کر اوپر کے کاموں کے لیے ملازمہ کا بندوبست کردیا تھا۔ سو اس بار روزے واقعی بڑے پرسکون تھے۔ شادی کی تیاریاں بھی ساتھ ساتھ چل رہی تھیں تو اب یہ تبدیلی آئی تھی کہ اس بار مشعل اور رابعہ بھی ساری رات جاگ کر صبح سوتی تھیں۔ ہاں عبادت وہ پوری کرتی تھیں، اس میں کوئی کوتاہی نہیں کرتی تھیں۔ شاپنگ چونکہ افطاری کے بعد کی جاتی تھی تو دونوں فیملیز نے آپس میں طے کرکے اپنی روٹین سیٹ کرلی تھی۔ ایک دن رابعہ اور مشعل جاتیں تو دوسرے دن نائلہ اور رو بیلہ، جس فیملی نے بازار جانا ہوتا تھا، وہ کچن کا کام اس دن نہیں کرتی تھیں بلکہ جو فیملی گھر پر رکتی تھی، وہی سارا انتظام کرتی تھی۔ اس سے بھاگ دوڑ نہیں مچتی تھی بلکہ سکون سے عبادت کرکے روزہ افطار کرکے بازار جاتیں اور دوسرے دن تھکن اتار لیتیں۔


پیارے بچوں کے لئے

چھوٹی چھوٹی کہانیاں

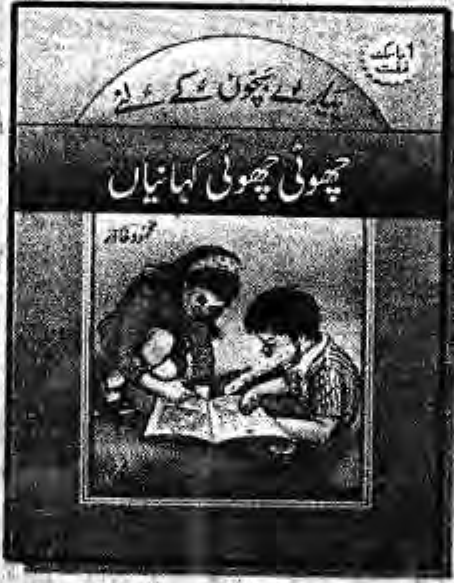


بچوں کے مشہور مصنف

محمود خاور

کی لکھی ہوئی بہترین کہانیوں پر مشتمل ایک ایسی خوبصورت کتاب جسے آپ اپنے بچوں کو تحفہ دینا چاہیں گے۔

ہر کتاب کے ساتھ 1 ماسک مفت

قیمت -/300 روپے

ڈاک خرچ -/50 روپے

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37 اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361




WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

27 ویں شب بہت اہتمام سے منائی گئی۔ دل لگا کر عبادت کی گئی، چونکہ روبیلہ پر تو مشعل کے گھر جانے پر پابندی تھی بوجوہ ہادی کے تو مشعل اور رابعہ ان کی طرف آگئی تھیں۔ مرد مسجد چلے گئے، وہ چاروں خواتین عبادت میں مصروف ہو گئیں۔ روبیلہ کو گزشتہ شب قدر یاد آئی جب اس نے کس دل سے اللہ تعالیٰ سے ہادی کا ساتھ مانگا تھا اور اللہ نے اس کی دعا قبول فرمائی۔ اس شب تو اس نے صرف شکرانے کے نوافل ہی ادا کرنے تھے اور اپنے لیے مغفرت طلب کرنی تھی۔

☼ ☼ ☼

عید کی نکھری صبح اس وقت مزید نکھر گئی، جب ہادی عید ملنے چلا آیا۔

"عید مبارک ایوری باڈی۔"

"خیر مبارک، یہ تمہیں یہاں آنے کس نے دیا، تمہارا پردہ نہیں ہونا چاہیے تھا؟" نائلہ نے مصنوعی ناراضی دکھاتیں اس سے مل رہی تھیں۔

"استغفراللہ خالہ، میں کیوں کرنے لگا پردہ، میں کوئی لڑکی ہوں۔" شکیل اور روبیل کھلکھلا کر ہنسے تھے۔

"واہ جوان واہ کیا مردوں والی بات کی ہے۔" نائلہ مسکراہٹ دباتیں اسے گھورنے لگیں۔

"زیادہ ایکٹنگ نہیں کرو، سب پتا ہے تمہیں۔"

"یہ تو اچھی بات ہے نا۔ آج کل تو بہت انفارمیٹو (باخبر) ہو کر رہنا پڑتا ہے۔ ایسا بندہ تو چل ہی نہیں سکتا جسے کچھ پتا نہ ہو۔" بات کو اپنی مرضی کا رخ دینے پر نائلہ بھی ہنس پڑیں تھیں۔ روبیلہ اپنی دھن میں تیار ہو کر لاؤنج میں آگئی تھی، ہادی کو دیکھ کر تو ٹھٹک ہی گئی تھی۔

"السلام علیکم! اور عید مبارک۔"

"آپ کو بھی مبارک ہو۔" وہ بزل ہو گئی۔

"جاؤ، رفیعہ کو چائے کا کہہ کر آؤ اور ساتھ میں کچھ اہتمام بھی۔" انہوں نے اسے ٹہلایا۔ ہادی کے لیے تو اتنا ہی کافی تھا، اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا، وہ مسکراتا ہوا میگزین پر جھک گیا تھا۔

"اور کیسی ہو تم؟" روبیلہ پچھلے صحن میں آکر مشعل کو عید مبارک کا فون کر رہی تھی جب اپنے پیچھے ہادی کی آواز سن کر یوں اچھلی کہ فون ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر جا گرا۔ بیٹری کہیں، فون کہیں۔

"تت..... تم۔ یہاں کیسے آگئے۔" مارے گھبراہٹ کے اس نے دروازے کی طرف دیکھا کہیں امی نہ آجائیں۔ ہادی نے فون کے پرزے اکٹھے کر کے انہیں جوڑ کر اس کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔

"اللہ بھلا کرے روبیل کا، بڑے طریقے سے لایا ہے وہ مجھے۔"

"مگر کیوں، اس کی کیا ضرورت تھی؟ اگر امی نے دیکھ لیا تو....."

"وہ مہمان خواتین کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بہت مصروف ہیں اور ضرورت یہ تھی کہ عید ملنا تھی، رسم دنیا بھی ہے، موقع بھی ہے، دستور بھی ہے۔" وہ بازو پھیلا کر اس کی طرف بڑھا تو وہ جمپ لگا کر دوسری طرف چلی گئی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟"

"نہیں بدتمیزی، اسے تو عید ملنا کہتے ہیں، اچھا چلو چھوڑو، یہ لو عیدی۔" اس نے جیب سے کڑکڑاتا پانچ ہزار کا نوٹ نکالا تھا اس نے دور سے ہی ہاتھ بڑھا کر پکڑ لیا، ہادی نے بمشکل مسکراہٹ چھپائی تھی۔

"یہ پہلی اور آخری بار دے رہا ہوں۔"

"پہلی اور آخری۔" اس نے متحیر ہو کر اسے دیکھا تھا۔

"کیوں کہ پھر تم خود ہی جیب سے نکال لیا کرو گی۔" اس کے بے چارگی سے کہنے پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی تھی، اس کی ہنسی کی جھنکار نے ہادی کے چاروں طرف پھول ہی پھول کھلا دیے تھے۔

☼ ☼



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY

پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود آل ٹائم بیسٹ سیلرز:-

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com
http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

www.paksociety.com

بنتِ سحر

# اہلِ وفا کی دھوم

Download From
Paksociety.com

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"تمہیں محبت ہوگئی ہے۔" ایک بگ بینگ پھٹا تھا۔ میری تھیوری، فلاسفی، دلائل کے پرخچے اڑ گئے تھے۔ ارم مجھ پر سات آسمان توڑ کر کوک پی کر لطف اندوز ہو رہی تھی۔ ساری عادات رقیبوں جیسی تھیں۔ سارے الفاظ سیاست دانوں کو مات دیے ہوئے ہوتے تھے۔

"آنکھوں کے گرد حلقے، پچکے ہوئے گال، شرابی آنکھیں، بھورے بال، علامات مکمل محبت زدہ لوگوں کی سی ہیں۔" دوسروں کے سروں پر آسمان توڑ دینا اور خود مفت کے تماشے دیکھنا ارم کو بخوبی آتا تھا۔ میں نے گھور کر دیکھا۔

"جنہیں تم محبت سے کمپیئر کر رہی ہو۔ یہ علامات حالت نیند سے اٹھنے کی ہیں۔" میری دلیلیں اور ارم بی بی کے سامنے ٹھہر جائیں... ناممکن۔

"نیند بھی محبت کی طرح تو ہوتی ہے... کسی بھی وقت، کہیں بھی ہو سکتی ہے۔ پہلے انفارم کر دیا تمہیں آگے تمہاری مرضی۔" کمینی نے کیسا کھینچ کر طمانچہ رسید کیا تھا۔ میری روح تک نعرہ مستانہ لگا گئی۔

"اگر تمہیں قتل ہونے کا شوق ہے تو ابھی بتا دو... مجھے قطعاً" شرمندگی نہیں ہوگی۔" میں جل کر بولی تھی، مگر وہاں کسے پروا تھی۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے اب وہ غالباً "چھٹا گلاب جامن اٹھا رہی تھی۔

"ویسے لگتا ہے آرڈر پر مٹھائی تیار کروائی ہے جاذب نے..." نظریں چرا کر مجھے دیکھا اور گلاب جامن منہ نما غار میں ایک پل میں غائب ہو گیا۔ میں سنجیدہ ہو گئی اور ارم کو سمجھایا۔

"تم یہ غلط فہمی دل سے نکال دو کہ میں جاذب میں دلچسپی رکھتی ہوں... وہ میرا اسٹوڈنٹ ہے اور پانچ سال مجھ سے چھوٹا ہے۔ دوسری بات میں حنان سے انگیجڈ ہوں اور میں اسے رشتے پر بہت خوش بھی ہوں۔" آنکھوں کے گرد دھند چھانے لگی تھی۔ رشتے نبھانا مجھے جانے کیوں آ گیا تھا۔ دل سے دھواں سا اٹھنے لگا تھا۔ میں کاپیاں اٹھا کر نیچے جانے لگی۔

"آج جاذب نے پھر حنان بھائی کو کسی لڑکی کے ساتھ دیکھا ہے۔" میں پیٹھ موڑ گئی۔ انا کی بات تھی۔

"پریشے... میری طرف دیکھیے... میں دیکھنا چاہتی ہوں کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو ہیں یا نہیں...؟" میں واپس مڑی۔ کاپیاں ٹیبل پر رکھ دیں۔ ساحر رات، سحر کی چادر اوڑھے گھوم رہی تھی۔

"ارم... میں نے روز روز کے واقعات پر رونا چھوڑ دیا ہے۔ مجھے حنان پر اعتبار ہے۔ ضرور جاذب کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔" شاید غلط فہمی تو مجھے ہوئی تھی۔ ہاں لڑکیاں ہی تو غلط فہمیاں پالتی ہیں۔ آسمان پر چاند کی ٹکیا جیسے لرز گئی تھی۔ چاند کو بھید جاننے کا بڑا شوق ہے۔ میں بھید بھری بن گئی۔ ارم میرے قریب آ گئی تھی۔

"وہ آپ سے پیار نہیں کرتے۔ اپنی دکان کے باسی گل دستے آپ کو بھیج دیتے ہیں۔ آپ رات کے آخری پہر تک سرہانے رکھے وہ پھول دیکھتی رہتی ہیں۔ مردہ پھول، مردہ محبت کی گواہیاں دیتے ہیں یا تو محبت ہوتی ہے یا عزت... سمجھوتہ انہی دو باتوں پر کیا جاتا ہے نا... وہ تو محبت بھی نہیں کرتے اور مجھے لگتا ہے عزت بھی نہیں کرتے۔" میری ہتھیلی پر گرم بلبلا گرا تھا۔ آگ بھڑک اٹھی تھی۔ بعض لوگوں کو اتنا صاف گو نہیں ہونا چاہیے۔

"ارم... ایک چیز رشتے نبھانا ہوتی ہے۔ جو رشتوں کی ڈور کو جوڑے رکھتی ہے، میں اسی احساس کے زیر اثر ہوں۔ رہی بات پھولوں کی تو ان کا تازہ یا باسی ہونا نہیں دیکھا جاتا۔ یہ تو بس ایک طاقت دیتے ہیں مجھے اس تعلق کو نبھانے کی۔" میں کاپیاں وہیں بھول آئی تھی... کاش... رشتے بھولنے کا ہنر بھی مجھے آتا... موتیے کی خوشبو چاروں قطبین میں بکھر رہی تھی... بالکونی کے بلب کے نیچے پتنگوں کے لاشے پڑے تھے۔ وہ لاشے جڑنے لگے۔ ایک ست رنگی کانچ کا مقبرہ بنتا گیا۔ میرے دل کی طرح... دلوں کے بہلنے کے نسخے ایجاد نہیں ہوتے۔

☆ ☆ ☆

پارک میں صبح آج شاہانہ انداز سے اتری تھی۔



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

www.paksociety.com

آسمان پر بادل فرشتے کے پھٹے ہوئے لباس سے مشابہ نظر آتے تھے۔ پرندوں کی آوازوں میں دلنشیں ی سازوں کی سی اداسی تھی۔ مجھے لگ رہا تھا میں کسی قدیم صنم خانے کا کوئی بت ہوں۔ جو وجود کا حاضر ہے۔۔۔ روح کا غائب ہے۔۔۔ وہ میرے قریب آن بیٹھا۔

''ٹیچر جی۔۔۔ اداس ہیں کیا؟'' میں نے جاذب کا چہرہ دیکھا۔ یونانی دیوتا میرے پہلو میں براجمان تھا۔

''تمہیں کیسے معلوم ہوا؟'' میں نے پوچھا تھا۔ وہ ہنس پڑا۔۔۔ راج ہنس تھا وہ۔

''آپ کی آنکھیں بولتی ہیں۔۔۔'' میں نے آنکھوں پر ہاتھ پھیرا۔ کسی اور کو تو ان آنکھوں کی حکایتوں کا پتا نہیں چلا تھا۔

''ڈائیلاگ بول رہے ہو؟'' میں نے ہنسی دبائی۔

''میں ڈائیلاگ نہیں بولتا۔۔۔ ورنہ چاند' تارے توڑ کر لانے کے ضرور وعدے کرتا' جو یہ وعدے کرتے ہیں وہ منافق ہوتے ہیں۔ آپ جانتی ہیں نا کہ میں ایسا نہیں ہوں۔'' میں سن ہو گئی۔ جو ایسے وعدے کرتے ہیں منافق ہوتے ہیں تو کیا حنان منافق تھا۔۔۔؟ جاذب وضاحت دے رہا تھا۔ دھوپ اس کے سر پر اشرفیوں کے مقدس عکس کی طرح گرنے لگی تھی۔ اک لمحے کو دل چاہا ہولے سے اس کے بال بکھیر دوں۔

''استاد اور شاگرد والے رشتے میں ایک جذباتی تعلق ہوتا ہے۔ اس کو محبت نہیں سمجھنا چاہیے۔'' میں نے اسے سمجھانے کی پہلی سیڑھی پر قدم رکھا۔ وہ شاکی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا تھا۔

''آپ ہمیشہ مجھے غلط کیوں ثابت کرنا چاہتی ہیں۔'' اس کے نتھنے پھولنے پچکنے لگے۔

''تم غلط ہو۔۔۔ تمہارا سوچنے کا انداز غلط ہے۔۔۔ تمہیں' میں شاگرد کے علاوہ کچھ نہیں سمجھتی۔ ایسے تعلق میں اگر محبت آجائے تو بہتان لگا کرتے ہیں۔۔۔ لوگ باتیں بناتے ہیں۔ دار پر چڑھا دیتے ہیں۔ پھر محبت' محبت نہیں رہتی۔ ذلت بن جاتی ہے۔'' میں نے اس کے چہرے پر مایوس اترتے دیکھی۔ ان آنکھوں میں کچھ تھا' وہ کچھ جو لمحوں میں باندھ لیتا ہے۔ اسیر کر لیتا ہے۔ جس کی نفی ممکن نہیں۔۔۔

''آپ کو لوگوں کی پروا ہے۔۔۔ میری نہیں۔۔۔ مجھے دل بدلنا نہیں آتا۔ اگر آتا تو آپ کو دل سے نکال دیتا' مگر میں بے بس ہوں۔۔۔ لوگوں کو چھوڑیں۔۔۔ آپ مجھے دیکھیں۔'' اور واقعی میں نے اسے دیکھا ستواں کھڑی ناک' کان غصے سے سرخ ہو رہے تھے' میں نے ان لمحوں سے بچنے کی کوشش کی جن میں محبت وارد ہوتی ہے۔

''تم جانتے ہو' میں انگیجڈ ہوں۔۔۔ حنان سے میں محبت کرتی ہوں' میں اس فیصلے سے بہت خوش ہوں۔'' میں ایک اچھی فنکارہ نہیں تھی۔ وہ مجھے غور سے دیکھ رہا تھا۔

''پریشے۔۔۔ کیا آپ واقعی ان سے محبت کرتی ہیں۔۔۔؟'' وہ ایک عام سوال نہیں تھا۔ پوری زندگی تھا اس کے چہرے پر کسی مزار پر رکھے ہواؤں میں جلتے بجھتے مٹی کے دیے کی سی بے چینی رقم تھی۔

''ہاں۔۔۔ میں حنان علی سے بہت محبت کرتی ہوں۔'' دیا بیرن ہوا کے جھونکے سے بجھ گیا۔ راکھ اڑنے لگی تھی۔ جاذب کا چہرہ سرخ ہوا۔

''اللہ کرے۔۔۔ حنان مر جائے۔'' وہ بددعا دے رہا تھا' میں نے زور سے اسے تھپڑ دے مارا تھا۔ وہ گال پر ہاتھ رکھے مجھے دیکھ رہا تھا۔ جیسے حیرت میں ہو۔۔۔ میں نے اسے وارن (خبردار) کیا۔

''میں نے کہا تھا نا کسی کو مرنے کی بددعا نہیں دیتے۔۔۔ سائیکو ہو تم۔۔۔ آئندہ میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی۔'' میں اٹھ کر پارک کے بیرون گیٹ کی طرف بڑھنے لگی۔ وہ میرے آگے آن کھڑا ہوا۔

''اچھا۔۔۔ وہ نہ مرے میں مر جاؤں۔۔۔ شکل نہ دیکھنے والی بات واپس لے لیں' میں مر جاؤں گا۔'' وہ اصرار کر رہا تھا' میں بار بار کے تماشے سے تنگ آچکی تھی۔

''مر جاؤ تم۔۔۔ جان چھوڑو میری۔۔۔'' میں جانتی تھی بعض اوقات لفظ قتل کر دیتے ہیں' مگر اس وقت میں یہ بھول گئی' میں کسی سرکس کی تنگی تار پر چلتی لڑکی کی طرح خود کو محسوس کر رہی تھی۔ بے بسی عجیب شے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

ہے۔ ✲ ✲ ✲

میں نے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے ارم کو بے قراری سے ادھر ادھر ٹہلتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ میرے قریب آئی۔

"تم نے اس پر ہاتھ اٹھایا۔۔۔؟" میں نے اطمینان کا مظاہرہ کیا۔

"جاسوس نے تمہیں بتادیا۔" ارم تپ سی گئی۔

"تم نے اس کی عزت نفس پر حملہ کیا ہے پریشے۔۔۔" میں نے غور سے جاذب کی چچی کو دیکھا۔

"ارم۔۔۔ میں غلط نہیں ہوں۔ وہ جینے، مرنے کی باتیں کررہا تھا۔" ارم میرے سامنے آن ٹھہری۔ میرے سینے پر ہاتھ رکھا۔

"اس کے کہنے سے حنان مر تو نہیں گیا۔۔۔ تمہیں بہرحال ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔" وہ مجھے سمجھا رہی تھی۔ چھوٹوں کو بڑے سمجھاتے ہیں، مگر اس نگری میں گنگا الٹی ہی بہتی ہے۔

"کیا میں جو سمجھ رہی ہوں۔۔۔ وہ ٹھیک ہے۔۔۔؟" میں نے ارم سے پوچھا۔ وہ صوفے پر بیٹھ چکی تھی۔ ظاہر ہے غصے سے اتنی دیر لاؤنج میں تن فن جو کرتی پھر رہی تھی۔ ارم نے انگارہ ہوتے ہوئے مجھے دیکھا۔

"تم کیا سمجھ رہی ہو۔ پری۔" میں اس کے ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ گئی۔ گلاس ونڈو سے سورج کی تیکھی شعاعیں اندر داخل ہو کر لاؤنج کے در و دیوار کو آتشیں ٹچ دے رہی تھیں، میں نے ارم کے ہاتھ تھامے، مگر پتھر کا مجسمہ ساکت بیٹھا رہا۔۔۔ ٹھونک بجا کر دیکھ لو۔۔۔ خالی ڈھول ہے۔

"ارم۔۔۔ جانے کیوں مجھے لگتا ہے کہ تم میرا دل جاذب کی طرف موڑنا چاہتی ہو۔" اس نے میرے ہاتھ جھٹک دیے اور گلاس ونڈو کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

"پری۔۔۔ انسانوں کے پاس دلوں کو موڑنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ اگر مجھے یہ کام آتا تو میں کب کی کرچکی ہوتی۔ تم موم کی گڑیا مت بنو۔ ابو کے سامنے ڈٹ جاؤ۔۔۔ ہر فیصلہ انہوں نے اپنی مرضی سے کیا ہے۔ یہ تمہاری زندگی ہے۔ صحیح فیصلہ کرنا تمہارا حق ہے۔" اس کی آواز بھیگ چکی تھی۔ وہ میری بہن تھی، فکر مند تھی میرے لیے۔۔۔ میں نے بدستور ٹیبل کی سطح کو کھرچتے ہوئے اس کی پیٹھ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"میرا حق۔۔۔ کون سا حق۔۔۔ شاید تم نہیں جانتیں کہ جن لوگوں کو وجود پر فرمانبرداری کی چھاپ پڑ چکی ہوتا۔۔۔ انہیں بغاوت کرنا نہیں آتا۔" میں سیڑھیاں چڑھتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف آگئی تھی۔ ساری زندگی میں نے ابو کے فیصلوں پر گزاری تھی۔ اماں کی وفات کے بعد میں نے خود کو مشکل سے سنبھالا تھا۔ ابو نے میری منگنی تایا کے بیٹے حنان سے کردی تھی، میں خوش تھی۔۔۔ وہ مجھے اچھا لگتا تھا۔۔۔ ساری زندگی میں سوچتی رہی کہ شاید اسے محبت کہتے ہیں، مگر جاذب علی نے آکر میری دلیلوں، فلاسفیوں کے پرخچے اڑا دیے تھے، میں دل کو ہاتھ سے نکلتا نہیں دیکھ سکتی تھی۔ حنان کی فلاور شاپ کی دکان تھی۔ اکثر وہ میرے لیے پھول لے کر آتا تھا۔ ارم نے تحقیق کی تھی کہ وہ پھول باسی ہوتے تھے۔۔۔ مجھے ان کی تازگی یا باسی ہونے سے کوئی غرض نہ تھی میرے لیے ان کا دیا جانا ہی باعث طمانیت تھا۔ کچھ لوگ ہماری زندگیوں میں صرف ہمیں شرمندہ کرنے آتے ہیں اور یہی سوچ میری جاذب علی کے بارے میں تھی۔۔۔ ارم نے ایک بار کہا تھا۔

"آپی۔۔۔ جاذب اپنی آنکھوں میں محبتیں اوڑھے پھرتا ہے۔ آپ کی موجودگی اس کے لیے طلسم کی سی ہے۔ اس کی آنکھیں جھوٹ نہیں بولتیں۔ وہ آپ کے لیے جان بھی دے سکتا ہے۔ محبت کا آخری دعوا تو جان دینے کا ہی ہوتا ہے نا۔" اور میں نے جواب میں کہا تھا۔

"ارم۔۔۔ میں جانتی ہوں کہ وہ جان دے سکتا ہے، مگر ابو کی ناراضی اور لوگوں کی باتیں سہنے کا مجھ میں بالکل حوصلہ نہیں۔۔۔" ساری زندگی میں نے کردار نامی چادر کی حفاظت کی تھی۔ اپنے ہی ہاتھوں سے اس پر



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کیسے داغ لگا دیتی۔ شاید خدا نے میرے وجود میں ہر بات پر جی والا انفر زیادہ ہی ڈال دیا تھا۔ رہی بات محبت کی تو کچھ جانبازوں کو دلوں کو مارنے کا فن اچھی طرح آتا ہے اور شاید میں اس فن میں ماہر تھی۔ دلوں کو مارنا کبھی آسان نہیں ہوتا۔۔۔ کانچ پر قدم۔۔۔ اذیت ہی اذیت۔۔۔ مستقل۔۔۔ مسلسل۔۔۔

☼ ☼ ☼

جاذب کی امی آئی تھیں مجھے یہ کہنے کہ میں جاذب کو سمجھاؤں کہ وہ شادی کرنے پر راضی ہو جائے' میں ان کی بات پر ہنس پڑی تھی۔

"آنٹی۔۔۔ بھلا میں کیسے اسے مجبور کر کے شادی پر آمادہ کروں۔ اس کی زندگی ہے آپ اسے فیصلہ کرنے دیں۔" وہ میرے قریب بیٹھی تھیں۔ کافی متفکر سی لگ رہی تھیں۔

"پری بیٹا۔۔۔ میں اکثر بیمار رہتی ہوں۔۔۔ اب گھر کے کام مجھ سے نہیں ہوتے۔۔۔ جاذب کے ابو پہلے ہی بستر سے لگے ہوئے ہیں' میں چاہتی ہوں کہ بھولے آؤں تاکہ گھر تو سنبھالے۔" میں ان کی پریشانی سمجھ سکتی تھی۔۔۔ جوڑوں کے درد نے انہیں عاجز کر رکھا تھا' میں نے انہیں تسلی دی۔

"آپ فکر نہ کریں' میں اسے سمجھاؤں گی۔" وہ میرے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔۔۔ ارم چائے لے آئی تھی۔ آنٹی اب چائے پیتے ہوئے اس سے باتیں کر رہی تھیں۔ ارم نے پوچھا۔

"آنٹی۔۔۔ جاذب کہیں دلچسپی تو نہیں رکھتا۔۔۔؟"

آنٹی ہنس دی تھیں۔ شفیق سی ہنسی۔

"ارے نہیں بیٹا۔۔۔ میرا بیٹا ایسا نہیں ہے۔" میرا دل چاہا اس شریف مظلوم کا سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دوں' مگر مروت آڑے آ گئی۔ ارم نے اپنا راگ الاپنا شروع کر دیا تھا۔

"آنٹی۔۔۔ ایسی لڑکی تلاش کیجیے گا۔۔۔ جس کی سانولی سنہری رنگت ہو۔۔۔ غزالی آنکھیں ہوں۔۔۔ لمبے کمر کو چھوتے بال ہو اور مسکراتی بہت کم ہو' مگر جب بھی مسکرائے گلوں میں روشنی نہ رہے۔"

ارم فتنی نے جو سارا حلیہ ازبر کیا ہوا تھا۔۔۔ مجھے اچھی طرح سمجھ آ رہا تھا۔ دل چاہ رہا تھا۔ مکھی بنا کر دیوار سے چپکا دوں' مگر پھوہی لفظ مروت کی دہائی۔۔۔

آج میں نے پکا سوچ لیا تھا کہ اسے رات کا کھانا نصیب نہیں ہونے والا تھا۔ نرم گرم سی طویل سی دوپہریں تھیں۔۔۔ آج کل کالج سے پندرہ دن کی چھٹی لی ہوئی تھی۔ اس لیے فی الحال آرام کر رہی تھی۔ فراغت ہی فراغت تھی۔

شام کو میں کوئی کتاب ہاتھ میں لیے قریبی پارک چلی آتی تھی' سنگی بنچوں پر بیٹھ کر اردگرد سے بے خبر ہو کر کتاب پڑھنا کتنا اچھا لگتا ہے نا۔۔۔ واکنگ ٹریک پر ہر عمر کے لوگ واک کرتے نظر آتے تھے۔ قطار میں ست رنگی پھولوں کی بہاریں تھیں جن پر شہد کی مکھیاں ڈیرہ جمائے رکھتیں۔ شامیں سنہری پن میں غروب ہوتی تھیں' میں اردگرد سے بے نیاز اپنی ذات میں مگن رہتی تھی۔ میرا خیال ہے انسانوں سے زیادہ کتابیں اچھی دوست ہوتی ہیں۔ لفظوں کے سہارے انسان کو مضبوط بنا دیتے ہیں۔ اس دن پیار کا پہلا شہر پڑھتے ہوئے مجھے لگا جیسے میں بھی پاسکل کی طرح ہوں۔۔۔ وہ تو جسمانی طور پر معذور تھی' مگر مجھے رشتوں نے کمزور کر رکھا تھا۔ لڑکیوں کو تو چاند سے راز و نیاز کرنے کی عادتیں ہوتی ہیں' مگر شاید مجھے وقت نے بہت پہلے ہی بڑا کر دیا تھا۔

بارشیں مجھے بس پانی کے قطروں سے مشابہ نظر آتیں۔۔۔ زندگی کے سارے رنگ جیسے میری دسترس سے دور تھے۔ اسٹڈی روم میں گھنٹوں لفظوں کی محفلوں میں قید رہنا اور کافی کو معدے میں متواتر اتارتے رہنا میری پختہ عادتیں بن چکی تھیں۔ عادتوں کو بدلنا کہاں آسان ہوا کرتا ہے۔ اسی لیے ارم کہتی تھی۔

"پری لیشے۔۔۔ آپ میں قدیم روحیں قید ہیں۔ جنہیں آپ کی ذات سے رہائی کی ضرورت نہیں۔ جدید دور انہیں مقناطیس کے مخالف پول کی طرح لگتا ہے جو



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

ہمیشہ دور ہی رہتا ہے۔ جانے عادتیں بدلنے کا نسخہ کب وجود میں آئے گا۔" یہ ارم بھی نا۔ وقت گزرتا جاتا ہے۔ عمریں گھٹتی ہیں۔ سالگرائیں منائی جاتیں ہیں میں جھنجلا جاتی ہوں۔ بھلا زندگی کے ایک سنہرے سال کے اختتام پر جشن کیسا مگر آپ جانتے ہیں نا... ارم کے کے پاس دلائل کے ٹوکرے موجود ہوتے ہیں... اور... میں ہمیشہ ہار جاتی ہوں۔ مجھے لگتا ہے جاذب علی مجھے ہرانے آیا ہے مگر میں ایسا نہیں ہونے دوں گی۔ مجھے اپنی فرماں برداری بہت عزیز ہے۔ مجھے لوگوں کی باتیں خوف میں مبتلا کردیتی ہیں۔ شاید یہی زندگی ہے...

☼ ☼ ☼

فلاور شاپ میں خوب صورت پھولوں کی مدھم سی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ گلاس ونڈو کے باہر سورج کی چمک عروج تھی۔ صبح کے دس بج رہے تھے میں نے غیر محسوس انداز میں انگوٹھی ہتھیلی میں دبالی تھی۔ حنان کو میں نے دیکھا جو میرے مقابل بیٹھا تھا۔

"آج میں تمہیں مبارک دینے آئی ہوں..." میری نظریں اس کے چہرے کی طرف ہی تھیں۔ وہ چونکا تھا۔

"کیا مطلب ہے... کس چیز کی مبارک...؟" میں نے اس کا سوال نظرانداز کردیا تھا۔

"پتا ہے دنیا کا آسان ترین کام کیا ہوتا ہے... کسی کو دھوکا دینا اور تم نے یہ آسان کام کرنے کی سعادت حاصل کرلی ہے۔ ساری زندگی میں خود کو فریب دیتی رہی۔ اتنی قسمیں وعدے تو تم نے بھی نہیں کیے ہوں گے جو میں نے لوگوں سے کیے اور انہیں یقین دلایا کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو... مگر تم نے کیا کیا...؟" میں نے اس کے چہرے کو دیکھا ایک رنگ آرہا تھا دوسرا جارہا تھا۔ آج یوم احتساب تھا۔

"رات کے ڈیڑھ بجے ابو کی طبیعت خراب ہوئی۔ رات کے کالے پڑتے اندھیرے میں ہم بہنیں تنہا تھیں اور اتنی ہی بے بس اور لاچار بھی... ارم نے تمہیں کال کیا اور تم نے اسے ڈانٹ دیا کہ تمہاری نیند خراب کردی تمہیں ذرا بھی احساس نہیں ہوا ہمارا... ابا کے منہ سے خون نکل رہا تھا اور ہم وہ خون روکنے کی کوشش میں ہلکان ہوئی جارہی تھیں۔ اس کے علاوہ ہم کر بھی کیا سکتی تھیں۔ اسی وقت میں خود سے عہد کرتی رہی کہ زندگی بھر تمہارا منہ کبھی نہیں دیکھوں گی۔ اب آخری بار ملنے آئی ہوں۔ یہ لو اپنی امانت..." میں نے انگوٹھی اس کے سامنے ٹیبل پر پھینک دی۔ گول گول گھومتی انگوٹھی اس کے پیروں میں جاگری تھی میں ہینڈ بیگ اٹھا کر کھڑی ہوئی۔

"اگلے سنڈے میرا اور جاذب علی کا نکاح ہے۔ دعوت نامہ پیشگی دیے جارہی ہوں۔ میری خوشیوں میں شریک ہونا چاہو تو... اور ہاں... ایک بات کے لیے سوری..." اس کا چہرہ سفید پڑچکا تھا۔ جسم میں جان نہ رہی تھی۔ ٹھکرایا جانا کیا ہوتا ہے یہ اسے اب پتا چل رہا تھا میں اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"سوری... منگنی کے کپڑوں کو ارم نے آگ لگادی ہے بقول اس کے اذیت ناک یادوں سے چھٹکارا ضروری ہوتا ہے اور آخری بات... تم جیسے انسان محبت کے قطعی لائق نہیں ہوسکتے۔" الفاظ کا طمانچہ اس کے وجود پر رسید کرتی میں فلاور شاپ سے باہر نکل آئی۔ ایسا لگ رہا ہے... آزاد فضاؤں میں خوشبوؤں کا ہجوم ہو میں جاذب علی سے ہار گئی مگر جاذب علی نے مجھے جیت لیا۔ جو شخص دکھ سکھ میں ساتھ نہ دے اس سے کنارہ کشی ہی بہتر ہے اور میں نے ابا کی عین مرضی کے مطابق حنان کو چھوڑ دیا تھا میں جلدی جلدی گاڑی ڈرائیو کررہی ہوں کیوں کہ جاذب اور ارم میرا انتظار کررہے ہوں گے۔ زندگی میں زبردستی کے رشتوں کو سر پر مسلط کرنے میں ہماری اپنی ہی غلطی ہوتی ہے۔ زندگی میں عمریں معنی نہیں رکھتیں... خوش گوار زندگی کے لیے سچا ساتھ ضروری ہوتا ہے۔

جب بھی چاہیں اک نئی صورت بنالیتے ہیں لوگ...
ایک چہرے پر کئی چہرے سجالیتے ہیں لوگ...
مل بھی لیتے ہیں گلے وہ اپنے مطلب کے لیے...
آپڑے مشکل تو نظریں چرالیتے ہیں لوگ...!

☼ ☼



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

## بقیہ مقابل آئینہ

☆ "واصف علی واصف کہتے ہیں کہ۔"
جس نے معاف کیا وہ معاف کر دیا جائے گا
میں معاف کر دیتی ہوں لیکن بھولتی نہیں
* "اپنی کامیابیوں میں کسے حصے دار ٹھہراتی ہیں؟"
☆ "سب سے پہلے اپنی کامیابیوں کا حصہ دار اپنے اللہ کو ٹھہراتی ہوں اور اپنی محنت کو۔"
* "کوئی عجیب خواہش؟"
☆ "ترکی گھومنا چاہتی ہوں راکاپوشی کو بہت نزدیک سے محسوس کرنا چاہتی ہوں۔"
* "برکھا رت کیسے انجوائے کرتی ہیں؟"
☆ "کچھ پرانی یادیں دہرا کر۔"
اس نے مٹی کی دیوار پر کچے رنگ کے ساتھ
لکھ کر نام میرا بارش کی دعا مانگی ہے
* "آپ جو ہیں وہ نہ ہوتیں تو کیا ہوتیں؟"
کچھ نہ تھا تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا
* "آپ بہت اچھا محسوس کرتی ہیں جب؟"
☆ "شام کو چھت پہ کھڑے ہو کر پہاڑوں میں ڈوبتے سورج کو دیکھتی ہوں تو اچھا لگتا ہے۔ عمیرہ احمد کو پڑھ کر اچھا لگتا ہے۔"
* "متاثر کن کتاب، مصنف، مووی؟"
☆ "قراقرم کا تاج محل، عمیرہ احمد، محبتیں۔"
* "آپ کا غرور؟"
☆ "میرا پاکستان، میرا گھر، میرا قلم۔"
* "مطالعہ کی اہمیت آپ کی زندگی میں؟"
☆ "آتی جاتی سانس جتنی اہم ہے اتنا اہم میرے لیے مطالعہ ہے۔"
* "آپ کی پسندیدہ شخصیت؟"
☆ "نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔"

☆ ☆


ماہنامہ حنا
بہنوں کا اپنا ماہنامہ
لاہور

جولائی 2016 کا شمارہ عید نمبر شائع ہو گیا ہے

جولائی 2016 کے شمارے کی ایک جھلک

☆ "کھنکتی پائل چھنکتی چوڑی" مصنفین سے عید سروے،
☆ "عید کا تحفہ" سباس گل کا مکمل ناول،
☆ "عید کا چاند لایا خوشیوں کا پیغام" ام ایمان کا مکمل ناول،
☆ "خواب محل" مصباح نوشین کا مکمل ناول،
☆ "میری سادگی بھی کمال ہے" شبانہ شوکت کا ناولٹ،
☆ "اک سنگم چاند سا" نائلہ طارق کا ناولٹ،
☆ "پربت کے اس پار کہیں" نایاب جیلانی کا سلسلے وار ناول،
☆ "دل گزیدہ" ام مریم کا سلسلے وار ناول،
☆ "ایک جہاں اور ہے" سدرۃ المنتہیٰ کا سلسلے وار ناول اپنے اختتام کی طرف گامزن،
☆ روبینہ سعید، مصباح علی، صدف آصف، قرۃ العین کرم ہاشمی، فرزانہ حبیب اور ہماراؤ کے افسانے،

پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں، انشاء نامہ، عید کے پکوان، مہندی کے رنگ اور وہ تمام مستقل سلسلے جو آپ پڑھنا چاہتے ہیں

جولائی 2016 کا شمارہ آج ہی اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب کریں




WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

شعاع عمیر

# کرن کرن خوشبو

## افضل عمل

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ اعمال میں کون سا عمل افضل ہے۔ تو ارشاد فرمایا۔ "صدقہ دینا" پھر پوچھا گیا۔ "صدقہ کیا چیز ہے؟"
ارشاد فرمایا۔ "کسی کی حاجت روا کرنا۔" اس کے بعد ارشاد فرمایا۔ "صدقہ دینا چاہیے' چاہے وہ روٹی کا ٹکڑا ہو یا ایک مٹھی کھجور' افضل ہے کہ اس کے ہزار مرتبہ قرآن شریف ختم کیا جائے۔"

## عیدیں

حضرت انس بن مالک فرماتے ہیں کہ مومن کی پانچ عیدیں ہیں۔

☆ جس دن وہ گناہ سے محفوظ ہے۔ اس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہو۔ وہ دن اس کے لیے عید کا دن ہے۔

☆ جس دن وہ پل صراط سے سلامتی کے ساتھ گزر جائے۔

☆ جس دن وہ دوزخ سے بچ کر جنت میں داخل ہو جائے۔

☆ جس دن اپنا ایمان اور خود کو عقائد شیطان سے محفوظ رکھے۔

☆ جس دن وہ پروردگار عالم کی رضا پائے۔

زہرہ۔۔۔ جہلم

## تخت

ایک چیونٹی نے جلیل القدر اور عظیم الشان بادشاہ سلیمان علیہ السلام کے لشکر کی دعوت کی' جس پر چرند' پرند' انسان اور جنات سب شامل تھے۔ میزبان چیونٹی کو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اٹھا کر اپنی ہتھیلی پر رکھ لیا اور پوچھا۔
"بتا تیری سلطنت بڑی ہے یا کہ میری؟"
چیونٹی نے جواب دیا۔ "کس کی سلطنت پر عظمت ہے' یہ بات تو اللہ کو معلوم' مگر میں یہ جانتی ہوں کہ اس وقت میرا تخت سلیمان علیہ السلام کا ہاتھ ہے۔"

امن عامر۔۔۔ کراچی

## موتی مولا

☆ زندگی کی سب سے بڑی فتح نفس پر فتح پانا ہے۔ اگر نفس نے دل پر فتح پائی تو سمجھو کہ وہ دل مردہ ہے۔

☆ ہمیشہ یہ ہی سوچ رکھو کہ مجھے میرے اللہ نے بہت کچھ دیا ہے' اگر میرے اعمال کے مطابق ملتا تو میرے پاس کچھ نہ ہوتا۔

☆ اگر آپ اپنی زندگی کو خوش گوار بنانا چاہتے ہیں تو عیب جوئی اور نکتہ چینی سے دور رہیں۔

☆ حساس لوگوں کو حساسیت اور سنگ دلوں کو ان کا غرور مار دیتا ہے۔

☆ جو کسی کا برا نہیں چاہتا' ان کے ساتھ کوئی برا کر نہیں سکتا' یہ میرے رب کا وعدہ ہے۔

☆ اس شخص کے لیے کبھی مت رو' جو آنسوؤں کو قدر نہیں جانتا۔

☆ جس کامیابی کو دن بھر تلاش کرتے ہو' وہ پانچ بار تمہیں روز بلاتی ہے۔

☆ اپنے اخلاق کی دکان پر غصے کو اتنا مہنگا کر دو کہ کوئی بھی اسے خریدنے کی سکت نہ رکھے اور خوشی کو اتنا سستا کہ ہر کسی کی پہنچ میں ہو۔

رفعت جبین۔۔۔ ملتان



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

## سازو سامان

ایک دفعہ حضرت امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ ایک امیر کے گھر گئے۔ دیکھا کہ وہ غلاموں پر برس رہا ہے' بیٹوں سے الجھ رہا ہے' بیوی سے جھگڑا کر رہا ہے۔

"فلاں کمربند کہاں ہے؟ تلوار پر زنگ کیوں ہے؟ فلاں عطر کیوں نہیں منگوایا؟"

امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے پوچھا۔

"یہ کیا ہنگامہ ہے؟"

امیر کہنے لگا۔

"مجھے خلیفہ نے یاد فرمایا ہے اور میں مناسب سازو سامان کی تلاش میں ہوں۔"

یہ سن کر امام غزالی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔

"تمہیں بہت جلد اللہ بھی یاد کرنے والا ہے۔ کیا اس دربار کا بھی سازو سامان تیار کر لیا ہے۔"

نمرہ علی۔۔۔ کوٹ چھٹہ

## فلسفہ زندگی

☆ بے زاری اور بے بسی کے عالم میں ترک دنیا کوئی کمال نہیں' کمال تو یہ ہے کہ عیش و عشرت کی زندگی چھوڑ کر اللہ سے لو لگائی جائے۔

☆ اگر کسی اونچے مقام پر پہنچ جاؤ تو کوئی ایسی حماقت نا کرو کہ نیچے پھسل جاؤ۔

☆ بددعا کبھی زبان سے نہیں دی جاتی' وہ جو آنسو پلکوں پہ اٹکا رہ جائے بذات خود ایک بددعا بن جاتا ہے۔

☆ صبر کی دو قسمیں ہیں' ایک ناپسندیدہ چیز ملنے پر اور دوسرا پسندیدہ چیز نہ ملنے پہ۔

☆ دنیا کی سخت ترین سزاؤں میں ایک سزا انتظار ہے۔

سیدہ لوبا سجاد۔ کہروڑ پکا

## اعلا ظرف

گڑھے کے اندر پتھر پھینکا جائے تو ہیجان پیدا ہوتا ہے' مگر سمندر میں پورا پہاڑ ڈال دیا جائے تو وہ ویسا کا ویسا ہی رہتا ہے۔ اسی طرح کم ظرف انسان ایک سخت بات سن کر بگڑ اٹھتا ہے' مگر اعلا ظرف انسان کے اوپر طوفان بھی گزر جائے تو اس کا سکون برہم نہیں ہوتا۔

## تماشا

ہمیں تماشا دیکھنے کی عادت ہو گئی ہے' لیکن تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ جو قومیں تماشا دیکھنے کی عادی ہو جائیں اک روز وہ خود تماشا بنتی ہیں۔

ریما نور رضوان۔۔۔ کراچی

## اچھی باتیں

بہترین انسان عمل سے پہچانا جاتا ہے' ورنہ اچھی باتیں تو دیواروں پہ بھی لکھی ہوتی ہیں!!

☆ اپنی آواز بلند کرنے کے بجائے اپنی دلیل کو بلند کرو۔

☆ رشتے بھروسے پر قائم ہوتے ہیں۔

☆ اچھا انسان وہ ہے جو کسی کا دیا دکھ تو بھلا دے' لیکن کسی کی دی ہوئی محبت کبھی نہ بھلائے۔

☆ لوگوں کو اس طرح معاف کر دیا کرو جس طرح تم اللہ سے امید رکھتے ہو کہ وہ تمہیں معاف کر دے گا۔

☆ بات کرنے میں مزا ان لوگوں سے آتا ہے جن کے سامنے بولنے سے پہلے سوچنا نہ پڑے۔

☆ جن لوگوں کی محبت میں ہم اللہ کو ناراض کرتے ہیں اکثر وہی لوگ ہمیں ذلیل و خوار کرتے ہیں۔

موئل آفتاب۔۔۔ کراچی

## عید مبارک

اے باد صبا عید مبارک اسے کہنا
کہنا کہ کوئی کرتا ہے تجھے یاد ابھی تک
اک دل تیری یادوں سے آباد ہے ابھی تک
کہنا ہے ہمیں عید گزشتہ کی طرح
شدت سے خیال آئے گا اس بات کا دن بھر
اک اور برس بیت گیا تجھ سے بچھڑ کر
کہنا یہ فقط ان کے لیے عید کا دن ہے
جن کے لیے محبوب کی یہ دید کا دن ہے
اے کاش کہ یہ عید بھی اپنے لیے ہوتی
مہندی سے تیرا نام اپنے ہاتھ پہ لکھتے
اے کاش کہ اس سال تو ہم عید مناتے

ریما شاہ۔ پتوکی



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

لے، لیکن حد سے تجاوز نہ کرنا، ورنہ پھر تیری طرف سے ظلم ہوگا اور دوسری طرف سے دعوا۔"

صدف۔۔۔ کھڈوریکا

## توبہ

☆ اگر اپنا گھر اپنے سکون کا باعث نہ بنے تو توبہ کا مقام ہے۔

☆ اگر مستقبل کا خیال ماضی کی یاد سے پریشان ہو تو توبہ کرلینا مناسب ہے۔

☆ اگر انسان کو گناہ سے شرمندگی نہیں تو توبہ سے کیا شرمندگی۔ توبہ منظور ہو جائے تو وہ گناہ دوبارہ سرزد نہیں ہوتا۔

☆ گناہوں میں سب سے بڑا گناہ توبہ شکنی ہے۔

☆ توبہ کا خیال خوش بختی کی علامت ہے، کیونکہ جو اپنے گناہ کو گناہ نہ سمجھے وہ بدقسمت ہے۔

☆ نیت کا گناہ نیت کی توبہ سے اور عمل کا گناہ عمل کی توبہ سے معاف ہوتا ہے۔

☆ اگر انسان کو یاد آجائے کہ کامیاب ہونے کے لیے اس نے کتنے جھوٹ بولے ہیں تو اسے توبہ کرلینی چاہیے۔

☆ اگر انسان کو اپنے خطاکار یا گناہ گار ہونے کا احساس ہو جائے تو اسے جان لینا چاہیے کہ توبہ کا وقت آگیا ہے۔

(واصف علی واصف)

سدرہ مرتضیٰ۔۔۔ کراچی

## حد سے تجاوز نہ کرنا

ایک دفعہ ہارون الرشید کا بیٹا غصے میں بھرا باپ کے پاس آیا اور بولا۔

"ایک سپاہی کے لڑکے نے مجھے گالی دی ہے۔"

ہارون الرشید نے درباریوں سے پوچھا۔

"ایسے آدمی کو کیا سزا دینی چاہیے۔"

ایک نے کہا۔ "اس کی زبان کاٹ دینی چاہیے۔"

دوسرے نے جائیداد کی ضبطی اور ملک بدر کرنے کی سزا تجویز کی۔ کسی نے اسے قتل کرنے کے متعلق کہا۔

پھر ہارون الرشید نے بیٹے سے مخاطب ہو کر کہا۔

"اے بیٹے! اگر تو اسے معاف کردے تو تیری مہربانی ہے، اگر ایسا نہیں کر سکتا تو تُو بھی اسے وہی گالی دے

## زندگی

انسان کی زندگی کتاب کے تین صفحات کی طرح ہے۔ پہلا صفحہ "پیدائش" آخری صفحہ "موت" اور درمیانی صفحہ خالی ہے۔ اب یہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اس درمیانی صفحے کو کیسے پر کرتے ہیں۔ ذرا سوچیے؟

ریما فہیم۔۔۔ کراچی

## اسٹینڈ

پرانے زمانے میں سائیکل کا رواج تھا، ایک نوجوان برطانوی آفیسر نے آرمی اسٹور سے قسطوں پر سائیکل خریدی، سائیکل تو خوب صورت تھی، لیکن کیریئر کے بغیر تھی۔ آفیسر نے بیٹ مین کو کیریئر لگوانے کے لیے بھیجا، بیٹ مین جب سائیکل واپس لایا تو آفیسر نے دیکھا، کیریئر تو لگ گیا ہے، مگر سائیکل کا اسٹینڈ غائب ہے۔ برطانوی آفیسر آرمی اسٹور گیا اور مینجر سے پوچھا۔

"سائیکل اسٹینڈ کیوں اتار لیا ہے؟"

مینجر نے جواب دیا۔ "سر فوج میں ایک ہی چیز مل سکتی ہے کیریئر یا اسٹینڈ، اگر آپ نے کسی بات پر اسٹینڈ لیا تو کیریئر نہیں رہے گا اور اگر کیریئر چاہیے تو کبھی کسی بات پر اسٹینڈ مت لینا۔"

حمدا واجد۔۔۔ کراچی

## ہلال عید

تیرہ شبو کو پھر سے جگمگائے ہلال عید
سندیسہ بہار بن کے آئے ہلال عید
تمنا ہے کہ دیکھیں نئی سحر کی رنگینی
اے کاش! نوید صبح لے کے آئے ہلال عید

رباب علی۔۔۔ پنڈی

☆ ☆



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

# کرن کا دستر خوان

خالدہ جیلانی

## توا چکن

اشیاء :

| | |
|---|---|
| مرغی کی بوٹیاں (بغیر ہڈی) | آدھا کلو |
| دہی | دو سو پچاس گرام |
| ٹماٹر (چوپ کیے ہوئے) | دو عدد |
| پیاز (چوپ کی ہوئی) | دو عدد |
| ہری مرچیں (چوپ کی ہوئی) | چھ عدد |
| تازہ کریم | ایک پیالی |
| ہرا دھنیا (باریک کٹا ہوا) | آدھی گڈی |
| پسا ہوا گرم مسالا | ایک چائے کا چمچہ |
| میتھی دانے | ایک چائے کا چمچہ |
| پسا ہوا لہسن ادرک | دو چائے کے چمچے |
| اجوائن | آدھا چائے کا چمچہ |
| پسی ہوئی چھوٹی الائچی | آدھا چائے کا چمچہ |
| لیموں کا رس | چار کھانے کے چمچے |
| نمک | ایک چائے کا چمچہ |
| تیل | آدھی پیالی |

ترکیب :

ایک پیالے میں میں مرغی پر لہسن، ادرک، لیموں کا رس، دہی، کریم اور نمک لگا کر آدھے گھنٹے کے لیے رکھ دیں۔ توے پر تیل گرم کر کے میتھی دانے، ہری مرچیں، پیاز، ٹماٹر، اجوائن، گرم مسالا اور الائچی پاؤڈر ملا کر ہلکا سا بھونیں۔ توے پر مرغی ڈالیں اور ڈھانپ کر دس منٹ کے لیے پکائیں اس میں ہرا دھنیا ملا کر پیش کریں۔

## سیچوان چکن

اشیاء :

| | |
|---|---|
| چکن بریسٹ | تین سو گرام |
| شملہ مرچ | دو عدد |
| بند گوبھی | ایک چوتھائی گوبھی |
| گاجر | ایک عدد |
| ادرک | ایک چائے کا چمچہ |
| لہسن | ایک چائے کا چمچہ |
| ہری پیاز | ایک عدد |
| ہری مرچ | چار عدد |
| ثابت لال مرچ | آٹھ سے دس عدد |
| نمک | حسب ضرورت |
| کالی مرچ | آدھا چائے کا چمچہ |



WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

سفید مرچ — آدھا چائے کا چمچہ
ووسٹر ساس — ایک چائے کا چمچہ
اویسٹر ساس — ایک چائے کا چمچہ
چلی گارلک ساس — دو چائے کے چمچے

**ترکیب :**

چکن بریسٹ باریک کاٹ لیں۔ شملہ مرچ، گاجر، ادرک، بند گوبھی، اور سرخ مرچ باریک کاٹ لیں۔ پین میں تیل گرم کرکے اس میں لہسن باریک کاٹ کر شامل کریں۔ اب اس میں چکن ڈال کر دھیمی آنچ پر پکائیں۔ ثابت سرخ مرچ چکن میں شامل کرکے تھوڑی دیر پکائیں۔ اب چکن میں نمک، کالی مرچ، سفید مرچ، ووسٹر ساس، اویسٹر ساس اور چلی گارلک ساس ڈال دیں۔ آخر میں تمام سبزیاں چکن میں مکس کرلیں اور دس منٹ پکائیں اور گرم گرم پیش کریں۔

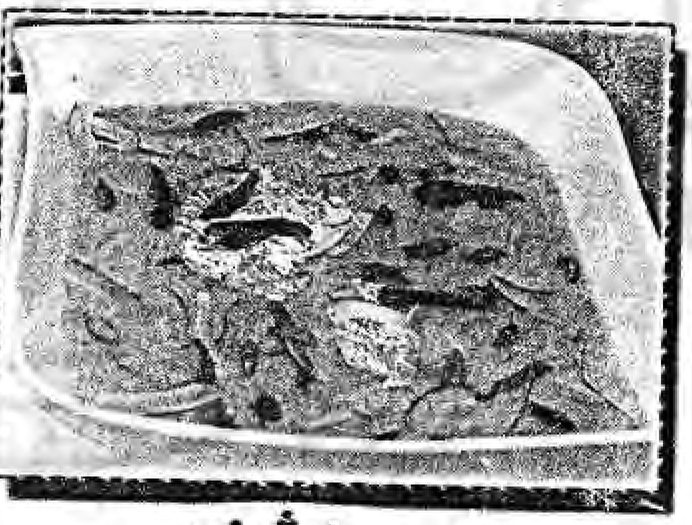

## مزے دار شیر خرما

**اشیاء :**

دودھ — تین لیٹر
بادام پستہ — آدھا کپ
چھوہارے — ایک کپ
سویاں — ایک کپ
چینی — ایک چوتھائی کپ
الائچی پاؤڈر — ایک چائے کا چمچہ
کنڈینسڈ ملک — ایک ٹن
زعفران — ایک چٹکی
گھی — دو کھانے کے چمچے

**ترکیب :**

چھوہاروں کو رات بھر بھگو کر آدھا لیٹر دودھ اور ایک چائے کا چمچہ چینی میں اتنا پکائیں کہ اچھی طرح گل جائیں۔

ایک پین میں گھی ڈال کر گرم کریں اور الائچی پاؤڈر ڈال دیں۔ جب الائچی کی خوشبو آنے لگے تو سویاں ڈال کر ہلکا سا بھون لیں اور چولہے سے اتار لیں۔ اب دوسرے پین میں دودھ ڈال کر پکنے کے لیے رکھیں۔ جب دیکھیں کہ دودھ آدھا رہ گیا ہے تو فرائی کی ہوئی سویاں ڈال کر ایک منٹ پکائیں، پھر چینی، کنڈینسڈ ملک، آدھے بادام، پستے اور زعفران ڈال کر مکس کریں اور اتنا پکائیں کہ آمیزہ تھوڑا سا گاڑھا ہوجائے۔ ڈش میں ڈال کر پکے ہوئے چھوہارے بھی ڈال دیں اور اوپر باقی کٹے ہوئے بادام، پستے کے ساتھ سجا کر کھانے کے لیے پیش کریں۔ چاہیں تو ٹھنڈا کھائیں یا گرم۔

## قوامی سویّاں

**اشیاء :**

چینی — دو کلو
کھویا — تین پاؤ
دیسی گھی — ڈیڑھ پاؤ
کشمش — دس گرام
سویاں — آدھا کلو



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

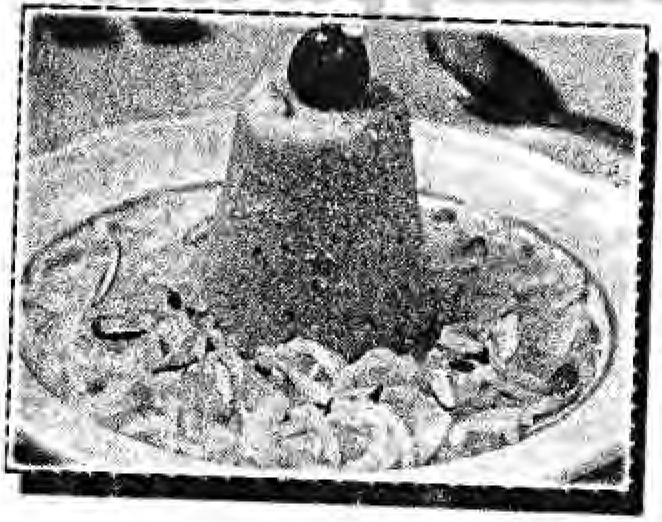

دودھ — ڈیڑھ لیٹر
زرد رنگ — ایک گرام
پستہ — دس گرام
بادام — دس گرام
سبز الائچی — دس گرام
روح کیوڑہ — ایک کھانے کا چمچہ
چاندی کے ورق — حسب ضرورت
لونگ — پانچ گرام

ترکیب:

پہلے ڈیڑھ لیٹر دودھ کو پکا کر آدھا کرلیں، پھر دودھ میں چینی ڈال کر قوام تیار کرلیں اور چولہے سے اتار لیں۔ اس بات کا خیال رکھیں کہ قوام پتلا نہ ہو ورنہ سویاں گھل جائیں گی۔ پھر ایک کھلے منہ کی دیگچی میں پانی ابال لیں، جب پانی کھول جائے تو اس میں زرد رنگ ڈال دیں۔ پانی کو چولہے پر چڑھا رہنے دیں۔ اس کے بعد سویاں باریک کپڑے میں باندھ لیں اور پوٹلی کو پانی میں آہستہ آہستہ ہلاتے رہیں۔ پھر پانی نچوڑ کر سویاں قوام میں ملا دیں۔ کھویا تھوڑے سے گھی میں بھون لیں۔ جب کھوئے کا رنگ قدرے سرخی مائل ہوجائے تب کھویا سویوں میں ملا دیں، پھر گھی لونگ اور چھوٹی الائچی گھی کڑکڑا کر سویوں کو بھگار لگا دیں۔ بھگارنے کے بعد سویوں کو چولہے پر ہلکی آنچ پر پکائیں اور برابر چمچہ چلاتے رہیں۔ تاکہ سویاں دیگچی میں لگنے نہ پائیں جب سویوں کا پانی بالکل خشک ہوجائے اور گھی چھوڑ دیں تو کیوڑہ چھڑک کر نیچے اتار لیں۔ اوپر سے بادام، پستہ باریک کاٹ کر چھڑک دیں۔ پلیٹوں میں جمانے کے بعد ورق لگا دیں۔

## شاہی قلفی

اشیاء:

تازہ دودھ — آدھا کلو
کریم — ایک پاؤ
کھویا — ایک پیالی
کنڈینسڈ ملک — ایک پیالی
چینی — آدھی پیالی
بادام (کٹا ہوا) — پچیس گرام
پستا (کٹا ہوا) — پچیس گرام
کیوڑہ — ایک چائے کا چمچہ
کارن فلور (پانی میں گھلا ہوا) — ایک کھانے کا چمچہ
پسی ہوئی الائچی — ایک چوتھائی کا چمچہ
زردے کا رنگ — ایک چٹکی
پسا ہوا ناریل — سجانے کے لیے
چاندی کا ورق — سجانے کے لیے

ترکیب:

دیگچی میں دودھ ابالیں اور اس میں چینی گھول لیں۔ دودھ میں کارن فلور ملا کر گاڑھا کریں۔ اس میں باقی تمام اشیا ملا کر چولہا بند کردیں۔ جب دودھ ٹھنڈا ہوجائے تو اسے سانچوں میں بھر کر کم از کم چار گھنٹوں کے لیے فریزر میں رکھیں۔ جب قلفی جم جائے تو سانچے سے نکالیں، اسے ناریل اور چاندی کے ورق سے سجا کر پیش کریں۔

✡ ✡

WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

بشریٰ محمود

# یادوں کے دریچے سے

## سحر صہیب کی ڈائری میں تحریر

ایک خوبصورت نظم

اس عید پر تجھ کو میں کیا بھیجوں
کوئی جگنو، کوئی تارہ کوئی سپنا بھیجوں
کوئی پھول بھیجوں ادھ کھلا سا
کوئی امید، کوئی آس، کوئی نظارہ بھیجوں
چاند بھیجوں تجھے اس عید پر دلبر
ایک خوشبو، ایک رنگ کا استعارہ بھیجوں
اے میرے مہربان
روشنی کی، رنگ کی مسکان بھیجوں
یا قوس و قزاح کی اٹھان بھیجوں
اپنی آنکھوں کا کوئی موتی تیری نظر کروں
یا ہاتھوں سے مانگی کوئی دعا بھیجوں
پھولوں سے کوئی تتلی کی محبت بھیجوں
کسی بھنورے کی لگن، اس کا تڑپنا بھیجوں
کوئی شمع کا جلتا ہوا دامن بھیجوں
یا بارش کی تڑپتی ہوئی بوندیں بھیجوں
میرے ہاتھوں میں ایک آس، امید اور دعا ہے
اس عید پر تجھ کو بس اتنا کہہ دوں
کہ جس کو تجھ سے محبت ہے
اے میرے محبوب، تجھے اس عید پر
کوئی تمہارا مل جائے

## ریما نور رضوان کی ڈائری میں تحریر

فرحت عباس شاہ کی نظم

### شدتیں

بے تحاشا ہے تجھے یاد کیا
اور بھلایا بھی بہت ہے تجھ کو
ساری رونقیں ہی ترے دم سے ہیں
اور ترے بکھرے ہوئے غم سے ہے
جس قدر
میں نے تعلق ترا محسوس کیا

اتنی گہرائی تو روحوں میں ہوا کرتی ہے
جس قدر
میں نے تری ذات کو خود میں پایا
اتنی یکتائی کہاں ملتی ہے
فاصلے، وقتیں کھو بیٹھے ہیں
دوریاں پھیکی پڑیں
اتنی شدت سے تجھے سوچا ہے
اتنی شدت سے تجھے چاہا ہے
شدتیں عشق کی معراج ہوا کرتی ہیں

## رباب راجپوت کی ڈائری میں تحریر

خواجہ پرویز کی غزل

جو نہ مل سکے وہی بے وفا، یہ بڑی عجیب سی بات ہے
جو چلا گیا مجھے چھوڑ کر، وہی آج تک میرے ساتھ ہے

جو کسی نظر سے عطا ہوئی، وہی روشنی ہے خیال میں
وہ نہ آسکے رہوں منتظر، یہ خلش کہاں تھی وصال میں



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

کرے پیار لب پہ گلہ نہ ہو، یہ کسی کسی کا نصیب ہو
یہ کرم ہے اس کا جفا نہیں، وہ جدا بھی رہ کے قریب ہے

وہ آنکھ ہے میرے دو برو، اسی ہاتھ میں میرا ہاتھ ہو
میرا نام تک جو نہ لے سکے، جو مجھے قرار نہ دے سکا

جسے اختیار تو تھا مگر، مجھے اپنا پیار نہ دے سکا
وہ شخص میری تلاش ہے، وہ درد میری حیات ہے

---

## قرۃ العین علینہ، کی ڈائری میں تحریر

ناصر کاظمی کی نظم

دل دھڑکنے کا سبب یاد آیا
وہ تیری یاد تھی اب یاد آیا

آج مشکل تھا سنبھلنا اے دوست
تو مصیبت میں عجب یاد آیا

دن گزارہ تھا بڑی مشکل سے
پھر ترا وعدۂ شب یاد آیا

حالِ دل ہم بھی سناتے لیکن
جب وہ رخصت ہوا تب یاد آیا

بیٹھ کر سایۂ گل میں ناصر
ہم بہت روئے وہ جب یاد آیا

---

## سیّدہ لوبا سجاد، کی ڈائری میں تحریر

نوشین گیلانی کی غزل

ہجر کی بد دعا نہ ہو جانا
دیکھ لینا سزا نہ ہو جانا

موڑ تو بے شمار آئیں گے
تھک نہ جانا، جدا نہ ہو جانا

عشق کی انتہا نہیں ہوتی
عشق کی انتہا نہ ہو جانا

بے ارادہ سفر پہ نکلے ہو
راستوں کی ہوا نہ ہو جانا

زندگی درد سے عبارت ہے
زندگی سے خفا نہ ہو جانا

اک تم ہی کو خدا سے مانگا ہے
تم کہیں بے وفا نہ ہو جانا

## الماس علی، کی ڈائری میں تحریر

ابنِ انشاء کی نظم

چل انشا اپنے گاؤں میں
یہاں الجھے الجھے روپ بہت
پر اصلی کم بہروپ بہت
اس پیڑ کے نیچے کیا رکنا
جہاں سائے کم دھوپ بہت
چل انشا اپنے گاؤں میں
بیٹھیں گے سکھ کی چھاؤں میں
کیوں تیری آنکھ سوالی ہے
یہاں ہر اک بات نرالی ہے
اس دیس بسیرا مت کرنا
یہاں مفلس ہونا گالی ہے
چل انشا اپنے گاؤں میں
جہاں سچے رشتے یاروں کے
جہاں وعدے پکے پیاروں کے
جہاں سجدہ کرے وفا پاؤں میں
چل انشا اپنے گاؤں میں

---



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

شگفتہ سلیمان

# عید کے شعر پسند کے

فوزیہ ثمر بٹ ــــــ گجرات

عید کا دن بس یہ سوچتے گزر جاتا ہے
ہمارے واسطے یہ عید بھی پچھلی عید سی کیوں ہے

ارم فاطمہ ــــــ فیصل آباد

میری آرزوؤں کی تمہید تم ہو
مرا چاند تم ہو، میری عید تم ہو

بحیرا نیلم ــــــ گجرات

یہ دعا مانگتے ہیں ہم عید کے دن
باقی نہ رہے آپ کا کوئی غم عید کے دن
آپ کے آنگن میں اترے ہر روز خوشیوں بھرا چاند
اور مہکتا رہے پھولوں سے چمن عید کے دن

ارم طاہر ــــــ ٹنڈو آدم

عید کا دن ہے ہر سمت گہما گہمی
آنا چاہوں جو تیرے پاس تو آؤں کیسے
میری ہر سانس، امانت ہے تری یادوں کی
ٹوٹ کے اس سے زیادہ تمہیں چاہوں کیسے

نمرہ، اقرا ــــــ کراچی

دیکھ کر ہلال عید جو مسکراتے تھے
وہ چاند چہرے ڈھونڈنے سے اب نہیں ملتے

سیدہ لوبا سجاد ــــــ کہروڑ پکا

ہر کسی کے لیے کہاں ہوتی ہیں عید کی خوشیاں
میسر ہیں لاتا ہے کہاں سب کے لیے عید کا چاند

ارم فاطمہ ــــــ فیصل آباد

ان کے گھر اترنا تو کہنا ہلال عید
عید کے دن بھی نہ آئے تو شکایت ہوگی

صائمہ سلیم ــــــ مانسہرہ

کمی نہیں تھی کسی چیز کی مگر اکثر
اکیلے بیٹھ کے رویا ہوں تار تار بہت

ثنا شہزاد ــــــ کراچی

عید آئی ہے لوگ کہتے ہیں
تم آجاؤ تو یقین آجائے

الوینہ دانش، فائزہ دانش ــــــ حیدرآباد

دستور ہے دنیا کا مگر یہ تو بتا دو
ہم کس سے کہیں، کس سے سنیں عید مبارک

گڑیا شاہ ــــــ کہروڑ پکا

یہ تو اچھا ہوا عید اب کے تنہا گزری
میں گلے لگ کے بہت روتی جو آپ آجاتے

صدف عمران ــــــ کراچی

دل بھی پاگل ہے کہ اس شخص سے وابستہ ہے
جو کسی اور کا ہونے دے نہ اپنا رکھے

عائشہ ــــــ گوجرہ

میں تو اس واسطے چپ ہوں کہ تماشا نہ بنے
تو سمجھتا ہے مجھے تجھ سے گلہ کچھ بھی نہیں

ندا، فضیلہ یوسف ــــــ فیصل آباد

ترک تعلقات کے سارے مرحلے
میں دیکھتا ہی رہ گیا وہ پار کر گیا

فریحہ، توشین ــــــ حیدرآباد

ادب کی بات ہے ورنہ منیر سوچو تو
جو شخص سنتا ہے، وہ بول بھی تو سکتا ہے

ایمان فہمید ــــــ کراچی

نفرتوں کے بازار میں
جینے کا اپنا ہی مزا ہے
لوگ رلانا نہیں چھوڑتے
ہم ہنسنا نہیں چھوڑتے

صائمہ جبیں ــــــ کراچی

کل ٹکڑے پڑے تھے اک تصویر کے راہ میں
لگتا ہے کوئی دیوانہ سمجھ دار ہو گیا ہے



www.paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

سعدیہ، مدزینہ ـــــ کراچی

خود بہ خود چھوڑ گئے ہیں تو چلو ٹھیک ہوا
اتنے احباب کہاں ہم سے سنبھالے جاتے
ہم بھی غالب کی طرح کوچہ، جاناں سے محسن
نہ نکلتے تو کسی روز نکالے جاتے

اقصیٰ ناصر، عذرا ناصر ـــــ کراچی

اب یہ سوچا ہے اپنی ذات میں رہیں گے
بہت دیکھ لیا لوگوں سے شناسائی کر کے

ثمرہ، اقرا ـــــ کراچی

میرے مزاج کا اس میں کوئی قصور نہیں
تیرے سلوک نے لہجہ بدل دیا میرا

آسیہ جاوید ـــــ علی پور چٹھہ

جو گزاری نہ جا سکی ہم سے
ہم نے وہ زندگی گزاری ہے

مدیحہ، ایمان ـــــ کراچی

ہے نمایاں تیرے جذبوں کی صداقت محسن
ایک شخص کا برسوں تجھے پاگل رکھنا

کرن رحمان ـــــ فیصل آباد

کسی کو اپنے اعمال کا حساب کیا دیتے
سوال سارے غلط تھے، جواب کیا دیتے

تحریم ـــــ محراب پور

جدائی پہ ہی قائم نظام زندگانی بھی
بچھڑ جاتا ہے ساحل سے گلے مل مل کے پانی بھی

عذرا ـــــ حیدر آباد

اس شرط پہ کھیلوں گی پیا پیار کی بازی
جیتوں تو تجھے پاؤں ہاروں تو پیا تیری

حورین ـــــ شیخوپورہ

کس قدر کرب اس کے لہجے میں بولتے وقت
خود کو بہلا رہا تھا الفاظوں کے ہیر پھیر سے
ہاتھوں کی لکیروں پہ جمی تھیں اس کی نظریں
جیسے لڑ کے تھک چکا ہو اپنی تقدیر سے

بختاور ـــــ حیدر آباد

مجھ کو معلوم نہ تھی ہجر کی یہ رمز کہ تو
جب مرے پاس نہ ہوگا تو ہر سو ہوگا

طاہرہ ملک ـــــ جلال پور پیر والا

منیرؔ اس کو محبت کہا ہے لوگوں نے
کہ خون بن کے رگوں میں اتر گیا کوئی
پلکوں پہ حسرت کے ستارے سجا لیے
اس سج سے خواہشوں نے کیا اہتمام عید

شازیہ گلزار بھٹی ـــــ بھکر

گنگناتی مسکراتی جھومتی آئے گی عید
لے کے دامن میں بہاروں کی مہک آئے گی عید
ہم پہ کیا موقوف ہے رونق تمہاری بزم کی
ہم نہ ہوں گے تو بھی ضرور آئے گی عید

فرحین ظفر، بینا ظفر ـــــ کراچی

پتا نہیں سدھر گیا ہے یا بگڑ گیا ہے
بس یہ دل اب کسی سے محبت نہیں کرتا

شاہین رضوان، ابرا شکیل ـــــ کراچی

دل میں سما گئی ہیں قیامت کی شوخیاں
دو چار دن رہا تھا کسی کی نگاہ میں

ثریا شکیل، شفقت شکیل ـــــ کراچی

وہ کر رہے تھے اپنی وفاؤں کا تذکرہ
مجھ پر نگاہ پڑی تو خاموش ہوگئے

ثمرہ، اقرا ـــــ کراچی

نگاہ بلند، سخن دل نواز، جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

گیلانی سسٹرز ـــــ کہروڑ پکا

وہ بظاہر تو ملا تھا ایک لمحے کو فراز
عمر ساری چاہیے اس کو بھلانے کے لیے

نادیہ ـــــ گجرات

تمہارے بعد کسی کو تو آنا ہی تھا
میں خدا تو نہیں جو اکیلا رہ سکوں

صدف عمران ـــــ کراچی

محبت کرنے والے دل سدا ناشاد رہتے ہیں
محبت اک پرانی بد دعا معلوم ہوتی ہے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

# کچھ موتی چُنے ہیں

ادارہ

## خبر

ناشتے کی میز پر اخبار کھولا تو عجیب ہولناک خبریں پڑھنے کو ملیں۔ مثلاً "بیویوں سے مار کھانے والے پاکستان میں ہر سال' اڑھائی لاکھ مرد بیویوں سے تھپڑ کھاتے ہیں اور پاکستانی بیویاں شوہروں پر کھولتا ہوا چائے کا پانی پھینک دیتی ہے۔ نوک دار جوتوں سے زخمی ہونے والے شوہروں کو کئی روز بستر علالت پر رہنا پڑتا ہے۔ بیویوں کے ناقابل برداشت مظالم پڑھ کر میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ گلا خشک ہو گیا' بدن لرزنے لگا۔ پھر اسی خبر کو دوبارہ پڑھنے لگا۔ معلوم ہوا کہ ظلم کی داستانیں تو امریکہ کی ہیں.... اور میں ذاتی تجربات کی دہشت کی وجہ سے امریکہ کے بجائے پاکستان اور پاکستانی بیویاں وغیرہ پڑھتا گیا۔

(چک جک.... مستنصر حسین تارڑ)

شبانہ میمن.... میر پور خاص

## عشق

ہر وقت خدا کے احسانات یاد کر.... غور کر ہر سانس خدا کی عنایت ہے یوں دل میں شکر گزاری پیدا ہو گی.... پھر تو بے بسی محسوس کرے گا کہ اتنے احسانات کا شکر کیسے ادا کیا جا سکتا ہے.... وہ بے بسی تیرے دل میں محبت پیدا کرے گی.... تو سوچے گا کہ مالک نے بغیر کسی غرض کے تجھے نوازا' تجھ سے محبت کی.... تو غور کر کہ اتنی بڑی دنیا میں تو کتنا حقیر ہے۔ سینکڑوں کے مجمع میں بھی تیری کوئی پہچان نہیں ہے.... کوئی تجھ پر دوسری نظر بھی نہیں ڈالے گا۔ کسی کو پروا نہیں ہو گی کہ الٰہی بخش بھی ہے.... لیکن تیرا رب کروڑوں انسانوں کے بیچ بھی تجھے یاد رکھتا ہے۔ تیری ضروریات پوری کرتا ہے.... تیری بہتری سوچتا ہے' تجھے اہمیت دیتا ہے.... ان سب باتوں پر غور کرتا رہے گا تو تیرے دل میں خدا کی محبت پیدا ہو گی.... اس محبت کے ساتھ یہ بھی سوچتا رہے گا تو محبت میں گہرائی پیدا ہو گی.... اور پھر تجھے خدا سے عشق ہو جائے گا۔

(عشق کا عین.... علیم الحق حقی)

(زرین فرزانہ.... شاہ پور صدر

## بچے

بچوں سے کبھی کبھی نرمی سے بھی پیش آیئے۔ بچے سوال پوچھیں تو جواب دیجیے مگر اس انداز میں کہ دوبارہ سوال نہ کر سکیں۔ اگر زیادہ تنگ کریں تو کہہ دیجیے جب بڑے ہوں گے سب پتا چل جائے گا۔ بچوں کو بھوتوں سے ڈراتے رہیے' شاید وہ بزرگوں کا ادب کرنے لگیں۔ بچوں کو دلچسپ کتابیں مت پڑھنے دیجیے کیونکہ کورس کی کتاب کافی ہیں۔ اگر بچے بے وقوف ہیں تو پروا نہ کیجیے' بڑے ہو کر یا تو جینئس بنیں گے یا اپنے آپ کو جینئس سمجھنے لگیں گے بچے کو سب کے سامنے مت ڈانٹیے' اس کے تحت الشعور پر برا اثر پڑے گا۔ ایک طرف لے جا کر تنہائی میں اس کی خوب تواضع کیجیے۔ بچوں کو پالتے وقت احتیاط کیجیے کہ ضرورت سے زیادہ نہ پل جائیں ورنہ وہ بہت موٹے ہو جائیں گے۔ والدین اور پبلک کے لیے خطرے کا باعث ہوں گے اگر بچے ضد کرتے ہیں تو آپ بھی ضد کرنا شروع کر دیجیے وہ شرمندہ ہو جائیں گے۔ ماہرین کا اصرار ہے کہ موزوں تربیت کے لیے بچوں کا تجزیہ نفس کرا لینا زیادہ مناسب ہو گا۔ دیکھا گیا ہے کہ کنبے میں صرف دو تین بچے ہوں تو وہ لاڈلے بنا دیے جاتے



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

ہیں' لہٰذا بچے صرف دس بارہ ہونے چاہئیں تاکہ ایک بھی لاڈلا نہ بن سکے۔ اس طرح آخری بچہ سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے بگاڑ دیا جاتا ہے' چنانچہ آخری بچہ نہیں ہونا چاہیے۔

(تربیت اطفال ... شفیق الرحمٰن)
صدف سمیع ... کراچی

## مجبوری

جس کو عمل نہ کرنا ہو دنیا میں سب سے زیادہ مجبوریاں اور دلیلیں اسی کے پاس ہوتی ہیں اور جس کو بات ماننی ہو اس کے لیے نہ کوئی مسئلہ ہوتا ہے نہ کوئی مجبوری' اس کے لیے سب سے بڑی دلیل اللہ کا حکم ہوتا ہے۔

(جنت کے پتے ... نمرہ احمد)
نور جہاں احمد ... شہداد پور

## ممتا

محبت دنیا کا خوب صورت جذبہ ہے۔ سونا جس طرح تپ کر کندن بن جاتا ہے' اسی طرح محبت جب اپنی خالص ترین شکل میں ڈھلتی ہے تو "ممتا" بن جاتی ہے اور ممتا وہ جذبہ ہے جو کائنات کو متحد رکھنے میں' جوڑنے میں اور اس کے تسلسل کو برقرار رکھنے میں سب سے زیادہ کام آتی ہے۔

(عہد الست ... تنزیلہ ریاض)
شائستہ امتیاز ... گجرات

## شادی

سچ ہے کسی دولہا کو ہم نے روتے ہوئے نہیں دیکھا' مگر کسی شوہر کو ہنستے ہوئے بھی نہیں دیکھا۔ بس شادی ایک ایسا "سودا" ہے جس میں آپ ایک "عارضی خوشی" کے بدلے "مستقل غم" خرید لیتے ہیں "دولہا" تو آپ لمحوں کے لیے بنتے ہیں' مستقل طور پر تو آپ کو "شوہر" بن کر رہنا ہے۔ شادی سے پہلے مرد حضرات لڑکیوں کو "ہائے ہیلو" کر کے مخاطب کرتے ہیں اور شادی کے بعد "ہائے ہائے" کرتے رہتے ہیں۔ نئی شادی ہوتی ہے تو ہر شوہر "گھر کو" بھاگتا ہے۔ پرانی ہو جاتی ہے تو "گھر سے" بھاگتا ہے۔

(ثانیہ ایک لاثانی دلہن ... اخلاق احمد)
مہنا اعجاز۔ گجرات

## دیہاتی افسانے

دیہاتی افسانے اپنے دلکش ماحول اور طرز تحریر کی سادگی کی وجہ سے بے حد مقبول ہیں۔ ان میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ کوئی ایسی بات تحریر نہ کی جائے جو غیر فطری یا غیر دیہاتی ہو۔ چنانچہ تشبیہیں' استعارے' محاورے سب دیہاتی ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ بعض دفعہ احساسات تک دیہاتی ہو جاتے ہیں۔ مثلاً "بیگماں کا قد کماد کے پودے کی طرح لمبا اور اس کے گال ٹماٹر کی طرح سرخ تھے۔ اس کی آنکھیں جگنو کی طرح چمکتی تھیں اور اس کی باتیں شکر سے زیادہ میٹھی تھیں۔ وہ جب اپلے بناتی تو اس کے گوبر سے لت پت ہاتھ اس طرح معلوم ہوتے جیسے کسی دلہن نے دل کھول کر مہندی لگائی ہے اس وقت شیرو اس کو دیکھ کر اس طرح بے تاب ہو جاتا جس طرح گائے کو ملنے کو بچھڑا۔ وہ اپنا ہل کندھوں سے اتار کر پھینک دیتا اور بیگماں کی طرف اسی طرح دیکھتا گویا وہ بیگماں نہیں بلکہ کپاس کا خوب صورت پھول ہے۔ اس وقت اس کے دل میں خیال آتا کہ وہ بیگماں کو اپنے مضبوط بازوؤں میں پکڑ لے اور اسے اس زور بھینچے کہ اس کا چہرہ انار کے پھول کی طرح سرخ ہو جائے۔

(سنگ و خشت ... کنہیا لال کپور)
رینہ لطیف ... اوکاڑہ

✡ ✡


WWW.PAKSOCIETY.COM RSPK.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN PAKSOCIETY1 f PAKSOCIETY

# پاک سوسائٹی پر موجود مشہور و معروف مصنفین

| | | | |
|---|---|---|---|
| عُمیرہ احمد | صائمہ اکرام | عُشنا کوثر سردار | اشفاق احمد |
| نمرہ احمد | سعدیہ عابد | نبیلہ عزیز | نسیم حجازی |
| فرحت اشتیاق | عفت سحر طاہر | فائزہ افتخار | عنایتُ اللّٰہ التمش |
| قُدسیہ بانو | تنزیلہ ریاض | نبیلہ ابر راجہ | ہاشم ندیم |
| نگہت سیما | فائزہ افتخار | آمنہ ریاض | مُمتاز مُفتی |
| نگہت عبدُاللّٰہ | سباس گُل | عنیزہ سید | مُستنصر حُسین |
| رضیہ بٹ | رُخسانہ نگار عدنان | اقراء صغیر احمد | علیمُ الحق |
| رفعت سراج | اُمِ مریم | نایاب جیلانی | ایماے راحت |

# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام پر موجود ماہانہ ڈائجسٹس

خواتین ڈائجسٹ، شُعاع ڈائجسٹ، آنچل ڈائجسٹ، کرن ڈائجسٹ، پاکیزہ ڈائجسٹ، حناء ڈائجسٹ، رِدا ڈائجسٹ، حجاب ڈائجسٹ، سسپنس ڈائجسٹ، جاسُوسی ڈائجسٹ، سرگُزشت ڈائجسٹ، نئے اُفق، سچی کہانیاں، ڈالڈا کا دسترخوان، مصالحہ میگزین

# پاک سوسائٹی ڈاٹ کام کی شارٹ کٹس

تمام مُصنفین کے ناولز، ماہانہ ڈائجسٹ کی لسٹ، کِڈز کارنر، عمران سیریز از مظہر کلیم ایم اے، عمران سیریز از ابنِ صفی، جاسُوسی دُنیا از ابنِ صفی، ٹورنٹ ڈاؤنلوڈ کا طریقہ، آن لائن ریڈنگ کا طریقہ،

ہمیں وزٹ کرنے کے لئے ہمارا ویب ایڈریس براوزر میں لکھیں یا گوگل میں پاک سوسائٹی تلاش کریں۔

اپنے دوست احباب اور فیملی کو ہماری ویب سائیٹ کا بتا کر پاکستان کی آن لائن لائبریری کا ممبر بنائیں۔

اِس خوبصورت ویب سائٹ کو چلانے کے لئے ہر ماہ کثیر سرمایہ درکار ہوتا ہے، اگر آپ مالی مدد کرنا چاہتے ہیں تو ہم سے فیس بک پر رابطہ کریں۔۔۔

http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com http://paksociety.com

www.paksociety.com

روبینہ شریف

# مسکراتی کرنیں

## جہاندیدہ

جیولری کی دکان میں ایک نوجوان نے ہیرے کی قیمتی انگوٹھی منتخب کی، پھر جیولر سے فرمائش کی 'اس پر باریک الفاظ میں کندہ کردیں۔ "اختر کی طرف سے شبانہ کے لیے۔"

جیولر نے ادھر ادھر دیکھا، پھر نیچی آواز میں، ہمدردانہ لہجے میں بولا۔

اگر برا نہ مانیں تو ایک مشورہ دوں 'انگوٹھی پر آپ صرف یہ الفاظ کندہ کروائیں۔ "اختر کی طرف سے....."

مائرہ... باغبان پورہ

## بدمزاج

فقیر نے ایک دروازے پر دستک دی 'ایک عورت نے دروازہ کھولا۔

"کچھ کھانے کو چاہیے۔"

عورت نے فقیر کو خوب سنائیں اور آخر بولی۔ "تم اب جاتے ہو یا میں اندر سے منے کے ابا کو بلاؤں؟"

فقیر نے جواب دیا۔ "منے کے ابا اس وقت اندر نہیں ہیں۔"

عورت بڑی حیران ہوئی 'پوچھا۔ "تمہیں کیسے پتا چلا؟"

فقیر نے جواب دیا۔ "تم جیسی بدمزاج عورت جس گھر میں ہو 'وہاں اس کا شوہر صرف ناشتے کے وقت گھر مل سکتا ہے۔"

نایاب خان... کراچی

## کاش

دو لڑکیاں گہری سہیلیاں تھیں 'اتفاق سے دونوں کی موت ہوگئی۔ مرنے کے بعد دونوں کی روح ملیں اور ایک دوسرے سے مرنے کی وجہ پوچھی۔

پہلی بولی۔ "میں اپنے شوہر پر بہت زیادہ شک کرتی تھی کہ کہیں وہ دوسری لڑکیوں سے تو نہیں ملتے۔ یہ ہی سوچ کر ایک دن میں نے آفس سے جلدی گھر آکر دیکھا کہ شوہر اکیلے بیٹھے ہیں۔ یہ دیکھ کر میں خوشی سے مر گئی۔"

دوسری بولی۔ "کاش! اس وقت تم نے فریزر کھول کے دیکھ لیا ہوتا تو نہ تم خوشی سے مرتی اور نہ میں سردی سے۔"

مصباح... سرگودھا

## خدا کی پناہ

ہالی ووڈ کی ایک اداکارہ نے اپنی سہیلی سے کہا۔ "میرا نیا بوائے فرینڈ ہر اعتبار سے مکمل ہے وہ 'نہ شراب پیتا ہے 'نہ جوا کھیلتا ہے اور نہ ہی کسی لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھتا ہے۔"

سہیلی نے کہا۔ "خدا کی پناہ ایسی صورت میں تم اس سے طلاق کیسے لو گی؟"

بشریٰ غزل... بھائی پھیرو

## دوستی

ایک آدمی دو سگریٹ پی رہا تھا۔ دوسرے آدمی نے پوچھا۔ "تم دو سگریٹ کیوں پی رہے ہو۔"

پہلا آدمی بولا۔ "دوست کی یاد آرہی ہے 'ہم دونوں ساتھ پیتے تھے۔ اس لیے دو پی رہا ہوں۔"

کچھ دن بعد وہ آدمی ایک سگریٹ ہی پی رہا تھا۔ اتفاق سے دوسرا آدمی وہاں سے گزرا اور بولا۔ "آج



WWW.PAKSOCIETY.COM ONLINE LIBRARY PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY
RSPK.PAKSOCIETY.COM FOR PAKISTAN

دوست یاد نہیں آرہا۔"
پہلا آدمی! "ارے نہیں بے وقوف، میں نے سگریٹ چھوڑ دی ہے، اس کی پی رہا ہوں۔"

حنا فرحان۔۔۔ راجن پور

## انصاف

ایک پٹھان نے ایک پنجابی کو تھپڑ مارا۔ دونوں کو عدالت لے جایا گیا۔

جج نے پٹھان کو سزا سنائی کہ۔۔۔ "تم 500 روپے جرمانہ ادا کرو۔"

پٹھان نے 1000 روپے دے کر ایک تھپڑ جج کو بھی مار دیا، اور بولا۔

"آپس میں 500،500 روپے بانٹ لو، میرے پاس کھلے نہیں ہیں۔"

نسرین۔۔۔ بہاول نگر

## بیتے لمحے

استاد شاگرد سے۔۔۔ اس شعر کی تشریح کرو۔

لمحوں نے خطا کی تھی
صدیوں نے سزا پائی

شاگرد! اس مصرعے میں شاعر۔۔۔ "قبول ہے، قبول ہے، قبول ہے۔" والے لمحات کو یاد کر کے دکھی ہو گیا ہے۔

مصباح گل۔۔۔ ملتان

## نتیجہ

ایک بار ایک شوہر سے اس کی بیوی نے پوچھا کہ۔۔۔

"اگر میں چار، پانچ دن کے لیے نظر نہ آؤں تو آپ کو کیسے لگے گا؟"

شوہر نے یک دم خوشی سے کہا۔ "اچھا لگے گا۔ پھر تو۔۔۔

پیر کو بھی بیوی نظر نہ آئی۔
منگل کو بھی نظر نہ آئی۔
بدھ کو بھی نظر نہ آئی۔
جمعرات کو بھی بیوی نظر نہ آئی۔

اور آخر کار جمعہ کو جب آنکھوں کی سوجن کم ہوئی تو پھر تھوڑی تھوڑی نظر آنے لگی۔

ارم خان۔۔۔ کراچی

## غلطی

ایک ماڈرن لڑکے نے اپنی گرل فرینڈ سے کہا۔

"ایسا کرتے ہیں تجرباتی طور پر شادی کر لیتے ہیں۔ اگر ہم نے محسوس کیا کہ ہم سے غلطی ہو گئی ہے تو ہم ہنسی خوشی الگ ہو جائیں گے۔"

لڑکی نے اطمینان سے جواب دیا۔

"اور غلطی کو پالے گا کون؟"

فرح۔۔۔ چکوال

## فرض کرو

پارٹی کے سرگرم رکن سے دوسرے رکن نے پوچھا۔

"اگر تمہارے پاس دو مکان ہوں اور ایک کی پارٹی کو ضرورت ہو تو تم کیا کرو گے؟"

کارکن نے جواب دیا۔ "پارٹی کو دے دوں گا۔"

"اچھا بتاؤ، اگر تمہارے پاس دو کاریں ہوں تو کیا ایک کار پارٹی کو دے دو گے؟"

دوسرے نے کہا۔ "ہاں۔۔۔ ہاں۔۔۔ کیوں نہیں۔ پارٹی کی خدمت میرا فرض ہے۔"

آخر میں پہلے نے ایک معمولی چیز کے بارے میں پوچھا۔ "فرض کرو تمہارے پاس دو مرغیاں ہوں تو کیا ایک پارٹی کو دو گے؟"

اس پر کارکن نے جواب دیا۔ "قطعی نہیں۔"

پہلے نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ کیا بات ہوئی؟"

"کیونکہ میرے پاس دو مرغیاں موجود ہیں۔"

دوسرے نے اطمینان سے جواب دیا۔

گڑیا شاہ۔۔۔ کہروڑ پکا



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

محمود بابر فیصل نے یہ شگفتہ سلسلہ 1978ء میں شروع کیا تھا۔ ان کی یاد میں یہ سوال و جواب شائع کیے جا رہے ہیں۔

## ذوالقرنین

**ریحانہ شمشاد..... کراچی**

س نین جی! ہم نے تم کو دیکھا، تم نے ہم کو دیکھا کیسے؟

ج سرف میں دھلا ہوا، اجلا ترو تازہ، لکس میں نہایا ہوا، ہاشمی سرمہ لگایا ہوا۔

**شمع تبسم..... فیصل آباد**

س کیا بلیک روز پر بھی تتلیاں آتی ہیں؟

ج ہم پر تو آتی ہیں۔

**شہناز وحید..... ٹنڈوالہ یار**

س محبت اور سیاست میں کیا فرق ہے؟

ج سیاست میں اجتماعی طور پر دھوکا کھایا اور دیا جاتا ہے جب کہ محبت میں صرف فرد واحد ہی دھوکا کھاتا ہے۔

**راحت مسعود..... کمالیہ**

س کہتے ہیں محبت خدا کا انمول عطیہ ہے لیکن جب دل پلاسٹک کے لگائے جائیں گے تو؟

ج محبتیں بھی پلاسٹک کی مل جایا کریں گی۔

**سلمیٰ صدیقی جوہی..... کراچی**

س اللہ تعالیٰ نے ایک نافرمان کو شیطان کیوں بنا ڈالا کسی حور کی یہ شامت کیوں نہیں آئی؟

ج خداوند کے معاملات میں ایک گناہ گار بندہ کچھ نہیں بول سکتا۔

**ثمینہ عندلیب..... ٹیکسلا**

س لوگ اپنی تعریفیں تو خوشی سے سن لیتے ہیں مگر اپنی خامیاں سننے کا حوصلہ کیوں نہیں رکھتے بے چارے لوگ؟

ج میرے علاوہ۔

**ایس اختر خواجہ..... بھیرہ**

س ذوالقرنین بھیا! آپ کو کھانے میں مرغی پسند ہے یا انڈا؟

ج جب مرغی سامنے ہو تو انڈے کو دل چاہتا ہے اور جب انڈا مل جائے تو مرغی پسند آتی ہے۔

**شاداں نفیس..... کراچی**

س آپ کا پسندیدہ پھول گوبھی کا یا کاغذ کا؟

ج گوبھی کا پھول اگر کاغذ پر بنا ہو۔

✲ ✲ ✲



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

www.paksociety.com

مدیرہ کرن

# نامے میرے نام

## اس ماہ کا خط

### ثمینہ اکرم۔ بہار کالونی لیاری۔ کراچی

دل کی گہرائیوں سے ماہ مبارک + عیدالفطر ایڈوانس کی مبارک باد قبول ہو۔ اللہ پاک خوشیوں میں اضافہ فرمائے۔ (آمین)

جون کا کرن، ٹائٹل سے لے کر مسکراتی کرنیں تک بہت پسند آیا۔ چند ایک تحاریر کو چھوڑ کر۔۔۔ بلکہ "نامے میرے نام" کے تبصرے اور تنقید بھرے خطوط (صفحہ آخر) بھی شوق سے پڑھا۔ رمضان المبارک کے حوالے سے "کرن کتاب" بہت زیادہ پسند آئی۔ سحرو افطار کی اچھی اچھی ریسپی کے علاوہ، مختلف قرآنی سورتوں کے فضائل بہت خوب بیان کیے گئے۔ کرن کتاب میں نفلی نمازوں کا بیان اور طاق راتوں میں (شب قدر میں) پڑھنے والے وظائف بتا کر تو آپ نے بہت نیکی کمائی۔ بلاشبہ "کرن کتاب" "ماہ مبارک کا بہترین تحفہ ہے۔

گوہر رشید اور مریم کمال انصاری کے انٹرویوز پڑھے۔ ففٹی ففٹی لگے۔۔۔۔ "کھولے پنکھ یادوں نے" ادارے کا شکریہ جن کے توسط سے اپنے پسندیدہ رائٹر سے ہماری ملاقات ممکن ہوئی۔ افسانوں میں چند افسانے قابل ذکر لگے۔ افسانہ "بڑی بھابھی (نفیسہ سعید) کا بہت پسند آیا۔ لوگ اپنی واہ۔ واہ اور تعریفیں سمیٹنے کے چکر میں کیا کیا کھڑاک پالتے ہیں۔ نظیر فاطمہ کا افسانہ "رکنا ہوگا" میں رمضان پاک کے لیے ایک اچھا پیغام ہے۔ روزے کی حالت میں ہمیں اپنے نفس کو لگام دینا اور اخلاق سے عاری باتوں سے رکنا پڑتا ہے۔ افسانہ "ذراہٹ کے" عزہ خالد نے ہلکی پھلکی مزاحیہ کہانی تحریر کی۔ شفق افتخار کا ناولٹ "میرا آسمان" دوسری قسط بھی لاجواب لگی میرا آسمان کا اینڈ بھی بہترین لگا۔ ایزد، صلہ جیسے انمول ہیرے کے قابل ہی نہ تھا۔ وہ تو حمدان کے آنگن کا چاند تھی۔ دوسرا اچھا ناولٹ "عید ایسی بھی ہوتی ہے" فاخرہ گل نے ایک باپ کے لیے بیٹی اور بیٹی کے لیے باپ کے پیار پر روشنی ڈالی ہے۔ ہر باپ ہی اپنی بیٹی کے لیے حساس دل رکھتا ہے۔

"من مورکھ کی بات" حوریہ کو چاہیے کہ وہ اپنی پریشانی مومنہ سے شیئر کرے۔ کیونکہ بابر جیسا گھٹیا شخص کچھ بھی کر سکتا ہے۔ حوریہ نے حازم کے لیے ہاں کر کے اچھا کیا۔ "راپنزل" میں شہرین کو اپنی بیماری کا علم ہو گیا، مگر سمیع کی محبت اپنی بیوی کے لیے مثالی ہے۔ صوفیہ کو اپنے شوہر پر اندھا اعتماد لے ڈوبا۔ شاید کاشف نے حبیبہ سے شادی کر لی ہے۔ گناہ کی زندگی گزارنے سے تو اچھا ہے کہ حبیبہ کاشف کے نکاح میں آجائے۔ راشدہ رفعت کا مکمل ناول "پھر ہوا یوں" میں سلمٰی نے اپنے شوہر افضل کی دوسری شادی رکوانے کے لیے بڑی شاندار حکمت عملی اختیار کی۔ "دست مسیحا" نگہت سیما کا سلسلہ وار ناول ہے۔ دست مسیحا کی کہانی میں نگہت سیما نے ایک حساس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ یہ ہمارے معاشرے کا المیہ ہے۔ اولاد بھی والدین کے لیے آزمائش ہے۔ عفو اور عجو کی ماں نے اپنی اولاد کے لیے دنیا تیاگ دی اور دوسری طرف وہ سنگ دل ماں ہے۔ جس نے اپنا لخت جگر برستی بارش میں مرنے کے لیے چھوڑ دیا۔ وہ بھی صرف اس لیے کہ وہ بچہ خوب صورت نہ تھا۔ بدلے میں احسن کا دنیا کی ہر ماں پر سے اعتبار ہی ختم ہو گیا۔۔۔۔ مگر ماں تو سراپا محبت ہوتی ہے۔ یقیناً" یہ کہانی آگے چل کر اور دلچسپ موڑ پر آجائے گی۔ ابھی بھی اس ناول کی دونوں اقساط بہت دلچسپ اور اچھی لگیں۔ نئی قسط



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کا بے چینی سے انتظار ہے۔ (اللہ حافظ)

ج ۔ ثمینہ اکرم کرن پڑھنے کا بہت شکریہ! آپ سے بلکہ تمام بہنوں سے گزارش ہے کہ' جو کہانی پسند نہیں آئے اس کے بارے میں آگاہ ضرور کیجیے۔ نگہت سیما ہماری بہترین اور پرانی مصنف ہیں' آپ نے ان کی کہانی کے بارے میں درست اندازہ لگایا ابھی اس کہانی میں بہت سے دلچسپ موڑ آنے ہیں۔

**طاہرہ ملک۔ جلال پور پیروالا**

اس بار کرن ہاتھ میں آتے ہی جوں ہی پہلی نگاہ ٹائٹل گرل پر پڑی تو خوب صورت اور معصوم سی ٹائٹل گرل نے دل جیت لیا بڑی مشکل سے اس سے نگاہیں چراتے ہوئے اداریہ میں مدیرہ جی سے ملاقات کی جن کی رمضان المبارک کے حوالے سے دل نشیں گفتگو دل میں گھر کر گئی۔ "حمد و نعت" سے روح کو مستفید کرتے ہوئے شاہین رشید کے چمکتے ستاروں سے ملاقات کی۔ "من مورکھ کی بات نہ مانو" حوریہ جی نے حازم کے لیے اقرار کرہی لیا جہاں حازم کی صورت میں اسے خوشیاں ملنے والی ہیں وہاں بابر کی صورت میں پریشانیاں۔ "بڑی بھابھی" مائرہ اور ثنا کی دوستی' دشمنی کی' اس کی ساس کی طرح ہمیں بھی سمجھ میں نہیں آرہی تھی پتا نہیں عورتوں میں اتنا حسد کا مادہ آتا کہاں سے ہے' چلیں جی اینڈ مس ثنا نے بھی شہرت پا ہی لی۔ "پھر ہوا یوں" سلمٰی کی اداکاری پہ دل بہار کی طرح ہم بھی حیران رہ جاتے تھے کہ کیسے پیش آرہی ہے۔ ویسے بڑے دل گردے کا کام ہوتا ہے سوکن برداشت کرنے کا اس سے ایک بات یہ سامنے آئی کہ مرد چاہے کتنی بھی عمر کا ہو اس کے بھٹکنے کے لیے دیر نہیں لگتی۔ چلیں جی خیر اینڈ اچھا کیا۔ دل بہار اور بابر کو ملا دیا اور سلمٰی کو بھی بچالیا۔ "میرے حصے کی زمین میرا آسمان" صلہ کے لیے بے انتہا افسوس ہوا کہ ایک رات کیا چند گھنٹوں کی دلہن طلاق یافتہ ہوگئی ہمارا معاشرہ بہت عجیب ہے یہ کہاں کسی کو معاف کرتا ہے بغیر قصور کے عورت ہی معتوب ٹھہرائی جاتی ہے "راپنزل" شہرین کے لیے بہت دکھ ہوتا ہے ہماری تو دعا ہے کہ شہرین بہت جلد ٹھیک ہوجائے اب دیکھتے ہیں زری کا ہیرو واقعی میں ہیرو ہے یا پھر فلرٹ کررہا ہے۔ "ضبط کا موسم" مہر کے لیے خوشی ہوئی کہ اسپیشل ہوکے وہ گھر میں بھی اسپیشل رہی اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ ایسے بچوں کے ساتھ نا چاہتے ہوئے بھی فرق ہوجاتا ہے۔ سمیع کی اقصیٰ کے لیے جنون خیز محبت اور رافع کا بھائی کے لیے گیم کھیلنا اگرچہ طریقہ اچھا نہیں تھا' لیکن اچھا لگا' اگر وہ ایسا نہ کرتے تو اقصیٰ کو اتنا چاہنے والا جیون ساتھی کیسے ملتا۔ ویسے سمیع کی ہمت کی داد دینی پڑے گی کہ سب کچھ برداشت کرتا رہا۔ "عید ایسی بھی ہوتی ہے" آمنہ اور سبطین کی محبت بھری اسٹوری اچھی لگی' لیکن اتنی شدید محبت میں سبطین کو آمنہ کی جدائی سہنی پڑی۔ "میٹھی سی دھوپ" بیلا اور ایاز کی خاموش محبت کو وصل کی خوشی مل ہی گئی۔ "دست مسیحا" کیا کمال کا ناول ہے ثمرین کا اپنے بیٹے کو ایسے لاوارث چھوڑنا اچھا نہیں لگا وہاں احسن کا طلاق جیسا قدم بالکل بھی نہیں بھایا اتنی کڑی سزا تو نہ دیتا ثمرین کو۔ اہل کے لیے تو ہشام اور موحد دونوں کے دل میں نرم جذبات ہیں دیکھیے ہیں کیا بنتا ہے۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ کرن ہمیشہ کی طرح لاجواب تھا ہر کہانی ایک سے بڑھ کر ایک تھی۔ کرن کرن خوشبو' یادوں کے دریچے سے' مجھے یہ شعر پسند ہے' کچھ موتی چنے ہیں' مسکراتی کرنیں' سب کے انتخاب کمال کے ہے۔ نامے میرے نام میں مسز نقی نقوی آپ کے بیٹے کے بارے میں پڑھ کر بے حد افسوس ہوا بہت مشکل ہوتا ہے ایسے صدمے برداشت کرنا' اللہ آپ کے بیٹے کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ (آمین) اور ہاں کرن کتاب کمال کی تھی زبردست پکوان اور وظائف پڑھ کر دل خوش ہوگیا۔

ج۔ طاہرہ ملک جی آپ کو کرن کی تمام کہانیاں پسند آئیں بہت شکریہ۔ آپ کرن میں کسی تبدیلی کی خواہاں ہے تو ہمیں اپنی رائے سے ضرور آگاہ کیجیے۔

**حافظہ رملہ مشتاق۔ شعلی غنی' حاصل پور**

اس دفعہ کرن جلد مل گیا۔ ٹائٹل گرل سادہ سی اچھی لگی۔ کرن کے ساتھ میرا بہت گہرا تعلق ہے۔ چھٹی جماعت سے کرن پڑھنا شروع کیا تقریباً" 13 سال ہوگئے کرن سے وابستگی روز اول کی طرح ہے۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 | PAKSOCIETY

www.paksociety.com

کرن کے تمام سلسلے بہت پسند ہیں۔ "راپنزل" میرا فیورٹ ناول ہے، لیکن شہرین کی بیماری نے افسردہ کردیا۔ سلیم اور نینا کی نوک جھوک اچھی لگتی ہے۔ آسیہ مرزا کا "من مورکھ کی بات" واہ کیا زبردست ناول چنا ہے۔ نگہت کا "دست مسیحا" ایک اچھی کاوش ہے۔ نبیلہ عزیز سے کہیں "دردل" کی طرح کا ایک ناول اور لے آئیں۔ میں کرن میں کچھ لکھنا چاہوں تو کیا لکھ سکتی ہوں۔ میرا خط ضرور نامے میرے نام میں شامل کیجیے گا۔ گاؤں میں رہتے ہیں بڑی مشکل سے بھائی کو منایا ہے پوسٹ کروانے کے لیے۔ پلیز آخر میں کرن کے ڈھیروں دعائیں۔

ج۔ پیاری رملہ! سب سے پہلے تو آپ نے کرن میں خط لکھا بہت بہت شکریہ۔ دوسرے آپ کرن اتنی کم عمری سے پڑھتی آرہی ہیں اس کا بھی شکریہ۔ اور آپ نے جو شکایت کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ ہمیں آپ کا خط موصول ہی نہیں ہوا ورنہ ہم ضرور شائع کرتے۔ ہمیں آپ سے اتنی سی گزارش کرنی ہے کیونکہ آپ کرن کی پرانی قاری ہیں اسی لیے ہمیں اپنی رائے سے آگاہ کیجیے کہ کرن میں ہم کیا تبدیلی لائیں اور کوئی کہانی آپ کو پسند نہیں آتی تو اس سے بھی آگاہ ضرور کیجیے۔ بے شک اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے تو ضرور اپنی تحریر بھیجیے۔ قابل اشاعت ہوئی تو یقیناً شائع کریں گے۔

### مسز تقی نقوی۔ علی پور

سب سے پہلے رمضان مبارک بہت بہت آپ کو..... کرن اس بار ذرا جلدی دستیاب ہوگیا۔ ورنہ تو بہت انتظار کروانے کے بعد ہی دیدار کرن ہوتا ہے۔ کرن کو دیکھ کے جو خوشی ہوتی ہے وہ خوشی اس دفعہ اور زیادہ بڑھ گئی جب "نامے میرے نام" میں اپنے خط کو موجود پایا۔ بہت بہت شکریہ۔ میرا خط شائع کرنے کے لیے۔ ٹائٹل گرل کو لائٹ کلر کے ڈریس میں دیکھ کے آنکھوں کو اتنی گرمی میں ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ اس کے بعد اداریہ میں پہنچے تو وہاں رمضان المبارک کے حوالے سے بہت اچھی باتوں سے فیض یاب ہونے کے بعد "حمد" (باری تعالیٰ) اور "نعت" مقبول سے دل کو ٹھنڈا کیا۔ گوہر رشید سے ملاقات اچھی رہی۔ "میری بھی سنیئے" میں مریم کمال انصاری سے ملاقات بھی اچھی رہی۔ "آواز کی دنیا سے" سید محفوظ الحسن کو پڑھا۔ اس کے بعد "کھولے پنکھ یادوں نے" میں اپنی لکھاری بہنوں کے بارے میں پڑھ کے بہت اچھا لگا۔ سب سے زیادہ بنت سحر کے بارے میں جان کے بہت مزا آیا اور ان کا سادگی سے بھرا انداز بیاں۔ پڑھ کے بہت مزا آیا۔ وہ اپلے تھاپنا مویشیوں کی دیکھ بھال اور خصوصاً" جامن کی اونچی چوٹی پہ بیٹھ کے جامن کھاتے ہوئے مطالعہ کرنا۔ واہ بنت سحر واہ ویل ڈن۔ اب آتے ہیں 'اپنے فیورٹ ناول "من مورکھ کی بات نہ مانو" یہ قسط پڑھ کے فضا پہ بہت غصہ آیا۔ اپنے مطلب کی خاطر اس لڑکی نے حوریہ کی زندگی کو مشکل میں ڈال دیا ہے۔ اور بابر پہ بگڑا ہوا امیرزادہ بہت نف ٹائم دینے والا ہے حوریہ کو۔ توریہ کو چاہیے کہ اپنی پھپھو مومنہ سے شیئر کردے یہ ساری بات' میرا سب سے فیورٹ کردار مومنہ کا ہے۔ افسانوں میں نفیسہ سعید کا "بڑی بھابھی" اچھا لگا۔ دنیا ایسے ہی ریاکار لوگوں سے بھری ہوئی ہے۔ جو دل سے اللہ کی راہ میں کم خرچ کرتے ہیں اور دکھاوا زیادہ ہوتا ہے' بس اللہ پاک ریاکاری سے بچائے (آمین) راشدہ رفعت کے (پھر ہوائیں) نے اتنا متاثر نہیں کیا۔ فلمی اسٹوری لگ رہی تھی۔ نظیر فاطمہ کی مختصر اسٹوری (رکنا ہوگا) اچھی تحریر تھی۔ "میرے حصے کی زمین۔ میرا آسمان" (شفق افتخار) ناولٹ بھی اچھا تھا۔ ایزد پہ بہت غصہ آیا کہ قصور کس کا اور بدلہ کس سے۔ حمدان کی ثابت قدمی نے اسے آخر اس کی محبت سے ملا ہی دیا۔ ہیپی اینڈ دیکھ کے بہت اچھا لگا۔

اب آتے ہیں میرے موسٹ فیورٹ "راپنزل" کی طرف۔ تنزیلہ ریاض جی بہت بہت مبارک اس اتنا پیارا ناول لکھنے کے لیے بہت ہی پیارے انداز سے تنزیلہ جی آپ ایک ایک کردار کو اچھے سے سامنے لارہی ہیں۔ میرا سب سے ناپسندیدہ کردار کاشف اور حبیبہ کا ہے اور فیورٹ (سلیم) شہزاد سلیم۔ اب پتا نہیں زری کیا گل کھلانے والی ہے اللہ جانے۔ اور اللہ کرے سمیع اور شہرین کی جوڑی سلامت رہے۔ (آمین) مکمل ناول۔ ثوبیہ جبین گل کا "ضبط کا موسم" نئی لکھاری 'مگر انداز میں پختگی بہت زبردست اسٹوری اینڈ میں بہت اچھا سبق اور جی "فاخرہ گل" کسی تعارف کی محتاج نہیں آپ کی تحریر سو بر ڈوپر پڑھ کے کافی بار آنکھیں نم ہوئیں بہت کچھ یاد دلا گئی فاخرہ جی۔ ماہ وش طالب کی "میٹھی سی دھوپ" بھی بس



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

سو سو سی۔ نگہت سیما کی "دست مسیحا" بہت اچھی تحریر کہیں ماں کی محبت اتنی بے لوث اور کہیں ثمرین جیسی ماں "عزہ خالد کی اسٹوری بھی کچھ خاص نہیں لگی۔ "مقابل ہے آئینہ" میں عائشہ وحید کے بارے میں جان کر اچھا لگا۔

"نامے میرے نام" میں مجھے طاہرہ ملک جلال پور پیروالا کا خط اچھا لگتا ہے ہمیشہ۔ یار وہ رضوانہ ملک جلال پور پیروالا کہاں غائب ہیں۔ اچھا جناب بہت پریشان کرلیا آپ کو۔ اجازت چاہتی ہوں اس امید کے ساتھ کہ یہ خط بھی ان شاء اللہ "نامے میرے نام" کی زینت بنے گا۔

ج۔ مسز نقوی کرن پڑھنے کا بہت شکریہ۔ آپ نے بھرپور انداز سے اپنی پسند اور ناپسند سے آگاہ کیا پڑھ کر بہت اچھا لگا۔ امید ہے آپ آئندہ بھی اسی طرح خط لکھتی رہیں گی۔

## فوزیہ ثمروٹ' ہانیہ عمران۔ گجرات

سرورق بہت پسند آیا' ایک تو ماڈل کا ڈریس بلیو شیڈ میں تھا جو کہ اچھا لگ رہا تھا۔ دوسرا اس نے سر پر دوپٹا اوڑھا ہوا تھا۔ آنکھوں کا میک اپ نہ بھی کرتی تو اچھی لگ رہی تھی۔ سب سے پہلے آپ سب کو ماہ رمضان کی بہت بہت مبارک۔ حمد باری تعالیٰ' نعت رسول مقبول پڑھ کے ہمیشہ کی طرح دل و ذہن کو سکون ملا۔ کاش کہ مجھے بھی اللہ پاک توفیق عطا فرمائے کبھی میں بھی نعت پڑھ سکوں۔

انٹرویو میں گوہر رشید سے ملاقات آپ نے تو بن کے کروادی۔ کیا غضب کی اداکاری کی ہے اس لڑکے نے۔ دل کرتا تھا سامنے ہو تو بھگو بھگو کے ماروں اتنی پیاری بیوی اور اتنا ظالم.... اف ف ف۔ اگلے مہینے حمزہ علی عباسی کا فیملی انٹرویو کریں۔ پلیز دیر نہیں کرنا۔ "میری بھی سنیے" میں من مائل کی ہیروئن مایا خان کو ضرور شامل کریں۔ "آواز کی دنیا" سے سید محفوظ صاحب دیکھ تو ایسے رہے تھے جیسے کہہ رہے ہوں ارے بھئی ہم بھی ہیں تیری نگاہوں کے سامنے نظر بچانا نہیں ہم سے۔ خیر ہم تو بچ نکل گئے آگے صفحے پہ.... کیا کروں دل نہیں کرتا اس سلسلے کو پڑھوں اور میں ٹھہری اس دل ناداں کی ماننے والی۔ "بھولے پنکھ یادوں نے" واہ جی واہ آپ نے تو دل خوش کردیا۔ ہماری رائٹرز اتنی ہی پیاری جتنی ان کی تحریریں پلیز اور رائٹرز کو بھی شامل کیجیے۔ بنت سحر تم نے تو دل جیت لیا ہے۔ تمہارے قلم میں درد ہے اور باتوں میں سحر ہے۔

چلیے جی کچھ باتیں ہو جائیں تحریروں کی بھی میری گلاں دا دولا نے ملنا ہی نہیں یہ تو خوش کن بات رہی کہ حازم اور حوریہ کی منگنی ہو رہی ہیں۔ ویسے حوریہ کو اب فضا پر اعتبار نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اگر بابر کا میٹر گھوم جاتا تو پھر کیا کرلینا تھا حوریہ نے۔ حوریہ کے لیے یہ ایک قسم کی وارننگ تھی کہ بابر سے اب بچ کر رہے۔ پھر "راپنزل" پڑھا۔ یہ کاشف کیا ہمیشہ ایسا ہی رہے گا۔ ایسے شوہر حقیقت میں سرہانے کا سانپ ہوتے ہیں جانے کب ڈس جائے۔ میرے خیال میں تو حبیبہ اور کاشف نے شادی کر رکھی ہیں۔ چلیں زری کے موبائل سے اظفر نامی محبت برآمد ہو ہی گئی۔ دیکھتے ہیں یہ محبت ریل گاڑی کس پلیٹ فارم پر رکتی ہے۔ نینا کا بھی تو کچھ کلیئر کریں کیا سلیم یا پھر مہرو کے چاچو حضور۔ ویسے تھا کہاں یہ ہیرو پوری قسط میں غائب رہا۔ سمیع اور شہرین کے لیے تو سب دعائیں ہی دعائیں۔ باقی پھر جو ہماری رائٹر کی مرضی۔ مکمل ناول "دست مسیحا" نگہت جی ہماری پیاری سی رائٹر ہیں' مگر معذرت کے ساتھ دست مسیحا میرے دل کے آنگن ذرا سا بھی نہیں مہکا۔ پتا نہیں کیوں یہ تحریر دل کے فریم میں فٹ نہیں آرہی ہاں ایک کردار ثمرین کا حیرت زدہ ہے کہ کوئی ماں اتنی ظالم کیسے ہوسکتے ہیں۔ خود اپنی اولاد پر ظلم کرے۔

"پھر ہوا یوں" راشدہ جی نے تو ہنس ہنس کر مار دیا۔ یہ حقیقت ہے مرد کو پچھلی عمر میں عشق کا بخار ضرور چڑھتا ہے اور وہ بھی ایسی لڑکیوں پر جن کی شادی نہیں ہوتی کیا حقیقت بیان کی ہیں مصنف نے۔ آئیڈیا اچھا تھا۔ سلمیٰ کی باتیں ایسا لگ رہا تھا بشریٰ انصاری کی اداکاری چل رہی ہے۔ پورے شمارے میں یہ تحریر مزے دار لگی۔ "ضبط کا موسم" بس تھوڑا ہی اچھا لگا۔ عام سی اسٹوری لگی۔ اقصیٰ جیسے کردار غصہ دلاتے ہیں۔ کوئی پوچھے اوئے اللہ دی بندی۔ تم کہاں کی کوئین ہو۔ ایسا اچھا انسان تمہارے ترلے کررہا ہے اور تمہارے نخرے دسویں منزل پر ہیں۔ ویسے سمیع نے بھی اچھا سبق دیا اقصیٰ بی بی کے تو سارے کے سارے توتے کبوتر پھر سے اڑ گئے۔ ناولٹ "میرا آسمان" شکر ہے ہیپی اینڈ پہ اختتام ہوگیا۔ خواہ مخواہ میں طویل نہیں کیا ویسے بھی اسٹوری کچھ خاص نہیں تھی۔



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY
FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1
PAKSOCIETY

"عید ایسی بھی ہوتی ہے" فاخرہ گل کی ایک یادگار تحریر۔ سچ کہا ہے بیٹے بیاہنے تک بیٹے ہوتے اور بیٹی زندگی کی آخری ہچکی تک ساتھ دیتی رہی۔ دونوں باپ بیٹی کی مثالی محبت آنکھیں اشک بار ہوتی رہی۔ ابتدا میں تحریر جتنی مزاحیہ دی اینڈ پر اتنی ہی دکھی۔

افسانے ایک سے بڑھ کر ایک لگا۔ سب سے پہلے "بڑی بھابھی" پڑھا۔ اف ایسے لوگ سر کے درد کی طرح ہوتے ہیں۔ ہر بات ہر کام کا تمغہ خود کے نام کرنے والے ویسے مقابلہ برابر کا رہا۔

"رکنا ہوگا" ہاں بھئی رکنا تو چاہیے اور مہینوں میں نہ سہی کم از کم اس مہینے کا احترام تو لازم ہے۔ عزہ خالد کا ذرا ہٹ کے" مجھے بھی لگا ذرا ہٹ کے ہی ہے' اچھی تحریر تھی۔ "میٹھی سی دھوپ" ایک سبق آموز تحریر۔ بیلا کی ماں' ماں تھیں نا صرف خود کی بیٹیوں کا دکھ جیتی رہیں۔

کہکشاں چھین کے کسی کے مقدر کی اپنی جبین کے دیا نہ جلا

چلو جی دو دن میں کرن تمام کا تمام ختم شد اور وہ بھی اس بار فہرست کے مطابق ترتیب وار ہر تحریر کو پڑھا۔ مستقل سلسلے اس بار مجھے بہت کم لگے اور پھر میں تو نہیں تھی ہی نہیں۔ "نامے میرے نام" فیورٹ سلسلہ خود کی حاضری کرن کو چار چاند لگا دیتی ہے یہ میرا خیال اے تو سی وی ڈیگری کرو لازم نہیں۔

ج۔ فوزیہ آپ کا خط پڑھ کے بہت مزا آتا ہے کیونکہ آپ لگی لپٹی رکھے بغیر اپنی رائے کا کھل کر اظہار کرتی ہیں۔ اس سے ہمیں کرن کو سنوارنے میں مدد ملتی ہے۔

## سدرہ مرتضیٰ۔ کراچی

سب سے پہلے تو بات کروں گی "دست مسیحا" کی۔ اف.... نگہت جی کیا بہترین لکھا ہے آپ نے۔ دل کو چھو جانے والی طرز تحریر اور پھر اتنا زیادہ حساس ٹاپک آپ نے یہاں ایک طرف عفان کی ماں جیسا کردار دکھایا تو دوسری طرف ثمرین جیسی سنگ دل مائیں بھی ہوتی ہیں۔ بہت شدت سے انتظار ہے دوسری قسط کا۔ "شفق افتخار" کی ہلکی پھلکی کہانی اچھی لگی۔ مجھے "صلہ" جیسے کردار ہمیشہ سے پسند ہیں جو اپنے والدین کا فخر بننے کے لیے ان کے فیصلوں پر سر جھکا دیتے ہیں۔ صلہ اور حمدان کا کپل بہت پسند آیا۔ "فاخرہ جی" آپ نے تو رلا ہی دیا اپنی تحریر کے ذریعے۔ واقعی یہ بیٹیاں ہی ہوتی ہیں جو اپنے والدین کو خوشی دینے کے لیے ہر دکھ برداشت کر لیتی ہیں اور واقعی ضروری تو نہیں کہ عید ہر آنگن میں اترے۔ آپ کی یہ تحریر سالوں یاد رہنے والی ہے۔

"من مورکھ" میں حوریہ نہیں جانتی کہ حازم کے ساتھ شادی کا کیا انجام ہوگا۔ پلیز حوریہ کا انجام مومنہ جیسا مت کیجیے گا۔

"راپنزل" کی تو بات ہی اور ہے۔ راشدہ رفعت اس بار بڑے کام کا سبق لے کر آئیں' ہم سب شادی شدہ خواتین کے لیے۔ کہانی کا اینڈ ڈرامائی انداز میں ہوا۔ ہر حال کہانی کا پلاٹ جاندار تھا۔

"ضبط کے موسم" اقصیٰ کے رویہ نے حیران اور پریشان رکھا۔ "بڑی بھابھی" میں جو رشتوں کی سیاست دکھائی نفیہ سعید نے وہ حقیقت سے بہت قریب تھی۔ آپ اپنی اس تحریر کو مکمل ناول کی صورت میں پھر سے لکھیں۔

یقیناً" قارئین بہت انجوائے کریں گے۔

"رکنا ہوگا" میں نظیر فاطمہ نے روزے کا اصل مقصد سمجھا دیا۔ بہت خوب۔

ج۔ پیاری بہن! اس دفعہ کا بھی کرن پسند کرنے اور تبصرہ کرنے کا شکریہ۔ آپ بہنوں کی رائے کرن کے لیے بہت اہم ہیں۔

## ثوبیہ جبین گل۔۔۔ دریا خان

آسیہ مرزا کافی عرصے بعد اس تخیلاتی دنیا میں آئی ہیں۔ پانچ' چھ سال پہلے میں نے ان کا ایک ناول پڑھا تھا۔ "دل ایک شہر جنوں" بس اس وقت سے آسیہ جی میری پسندیدگی کی فہرست میں آگئی ہیں۔ سینئر رائٹر ہیں.... کہانی پہ بہت گرفت ہے ان کی.... کہانی آگے چلی گئی تو کچھ لب لباب ظاہر ہوگا۔ ابھی تو کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ "راپنزل" کے بارے میں رائے محفوظ ہے... بہت فٹ ناول ہے۔ اس کے علاوہ کرن میں مکمل ناول بہت بڑھیا قسم کے ہوتے ہیں۔ "مسکراتی کرنیں" ہر دفعہ مسکرانے پر مجبور کردیتی ہیں۔ "نگہت سیما" اچھی تحریر لے کر آئی ہیں۔ "شفق افتخار" نے بھی بہت بہترین لکھا۔ برائے مہربانی اتنا بتادیجیے کہ آپ کے ادارے میں بات کی جائے تو کون سا نمبر



WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY

استعمال ہوگا۔ وہی جو شعاع اور خواتین والوں کا ہے۔

ج۔ پیاری ثوبیہ! آپ نے کرن پر تبصرہ کیا اور اپنی پسندیدگی کا اظہار کیا شکریہ۔۔۔ آپ کرن میں رابطہ کے لیے شعاع اور خواتین والا ہی نمبر استعمال کریں۔

## ثناء شہزاد۔۔۔ کراچی

سب سے پہلے میری طرف سے کرن کے تمام اسٹاف کو قارئین کو اور لکھاری بہنوں کو بہت بہت عید مبارک قبول ہو۔ جون کا شمارہ 12 تاریخ کو ملا۔ ماڈل بہت پیاری لگ رہی تھی اور جو سب سے اچھی لگی' وہ کرن کتاب تھی۔ "حمد و نعت" پڑھنے کے بعد گوہر صاحب سے ملاقات کی۔ مریم انصاری دل لگی میں کافی اچھی ایکٹنگ کر رہی ہیں۔ محفوظ الحسن میرے موسٹ فیورٹ R-J ہیں۔ میں بہت شوق سے سنتی ہوں انہیں۔ "کھولے پنکھ یادوں سے" سب کے جواب اچھے لگے۔ تصویر صرف کسی کسی مصنفہ نے دی ہے' جبکہ میرا دل چاہتا ہے میں اتنی پیاری پیاری رائٹرز کو دیکھوں جو ہمارے لیے اتنی محنت اور محبت سے اتنی اچھی اچھی کہانیاں تخلیق کرتی ہیں۔ افسانے سب اچھے تھے۔ بڑی بھابھی نے کیا سیاسی دماغ پایا تھا۔ "رکنا ہوگا" رمضان المبارک کے حوالے سے بہت خوب صورت افسانہ تھا۔ "میٹھی سی دھوپ" میں ماہ وش طالب نے بھی اچھا پیغام دیا جو جس کا نصیب ہوتا ہے اسے مل کر رہتا ہے۔ ہم کسی سے اس کا نصیب نہیں چھین سکتے۔ "ذرا ہٹ کے" عزہ خالد کا واقعی ہٹ کے ہی تھا۔ "من مورکھ کی بات" آپ نے صحیح کہا تھا یہ قسط اچھی لگی اور آئی ہوپ آنے والی اقساط اس سے زیادہ اچھی ہوں گی۔

"راپنزل" میں کاشف کو داد دینے کو دل کرتا ہے۔ کیسے خوب صورت لفظوں کے ذریعے صوفیہ کو بے وقوف بنا لیتا ہے اور وہ بن بھی جاتی ہے اس کی محبت میں اندھی جو ہے۔ "عید ایسی بھی ہوتی ہے" فاخرہ گل نے اس بار بہت رلایا' ایک بیٹی کی اپنے باپ سے ایسی محبت بے مثال ہے۔ شفق افتخار کے ناول کی آخری قسط زبردست تھی۔ صلہ شروع سے حمدان کی تھی۔ "ہوائیں" راشدہ رفعت کی تحریر شان دار تھی' بڑا اچھا سبق تھا ان لڑکیوں کے لیے جو شادی کے بعد گھر کے کام دھندوں میں الجھ کر اپنے آپ سے لاپروا ہو جاتی ہیں اور شوہر حضرات کو باہر کا راستہ دکھاتی ہیں۔ "ضبط کے موسم" میں ثوبیہ جی نے بھی بہت اچھا لکھا۔ نگہت سیما کے "دست مسیحا" کی میں کیا تعریف کروں' پہلی قسط سے ہی ہم پر ان کی گرفت مضبوط ہے۔

ج۔ ثناء جی! کرن کے ادارے کی طرف سے آپ کو بھی عید مبارک۔ کرن کی کہانیاں آپ کو پسند آئیں۔ بے حد شکریہ اور جس طرح آپ نے کہانیوں پر تبصرہ کیا ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کتنے ذوق و شوق سے کہانیاں پڑھتی ہیں۔ ہمیں بے حد خوشی ہوئی ہے۔

## صائمہ مشتاق۔۔۔ بھاگٹانوالہ۔۔۔ سرگودھا

حمد اور نعت کے بعد "کھولے پنکھ یادوں نے" میں سب مصنفین کو پڑھ کر اچھا لگا۔ دل نے کہا کاش ایک دن یہ مقام ہمیں بھی نصیب ہو۔ پھر سلسلے وار ناول سے چھلانگ لگا کر پہنچ گئی مکمل ناول "دست مسیحا" پر نگہت سیما جی آپ کے انداز تحریر بہت اچھا ہوتا ہے۔ بہت اچھی کہانی لکھی آپ نے۔ اس کا اینڈ بھی اچھا ہی کیجیے گا۔ اچھا جی جناب' پھر میں آگے چل کر بات کرتی ہوں شفق افتخار کا مکمل ناول "میرے حصے کی زمین میرا آسمان" امیزنگ شفق جی آپ نے صلہ کو حمدان سے ملا دیا۔ بہت اچھا لگا۔ اللہ آپ کو اسی طرح کامیابی نصیب کریں۔ (آمین) افسانے بھی اچھے تھے۔ میری طرح (ہاہاہا) باقی سارا کرن ہی اچھا تھا۔ میری دعا ہے خدا کرن کو ترقی عطا کرے۔ "آمین"

ج۔ پیاری بہن صائمہ! آپ نے خط لکھا' اچھا لگا' آئندہ بھرپور تبصرے کے ساتھ شرکت کیجیے گا۔ آپ اپنی تحریر بھیج دیں' قابل اشاعت ہوئی تو ضرور شائع کی جائے گی۔



Download From Paksociety.com
WWW.PAKSOCIETY.COM
RSPK.PAKSOCIETY.COM
ONLINE LIBRARY FOR PAKISTAN
PAKSOCIETY1 PAKSOCIETY